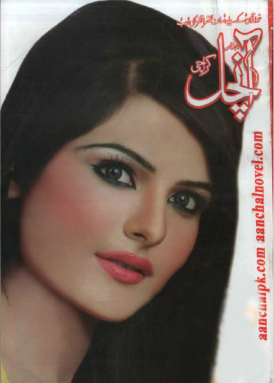

آنچل
کراچی
aanchalpk.com aanchalnovel.com

بانی مدیرہ	نجیب النساء
مدیر اعلیٰ	مشتاق احمد قریشی
مدیرہ	قیصر آرا
نائب مدیرہ	سعیدہ نثار
مدیر خصوصی	طاہر احمد قریشی
مدیرہ معاونین	جویریہ احمد
	روشین عاقب

ماہنامہ آنچل کراچی

جلد	39
شمارہ	09
دسمبر	2017

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

www.aanchalpk.com/blog

onlinemagazinepk.com/recipes

/Naeyufaq Aanchal & Hijab official group

/women.magazine

سرورق: رباب ...... آرائش: لش بیوٹی پار

عکاسی: ایم کاشف 0331-4546116

اس شمارے میں

ابتدائیہ

سرگوشیاں	مدیرہ	14
حمد	ریاض حسین قمر	15
نعت	صابر	15
در جواب آں	مدیرہ	16

دانش کدہ

الکوثر	مشتاق احمد قریشی	21

ہمارا آنچل

جاذبہ عباسی/علینہ سعدیہ		
ایس این شہزادی/عابدہ خان	ملیحہ احمد	25

سلسلہ وار ناول

تیری زلف کے سر ہونے تک	اقرأ صغیر احمد	81
شب ہجر کی پہلی بارش	نازیہ کنول نازی	113

مکمل ناول

ذرا مسکرا میرے گمشدہ	فاخرہ گل	29
تم میرا نصیب ہو	اریشہ غزل	141
جنون سے عشق تک	سمیرا شریف طور	173

ناولٹ

محبت لوٹ بھی سکتی ہے	نگہت عبداللہ	63
سنہرا عکس	صباء ایشل	209

افسانے

ممکن نہیں	فرحین اظفر	105
راہِ ہدایت	سامی فہیم گل	195
میرا یقین تو ہے	نفیسہ سعید	229

آرٹیکل

ہیں یہ فیصلے قدرت کے	صباء یونس قریشی	235
بنام دسمبر	اقرأ حفیظ	241

مستقل سلسلے

ہومیو کارنر	طلعت نظامی	244	یادگار لمحے	جویریہ سالک	269
بیاض دل	میمونہ رومان	246	آئینہ	شہلا عامر	273
ڈش مقابلہ	طلعت آغاز	248	ہم سے پوچھیے	شمائلہ کاشف	282
بیوٹی گائیڈ	روبین احمد	252	آپ کی صحت	ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا	285
نیرنگ خیال	ایمان وقار	254	کام کی باتیں	حنا احمد	289
دوست کا پیغام آئے	ہما احمد	261	کترنیں	قارئین	000

خط و کتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 ایک از مطبوعات نئے اُفق پبلی کیشنز۔ ای میل info@aanchal.com.pk

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُم کلثوم بنت عقبہؓ نے انہیں خبر دی اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ ”جھوٹا وہ نہیں ہے جو لوگوں میں باہم صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس کے لیے کسی اچھی بات کی چغلی کھائے یا اسی سلسلہ کی اور کوئی اچھی بات کہہ دے۔ (بخاری‘ جلد:3‘ کتاب الصلح:49‘ حدیث:857)

سرگوشیاں

مدیرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دسمبر ۲۰۱۷ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

تمام بہنوں کا تہہ دل سے شکریہ انہوں نے ہمیشہ کی مانند اس بار بھی اپنی دلچسپی اور نقد ونظر سے نوازا، محبت کسی سفارش‘ کسی بیساکھی کی محتاج نہیں ہوتی‘ آنچل احباب کا‘ ہمارا آپ کا قلبی رشتہ ہے اور مضبوط رشتے وہی ہوتے ہیں جن میں صبر و برداشت بھی شامل ہو کچھ بہنوں کو گلہ ہے کہ حجاب میں وہ بات وہ مزہ نہیں جو آنچل میں ہے آپ کو بہت اچھی طرح علم ہے آنچل اپنی اشاعت کی چالیسویں منزل میں داخل ہو چکا ہے یہ آپ کی پسند ہی ہے جس نے آنچل کو آج اس منزل میں داخل کیا اور آپ کے حجاب کو تو ابھی آئے ہوئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں وہ تو آنچل کے مقابلے میں نوزائیدہ ہے اسے آپ کی رائے اور مشورے ہی نکھار اور سجا سکتے ہیں‘ جس طرح آپ نے آنچل کو بھرپور تعاون اور اپنے مشوروں سے نوازہ ہے اور اسے ترقی کی طرف گامزن کیا ہے۔ ایسے ہی حجاب بھی آپ کے مشوروں اور تعاون کا منتظر ہے‘ میں اور میرے تمام ہی ساتھی کی آپ کے آنچل اور حجاب کو سجاتے سنوارتے ہیں‘ لکھاری بہنوں کا بھی تہہ دل سے شکریہ وہ بھی آنچل کے ساتھ ساتھ حجاب کے لیے بھی اپناز ورِ قلم بھرپور انداز میں دکھا رہی ہیں پھر بھی میری کوشش ہے کہ آپ کی پسند کے معیار پر پوری اتر سکوں آپ کے دل جیت سکوں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے وطن عزیز کو ہمارے اہل سیاست نے اس قدر ہیجان میں مبتلا کر دیا ہے کہ ہمارے دلوں میں خوف کے سائے اترنے لگے ہیں ہر لمحہ خیر کی دعائیں کرتے گزرتا ہے ایسے شر و بد کے ماحول میں اچھی چیزیں بھی اچھی نہیں لگتیں، اطمینان قلب اور سکون ہی کسی بھی تحریر سے یا چیز سے محظوظ ہونے میں مدد کرتا ہے ورنہ وحشت زدہ ماحول تو اچھی سے اچھی تحریر کو ماند کر دیتا ہے وطن عزیز کے اہل سیاست نے مجموعی طور پر اپنے چاہنے والوں کو اضطراب و بے چینی کا شکار کر رکھا ہے انہیں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے سے فرصت ملے تو ملک وقوم کے لیے کچھ سوچیں اللہ سبحان وتعالیٰ ہمارے وطن عزیز کی حفاظت فرمائے آمین۔

بہن فاخرہ گل نے سولہ ماہ مسلسل آپ کے لیے اپنی کہانی کے تانے بانے بہت ہی خوش اسلوبی سے بنے اور آپ کو ایک شہکار ناول پڑھنے کو دیا‘ باوجود اس کے کہ وہ اس دوران ایک عظیم سانحہ سے بھی دوچار ہوئیں۔ ہم بہن فاخرہ کے مشکور ہیں اور امید کرتے ہیں وہ جلد ہی آپ کے لیے ایک نئے انداز سے پھر اپنی تخلیق لے کر آپ کے ساتھ ہوں گی۔

ان شاء اللہ اگلا شمارہ سالِ نو نمبر ہوگا بہنوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنی نگارشات جلد ارسال کر دیں۔

اس ماہ کے ستارے

نگہت عبداللہ، فرحین اظفر، اریشہ غزل، سلمٰی فہیم گل، صباء ایشل، نفیسہ سعید۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آراَ

حمد

میری امید ہے بڑھ کر جو کرم رکھا ہے
میرے مالک نے سدا میرا بھرم رکھا ہے

کیوں نہ اس ذات کی جی بھر کے تلاوت کرلوں
جس نے مجھ خاک کے سینے میں بھی دم رکھا ہے

تیرا بندہ ہوں مری زیست کا مالک تُو ہے
اپنی مرضی سے کہاں کوئی قدم رکھا ہے

میرے اللہ ترا شکر ادا کرتا ہوں
حوصلہ دے کے مرے درد کو کم رکھا ہے

کبھی بارش تو کبھی برف کی صورت گوہؔر
اس نے جلتے ہوئے صحراؤں کو نم رکھا ہے

امتیاز علی گوہر

نعت

کرم یہ مجھ پر ہمیشہ شہِ امم رکھیے
میں خاک ہوں مجھے وابستۂ قدم رکھیے

مجھے تو مانگنا آتا نہیں میں کیا مانگوں
مری طلب کو شہؐ دوسرا بھرم رکھیے

تمام نسبتیں قربان ان کی نسبت پر
درِ حضور کی نسبت کو محترم رکھیے

ترس رہی ہیں اسی انتظار میں آنکھیں
کبھی تو خانۂ دل میں مرے قدم رکھیے

سند ملے گی اسی در سے سرفرازی کی
جبین دل کو درِ مصطفٰےؐ پہ خم رکھیے

ثنا حضور کی خالد نہ ہوسکے گی رقم
کسی کے بس کی نہیں بات اب قلم رکھیے

جناب خالد محمود نقشبندی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

در جواب آں

مدیرہ

نازیہ کنول نازی...... ہارون آباد
ڈیئر نازیہ! سدا سہاگن رہو' یہ جان کر بے حد افسوس ہوا کہ آپ کے خالو دائمی اجل کو لبیک کہتے آخری سفر پر روانہ ہوگئے ہیں بے شک آپ سمیت دیگر اہل خانہ کے لیے بے حد مشکل اور کڑا مرحلہ ہے۔ ایسے میں ہماری دعائیں آپ کے ہمراہ ہیں' اللہ سبحان وتعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر واستقامت عطا کرے' آمین۔

سلمیٰ فہیم گل...... اسلام آباد
عزیزی سلمیٰ! خوش رہو' آپ کی طرف سے ارسال کردہ تحفہ کتابی صورت میں موصول ہوگیا ہے ''تیرے لوٹ آنے تک'' حجاب میں شائع ہونے والا یہ ناول کتابی صورت میں دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو مزید ترقی عطا کرے اور آپ کا قلمی سفر یونہی کامیابی کے ساتھ جاری و ساری رہے۔

کوثر ناز...... حیدر آباد
ڈیئر کوثر! جگ جگ جیو' آپ کی تمام تحریریں ہمارے پاس محفوظ ہیں اور جو منتخب ہوجاتی ہیں وہ ہمارے پاس ہی ہوتی ہیں' بے فکر رہیں بہر حال آپ کا شکوہ سر آنکھوں پر۔ جلد آپ کی تحریر حجاب میں شامل کردیں گے امید ہے تشفی ہوپائے گی' انتظار کی زحمت کے لیے معذرت۔

ملالہ اسلم...... حاصل پور
ڈیئر ملالہ! جیتی رہو' آپ کے مفصل خط سے تمام حالات کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہے' بے شک والد جیسے سسر کی ڈیتھ پر آپ کا دل اداس ورنجیدہ ہوگا اور گھر کی اصل رونق اور رحمت و برکت کا سبب ہمارے بزرگ ہی ہوتے ہیں جن کی پُرخلوص دعائیں ہمیں بہت سے مصائب سے محفوظ رکھتی ہیں۔ بہر حال زندگی کے ساتھ ہی موت کا سلسلہ بھی ہے جس سے انحراف ممکن نہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ دیگر اہل خانہ کو صبر و ہمت عطا کرے' آپ کا افسانہ ''ہجر کا زہر'' متاثر کرنے میں ناکام رہا معذرت۔ آپ کی پیاری سی بھانجی نور کو ہماری طرف سے سالگرہ مبارک ہو۔

زعیمہ روشن...... آزاد کشمیر
ڈیئر زعیمہ! خوش وخرم رہو' مفصل خط کے ذریعے آپ کی مثبت سوچ اور گہرے مشاہدے کا بخوبی ادراک ہوا بے شک تحریروں کا اہم مقصد اصلاح کا فریضہ سر انجام دینا ہے اور چونکہ ہمارے معاشرے میں ہر قسم کے کردار ہیں' بالخصوص خیر اور شر کے حامل تو انہی کرداروں کے پس منظر میں کہانی چلتی ہے اچھی اور پختہ سوچ رکھنے والا شر اور اس برائی سے بچنے کی اور کوئی مثبت پہلو بھی اخذ کرہی لیتے ہیں۔ آپ کا آرٹیکل پڑھ ڈالا' موضوع کا چناؤ اچھا ہے لیکن مواد کی کمی اور انداز تحریر کی کمزوری کے سبب جگہ بنانے میں ناکام رہا مزید محنت کے ساتھ کوشش جاری رکھیں۔

شازیہ الطاف ہاشمی...... شجاع آباد
ڈیئر شازیہ! سدا سہاگن رہو' بے شک آپ کا کہنا بالکل درست ہے اور اس بات سے ہم متفق ہیں کہ مصروفیات میں اپنے لیے وقت نکالنا اپنی ذات کو ترجیح دینا بالکل ہی ختم ہوکر رہ جاتا ہے۔ نصف شب گزرنے کے بعد بھی اگر آپ لفظوں کے سہارے ہم سے رابطے میں ہیں تو واقعی یہ چاہت ومحبت کے سبب ہے اور اسی محبت کے تقاضے کو مدنظر رکھتے جواب بھی حاضر ہے آپ کی تحریر کا جواب ہمارے پاس بھی مثبت ہے' یعنی تحریر منتخب ہوگئی ہے جلد آنچل یا حجاب کی زینت بن جائے گی' خوش رہیں اور خوشیاں بانٹیں۔

مہوش آرائیں...... فیروزہ
ڈیئر مہوش! بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آنچل کو پسند کرنے' سراہنے اور تعریفی کلمات ادا کرنے پر مشکور ہیں' بے شک آپ کے یہ چند الفاظ ہماری ساری محنت وصول کردیتے ہیں اور ہماری کوشش بہتر سے بہترین کی طرف مزید گامزن ہوجاتی ہے۔ 5 دسمبر کو آپ کی سالگرہ ہے ہماری طرف سے ایڈوانس مبارک باد قبول کریں' آپ کی فرینڈ ثانیہ افضل کو بھی سالگرہ مبارک' آپ کی تحریر کے لیے معذرت خواہ ہیں۔

سمیرا سرفراز...... کراچی
ڈیئر سمیرا! سدا سکھی رہو' خط یونہی لکھتی رہیں گی تو تجربہ بھی

ہوجائے گا اور یقین جانیے یہ تجربہ خوشگوار بھی ثابت ہوگا۔ تحریر کے لیے شکریہ کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی ادا کرنا چاہیں تو بہترین صورت یہی ہے کہ ایک نئی کہانی کے ساتھ حاضر ہوجائیں جو آپ نے کیا ہے عقل مند ہیں' بہر حال اپنی رائٹنگ کا مسئلہ چھوڑیں آپ لکھیں اور لکھتی رہیں پڑھنا' سمجھنا اصلاح کرنا ہمارا کام ہے۔ امید ہے یہ نصف ملاقات اچھی لگے گی اور آئندہ بھی تجربہ حاصل کرنے کے لیے شریک محفل رہیں گی۔ دوسری کہانی پڑھ کر جلد بتائیں گے بس تھوڑا انتظار کرنا ہوگا۔

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی
ڈیئر عنبر! ہمیشہ آباد رہو' نصف ملاقات اچھی رہی' انسان سے کامل امید میں ہمیشہ مایوسی ملے گی بہتر ہے اللہ سبحان و تعالیٰ سے لو لگالیں سکون ملے گا اور لگن اگر سچی ہوگی تو امیدیں بھی پوری ہوجائیں گی۔ شاعری متعلقہ شعبہ میں بھیج دی ہے قبولیت کا درجہ حاصل کرتے ہی آنچل کے صفحات پر جھلملائے گی' آپ آنچل کے دیگر سلسلوں میں بھی شرکت کرسکتی ہیں۔

ایمان زہرا شیرازی...... ڈھڈیال چکوال
ڈیئر ایمان! سدا مسکراتی رہو' آپ کی نگارشات جلد آنچل وحجاب کی زینت بن جائیں گی شاعری تو متعلقہ شعبے میں بھیج دی جاتی ہے قبول اور رد ہونے کا فیصلہ وہیں ہوتا ہے معیاری ہوگی تو ضرور شامل ہوگی۔

روبی علی...... سید والہ
ڈیئر روبی! شاد وآباد رہو۔ یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ کو سرکاری ملازمت مل گئی ہے اللہ سبحان وتعالیٰ بہت سی کامیابیوں سے نوازے' آمین۔ دوسری طرف پھوپو کی رحلت کی خبر نے بے حد اداس کردیا' اللہ سبحان وتعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور دیگر لواحقین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے' آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کے ملتمس ہیں۔

ماہم نور انصاری...... حیدر آباد
ڈیئر ماہم! سدا خوش وخرم رہو' آپ کے شہر میں موسم سرما کی آمد آمد ہے پھر آپ دریائے سندھ کے قریب واقع ہیں کچھ اس کا بھی اثر ہوگا بہر حال ساحل سمندر کے تو ہم بھی قریب ہیں لیکن فی الحال دھند اور ٹھنڈ کا نام نہیں۔ دسمبر میں امکان ہے کہ موسم سرما یہاں بھی بارش کے ساتھ اپنا ڈیرہ جمالے' بہر حال آپ کو موسم سرما پسند ہے اچھی بات ہے تحریر کے حوالے سے ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا جلد پڑھ کر فیصلہ ہوجائے گا حجاب یا آنچل' یہ وقت ہی طے کرے گا کہ کہاں شائع ہوگی' آپ اپنا مکمل پتہ آفس کے نمبر پر رابطہ کرکے لکھوا دیں تاکہ قلمی رابطہ بحال رہ سکے۔

سعدیہ حورعین حوری...... بنوں' کے پی کے
ڈیئر سعدیہ! سدا آباد رہو' شکوے وشکایات سے بھرپور آپ کا خط موصول ہوا۔ نگارشات کیوں نہیں لگ رہیں اس کا ازالہ کردیا جائے گا۔ پیغام تاخیر سے موصول ہوا تھا اسی سبب شائع نہ ہوسکا بہر حال اب پوری کوشش ہے کہ آپ کی خفگی کو دور کرسکیں اور اسی لیے جواب بھی حاضر ہے اب اچھے بچوں کی طرح جلدی سے مان جائیں اتنی خفگی اور غصہ اچھا نہیں ہوتا۔

نرمین سرھیو...... حیدر آباد
پیاری نرمین! خوش رہو' آپ کا نامہ موصول ہوا مختصر ملاقات میں آپ نے اپنے بارے میں پوچھا تو تحریر کے حوالے سے موضوع کی انفرادیت اور اس پر گرفت ہی مصنفہ کی کامیابی ہوتی ہے۔ نئے سال کے حوالے سے جو تحریر موصول ہوئی اس کے لیے معذرت چاہتی ہوں۔ موضوع پر آپ کی گرفت کمزور تھی جس کی بناء اسے رد کرنا پڑا' باقی تحریریں محفوظ ہیں' ان شاء اللہ جلد جگہ دیں گے۔ شاعری بھی گاہے بگاہے شامل کرتے رہیں گے' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سیدہ صبا نوید...... کراچی
ڈیئر صبا! شاد رہو' یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ پہلے بھی قلمی سفر پر گامزن رہ چکی ہیں اب پھر سے آغاز کرنا چاہتی ہیں خوش آئند بات ہے شاعری تو متعلقہ شعبے میں بھیج دی ہے جلد لگ جائے گی آپ افسانہ بھی ارسال کردیں پڑھ کر رائے سے آگاہ کردیں گے' معیاری ہوا تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

طیبہ خاور سلطان...... وزیر آباد
پیاری طیبہ سدا سہاگن رہو' آپ کا نامہ موصول ہوا جس سے خوشی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو

یونہی خوش وآباد رکھے' آمین۔ زندگی میں مشکلات تو آتی ہی رہتی ہیں اور لوگوں کو باتیں بنانے کے علاوہ کوئی کام نہیں آتا۔ صبر سے کام لیں' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی خواہش ومراد پوری کرے' آمین۔ نگارشات تاخیر سے موصول ہونے کے باعث اگلے ماہ کے لیے سنبھال کر رکھ لی ہیں۔

مہرین آصف بٹ...... آزاد کشمیر

گڑیا مہرین! مسکراتی وآباد رہو۔ نصف ملاقات اچھی رہی' دو سال ہم نے بھی آپ کی راہ دیکھی مگر بھولی نہیں اور ذکر اس لیے نہیں کیا کہ محبت میں پہل ہمیشہ دوسری طرف سے اچھی لگتی ہے اب پھر سے غائب مت ہوجایئے گا۔ آنچل سجتا ہی آپ بیٹیوں کے لیے ہی ہے۔ تعریفوں سے نیا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور کوشش کرتے ہیں کہ ہر شمارہ بہتر سے بہترین ہو' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

خنساء سید...... کوئٹہ

پیاری خنساء! سدا ہنستی رہو' آپ کا نامہ موصول ہوا' مختصر ملاقات میں جس طرح آپ نے اپنی لگن اور آنچل سے وابستگی کا بتایا اچھا لگا۔ اب لکھنے کی بات آتی ہے پہلے مختصر موضوع قلم بند کرکے ارسال کردیں پڑھنے کے بعد ہی اپنی رائے سے آگاہ کر پائیں گے اگر پوسٹ کرنے میں مسئلہ درکار ہے تو ہمیں میل کردیں۔ اسی کالم کے ابتدا میں آپ کو ای میل ایڈریس مل جائے گا۔

رقیہ امبر...... ضلع جہلم

ڈیئر رقیہ! سدا آباد رہو' آپ کا نامہ موصول ہوا' انسان بے شک دکھوں سے ہی سیکھتا ہے۔ کم عمری میں ہی آپ اپنی والدہ کی محبت سے محروم ہوگئیں' یہ دکھ میں سمجھ سکتی ہوں پھر والد کی بیماری میں جس طرح آپ ان کا خیال رکھ رہی ہیں بے شک یہ جنت کمانے کا مقام ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اس کا اجر ضرور دے گا۔ باقی آپ نے جو فرمائش کی ہے اس کی کوشش کریں گے وعدہ نہیں۔ مختصر موضوع کو اپنے مزاج کا حصہ بنا کر قلم بند کریں اور اسی پتا پر ارسال کردیں۔ تحریر پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کے والد کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور آپ کی تمام پریشانی دور کرے' آمین۔

سحرش مصطفی...... میانوالی

ڈیئر سحرش! جیتی رہو' آپ کا شکایات سے بھرپور خط موصول ہوا' کوشش تو یہ ہی ہوتی ہے کہ محفل میں سب ہی شامل رہیں لیکن صفحات کی کمیابی کی وجہ سے مشکل ہوجاتی ہے پھر تحریروں کے حوالے سے تفصیلی بات فون پر نہیں ہوسکتی اس لیے آپ بہنوں کے لیے یہ محفل سجتی ہے۔ آپ کی تحریریں کیونکر رد ہوئیں تو جواب حاضر ہے کہ موضوع اور انداز تحریر دونوں کمزور تھے اس لیے مایوس ہونے کے بجائے اپنا مطالعہ اور مشاہدہ دونوں وسیع کریں جس سے آپ کو لکھنے میں مدد ملے گی' امید ہے تشفی ہو پائے گی۔

تہمینہ عباسی...... بہاولپور

پیاری تہمینہ! خوش وخرم رہو' آپ کی تحریر ''انحراف'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ اس موضوع پر نا صرف بہت کچھ لکھا جاچکا ہے بلکہ ٹی وی ٹاک شو اور دیگر پروگرام کے ذریعے عوام کو شعور دیا جاچکا ہے۔ موضوع میں انفرادیت اور انداز تحریر کمزور ہونے کی بناء پر آپ کی تحریر قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں ناکام ٹھہری' بہتر ہے کسی اور موضوع کا انتخاب کریں اور مختصر تحریر ارسال کریں۔

زینب سحر...... سکھر

گڑیا زینب! ہنستی مسکراتی رہو' نصف ملاقات اچھی رہی' آپ اپنی نگارشات اسی پتہ پر ارسال کرسکتی ہیں۔ تحریر ارسال کردیں پڑھ کر ہی اپنی رائے سے آگاہ کریں گے' اقرأ اور سمیرا تک آپ کی تعریف ان سطروں کی صورت میں پہنچ گئی ہے۔ آنچل کو پسند کرنے اور دعاؤں کا گلدستہ دینے پر جزاک اللہ۔

سنبل چوہدری...... گجرانوالہ

پیاری سنبل! خوش وآباد رہو' آپ کی تحریر ''قصور'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ محنت کے ساتھ مطالعہ ومشاہدہ وسیع کریں لکھنے میں مدد ملے گی' کوشش کریں کہ مختصر موضوع کا انتخاب کریں تاکہ آسانی سے قلم بند کرسکیں۔

عائش کشمالے...... رحیم یار خان

گڑیا عائشہ! سدا سہاگن رہو' آپ کا نامہ موصول ہوا۔ زندگی میں آنے والی اس تبدیلی کے بارے میں جان کر خوشی ہوئی۔ یوں بھی لڑکیاں پرائی ہوتی ہیں اور بابل کے آنگن کو سُونا کرکے پیا کے گھر کو مہکاتی ہیں۔ نئی زندگی بہت مبارک ہو' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو دائمی خوشیوں سے نوازے' آپ کی سہیلیوں کو ان سطور سے شادی کی خبر مل گئی ہوگی۔ آئندہ بھی

محفل میں شامل رہیے گا چاہیں تو شادی کا احوال لکھ کر بھیج سکتی ہیں جبکہ تحریریں موضوع اور انداز تحریر کمزور ہونے کے باعث قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں ناکام ٹھہری ہیں۔

صباحت سلیم...... کورنگی' کراچی

ڈیئر صباحت! شاد رہو' نظم متعلقہ شعبے میں ارسال کردی گئی ہے وہاں سے منتخب ہونے کے بعد اور بعد از اصلاح شامل ہوجائے گی البتہ آپ نے اس خط کے پیچھے ہی یادگار لمحے کے لیے اقوال لکھے ہیں جبکہ بارہا کہا گیا ہے کہ ہر سلسلہ کے لیے الگ صفحہ کا استعمال کریں اب یہ ہمارے پاس ہے تو جواب حاضر ہے آئندہ اس بات کا خیال رکھیں۔

زونا حرم...... دینہ

پیاری بہن زونا! مسکراتی رہو' آپ کی تحریر ''عزت'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو محنت کے ساتھ مشاہدے کی بھی ضرورت ہے جس طرح آپ نے پیاری جیٹھانی کے ساتھ لکھتے ہوئے انصاف کیا اسی طرح دوسری تحریروں کو بھی قلم بند کریں۔ حجاب کے لیے اس لیے منتخب کی تاکہ اس میں جو کمی بیشی رہ گئی ہے اسے پُر کیا جاسکے جبکہ آپ کی دوسری تحریریں ''زیور'' بھی آنچل میں اپنی جگہ بنانے میں ناکام ٹھہری۔

مالا راجپوت...... ای میل

عزیزی مالا! جیتی رہو' پندرہ سالہ بچپن کے عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی۔ موضوع کا چناؤ تو ٹھیک ہے لیکن بعض جگہ کہانی پر گرفت اور انداز تحریر کمزور ہے آئندہ ان باتوں کو پیش نظر رکھیے گا۔ یہ تحریر اصلاح کے عمل سے گزرنے کے بعد حجاب کی زینت بن جائے گی اس کامیابی کے بعد مزید محنت کو اپنا شعار بنانے کی کوشش جاری رکھیں۔

زینب اصغر مغل...... خان بیلہ

ڈیئر زینب...... سدا سہاگن رہو' آپ کی تحریر خسارہ موصول ہوئی' موضوع کا چناؤ کچھ خاص نہیں لگا وہی غلط فہمی باپ کی دوسری شادی کو پیش نظر رکھ کر محبت کو ٹھکرانا کچھ خاص کشش نہ تھی کہانی میں آپ اس سے بہتر لکھ سکتی ہیں اور لکھ بھی چکی ہیں ہماری توقعات آپ سے کچھ زیادہ ہیں اس لیے کسی اور موضوع پر لکھیں اور انفرادیت کا بطور خاص خیال رکھیں' امید ہے مایوسی کی بجائے کسی اور موضوع پر قلم اٹھائیں گے۔

نور المثال شہزادی...... کھڈیاں' قصور

ڈیئر نور! سدا شاد رہو' ہمیں اندازہ ہے کہ آپ بہت مشکل مراحل سے گزر کر اپنی ڈاک پوسٹ کرواتی ہیں اور پھر اپنی ایک جھلک پرچے میں دیکھنا آپ کا حق ہے اور بے شک آپ بہنوں کی شرکت سے ہی یہ پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے جہاں تک تحریروں کی بات ہے تو ''سوال ایک روٹی کا'' اس کے لیے معذرت البتہ آرٹیکل جو حجاب کے حوالے سے ہے وہ جلد حجاب میں شامل کرلیں گے۔ آپ کے بیٹے کی دسمبر میں سالگرہ ہے تو ہماری جانب سے پیشگی مبارک باد' اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو اپنے بچوں کی ساری خوشیاں دیکھنا نصیب کرے اور نیک وصالح بنائے' آمین۔

انعم زہرہ...... ملتان

ڈیئر انعم! جگ جگ جیو' نصف ملاقات میں آپ نے اپنی زندگی کے تلخ تجربات کا تذکرہ کیا' یہ ہی زندگی ہے کہ کبھی ہم بے بس ہوجاتے ہیں تو کبھی ہمت کرکے ایک بار پھر دنیا کا مقابلہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ دنیا کا دستور ہے کہ رونے والے کے ساتھ دو گھڑی رونا اور ہنسنے والوں کا ہاتھ تھام لینا۔ بے شک مشکل دوراہے سے گزر رہی ہیں لیکن پھر بھی صبر کا دامن تھامے رکھیں اور اللہ سبحان وتعالیٰ سے اچھی امید رکھیں' اس کے ہر کام میں مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے' زندگی یہاں ختم نہیں ہوجاتی اس لیے خود کو مصروف کرلیں اور خوش رہنے کی کوشش کریں' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عظمیٰ اختیار...... ای میل

ڈیئر عظمیٰ! خوش رہو' محبت کے موضوع پر لکھی آپ کی تحریر پڑھ ڈالی موضوع اگرچہ پرانا ہے لیکن خوب صورت الفاظ اور منظر کشی نے کہانی کو ریجیکٹ ہونے سے بچالیا' آئندہ موضوع اور انداز تحریر پر خاص توجہ دیجیے گا۔ یہ کامیابی مبارک ہو لیکن مزید محنت اور کوشش جاری رکھیں تاکہ بہتر سے بہترین لکھ سکیں۔

ایمن طاہر...... چشتیاں

عزیزی ایمن! جیتی رہو' ''کمپٹیشن'' کے عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی' بچوں کی تربیت اور تعلیمی میدان میں مقابلہ بازی کی فضا کو آپ نے اپنا موضوع بنایا اور ایک ماں کے غلط اقدام اور پھر بعد میں ایک ماں کے درست فیصلے کو پیش کیا موضوع کا چناؤ اچھا ہے لیکن انداز تحریر میں پختگی بالکل

بھی نظر نہیں آئی اس لیے معذرت دیگر لکھنے والوں کے انداز تحریر کو بغور سامنے رکھنے سے آپ کو بہتر لکھنے میں مدد ملے گی۔

صدف ریحان...... شیخوپورہ

ڈیئر صدف شاد و آباد رہو' ''آؤ پھول چنیں'' کے عنوان سے آپ کا ناول موصول ہوا' پڑھ کر اس بات کا اندازہ ہوا کہ آپ پہلے بھی لکھ چکی ہیں اور بہت بہترین مزید لکھ سکتی ہیں یہ موضوع بھی پسند آیا آئندہ بھی اسی طرح جلد محفل میں اپنی تحریروں کے ذریعے شرکت کرسکتی ہیں۔ یہ تحریر منتخب ہوگئی ہے' اب قلمی سفر کا ازسرنو آغاز کیا ہے تو تعاون برقرار رکھیے گا۔

صباحت رفیق...... لاہور

عزیزی صباحت! آباد رہو' آپ کی طرف سے ارسال کردہ دونوں تحریریں پڑھ ڈالیں ''شوق' خواب اور خواہش'' مختصر افسانے کی صورت اپنی جگہ بنانے میں کامیاب رہی جبکہ دوسری ''سندری'' سلسلہ وار جہاں تک پڑھی اس کے مطابق منتخب تو ہے البتہ آپ نے بعض جگہ نمرہ کے انداز کو کاپی کیا ہے یہاں یہ مماثلت سمجھ نہیں آئی آئندہ اس بات کا خیال رکھیں کہ لکھتے وقت اپنی انفرادیت کو یقینی بنائیں' پڑھیں سب کو لیکن اپنا انداز سب سے جدا اور منفرد رکھنا چاہیے۔ امید ہے خفگی کی بجائے تعاون کریں گی' اس کا باقی حصہ بھیج دیں تاکہ مکمل کہانی علم میں آسکے اور اشاعت کا مرحلہ بخوبی طے ہوسکے۔

خدیجہ میر...... ای میل

ڈیئر خدیجہ! جیتی رہو' آپ کی تحریر ''سجدۂ ندامت'' پڑھ کر انداز ہوا کہ آپ نے اچھے موضوع کا چناؤ کیا ہے اور اصلاح کی کوشش بھی خوب کی ہے۔ آئندہ انداز تحریر پر بھی محنت کیجیے گا یہ تحریر حجاب کے لیے منتخب ہوگئی ہے کامیابی مبارک ہو ساتھ ہی محنت' مطالع اور کوشش جاری رکھیں تاکہ مزید بہتر لکھ سکیں۔

سمیرا محمد رفیق...... کراچی

ڈیئر سمیرا! آباد رہو' آپ سے التماس ہے کہ آپ فوری طور پر دفتر کے نمبر پر رابطہ کریں۔ آپ نے جو خط و کتابت کا پتہ کہانی پر لکھا تھا وہ درست نہیں لہٰذا اپنا مکمل پتہ سے آگاہ کردیں۔

قابل اشاعت:۔

گر کی بات' جینا مغرب مرنا مشرق' سنڈریلا' وَ پھول چنیں' پندرہ سالہ بچپن' فیصلہ' جدوں آنکھ دا چاند روٹھ گیا' سجدۂ ندامت' وہ ایک منظر' چلو ہم معتبر ٹھہرے' اپنے حصے کی شمع' میرا اقبال' ہار میں جیت' سندری' شوق' خواب اور خواہش' میرا نام' دسمبر لوٹ آیا ہے' ابھی تو پھول کھلنے ہیں' سبق' شریک سفر' اقرار کا موسم' جواب' محبتوں کا مزاج۔

ناقابل اشاعت:۔

انحراف' قصور' رشتے' ڈھلتا سورج' یہی ہے زندگی' گا ہک' کمپٹیشن' رخصتی' خاموشی' کن فیکون' رشتوں میں گرہ' ہجر کا زہر' اخبار کا ٹکڑا' تابندہ ستارہ' جاگتی آنکھوں کے خواب' مکافات عمل' منگیتر' عزت' پاگل' کوئی اپنا دشمن دیکھ شادی میں' روپ کی روئے نصیبوں کی کھائے' ادھوری گواہی' ٹھگ' دشت زیست' سبز پیڑ سبز امید' ہمیشہ یاد رہتے ہیں' ایک چھوٹی سی خواہش' اپسرا' جو نہ دے اس کا بھی بھلا' کیا ملا' جیت محبت کی' کہانی نمبر 2' قسمت کی بازی' سوال اک روٹی کا' استقامت' جانثاری کا جذبہ' دیکھا ایک خواب تو یہ سلسلے ہوئے' پرفیوم' مجھے تم سے محبت ہے' خسارہ۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کراکر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجئے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

دانش کدہ

الکوثر

مشتاق احمد قریشی

اسی سفر کے دوران ایک جگہ کسی نے پکارا ''ادھر آؤ'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ نہیں کی تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کو یہودیت کی طرف بلا رہا تھا۔ پھر دوسری طرف سے آواز آئی ادھر آؤ' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف بھی توجہ نہیں کی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ عیسائیت کا داعی تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت خوب صورت بنی سنوری عورت نظر آئی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف بلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر پھیر لی تب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا یہ دنیا تھی پھر ایک بوڑھی عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ دنیا کی باقی ماندہ عمر کا اندازہ اس عورت کی باقی ماندہ عمر سے لگائیے۔ پھر ایک اور شخص ملا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا مگر آپ اسے بھی نظر انداز کرکے آگے بڑھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ شیطان تھا جو آپ کو راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔ (طبرانی' ابن جریر' ابن ابی حاتم' ابن اسحاق' ابن مردویہ) بیت المقدس پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم براق سے اتر گئے اسے اسی مقام پر باندھا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کرام باندھا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ جب حضرت ہاجرہ اور اپنے شیر خوار لخت جگر حضرت اسماعیلؑ کو مکہ لے کر گئے تھے تو اسی براق پر گئے تھے (ابن جریر' ابن ابی حاتم' ابن اسحاق' ابن مردویہ' نسائی' سہیلی' مسند احمد' مسلم سے راویت ہے) بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک چٹان میں انگلی مار کر سوراخ کیا اور براق کو باندھا (ترمذی' حاکم' ابن ابی حاتم' مسند احمد' ابن سعد) براق کو باندھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیکل سلیمانی میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب پیغمبروں کو وہاں موجود پایا جو ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک دنیا میں آکر جاچکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں پہنچتے ہی نماز کی صفیں بندھ گئیں سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے اور یہ کہ امامت کے لیے کون آگے بڑھتا ہے تب جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا کر امامت کے لیے کھڑا کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی امامت فرمائی۔ (نسائی' ابن ابی حاتم' مسند احمد' ابن سعد) نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین پیالے پیش کیے گئے ایک میں پانی دوسرے میں دودھ اور تیسرے میں شراب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا پیالہ اٹھالیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فطرت کی راہ پاگئے۔ (طبرانی میں حضرت صہیب رضی اللہ

عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن اسحاق سے مسند احمد اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے)

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سیڑھی پیش کی گئی اور جبرائیل علیہ السلام اس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کی طرف لے چلے۔ عربی زبان میں سیڑھی کو معراج کہتے ہیں۔ اسی نسبت سے یہ واقعہ معراج کے نام سے مشہور ہوا جب کہ ابن مردویہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ خدری سے اور ابن ابی حاتم حضرت انسؓ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر چڑھ گئے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آسمان پر پہنچ گئے تو اس کا دروازہ بند تھا' محافظ فرشتوں نے پوچھا کہ کون آیا ہے؟ تب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا نام بتایا تو فرشتوں نے پھر پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون آیا ہے تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم' تب پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے' کہا گیا ہاں تب فرشتوں نے دروازہ کھول دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ (معراج سے متعلق یہ بات تمام احادیث میں متفق علیہ ہے) یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف فرشتوں اور انسانی ارواح کی ان بڑی شخصیتوں سے کرایا گیا جو وہاں مقیم تھیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ملے ان کے ساتھ بہت سے فرشتے تھے اور وہ ان فرشتوں کی سرداری کررہے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بغل گیر ہوئے آگے بڑھے ایک ایسے بزرگ سے ملے جو انسانی ساخت کا مکمل نمونہ تھے۔ چہرے مہرے اور جسم کی ساخت میں کسی پہلو سے کوئی نقص نہ تھا جبرائیل علیہ السلام' نے بتایا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں آپ کے مورث اعلیٰ' ان کے دائیں بائیں جانب بہت سے لوگ تھے۔ جب وہ دائیں جانب کے لوگوں کو دیکھتے تو خوش ہوتے اور جب بائیں جانب دیکھتے تو وہ رونے لگتے۔ پوچھا کیا ماجرا ہے؟ بتایا گیا یہ نسل آدم علیہ السلام ہے۔ حضرت آدم اپنی اولاد کے نیک لوگوں کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور برے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ (بخاری' مسلم' مسند احمد' ترمذی)

آگے بڑھے تو ایک فرشتہ نظر آیا جس کا آدھا جسم آگ کا اور آدھا جسم برف سے بنا ہوا تھا مگر نہ آگ برف کو پگھلاتی تھی اور نہ برف آگ بجھاتی تھی۔ اس کے اردگرد بہت سے فرشتے کھڑے تھے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ یارسول اللہ یہ بادل وبجلی کا فرشتہ ہے دنیا میں پانی اولے برساتا ہے۔ وہاں سے ایک دریا کے پاس پہنچے وہاں کنارے پر کچھ لوگ کھیتی باڑی کررہے تھے۔ وہ زمین میں دانے بوتے اسی وقت فصل تیار ہوجاتی اور وہ اسے اسی وقت کاٹ لیتے' میں نے دیکھا کہ ایک ایک دانے کے بدلے سو سو دانے اُگتے۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ نیک لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ کے لیے تکالیف اور مشقت برداشت کی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں لوگوں کی بے لوث خدمت اللہ کی خوشنودی اور رضا کے لیے کی۔ محتاجوں کی ضرورتیں پوری کیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی روزی میں برکت دی ہے اور ایک دانے کے بدلے سو دانے عطا فرماتا ہے۔ (مسلم' بخاری' مسند احمد)

پھر دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے ہیں اور مسلسل یہ عمل ہورہا ہے ان کا سر کچلا جاتا ہے وہ پھر صحیح ہوجاتا ہے پھر کچلا جاتا ہے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا۔ یہ کون لوگ ہیں تو جبرائیل علیہ السلام نے بتایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ تارک جماعت ہیں یہ لوگ نماز وقت پر ادا نہیں کرتے تھے اور پنج وقتہ نماز میں سستی برتتے تھے۔ ایک اور گروہ نظر آیا جسے فرشتے جانوروں کی طرح ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیے جارہے تھے یہ لوگ سخت بھوکے پیاسے تھے اور جانوروں کی طرح گھاس کھاتے اور کانٹے نگل رہے تھے ان لوگوں کے بارے میں جبرائیل علیہ السلام نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مال سے زکوٰۃ ادا نہیں کی نہ کوئی صدقہ' خیرات اور قربانی دی یہ لوگ فقیروں محتاجوں کا مال کھاتے تھے ان کو ان کا حق نہیں ادا کرتے تھے۔ آگے بڑھے تو مردوں اور عورتوں کا گروہ نظر آیا جن کے ایک طرف دنیا بھر کی نعمتیں رکھی ہوئی تھیں اور دوسری طرف مردار نجس گوشت رکھا تھا جس سے بدبو اٹھ رہی تھی یہ گروہ نعمتوں سے منہ موڑ کر مردار اور نجس گوشت کھانے میں مصروف تھا۔ (مسلم' ابن جریر' بخاری)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا تو میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مرد اور عورتیں آپس میں میاں بیوی ہیں لیکن مردوں نے اپنی بیویوں کو چھوڑ کر دوسری عورتوں سے حظ اٹھایا۔ اسی طرح ان عورتوں نے اپنے شوہروں کے ہوتے ہوئے غیر مردوں سے حرام کاری کی۔ انہوں نے بے حیائی برتی حرام کی روزی کمائی چوری دغابازی سے مال ودولت حاصل کیا۔ پھر ایک اور گروہ نظر آیا جنہیں فرشتوں نے آگ کی سولی پر چڑھا رکھا تھا۔ دریافت کرنے پر جبرائیل علیہ السلام نے بتایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ لوگ ہیں جو راہ چلتے لوگوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان کی شکل وصورت ان کے معمولی کپڑوں پر ہنستے تھے ان پر لعن طعن کرتے تھے اور انہیں برے اور مضحکہ خیز ناموں سے پکارتے تھے۔ (ابن ماجہ' مسند احمد' حاکم' ابن جریر)

ایک گروہ کی گردنیں بوجھ کی وجہ سے جھکی ہوئی تھیں۔ ان کا سر وزن کی وجہ سے اوپر نہ اٹھتا تھا اور ان پر اور بوجھ لادا جارہا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں امانت میں خیانت کرتے تھے۔ لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتے اور ان کے مال کو ہضم کرجاتے تھے۔ ان کی گردنوں پر دوسروں کے حقوق کا بوجھ ہے۔

ایک اور گروہ کو عذاب میں مبتلا دیکھا۔ ان کا حال یہ تھا کہ خود ان کا گوشت کاٹ کر انہیں کھلایا جارہا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ لوگ وہ ہیں جو مسلمان ہوکے دوسرے مسلمان بھائی کی غیبت کرتے تھے۔ دوسروں کی غیر موجودگی میں ان سے بے سروپا باتیں منسوب کرتے تھے۔ ایسا ہی ایک گروہ آدمیوں کا نظر آیا۔ جن کے ہونٹ اور زبانیں آگ کی قینچی سے کاٹی جارہی تھیں۔ جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بادشاہوں' امیروں' وزیروں کو خوش کرنے کے لیے ان کی جھوٹی تعریف کرتے تھے اور اس کے صلے میں انعام واکرام حاصل کرتے تھے۔ (مسلم' ابن ابی

حاتم، ابن اسحاق)

چند آدمی اس صورت میں نظر آئے کہ ان کے چہرے سیاہ تھے اور آنکھیں نیلی، ان کا اوپر کا ہونٹ سر پر اور نیچے کا پیروں تک لٹکا ہوا تھا۔ وہ گدھوں کی طرح رینک رہے تھے ان سے خون اور پیپ جاری تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ لوگ نشہ پینے کے عادی تھے۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد)

ایک گروہ جس کا منہ سوروں کے مانند تھا اور زبانیں ان کی کھینچ کر باہر نکالی گئی تھیں اور انہیں آگ میں ڈالا جارہا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ عذاب ان پر اس لیے نازل ہورہا ہے کہ یہ مقدموں میں جھوٹی گواہیاں دیتے تھے۔ (مسلم، مسند احمد، طبرانی)

آگے چلے تو ایک گروہ نظر آیا جن کے پیٹ گنبد کی مانند پھولے ہوئے تھے۔ رنگ ان کا زرد ہورہا تھا۔ گلے میں آتشی طوق اور ہاتھ پاؤں میں آتشی زنجیریں تھیں۔ پیٹ کے اندر سانپ، بچھو بھرے نظر آتے تھے وہ اٹھنے کی کوشش کرتے تو اتنے بھاری پیٹ کے وزن سے گر پڑتے اور آگ میں جلنے لگتے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ لوگ سود کھاتے اور رشوت لیتے تھے۔ (بخاری، مسند احمد، ابن ماجہ)

عورتوں کا ایک گروہ نظر آیا۔ جن کا یہ حال تھا کہ ان کے منہ کالے سیاہ تھے، آنکھیں نیلی نیلی تھیں۔ ان کے بدن پر آگ کے دہکتے کپڑے تھے اور فرشتے انہیں آتشی گرزوں سے مار رہے تھے اور وہ کتوں کے مانند چلا رہی تھیں۔ دریافت کرنے پر جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ عورتیں اپنے شوہروں کی نافرمانی کرتی تھیں اور انہیں خوش نہیں رکھتی تھیں۔ اپنے شوہروں کے بغیر مرضی اور بغیر اجازت جہاں چاہتی تھیں چلی جاتی تھیں اور احکام خداوندی اور سنت نبوی کی پابندی نہیں کرتی تھیں۔

ایک گروہ ہوا میں الٹا لٹکا نظر آیا۔ اسے فرشتے گرزوں سے مار رہے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ گروہ منافقوں کا ہے جو بظاہر مسلمان نظر آتے تھے مگر ان کے دل میں شیطان گھسا ہوا تھا۔ یہ لوگ مسلمان بن کر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے تھے۔

پھر ایک فرقہ ایسا دکھائی دیا جس کے چاروں طرف آگ ہی آگ تھی۔ آگ نے ان کے جسموں کو جلا جلا کے بری طرح زخمی کردیا تھا۔ ان کی کھال سڑ گئی تھی اور اندر سے گوشت کے سفید سفید لوتھڑے دکھائی دیتے تھے جیسے انہیں کوڑھ اور جزام ہوگیا ہو۔ جبرائیل علیہ السلام نے اس فرقے کے بارے میں بتایا کہ ان کا تعلق اس نالائق گروہ سے ہے جو اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرتا اور انہیں تکلیف پہنچاتا تھا۔
(ابن ماجہ، مسند احمد، ابن جریر، حاکم)

(جاری ہے)

ہمارا آنچل

ملیحہ احمد

جازبہ عباسی

ہمیں ناز ہے اپنی گمراہیوں پر
ندامت نہیں، شرمساری نہیں ہے
جو ہم سوچتے ہیں وہی بولتے ہیں
کسی کی رازداری نہیں ہے

ماؤں اور محبتوں سے لبریز اہم رشتوں کی ضد پر قلم کاغذ اٹھا کر ہم اپنی ذات، اپنے مزاج کو الفاظ کے میں جکڑنے چلے تو یہ کیا؟ محض ایک، صرف ایک جملہ دل کے بند دریچوں سے تانکا جھانکی کرنے لگا کہ میری ذات تو بس ذرہ بے نشاں...... مگر پھر بھی......

میں صدائے زندگی ہوں، مجھے ڈھونڈ لے زمانہ

تمام قارئین اور تمام عالم اسلام پر سلامتی ہو، دوستو اکیس سال پہلے وہ ٹھیک 29 مئی بروز پیر، دن کا کھانا کھانے کا وقت تھا جب ملکہ کوہسار یعنی کوہ مری کی ایک سحر انگیز وادی دیول شریف کے ایک پروقار یعنی عباسی گھرانے میں نومولود کی چیخ و پکار ابھری یعنی ہم نے اپنی آمد پر خود ہی دنیا کو یہ باور کروایا کہ کھاؤ پیو موج مارو بے شک ہاں مگر "ہمیں لائٹ نہ لینا کبھی" دادا جی اور نانا جی دونوں سگے اور گہری سنگت والے بھائی ہونے کے توسط ایک ہی گھر میں مقیم تھے اور ماں جی، بابا جان، نانا، دادا کی لاڈلی اور بڑی اولاد یعنی پہلی پوتی پہلی نواسی اور پھر پہلی اولاد یعنی ماں جی بابا جان کو والدین کے رتبے پر فائز کرنے کے ساتھ ساتھ دادا جی، نانا جی، دادی اور نانی جانی کو دادا، نانا، دادی، نانی بنانے کا سبب ہم ہی تو ہیں۔ ہاں ہمارے بعد ہمارے دو عدد بھائی بھی اس جہاں فانی میں آفت بن کر ضرور تشریف لائے۔ سیٹھ عبد السبحان عباسی اور خواب زادہ محمد علی عباسی کی ہمشیرہ ہونے کا اعزاز بھی بخوبی حاصل ہے ہم کو۔ سیٹھ صاحب ڈھائی سال اور نواب صاحب ساڑھے بارہ سال بعد تشریف لائے ہماری پیدائش کے مگر اپنے جیسا کوئی مائی کا لعل آج تک پیدا نہیں ہونے دیا ان صاحبان نے۔ تین سال آٹھ ماہ کی عمر سے اسکول جانا شروع کیا اور کتابوں سے کچھ ایسے چمٹے ہم کہ آج تک خواہ نصابی ہوں یا غیر نصابی ہمارے چاروں اطراف کتابیں ہی کتابیں پائی جاتی ہیں یہاں تک کہ اب تو کتابیں ہمارے بستر پر ہمارے ساتھ سوتی اور جاگتی ہیں۔ میٹرک کے بعد پھر ڈی ایچ ایم ایس کے ساتھ ساتھ بی ایس کرکے چار سال میں دو ڈگریاں اعلیٰ نمبروں سے پاس کرلیں اور اب ایم ایس میں داخلے کی خواہاں ہوں، اس کے ساتھ ہی بی ایچ ایم ایس کی خواہش بھی من میں مچل رہی ہے اور وہ جازبہ ہی کیا جو دل کی نہ سنے۔ جانے کیسی پیاس ہے یہ کہ بجھتی ہی نہیں شاید سب سے بڑا سبب ہو مگر جازبہ عباسی کی زندگی کا ایک اہم مقصد علم، علم اور علم حاصل کرنا ہے۔ قلم اور کاغذ سے شدید محبت ہے، معلوم نہیں کیوں مگر یہ گول گول موٹے نین ہمہ وقت اشکوں سے بھرے رہتے ہیں کہ جب بھی ہماری گہری آنکھوں کو برسات کا ذرا سا بھی کوئی موقع ملے بن بادل بھی خوب کھل کر برستی ہیں یہ۔ ماں باپ، خاندان نا صرف پیارے پاکستان بلکہ دنیا کے ہر انسان، خدا کی مخلوق سے گہرا انس ہے۔ رنگوں سے کھیلنا ہمیں پسند ہے اسی لیے سارے رنگ اچھے لگتے ہیں، لباس میں بس کرتا اور گھیر والی شلوار یا پاجامہ قمیص پہنتے ہیں ہم۔ صوفیانہ کلام اور قوالیاں اس قدر پسند ہیں کہ سنتے ہوئے ایسا سکون ایسی مدہوشی ایسا وجد طاری ہوتا ہے کہ ہم دنیا ہی بھول جاتے ہیں۔ عجیب سی اداسی ہر وقت طبیعت کا حصہ رہتی ہے جس پر ہم خود بھی اکثر حیران ہوتے ہیں مگر ہزار بار سوچنے پر بھی وجہ یا سبب معلوم نہیں پڑتا۔ کسی بھی انسان کو جب بھی ہماری مدد درکار ہوتی ہے ہم ہر جائز کام میں اپنا تن من دھن لگا کر اپنا آپ تک دوسروں کی مدد میں بھول جاتے ہیں بخدا سو فیصد بے لوث طبیعت کے مالک ہیں ہم تو دوسروں کی اتنی پروا کر بیٹھتے ہیں کہ اکثر اوقات مدد چاہنے والا ہمیں شک کی نگاہ سے دیکھنے لگتا ہے کہ آخر یہ صاحبہ اس قدر ہمدرد اپنے کسی مقصد کی وجہ سے تو نہیں...... اور لوگوں کی نگاہوں

کے یہ سوالیہ نشتر ہمارے جگر کو چھلنی کیے دیتے ہیں کہ کیا واقعی سچی ہمدردی اور خلوص سے لوگوں کا اعتبار اس قدر اٹھ چکا ہے کہ وہ مخلص افراد کو بھی شک بھری نظروں سے دیکھتے ہیں مگر ہم کیا کریں اپنی عادت سے مجبور ہزاروں بار اپنے پرائے سب کے ہاتھوں ہرٹ ہونے کے بعد بھی ہم اپنی ان عادتوں سے باز نہیں آتے ہر بار سب بھول کر نئے دکھ کے لیے تیار رہتے ہیں شاید بعض نہیں آتے شاید ہمارے وجود کی مٹی اداسی اور محبت کے ملاپ سے گندھی ہے کہ اگر نگاہوں کے سامنے ایک مچھر بھی مارا جائے تو اس کا دکھ بھی گھنٹوں کم نہیں ہوتا اور ایسے میں ہمارے جاننے والے 90 فیصد لوگوں کی آراء ہے کہ پاگل ہیں ہم ہمارا ٹھکانہ یہ گھر نہیں ہسپتال ہے۔ حلقہ احباب بہت کم ہے یہاں تک کے ہے ہی نہیں اسکول، کالج، یونیورسٹی میں جاننے والے تو بہت ہیں مگر پہچاننے والا صحیح معنوں میں مخلص دوست کوئی نہیں ماسوا آنچل کے۔ آنچل سردی، گرمی، بہار، خزاں، دن، رات ہمارے ہر لمحے کا بہت پرانا ساتھی ہے جس سے بہت لگاؤ ہے اللہ رب العزت اسے تاقیامت سلامت رکھے۔ اپنے تمام اساتذہ سے بے انتہا عقیدت ہے دل کی گہرائیوں سے عزت اور محبت کرتے ہیں ہم اپنے تمام اساتذہ سے جو جہاں بھی ہیں جیسے بھی ہیں سدا خوش اور سلامت رہیں، آمین۔ ہلکی سی دھیمی خوشبوئیں بس پاگل کردیتی ہیں، پڑھے لکھے مگر لائق اور قابل لوگ متاثر کرتے ہیں، چائے اور کافی شوق سے پیتے ہیں اور ہر طرح کی کولڈ ڈرنک بہت پسند ہے۔ سیاحت کے شوقین ہیں مگر موقع بہت کم ملتا ہے۔ قدرت کی بنائی ہر چیز ہر نظارہ بہت پسند ہے مگر طلوع ہوتے سورج سے وحشت اور ڈوبتے سورج کو دیکھ کر سکون محسوس ہوتا ہے۔ شام کی اداسی اور رات کی خاموشی اور خنکی جنون کی حد تک دلفریب لگتی ہے۔ اصول پرستی اور انا پرستی مزاج میں کوٹ کوٹ کے بھری ہے مگر غصہ نہ ہونے کے برابر آتا ہے۔ انتہا درجے کا جذباتی مزاج ہے، جذبات ہمارے جسم کی ہر رگ کے لہو میں شامل ہیں، لاوے کی طرح ابلتے ہیں۔ لحاظ اور مروت، ضبط ہمارے مزاج کا اہم حصہ ہیں مگر اصولوں کے خلاف بات پر یہ تینوں اپنی موت آپ مرجاتے ہیں۔ کوکنگ اور گھر کے کاموں میں کسی طرح کا کوئی انٹرسٹ نہیں سگھڑ پن تو نام کا بھی نہیں، چالاکیاں، ہوشیاریاں، سمجھ داریاں ہم سے کوسوں دور رہتی ہیں۔ ہاتھوں کے ناخن چبانے کی عادت ہے اور چباتے چباتے اتنے چبا جاتے ہیں کہ پھر نوالا تک نہیں توڑا جاتا۔ برے، بہت برے انسان ہیں ہم، ہے ناں، مگر دنیا والو......

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

ابھی اگر اور لکھنے بیٹھیں تو نجانے کتنے صفحات بھر جائیں مگر آپ کو بور نہیں کریں گے، ہم اسی لیے بس جا رہے ہیں اپنی ذات کے یہ تمام پہلو اور ادھڑے زخم سمیٹ کر۔ ہم سے مل کر ہمیں جان کر اچھا لگا یا برا پلیز ضرور آگاہ کیجیے گا، اگر کہیں ہم غلط ہیں تو ہماری اصلاح کیجیے گا ہم انتظار کریں گے۔

علینہ سعدیہ

السلام علیکم جی تو ہمیں سب پیار سے سعدی کہتے ہیں اور ہم نے اس دنیا میں آ کر روشنی بکھیر دی کیونکہ (اس وقت لوڈشیڈنگ بہت تھی) یہ مت سمجھئے گا کہ میں بجلی ہوں۔ ہم نے اس دنیا میں 1998ء میں آزاد کشمیر کے ایک شہر بھمبر کے ایک گاؤں چھلہ میں آنکھ کھولی بلکہ آنکھیں کھولیں کیونکہ ایک آنکھ تو میں کھولنے سے رہی، اس لیے ایک آنکھ نہیں کہ لوگ ہمیں ایک آنکھ والا نہ سمجھ بیٹھیں۔ ہم چار بہنیں اور ایک بھائی ہے، بڑی بہن حلیمہ سعدیہ جس کی شادی کو دو سال ہونے کو آئے ہیں، ایک پیارا سا بھانجا بھی تھا لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا لیکن اس کی بہت یاد آتی ہے اس کے بعد اڑیل، سڑیل بھائی کی باری ہے جو کہ بی کام کے پیپر دے کر فارغ ہوگیا ہے اور ہم عزت مآب سیکنڈ ائیر کی طالبہ ہیں، پیپر ہونے والے ہیں دعا کیجیے گا کہ وہ ٹھیک ہوجائیں۔ اس کے بعد زویا رفاقت اور احسن رفاقت ہیں ایک نائنتھ میں پڑھتی ہے انتہائی محنتی اور ذہین بقول میرے "تم نے علامہ بننا ہے اتنا پڑھ کر" اور اس سے بڑی کر اس

نے آٹھویں میں 14th پوزیشن لی تھی۔ ہم جیسی تھوڑی ہے جیسے ہم کام کرتے ہیں ویسے کوئی نہیں کرتا بقول ٹیچرز اور سر کہ تم لوگ بہت شرارتی ہو، جہاں کوئی کام غلط ہوا شک ہم پر گیا کیونکہ کالج کو ہم نے سہارا دیا ہوا ہے، تین سہیلیاں ہیں مدیحہ خالد، اقرأ امتیاز، صالحہ شبیر۔ بہت یاد آتی ہے ان نکمی لڑکیوں کی، نکام کی نکاج کی دشمن اناج کی آئی ریئلی مس یو یارو۔ امی ابو، نانو سے بہت پیار کرتی ہوں کیونکہ جو لوگ آپ سے پیار کرتے ہیں وہ لوگ آپ کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتے ہیں، اوہ ہو جی اہم شخصیت کا تو ہم نے نام ہی نہیں لیا وہ ہے جی میرے بہنوئی۔ میں ان سے بہت پیار کرتی ہوں کیونکہ ہیں ہی اتنے کیوٹ، لانس نائق محمد اعجاز مصطفیٰ اللہ آپ کو بہت ترقی دے آمین۔ زیادہ گھر میں بنتی انہی سے ہے، جتنی مرضی لڑائی ہوجائے رہتے ایک ہی ہیں۔ شرارتی ہونے کا اس بات سے اندازہ لگائیں کہ سر کی موٹر بائیک سے ہوا نکال دی تھی، اگلے دن لے کر آئے تو پہلے ہم چاروں کو خبردار کیا کہ خبردار جو آج ہوا نکالی۔ آٹھویں کلاس سے ڈائجسٹ پڑھنا شروع کیا، پہلے تو چھپ چھپ کر پڑھنا پڑتا تھا لیکن اب ہم سرعام پڑھتے ہیں۔ 25 کو آنچل ہاتھ میں اور رات کو ختم کرکے ہی نیند آتی ہے۔ میں، اقرأ، صالحہ تو دیوانی ہیں اس کے یوں سمجھو جس طرح آکسیجن سانس لینے کے کام آتی ہے اسی طرح آنچل ہمارے لیے آکسیجن کا کام کرتا ہے بقول مدیحہ کے یہ کیا فضول حرکتیں کرتی ہو، کوئی بندہ ایسا نہیں جس کو تنگ نہ کیا ہو۔ سمجھ تو گئے ہوں گے۔ اگر کوئی دوستی کرنا چاہتا ہے، مجھ جیسی لڑکی سے تو میں انتظار کروں گی اور آپ کی رائے کا بھی کہ کیسا لگا میرا انٹرویو، اللہ حافظ۔

ایس این شہزادی کھرل

السلام علیکم! آنچل اسٹاف ودیگر قارئین کو ہمارا پیار بھرا سلام۔ ارے رکیے یہ ہم ہی ہیں اتنے حیران نہ ہوں، آپ لوگ ہمیں نہیں جانتے تو ہمارا کیا قصور چلو آپ لوگوں کو تعارف کرادوں۔ میرا نام صغریٰ شہزادی ہے ہم ضلع فیصل آباد کے ایک خوب صورت گاؤں چک نمبر 357 کے رہائشی ہیں (آہم)۔ الحمدللہ ہمارا گاؤں تمام آسائشوں سے مزین ہے، ہم نے 25 جنوری کی ایک شام کو اس دنیا میں آنکھ کھولی، دو بھائی اور تین بہن ہیں۔ سب سے بڑے فوجی بھائی پھر نرس آپی پھر ہم بی اے کے اسٹوڈنٹ پھر سسٹر پھر چھوٹا بھائی ساتویں کلاس کا اسٹوڈنٹ۔ جی بات ہوجائے خوبیوں اور خامیوں کی، بات یہ ہے کہ ہر انسان میں خامیاں تو ہوتی ہیں، پرفیکٹ تو کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔ غصہ کی بہت تیز ہوں لیکن اب دو ماہ سے غصہ چھوڑنے کی پریکٹس کی تو کسی حد تک کامیاب بھی ہوگئے ہیں، دوسروں کے لیے بہت حساس ہوں اور ہر کسی کے کام آنا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔ جوائنٹ فیملی سسٹم بہت پسند ہے۔ کھانے میں بریانی، ساگ، دال گوشت، شوارما، برگر، پلاؤ، تندوری روٹی، کدو دال، میٹھے میں کسٹرڈ، فرنی، گجریلا، سوجی کا حلوہ، بیسن کے لڈو، کھیر، بادام کا شربت، آئس کریم، لسی اور دودھ سے بنی ہر ڈش یہ تو ہیں فیورٹ لیکن باقی بھی ہر چیز کھا لیتے ہیں۔ کوکنگ بھی کرلیتی ہوں سب کچھ پکانا آتا ہے، اگر کسی قارئین نے کچھ پکوانا ہے تو پکوا سکتی ہے۔ میرے پسندیدہ استاد میں مس عائشہ (مرحومہ) اللہ جنت نصیب کرے، آمین۔ مس رقیہ، مس مزل، مس کوثر، میڈم زاہد زرینہ، میڈم منیرہ، میڈم طاہرہ، مس زاہدہ، مس رضوانہ، مس ثناء، مس عظمیٰ سے اور سب سے بیسٹ ٹیچر مس اقرأ اور میڈم کوثر پروین (مدنی ماڈل گرلز ہائی اسکول، ستیانہ بنگلہ، فیصل آباد) مس اقرأ (آئی مس یو)۔ آنچل رائٹر آپی سمیرا شریف طور، آپی اقرا اصغیر، آپی فاخرہ گل، آپی صائمہ اکرم چوہدری، آپی عفت سحر طاہر، آپی نازیہ کنول نازی، آپی نمرہ احمد، آپی فراز کھرل پسند ہیں۔ آنچل سے وابستگی مارچ 2014 میں ہوئی تھی تب بہت اچھی رائٹرز لکھ رہی تھی اب وہ والی ساری رائٹرز ہی پتا نہیں کہاں گم ہوگئی ہیں، لگتا ہے میری ہی نظر لگ گئی ہے (ہاہاہا)۔ اب بس آپی ام ایمان قاضی اور مصباح علی سید کا انتظار رہتا ہے آج کل آنچل میں ٹاپ اف لسٹ ذرا مسکرا میرے گمشدہ (فاخرہ گل) شب ہجر کی بارش (نازیہ کنول نازی) ہے۔ دوستوں کی لسٹ زیادہ لمبی نہیں ہے، امبرین، رمشاء (سسٹر) سدرہ،

عائزہ ثناء (چھوٹی سسٹر) عائشہ تبسم (تم نے تو فون نمبر بس فارمیلیٹی نبھانے کے لیے ہی لیا تھا اور جو مجھے نمبر دیا وہ اگر کبھی غلطی سے فارغ ہوجائے تو کوئی اٹھانے کی زحمت ہی نہیں کرتا (نورین فاطمہ (تیری کچھ مہینے کی بد کہی گئی بات کا مطلب مجھے سمجھ آ گیا ہے ایک گم ہوگئی اور دوسری ٹوٹ گئی اور اب یہ اپنی بھابی سمیرا سے کہو اتنا گھور کر نہ دیکھے کہیں بے ہوش نہ ہوجاؤں اس کا نام لکھ رہی ہوں)۔ سمیرا عباس آخر میں آنٹی کوثر خالد سے اتنا کہوں گی ہم ایک شہر میں رہتے ہوئے بھی آپ سے نہیں مل سکتے (اتنے حیران نہ ہوں آپ کے شہر میں ہی رہتے ہیں) لیکن آپ کا گھر نہیں ملتا بس آنٹی اپنی دعاؤں میں اس ناچیز کو بھی یاد رکھیے گا پلیز آخر میں اتنا کہوں گی کہ ہر کسی پر بلاوجہ غصہ نہ کیا کریں، دوسروں کو صفائی کا موقع ضرور دیا کریں، نہیں تو غصہ کرنے سے اپنا نقصان خود ہی کرتے ہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھنا، آنچل قارئین شکریہ مجھے برداشت کرنے کا۔

عابدہ خان

السلام علیکم! ایوری ون زندگی کی سانسوں کا اعتبار نہیں کہ کب روح سے ناتا توڑ جائیں تو میں نہیں چاہتی کہ آپ میرے تعارف سے محروم رہ جائیں تو فرینڈز مابدولت عابدہ خان اکلوتی ہونے کا شرف رکھتی ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل یقین ہے اور میری موسٹ فیورٹ کتاب قرآن مجید ہے، پسندیدہ شخصیت میرے پیارے آقا دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ناولز سے تو جنوں کی حد تک عشق ہے۔ فیورٹ ناول جو چلے تو جاں سے گزر گئے، جنت کے پتے ہیں۔ بہت حساس دل ہوں، کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی، میری سب سے بڑی کمزوری ہے کہ کسی سے ناراض نہیں رہ سکتی خواہ کوئی جتنا ہرٹ کرلے پھر بھی صلح کرلیتی ہوں۔ آئی سی ایس کیا ہے اب آفس گرافکس کا کورس کررہی ہوں۔ نیکسٹ بی کام کروں گی پارٹ ٹائم جاب بھی کرتی ہوں۔ فیورٹ کلر نیوی بلیو ہے، جیولری میک اپ کے تو نام سے بھی الرجی ہے البتہ پرفیومز کی تو دیوانی ہوں۔ رائل میرج، بلیو لیڈی، بلو مین بہت پسند ہیں۔ پھولوں میں سے موتیا اٹریکٹ کرتا ہے، بارش کے موسم میں دل کرتا ہے خوب صورت سڑک پر چلتی جاؤں جو کبھی ختم نہ ہو، موسم بہار پسند ہے۔ اسلام آباد اور مری پسند ہیں، مری کے قدرتی مناظر، آبشاریں اور پہاڑ اٹریکٹ کرتے ہیں۔ اب بات ہو کھانے کی، اسپائسی فوڈ کھالیتی ہوں، موسٹ فیورٹ فش ہے اور میں کوکنگ تو بچپن سے بہت اچھی کرلیتی ہوں اور برانڈڈ ڈریسنگ کرتی ہوں ویسے ہر کپڑا مجھے پہ جچتا ہے (بقول ای جی اور کولیگز کے) پاک فوج سے بہت پیار ہے۔ اپنے ناخن اور بال بہت پسند ہیں، میری فرینڈز فرمائش کرتی ہیں کہ کبھی بال کھلے بھی رہنے دیا کرو مگر مجھے سمپل چوٹی پسند ہے۔ جھوٹ بولنا اور جھوٹے لوگ پسند نہیں ہیں، چھوٹے بچے شرارتیں کرتے ہوئے بہت اچھے لگتے ہیں۔ اپنے والدین سے بہت محبت ہے، سب کو والدین کی قدر کرنی چاہیے۔ اللہ کا گھر اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک دیکھنے کی تڑپ ہے۔ فیض احمد فیض پسندیدہ شاعر ہیں، میرے ایسی دو فرینڈز جنہوں نے مجھے بہت ہرٹ کیا، ان سے ہمیشہ کے لیے ناتا توڑ چکی ہوں اور نہ کبھی انہیں معاف کروں گی انہوں نے میری روح زخمی کردی اب کسی سے دوستی نہیں کرنی بس ایشل اور ایمن دو مخلص دوستیں اور میری زندگی کا اثاثہ ہیں۔ نماز کی بہت پابندی کرتی ہوں کبھی کبھار چھوٹ جاتی ہے، آپ بور ہورہے ہوں گے اللہ سے دعا ہے وہ سب کو خوش رکھے اور ہماری آخرت سنوار دے، آمین۔ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے، ہمارے ملک پر اور کشمیریوں پر رحم فرمائے آمین۔ سب بہنوں کے نصیب اچھے کرے اور سدا سہاگن رکھے، ٹھیک کہا ناں میں نے۔ مجھ سے دوستی کرنی ہو تو فری میں کرسکتے ہیں، او کے کڑیوں بیسٹ آف لک رب دے حوالے۔

آواز میں تو آپ کی بے حد خلوص ہے
لیکن ذرا نقاب بھی رخ سے ہٹائیے
مانا کہ آپ میرے بڑے غم گسار ہیں
لیکن یہ آستین میں کیا ہے، دکھائیے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

سکندر صاحب حنین اور غزنی کی رخصتی کی بات کرتے اپنی ذمہ داری سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ غزنی کی ماں کے لیے یہ صورت حال حیرت سے بھرپور ہوتی ہے دوسری طرف حنین بھی ماں کی جدائی کے خیال سے متفکر نظر آتی ہے بہرحال غزنی سے بات کرنے کے بعد ہی وہ کسی فیصلہ پر پہنچنا چاہتی ہیں۔ شرمین اجیہ سے مل کر اسے اربش کے خلاف بھڑکاتی ہے مگر اجیہ کا محبت بھرا دل اس بات پر آمادہ نہیں ہوتا کہ اربش اس کے ساتھ دھوکا کرسکتا ہے۔ شرمین کے جانے کے بعد رات کی تنہائی میں وہ یہ گھر چھوڑنے کا فیصلہ کرتی ہے اور اگلے دن صبح سویرے ہی گھر چھوڑ دیتی ہے جبکہ دوران سفر اس کی حالت بگڑنے پر ایک ہمدرد عورت اسے اسپتال میں داخل کرا دیتی ہے جہاں اس کی شناخت کا اہم مرحلہ درپیش آتا ہے لیکن اچانک حنین کے سامنے آنے پر وہ اجیہ کو پہچان لیتی ہے اور اس کا علاج شروع کرواتی ہے۔ حنین جلد از جلد اجیہ کی متعلق غزنی کو بتانا چاہتی ہے جبکہ غزنی کی سازش سے وہ بے خبر ہوتی ہے۔ شرمین اربش کی ممی اور بوا سے وعدہ کرتی ہے کہ وہ جلد انہیں اربش سے ملا دے گی ایسے میں اپنی پلاننگ پر عمل کرتے وہ انہیں لے کراچی کے گھر آتی ہے لیکن وہاں اجیہ کی غیر موجودگی اسے شاکڈ کردیتی ہے۔ دوسری طرف بوا اور ممی اربش کا بوسیدہ سا گھر دیکھ کر اذیت و کرب میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔ سکندر صاحب وقتاً فوقتاً اربش کی ممی سے مل کر ان کی زندگی دشوار کرنے میں لگے ہوتے ہیں ایسے میں انہیں بہن سے ملنے کا بھی خیال ستاتا ہے لیکن دیگر مسائل میں الجھ کر وہ ہسپتال جانے میں ناکام رہتی ہیں۔ اجیہ کو ہسپتال میں طبی امداد ملنے پر ہوش آتا ہے تو حنین کو اپنے سامنے دیکھ کر ششدر رہ جاتی ہے اسے امی کی خراب حالت کا پتا چلتا ہے تو وہ ان سے ملنے کو بے چین ہوجاتی ہے لیکن ڈاکٹر اس کی نازک حالت کا بتا کر جہاں حنین کو خوشی سے دوچار کرتی ہے وہیں اجیہ کا دل کرب سے بھر جاتا ہے۔ حنین اربش کے متعلق جاننا چاہتی ہے لیکن اجیہ کی حالت کو دیکھتے خاموش ہوجاتی ہے۔ اربش کو ائیرپورٹ پر سامان کی چیکنگ کے دوران منشیات کی اسمگلنگ کے الزام میں روک لیا جاتا ہے لیکن کوئی قانونی کارروائی نہیں ہوتی جس پر اربش الجھن میں مبتلا ہوتا ہے جلد ہی اسے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی سازش کا شکار ہوچکا ہے ایسے میں اجیہ کی تکلیف کا سوچ کر وہ مزید متفکر ہوجاتا ہے۔ دوسری طرف شرمین بوا اور ممی کو اربش کی منشیات اسمگلنگ اور پکڑے جانے کا بتا کر شاکڈ کردیتی ہے یہ خبر ان کے لیے نہایت تکلیف دہ ہوتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

سکندر صاحب اپنے تئیں آج صبح کی چائے ممی کے ساتھ پینے کی خواہش رکھتے تھے اور اسی امید میں ان کے گھر پہنچے لیکن ناکامی پر بدمزہ ہوکر موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور اسپتال جانے کا سوچا۔ وہ حنین سے اس کی رخصتی کے متعلق ایک بار پھر حتمی بات کرنا چاہتے تھے۔ وہ ان کے دل کے بہت قریب اور ان کی بے حد لاڈلی تھی اور اس دن یوں اچانک بات کیے جانے پر وہ پریشان ہوگئی تھی اس خیال سے آج وہ اسے اعتماد میں لینا چاہتے تھے۔ صبح کا وقت تھا، اسکول کالج آفس اور اپنے روزگار کو نکلنے والے افراد کی سواریوں نے سڑک پر ٹریفک کا بہاؤ شدید کردیا تھا موٹر سائیکل کا البتہ یہ فائدہ ہوتا ہے کہ کم سے کم جگہ سے بھی گزر سکتی ہے لہٰذا سکندر صاحب کو بھی جہاں تھوڑی بہت جگہ نظر آتی، وہاں سے موٹر سائیکل گزارنے کی کوشش کرتے۔ اسی دوران ان کو جیب میں رکھے موبائل کی تھرتھراہٹ کا احساس ہوا لہٰذا ٹریفک جام کے دوران ہی فون نکالا اور سننے کے لیے کان سے لگایا۔ دوسری طرف ان کی دکان پر موجود ملازم بڑا بوکھلایا ہوا سا لگا۔

''سکندر صاحب آپ کہاں ہیں اس وقت؟'' لڑکے نے بوکھلاہٹ میں پوچھا۔

''میں یہاں ٹریفک میں پھنسا ہوا ہوں بھئی اگر یہاں سے نکل گیا تو پھر ہسپتال جانے کا ارادہ ہے۔ دکان پر بعد میں آؤں گا۔'' انہوں نے اس کے کال کرنے پر اپنا تمام پروگرام اسے بتایا۔

''نہیں، ایسا نہ کریں...... آپ پلیز ایسا نہ کریں اور ڈائریکٹ دکان پر آجائیں۔'' وہ منمنایا۔

''ڈائریکٹ دکان پر آجاؤں لیکن کیوں...... ایسا کیا ہوگیا ہے؟'' وہ چونکے۔

''میں آپ کو فون پر نہیں بتا سکتا لیکن آپ جہاں کہیں بھی ہیں پلیز جلدی سے وقت ضائع کیے بغیر دکان پر پہنچیں یہی بہتر ہے۔''

''کسی سے جھگڑا تو نہیں ہوگیا تمہارا کسی نے دکان پر آکر توڑ پھوڑ تو نہیں کی؟''

''میں نے کہا ناں سکندر صاحب کہ یہ بات فون پر کرنے کی نہیں ہے، میں آپ کو کچھ بھی نہیں بتا سکتا آپ بس دکان پر پہنچیں۔'' ملازم کی آواز میں بدحواسی اس بات کا پتا دے رہی تھی کہ یقیناً کوئی نہایت اہم بات ہی ہے ورنہ وہ یوں ان کے جلد پہنچنے پر اصرار نہ کرتا اور نہ ہی پہلے کبھی اس نے ایسا کیا تھا۔ دکان کے تمام تر معاملات وہ خود ہی سنبھالا کرتا تھا اور وہ واقعی ایک بااعتماد انسان بھی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اسپتال پہنچنے کا ارادہ ملتوی کرکے پہلے دکان جانے کا ارادہ کیا۔ ٹریفک کے انتہائی رش میں سے جیسے تیسے موٹر سائیکل نکالی اور اسپیڈ تیز کرکے جلد از جلد دکان پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ رستہ بھر ذہن وسوسے اور الجھن کا شکار رہا وہ بالکل کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پا رہے تھے کہ آخر کیا ہوا ہوگا؟ اور ملازم لڑکے نے آخر یوں ایمرجنسی میں کیوں بلایا؟

اسی سوچ بچار، سوالات اور خودکلامی کے ساتھ وہ اپنی دکان پہنچ گئے لیکن وہاں تو سب کچھ نارمل تھا، نہ کوئی لڑائی جھگڑا نظر آیا اور نہ ہی کسی قسم کی بدمزگی۔ موٹر سائیکل کھڑی کرکے دکان کے اندر داخل ہوئے، ملازم انہیں دیکھتے ہی ان کی طرف لپکا، وہ واقعی دیکھنے میں بھی پریشان معلوم ہورہا تھا۔

''کیا بات ہے کہو سب خیر تو ہے ناں؟'' اسے دلاسہ دیتے ہوئے سکندر صاحب نے اس کا کندھا تھپتھپایا اور اپنی مخصوص جگہ پر جا بیٹھے۔

''سب خیر نہیں ہے سکندر صاحب۔'' ایک نظر باہر دیکھتے ہوئے اس نے خاکی رنگ کا ایک چھوٹا سا لفافہ ان کے سامنے رکھا۔

''آج صبح جب میں نے دکان کھولی تو یہ لفافے کے ساتھ نظر آیا، کسی نے اس لفافے کو تالے میں اڑسا ہوا تھا۔''

''لیکن ایسا کیا ہے اس لفافے میں؟'' بات کرتے ہوئے انہوں نے جونہی لفافہ کھولا، حیرت سے ایک دم یوں پیچھے ہٹے گویا کوئی بم نکل آیا ہو اور ویسے بھی بم سے کچھ کم بھی نہیں تھا۔

''یہ...... یہ کیا ہے؟'' جدید طرز کے پستول کی گولی عین ان کے سامنے پڑی تھی اور ساتھ ہی ایک مڑا تڑا سا صفحہ بھی، جسے انہوں نے ہمت کرکے سیدھا کیا۔

''سکندر صاحب!

گولی دیکھ کر ڈرنے کی ضرورت نہیں، یہ آپ کو کچھ بھی نہیں کہے گی اگر آپ فوری طور پر پچاس لاکھ روپے کا بندوبست کریں تو...... دوسری صورت میں گولی کھانے کو

تیار رہیں' پولیس کو اطلاع دی تو پچاس لاکھ لیے بغیر ہی گولی چلادوں گا۔ تمہارے پاس پورے دو دن ہیں' جو چاہے فیصلہ کرلو۔''

ان کے ہاتھوں پر کپکپی طاری ہوگئی تھی' ملازم نے فوراً سے گلاس میں پانی ڈالا اور انہیں پینے کے لیے دیا وہ ایک ہی سانس میں سارا پانی پی کر آنکھیں پھاڑے چاروں طرف دیکھنے لگے۔

''ہمت کریں سکندر صاحب' اور یہ سوچیں کہ اب کرنا کیا ہے؟'' ملازم نے حوصلہ دلایا مگر وہ تو گنگ بیٹھے ہوئے تھے انہیں تو یہ تک سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس بات کے جواب میں کیا کہا جائے' یہ سب تو انہوں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ ان کے ساتھ بھی یہ سب ہوسکتا ہے۔ ابھی مہینہ پہلے ہی اسی مارکیٹ کے ایک دکان دار کو اسی طرز کا ایک رقعہ موصول ہوا تھا جس کے بعد وہ مدد کے لیے ان کے پاس بھی آیا مگر انہوں نے مناسب الفاظ میں معذرت کرکے کہا تھا۔

''بھائی میں تو خود بہت ڈرپوک سا بندہ ہوں' ایسے معاملات میں نہیں پڑسکتا کہ کل کو وہ مجھے بھی تاک لیں۔''

جان کا خطرہ تو سب کو ہی رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسے پیسے ادا کرتے ہی بنی جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اکثریت آواز اٹھانے پر خوف زدہ محسوس ہوئی تھی اور ان سب کو خاموش رہنے پر قائل کرنے والے یہی سکندر صاحب تھے جو پرائی آگ میں کودنے کا رسک بھی لینے کے قائل نہیں تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج خود وہی مشکل ان پر آن پڑی تھی اور اب وہ کس منہ سے مدد مانگتے جب کہ ایسے معاملے میں خاموش رہنے کے کئی فوائد اور ٹھوس دلیلیں وہ خود پیش کرچکے تھے۔ آج انہیں احساس ہورہا تھا کہ جب وہ دکان دار ان کے پاس آیا تھا تو اس کی کیا حالت ہوگی اسی طرح جیسے آج ان کے بدن میں کاٹو تو لہو نہ ملے۔

''سکندر صاحب...... یوں پریشان ہونے سے کوئی فائدہ نہیں' میں تو کہتا ہوں کہ دل بڑا کریں اور پولیس کو اطلاع کردیں۔'' ملازم نے اپنی سمجھ کے مطابق مشورہ دیا۔

''ہاں ہاں خوب کہی' پولیس کو اطلاع کردوں اور خود مارا جاؤں۔'' وہ طیش میں آئے مگر ملازم جانتا تھا کہ وہ انتہائی پریشان ہیں اس لیے چند لمحے چپ رہ کر پھر آہستگی سے بولا۔

''دوسری صورت میں کیا یہ ممکن ہوگا کہ پچاس لاکھ روپے ادا کیے جاسکیں؟'' اس بات پر سکندر صاحب خاموش رہے البتہ ان کی پیشانی پر نمودار ہونے والے پسینے کے لاتعداد قطرے اور چہرے کا پیلا پن ان کے اندر کی کشمکش کا پتا دے رہے تھے۔

وہ دولت جو انہوں نے آج تک صرف بنانے کا سوچا تھا جسے خرچ کرنے کا خیال بھی ان کے لیے ممنوع تھا اب وہ یوں کسی کو کیسے دے سکتے تھے۔ وہ روپے جو آج تک انہوں نے اپنے بیوی بچوں پر خرچ نہیں کیے تھے وہ یوں ایک لمحے میں ہاتھ سے نکل جائیں گے انہیں پھر سے صفر پر لاکھڑا کریں گے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے وہ آخر یہ سب کیسے ہونے دیں گے؟ کیا اسی دن کے لیے انہوں نے ایک ایک روپیہ جمع کیا تھا' جواب یوں بند مٹھی کی ریت کی طرح ہاتھ سے پھسلا جارہا تھا تو کیا اس سے بہتر نہیں تھا کہ میں اس میں خرچ ہی کرلیتا یا کم از کم ساتھی دکان دار کی ہی مدد کرتا اور دوسروں کو بھی اس کی مدد پر اکساتا تو آج لوگ میری بھی مدد کرتے لیکن اب میں کس منہ سے کسی کو کہوں گا کہ میری مدد کی جائے اور اگر مدد کے لیے نہ کہا تو کنگال ہوجاؤں گا' سڑک پر آجاؤں گا آخر کروں تو کیا کروں؟

اسی پریشانی میں وہ دو گلاس پانی مزید پی گئے تھے مگر اس مشکل کا کوئی حل نظر آتا دکھائی نہ دے رہا تھا۔

❁......❁......❁

اجیہ بے صبری سے ڈرپ کے ختم ہونے کا انتظار کررہی تھی۔ اس تمام عرصے میں حنین اس کے پاس سے ایک منٹ کے لیے بھی نہیں ہٹی تھی' خوشی ہی ایسی تھی اور اتنے دنوں بعد کوئی خوشی ملی تھی کہ جوش میں اسے یہ تک خیال نہ رہا تھا کہ جب نرس نے آکر اسے غزنی کی آمد کا بتایا تھا تو غزنی کمرے میں کیوں نہیں ملا۔

''مگر فی الحال یہ بات اہم نہیں تھی بلکہ یہ وقت اہم تھا

جو وہ اجیہ کے ساتھ کئی ماہ بعد گزار رہی تھی اور اس سے پہلے کہ ڈرپ ختم ہوتی' اس کی غیر موجودگی میں ہونے والے تمام واقعات حنین نے کہہ سنائے تھے اور ان میں سب سے خوش گوار واقعہ اپنی اور غزنی کی شادی کا تھا۔

اجیہ کو یہ سب جان کر بہت خوشی ہوئی تھی کیونکہ اسے احساس تھا کہ حنین غزنی سے کس قدر پیار کرتی ہے اور پھر تایا ابو اور تائی امی بھی اس قدر محبت کرنے والے تھے کہ جیسا سسرال حنین کو ملا تھا شاید ہی کسی کو اور ملتا اور پھر حنین کی آنکھوں میں نظر آنے والی چمک جو ہمیشہ سے ہی غزنی کے نام سے مزید بڑھ جایا کرتی تھی اب ان آنکھوں میں ایک یقین' اعتماد اور ایک اطمینان تھا کہ وہ اپنی محبت کو پا چکی ہے۔

''پتا ہے اجیہ...... سب کچھ اتنا غیر متوقع اور عجیب طریقے سے ہوا تھا کہ سب حیران رہ گئے بھلا تم خود سوچو کبھی آج تک کسی نے سنا ہوگا کہ اسپتال میں رسم نکاح ادا کی گئی۔'' وہ ہنسی' اجیہ بھی اس کے ساتھ مسکرائی مگر بے چینی ہنوز تھی۔ وہ مزید لیٹنا نہیں چاہ رہی تھی اس کا بس چلتا تو ساری ڈرپ ایک لمحے میں ختم کرکے اپنی ماں کے پاس جا بیٹھتی اور پھر اس نے حنین سے بھی نظر بچا کر ڈرپ کی رفتار بڑھا دی۔ ڈرپ تو اب ویسے بھی ختم ہونے کے قریب تھی' رفتار بڑھی تو چند ہی منٹوں میں بوتل خالی بھی ہوگئی حنین فوراً سے نرس کو بلا لائی۔ اس نے ڈرپ اتار کر ڈسٹ بن میں پھینکی اور اسے کاؤنٹر پر فیس کی ادائیگی کرنے کا بل پکڑا دیا۔ اجیہ نے اس سے بل وصول تو کرلیا تھا لیکن یہ بل وہ اب ادا کیسے کرے گی اس کے لیے یہی سب سے بڑا سوال تھا کیونکہ وہ یہ سوچ چکی تھی کہ اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتائے گی کیونکہ یہ شادی اس نے خود اپنی مرضی سے کی تھی اور اس شادی سے ہونے والے تمام نقصانات بھی اسے اکیلے ہی جھیلنا ہوں گے۔

''اجیہ کیا ہوا' کس سوچ میں پڑ گئیں؟'' حنین نے اسے یوں گم صم بیٹھا دیکھ کر پوچھا تو وہ چونکی۔

''ارے نہیں' میں تو امی کے بارے میں سوچ رہی تھی' تم پلیز مجھے ان کے پاس لے چلو۔'' اجیہ نے کہا۔

حنین محسوس تو کرچکی تھی کہ وہ اس وقت یقینی طور پر امی کے علاوہ کسی اور سوچ میں مصروف ہے لیکن فی الحال اس نے اپنے تمام سوالات کو نظر انداز کر رکھا تھا۔ ابھی وہ اجیہ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ یہ تمام باتیں تو اب جب چاہیں ہوسکتی تھیں۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں' آؤ چلیں۔'' وہ دونوں اٹھ کر وارڈ سے باہر نکلیں۔

''لیکن تم ایسا کرو اجیہ یہ بل مجھے دے دو۔'' بات کرتے کرتے حنین نے خود ہی اس کے ہاتھ سے بل لے لیا۔

''ارے ارے لیکن کیوں؟ لاؤ ناں اس کی تو ابھی میں نے پیمنٹ کرنی ہے۔'' اجیہ نے کہا ضرور لیکن بل واپس لینے کے لیے ہاتھ آگے نہ بڑھایا۔

''جناب مانا کہ اب تم شادی شدہ ہو مسز اربش ہو لیکن آخر ہماری بھی کچھ لگتی ہو کہ نہیں؟ اگر اس ایک بل کی ادائیگی ہم کر بھی دیں گے تو کوئی احسان نہیں ہوگا تم پر۔'' بات کرتے ہوئے وہ دونوں کاؤنٹر تک آ گئی تھی۔ حنین کو دیکھ کر اجیہ کو محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اتنے ماہ میں سب سے گھل مل چکی ہے۔

''سسٹر یہ میری بہن ہے اجیہ سکندر۔'' حنین نے دونوں کہنیاں کاؤنٹر پر ٹکاتے ہوئے مسکرا کر اس کا تعارف کروایا جس کے بعد اجیہ اور نرس کے درمیان مسکراہٹ کا تبادلہ ہوا۔

''تو پلیز ایسا کریں کہ اس کا بل امی کے تمام بلز کے ساتھ ہی اٹیچ کرلیں کیونکہ ادائیگی ایک ساتھ ہی کی جائے گی۔'' ہاتھ میں پکڑا بل حنین نے نرس کی طرف بڑھایا۔

''اب تو ڈاکٹر بتا رہے تھے کہ آپ کی امی بھی پہلے کی نسبت بہت بہتر ہیں۔'' نرس بھی فارغ تھی لہٰذا بات چیت کرنا چاہی اور قریب تھا کہ حنین اس کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو بھی جاتی۔ اجیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دبایا جس کا مطلب تھا کہ اب چلو یہاں سے۔

''جی بالکل اللہ کا شکر ہے ایسا ہی ہے' اچھا پھر ملتے ہیں۔'' اجیہ اس کے ہاتھ پر دباؤ بڑھاتی رہی تھی جس کا

صاف مطلب تھا کہ وہ اب جلد از جلد یہاں سے ہٹ جائے لہٰذا حنین وہاں سے ہٹی ہی تھی کہ نرس کی دوبارہ آواز آئی۔

''یہ آپ کا اٹیچی؟'' وہ دونوں ایک ساتھ مڑیں۔

''اسے پلیز آپ یہیں رہنے دیں جب اجیہ جائے گی تو یہیں سے لے جائے گی۔'' حنین نے کہہ تو دیا لیکن اجیہ سوچ میں پڑ گئی تھی کہ واقعی اب تو وہ شادی شدہ ہے اگر جائے گی نہیں تو پھر انہیں بتائے گی کیا' اور اگر جائے گی تو کہاں؟

اپنا سامان اٹھائے ہوئے یہ سوچتا ہوں
جو کہیں کے نہیں رہتے وہ کہاں جاتے ہیں

''آجاؤ' اسی کمرے میں ہیں امی۔'' حنین کی آواز نے اس کی سوچ کا تسلسل توڑا تو احساس ہوا کہ وہ تو حنین کے ساتھ چلتے ہوئے اپنی ہی سوچوں میں گم یہاں تک آ گئی تھی۔ حنین کمرے میں داخل ہوگئی تھی' اجیہ بھی دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہوئی اور جیسے ان کو دیکھ کر اس کا دل رک سا گیا۔

مرجھایا ہوا زرد چہرہ' ڈرپ کے ذریعے مسلسل طاقت پہنچاتی نلکی' بیڈ کے ساتھ نیچے رکھا یورین بیگ اور ایک طرف لگا مانیٹر جس پر ان کے دل کی دھڑکن اور بلڈ پریشر خودکار سسٹم کے تحت ہر لحہ اپ ڈیٹ ہو رہا تھا۔ اجیہ نے آخری ملاقات میں جب امی کو چھوڑا تھا وہ ٹھیک ٹھاک چلتی پھرتی تھیں اور اب انہیں یوں دیکھا تو خود اجیہ کو لگا جیسے اس کا دل دھڑکنا چھوڑ دے گا اسے اپنی ٹانگوں میں اتنی سی بھی طاقت محسوس نہیں ہو رہی تھی کہ اس کے جسم کا وزن اٹھا پاتیں۔

''امی...... امی...... دیکھیں کون آیا ہے؟'' حنین اپنی ہی ترنگ میں ان کے پاس پہنچ کر ان کا ہاتھ سہلاتے ہوئے بولی اور مڑ کر اجیہ کو دیکھا تو لگا جیسے اس کے اوسان خطا ہوچکے ہیں۔ وہ وہیں دروازے کے پاس کسی بُت کی مانند کھڑی امی کو دیکھ رہی تھی جب حنین فوراً اٹھ کر اس کی طرف لپکی اور اسے سہارا دے کر اسے کرسی تک لے آئی جو امی کے بیڈ کے دائیں طرف رکھی تھی اور جس پر ہمیشہ حنین بیٹھ کر امی سے باتیں کیا کرتی تھی۔ اجیہ اس کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھی اور چند سیکنڈ تک امی کو دیکھتے ہوئے بے آواز رونے لگی۔

حنین نے اسے کچھ بھی ردعمل دینے سے منع نہیں کیا تھا کیونکہ وہ خود یہی چاہتی تھی کہ اجیہ ایک مرتبہ ان سے مل کر کھل کر رو لے اور ایسا ہی ہوا چند لمحوں بعد اجیہ جب خود پر ضبط نہ کرپائی تو بآواز رونے لگی۔

''امی...... امی...... امی مجھے معاف کردیں امی' میں آپ کی اس حالت کی ذمہ دار ہوں' امی میں آ گئی ہوں آپ کے پاس۔ مجھے معاف کردیں امی' میری وجہ سے آپ نے بابا کی اتنی باتیں سنیں سب کچھ برداشت کیا۔ میری پیاری امی آپ کو اللہ کا واسطہ ہے آنکھیں کھولیں اور ایک بار مجھے دیکھیں...... دیکھ لیں امی آپ کی اجیہ آئی ہے اور ذرا سی آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ کس حال میں آئی ہے۔ آپ کی بیٹی خالی ہاتھ رہ گئی ہے امی' آپ کی دعائیں چاہئیں' بابا کی دعائیں چاہئیں۔ میں آپ دونوں کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوں' میں کچھ بھی نہیں ہوں اگر میرے سر پر آپ دونوں کا ہاتھ نہ ہو۔ اٹھ جائیں ناں...... ایک بار اپنی بیٹی کو سینے سے لگالیں' ایک بار میرے ماتھے پر بوسہ دے دیں' میرے بالوں میں اپنی انگلیاں پھیریں' آپ کو اللہ کا واسطہ ہے ہمیں یوں اکیلا نہ چھوڑیں ہم آپ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہیں۔ ہمیں ساتھ چاہیے آپ کا' کھول دیں آنکھیں پلیز امی ایک بار ہمیں دیکھ لیں۔''

اجیہ سے برداشت نہیں ہو پا رہا تھا اور اب وہ ان کے سینے پر سر رکھے دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی اور حنین تو یوں بھی دل کی کمزور تھی' اسے روتا دیکھ بجائے اس کے کہ اسے خاموش کرواتی خود بھی رونے لگی ویسے بھی اجیہ کو آج وہ پہلی مرتبہ روتا دیکھ رہی تھی اور آج وہ روئی تو اس کے آنسوؤں میں اتنی تڑپ تھی کہ حنین کو لگا اگر آج اجیہ کچھ بھی مانگتی تو اللہ اس کی جھولی میں ڈال دیتا کیونکہ اس کی تو خواہش ہی یہ ہے کہ انسان جو بھی مانگے عاجزی سے خود کو اپنے رب کے

سامنے حقیر اور کم تر سمجھتے ہوئے مانگے اور اگر مانگنے کے اس عمل میں آنسو بہہ نکلیں تو یہ چند قطرے اس کے نزدیک محبوب ترین قرار دیئے گئے ہیں جن کے صدقے انسان کی تمام عمر کے گناہ دھل جانے کا امکان ہے۔

"یا اللہ اگر امی سن نہیں پا رہیں' دیکھ نہیں سکتیں' محسوس نہیں کرتیں تو...... تو پھر تُو...... تُو...... میرا اللہ ہے ناں مالک' مجھے ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے ناں۔ تُو میری باتیں التجائیں' میری فریادیں سن رہا ہے ناں' تو مجھے دیکھ سکتا ہے اور بلاشبہ مجھے دیکھ رہا ہے کہ میں ٹوٹ چکی ہوں اور اب مزید ہمت نہیں رہی۔ تُو کسی کو اس کی برداشت سے بڑھ کر دکھ نہیں دیتا' آزمائش میں نہیں ڈالتا تو پھر تُو جانتا ہے ناں کہ میری ہمت دم توڑ رہی ہے میری برداشت ختم ہوچکی ہے۔ تُو محسوس کرسکتا ہے میرے کرب کو کہ میں اس وقت کن تکلیفوں سے گزر رہی ہوں تو ایسے میں اے پروردگار تُو مجھے میری ماں لوٹا دے۔ میری آزمائش ختم کردے' مجھ پر رحم کردے' اے ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرنے والے رب' مجھے میری ماں لوٹا دے۔" اجیہ رو رو کر گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہی تھی' حنین نے اٹھ کر کمرے کا دروازہ بند کردیا تھا کہ اجیہ کی آواز سن کر کوئی اندر نہ آجائے' وہ بچوں کی طرح روتی رہی' کبھی پیار سے امی کا منہ چومنے لگتی' کبھی ان کے بال بنانے لگتی اور کبھی ان کا ہاتھ ہاتھوں میں لے کر اپنے سر پر رکھ لیتی۔ دوسری طرف حنین بھی ان کا دایاں ہاتھ' ہاتھوں میں لے کر آہستہ آہستہ سہلا رہی تھی کہ اسی ہاتھ پر ڈرپ بھی لگی تھی۔ اجیہ کی اللہ کے حضور فریادیں اسی طرح جاری تھیں اور وہ ایک لمحے کو خاموش ہونے کو تیار نہ تھی۔

ہجوم غم سے جس دم آدمی گھبرا سا جاتا ہے
تو ایسے میں
اسے آواز پر قابو نہیں رہتا
وہ اتنے زور سے فریاد کرتا' چیختا اور بلبلاتا ہے
کہ جیسے وہ زمین پر اور خدا ہو آسمانوں میں
مگر ایسا بھی ہوتا ہے
کہ اس کی چیخ کی آواز کے رکنے سے پہلے ہی
خدا کچھ اس قدر نزدیک سے اور اس قدر
رحمت بھری مسکان سے اس کو تھپکتا اور اس کی بات سنتا ہے
کہ فریاد کو اپنی چیخ کی شدت
صدا کی بے یقینی پر
ندامت ہونے لگتی ہے

اور واقعی ایسا ہی ہوا تھا' روتے روتے اجیہ کا چہرہ سرخ اور آنکھیں سوجنے لگی تھیں مگر وہ تھی کہ خاموش ہونے میں نہ آرہی تھی ایسے میں جانے کیوں امی کے گلے سے لگے اسے ایک دم ہی بہت سارا سکون اپنے اندر اترتا محسوس ہوا۔ اسے یوں لگا جیسے اس کی بے چینی اور طلب کو قرار مل گیا ہو' بالکل ایسے ہی جیسے شدید پیاس کا مارا مسافر پانی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہو اور پھر اچانک اسے کہیں پانی نظر آجائے اور نہ صرف یہ کہ نظر آجائے بلکہ اسے میسر بھی ہو اور وہ جی بھر کر پانی پی کر سیراب ہوجائے۔ اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا کہ اس کی سسکیاں تھمنے لگی تھیں۔ اتنے میں اسے امی کے ہاتھ میں ہلکی سی جنبش محسوس ہوئی' حیرت اور بے یقینی کی کیفیت میں چونک کر جھٹکے سے سر اٹھایا اور فوراً سیدھی ہوکر بیٹھی تو دیکھا کہ امی کی پلکیں لرز رہی ہیں۔ اس کے جسم میں اس اچانک خوشی کے باعث جیسے سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔ فرطِ جذبات سے ایک بار پھر رواں ہوتے آنسوؤں کو ہتھیلی کی پشت سے صاف کرتے ہوئے حنین کو دیکھا وہ دونوں ہاتھ دعا کو اٹھائے دل ہی دل میں جانے کیا پڑھ رہی تھی اور اس کی نظریں امی کے چہرے پر مرکوز تھیں ایسا لگتا جیسے لمحہ بھر کو بھی اس نے ان کے چہرے سے نظریں ہٹائیں تو منظر بدل جائے گا۔

اجیہ نے بھی ایک بار پھر امی کو دیکھا' پلکوں پر طاری لرزہ اب قدرے تیز تھا۔ اجیہ نے ان کا بایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا جسے کبھی چومتی اور کبھی آنکھوں سے لگاتی اور پھر چند ہی لمحوں کے بعد وہی ہوا جس کے لیے وہ دونوں اپنے رب کے حضور گڑگڑا رہی تھیں' ان کی دعائیں سنی گئیں' ان پر رحم کیا گیا اور یوں دھیرے دھیرے امی نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ وہ دونوں بے اختیار ان کے سینے

سے لگ گئی تھیں' آنسو اب تک جاری تھے لیکن فرق صرف تھا کہ اب یہ آنسو شکر گزاری کے تھے اور شاید وہ دونوں دیر تک اسی طرح ان سے چمٹی رہتیں کہ حنین کو خیال آیا کہ نرس کو فوری طور پر امی کی طبیعت میں تبدیلی اور بہتری کی اطلاع دی جائے۔ وہ فوراً اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

"اجیہ" امی کی آواز نحیف تھی اجیہ نے فوراً سر اٹھایا اور انہیں دیکھا۔

"تم خوش تو ہو ناں؟" ان کی آواز میں نقاہت اور کمزوری بے حد نمایاں تھی مگر وہ اجیہ کے لیے فکر مند تھیں اور سب سے پہلے بات جو انہوں نے کی وہ یہ ہی تھی۔

"جی امی...... میں بہت خوش ہوں اور اب آپ کی آواز سن کر تو انتہائی خوش ہوں۔ آپ پلیز میری طرف سے فکر مند نہ ہوں۔" اس نے سوجی ہوئی آنکھوں اور سرخ چہرے کے ساتھ مسکراتے ہوئے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے دوبارہ آنکھیں موند لیں۔

اسی دوران اماں ہاتھ میں ٹفن پکڑے کمرے کا دروازہ کھولے اندر داخل ہوئی تھیں کہ اسے دیکھ کر جہاں تھیں وہیں کھڑی رہ گئیں۔ جیسے ان کے قدم جم گئے ہوں' انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ جس لڑکی کو سامنے بیٹھا دیکھ رہی ہیں وہ واقعی اجیہ ہے یا نہیں۔ حنین پر اجیہ ہونے کا گمان گزر رہا ہے' وہ اپنی نظریں اس پر جمائے غور سے دیکھ رہی تھیں کہ اجیہ نے بھی سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

یہ صورت حال خود اس کے لیے بھی انتہائی مشکل تھی کہ وہ ان کا سامنا کیسے کرے' جن کی دنیا بھر میں بے عزتی کا سبب وہ بن چکی ہو لیکن یہ ایک خواب نہیں تھا کہ وہ یہاں سے غائب ہوپاتی بلکہ یہ ایک حقیقت تھی اور اس

بیتا ایک اور سال

گردش ماہ و سال تیزی سے جاری ہے اور انہی تغیرات کے زیر اثر ایک اور سال گزر گیا' کب' کہاں' کیسے شاید ہم میں سے کسی کو خبر ہی نہیں اور یہی حال ہماری عمر رفتہ کا بھی ہے جو تیزی سے اپنا سفر مکمل کرنے کی جانب گامزن ہے' وقت کی رفتار بھی وہی اور دن و سال کے مخصوص ایام بھی وہی ہیں لیکن آج ہر کوئی فرحت کی عدم دستیابی کا شکار ہے' سال مہینوں کے مانند اور مہینے دنوں کی مانند تیزی سے گزر رہے ہیں' ہم بھی عیسوی لحاظ سے ایک نئے 2018ء کی جانب گامزن ہیں سال 2017ء ہم سے وداع ہونے والا ہے 2018ء کا روشن آفتاب ہمیں اپنی بانہوں میں لینے کے لیے تیار ہے۔ ہماری جانب سے آپ سب کو سال نو مبارک ہو اس کے ساتھ ہی سابق روایت برقرار رکھتے ہوئے ایک سروے مرتب کیا گیا ہے جن کے سوالات یہ ہیں۔

☆ مجموعی طور پر اس سال کو خوشیوں، کامیابیوں کا سال قرار دیں گی یا دکھوں اور غموں کا؟
☆ اس سال کی سب سے بڑی کامیابی جو آپ کو حاصل ہوئی؟
☆ کوئی ایسا اچھا یا نیک کام جس سے آپ کو خود پر فخر محسوس ہوا ہو؟
☆ نئے سال کی آمد پر آپ کے احساسات کیا ہوتے ہیں خوشی کے یا زندگی کا ایک سال کم ہونے پر افسردگی ہوتی ہے؟
☆ اس سال سے جو امیدیں و توقعات تھیں وہ کس حد تک پوری ہوئیں اور کہاں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا؟
☆ آپ کی ذات میں در آنے والی کوئی مثبت تبدیلی یا کسی بری عادت کو ترک کیا ہو؟
☆ آئندہ سال کے حوالے سے کیا منصوبہ بندی کرتی ہیں اور کس طرح؟
☆ آنے والے سال کے حوالے سے آپ کے کیا خواب ہیں؟
❖ تمام بہنیں ان سوالات کے جوابات ۵ دسمبر تک ارسال کردیں۔ ای میل کے لیے ایڈریس یہ ہے۔

info@aanchal.com.pk

حقیقت کا سامنا کرنا ہی تھا۔ اسی دوران امی نے دروازہ کھلنے بند ہونے کی آواز محسوس کرتے ہوئے آنکھیں کھول کر دروازے کی طرف دیکھا اور اب ایک بار پھر حیران ہونے کی باری اماں کی ہی تھی مگر اس مرتبہ وہ اپنی جگہ پر ہی ساکت کھڑی نہیں رہ سکی تھیں بلکہ فوراً سے لپک کرامی کے بیڈ کی طرف بڑھیں۔

''اوہ میرے اللہ......! اتنی بڑی خوشی؟'' انہوں نے بے ساختہ جھک کرامی سے گلے ملنا چاہا۔ ''کیا میں خواب تو نہیں دیکھ رہی؟''

''میں واقعی اب ٹھیک ہوں آپا' آپ سب کی دعاؤں اور محبت نے مجھے مرتے مرتے بچالیا۔''

''بے شک اللہ سب سے بہترین بچانے والا ہے۔'' خوشی سے ان کی آواز کانپ رہی تھی اور اس دورانیے میں اجیہ کہیں پس منظر میں چلی گئی تھی' ان کا سارا دھیان امی کی آواز کی طرف تھا جس میں کپکپاہٹ بھی تھی اور معمولی سا ارتعاش بھی مگر انہیں احساس تھا کہ یہ کیفیت سنبھل جائے گی کیونکہ ایک بہت بڑی آزمائش تو گزر چکی تھی۔

اجیہ کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہیں اپنی جگہ پر خموشی سے کھڑی رہے یا ان کے پاس جائے لیکن وہ یوں ان کے سامنے ہوتے ہوئے ان کو مخاطب کیے بنا نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ وہ بچپن سے ہی اسے بہت زیادہ پیار کرتی تھیں لہٰذا اجیہ ذہنی طور پر ان کی طرف سے تمام سخت باتیں اور برا بھلا سننے کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار کرکے آہستگی سے چلتی ہوئی بیڈ کے دوسرے کنارے پر ان کے پاس پہنچی۔ انہوں نے دانستہ اپنا رخ مزید دیوار کی طرف کرلیا تھا کہ اس سے اجیہ کو احساس ہوجائے کہ وہ اس سے نہیں ملنا چاہتیں اس لیے ان کے قریب نہ آئے مگر وہ ان کا یہ انداز دیکھ کر رکی نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان کے قریب جا کھڑی ہوئی اور کسی بھی لمبی چوڑی تمہید کے بغیر ان سے بولی۔

''مجھے معاف کردیں تائی امی لیکن میں مجبور تھی اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔'' وہ جس انداز میں کھڑی تھیں کوئی بھی ردعمل دکھائے بغیر اسی طرح کھڑی رہیں۔

''حنین' غزنی سے جس شدت سے محبت کرتی ہے وہ مجھ سے ڈھکا چھپا نہیں تھا پھر میں ایک غلط فہمی کے نتیجے میں غزنی سے اپنی منگنی کے بعد اس کے تاثرات دیکھ چکی تھی تو پھر سوچیں کہ اگر میں غزنی سے شادی کر بھی لیتی تو اس کا کیا ہوتا۔ اپنی آنکھوں کے سامنے غزنی کو میرا ہوتا دیکھ کر وہ بھلا کیسے برداشت کرپاتی اور جب میں خود کسی اور کو پسند کرتی تھی تو بھلا بتائیں کیا میں غزنی اور اپنے رشتے میں انصاف کرپاتی؟'' وہ اب بھی بغیر کچھ کہے خاموش تھیں اور انہوں نے پلٹ کر اجیہ کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔

''بلکہ خود بابا کی بھی یہی خواہش تھی کہ غزنی ان کا داماد تو ضرور بنے لیکن حنین سے رشتہ جڑنے کے بعد' آپ یقین کریں کہ منگنی کے وقت غزنی نے جب مجھے انگوٹھی پہنائی تو مجھ سمیت وہ بھی حیرت زدہ رہ گئے تھے مگر پھر انہوں نے میرے آگے ہاتھ جوڑے کہ میں ان کی عزت کی خاطر خاموش رہوں اور تائی امی آپ جانتی ہیں ناں کہ میں خاموش رہی بھی لیکن آخر کب تک ایسا کرپاتی۔ بابا نے آج تک ہر سلسلے میں اپنی ہی من مانی کی یہاں تک کہ اس معاملے میں بھی مگر میں اگر آپ کو سکون اور خوشی نہیں دے سکتی تھی تو پریشانیاں کیسے دیتی جبکہ میں جانتی ہوں کہ آپ مجھ سے بہت ہی محبت کرتی ہیں۔''

''یعنی تمہارا خیال ہے کہ تم نے ہمیں کوئی پریشانی نہیں دی؟'' اب انہوں نے مڑ کر اجیہ کے چہرے کو دیکھا وہ بہت کمزور لگ رہی تھی اس کے چہرے کی دلکشی کی جگہ نقاہت نے لی تھی وہ کہیں سے بھی کسی اچھے کھاتے پیتے خوش حال گھرانے کی بہو معلوم نہ ہوتی تھی۔

''تائی امی روز روز کی پریشانیوں سے ایک دن کی پریشانی کیا بہتر نہیں؟'' اس نے دل میں اللہ کا شکر ادا کیا کہ وہ کم از کم بولیں تو سہی ورنہ ان کی خاموشی اس کے لیے بہت تکلیف دہ ثابت ہورہی تھی۔

''آپ خود سوچیں میں بیاہ کر بہو کے روپ میں آپ

کے گھر آجاتی لیکن نہ میری غزنی سے انڈر اسٹینڈنگ ہوتی اور نہ محبت' روز روز گھر میں لڑائی جھگڑے ہوتے۔ غزنی کا تمام سکون تباہ ہوجاتا' وہ اپنی شادی شدہ زندگی سے تنگ ہوتا، اگر آپ اور تایا ابو روز گھر میں ہونے والے میرے اور غزنی کے جھگڑوں سے بے زار رہتے تو کیا میری اور غزنی کی زندگی سمیت آپ دونوں کے لیے بھی دن رات کا کوئی لمحہ سکون اور خوشی کا باعث ہوتا؟'' اس کی تمام باتیں سو فیصد درست تھیں اور اماں بھی اس سے متفق تھیں لہٰذا خاموش ہی رہیں امی بھی اس کی تمام باتیں سن رہی تھیں اور سب کچھ ٹھیک ہوجانے کی آس لیے دعا گو تھیں۔

''کیا آپ کے لیے اس سے بڑھ کر بھی کوئی بات پریشانی کی ہوتی کہ آپ کا اکلوتا بیٹا اپنی شادی شدہ زندگی سے خوش نہ ہوتا؟ بابا کی مثال آپ کے سامنے ہے ناں تائی امی' انہوں نے بھی ضد میں آکر امی سے شادی کی۔ نانا ابو نے بھی عزت بچانے کے لیے یہ شادی کروائی لیکن دیکھ لیں' کیا نتیجہ نکلا وہ آپ کے سامنے ہے۔ ہمارے گھر میں آج تک کسی نے سکون کا سانس نہ لیا' ہم گھٹ گھٹ کر جیتے رہے اور روز مرنے کی خواہش کرتے رہے۔ صرف اس لیے کہ یہ ایک بے جوڑ شادی تھی جس میں دونوں میاں بیوی کی پسند شامل نہیں تھی تو پھر کیا فائدہ ایسی شادی کا جس میں اس رشتے میں بندھنے والوں کو راحت وسکون ہی میسر نہ ہو اور پھر کیا مستقبل ہو ان بچوں کا جو ایسی شادیوں کو نتیجے میں اس دنیا میں آئیں۔'' اماں نے گہرا سانس لیا وہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھیں' کہتیں بھی تو کیا اور اختلاف کرتیں بھی تو کیسے جبکہ اجیہ حرف بہ حرف درست کہہ رہی تھی۔

''میں مانتی ہوں تائی امی کہ میں نے غزنی سمیت آپ کو اور تایا ابو کو بھی دکھ دیا' آپ سب پریشان ہوئے لیکن وہ سب ایک مرتبہ ہوا۔ وقت آیا اور گو کہ مشکل تھا مگر گزر گیا' روز روز کی پریشانیوں سے بچ گئے تو یقیناً یہ بھی اللہ کی طرف سے تھا ناں کیونکہ بعض اوقات ہمارا اللہ ہمیں کوئی چھوٹی سی تکلیف دے کر کسی بہت بڑی تکلیف اور صدمے سے بچالیتا ہے۔ کبھی ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ چلتے ہوئے ہمیں ٹھوکر لگ جائے ہم گریں اور اس زور سے گریں کہ ہاتھ پاؤں زخمی ہوجائیں اور ہم اس لگنے والی چوٹ کے باعث اپنا رستہ بدل دیں اور یہی ہمارے لیے بہتر ہے اس لیے کہ اسی رستے پر چلتے رہنے سے ہم ذرا سے فاصلے کے بعد موجود کھائی میں گر کر اپنی جان گنوا دیں۔ وہ ذرا سا زخم دے کر جان بچالے تو یہ بھی اس کی مہربانی' اس کا حساس ہی ہے ناں تائی امی۔'' وہ خاموش ہوئی وہ ان کی طرف سے اب کوئی جواب سننا چاہتی تھی مگر وہ کچھ بھی نہ بولیں بلکہ گہرا سانس لے کر تائید میں سر ہلادیا۔

''اللہ نے آپ کو بھی چند دنوں کی پریشانی دے کر عمر بھر کی پریشانیوں سے بچالیا ہے' اب آپ کے پاس حنین ہے جو دیوانوں کی طرح غزنی کو چاہتی ہے اور اس کی خاطر کچھ بھی کرسکتی ہے۔ اسے خوش رکھنے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جانے کو تیار رہے گی اور بھلا آپ کے لیے اس سے بڑھ کر سکون کی بات کیا ہوگی کہ آپ کا اکلوتا بیٹا اپنی ازدواجی زندگی میں خوش اور مطمئن رہے البتہ میں نے جو کیا وہ غلط تھا اور اس کے لیے اگر مجھے آپ کے پاؤں پکڑ کر بھی معافی مانگنی پڑی تو میں مانگ سکتی ہوں۔'' اپنی بات مکمل کرتے وہ ان کے پاؤں پکڑنے کو جھکی ہی تھی کہ انہوں نے اس کے ہاتھ پکڑ کر چوم لیے اور بے اختیار گلے سے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رودیں۔

''جو ہوا وہ شاید اسی طرح ہونا لکھا تھا میری بچی' میں راضی میرا اللہ راضی۔ اللہ تمہیں خوش رکھے' سدا سہاگن رکھے' میرے نہ سہی مگر جس بھی آنگن میں تم بہو بن کر اتری ہو اللہ کرے وہ گھر ہمیشہ ہرا بھرا رہے۔'' وہ رو رہی تھیں مگر مطمئن تھیں' ان کی آنکھوں میں آنسو یقیناً آئے تھے مگر اس لیے کہ انہوں نے ہمیشہ اجیہ کو اپنی بہو ہی تصور کیا تھا اسے اپنی ہونے والی بہو کے طور پر ہی دیکھا تھا لیکن مطمئن اس لیے تھیں کہ اجیہ نے بڑے بہترین انداز اور خوب صورت دلائل کے ساتھ اپنا موقف پیش کیا تھا اور پھر حنین کی صورت میں انہیں واقعی ایسی لڑکی ملی تھی جو ان کی

زندگی کو جنت کا نمونہ بنا سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی زبان سے اجیہ کے لیے جو دعائیں نکل رہی تھیں وہ ان کے دل کی بھی آواز تھی۔

وہ اس سے راضی تو ہو چکی تھیں مگر انہیں غزنی کے شدید ردعمل سے اب تک بے اطمینانی تھی ان کی دعائیں اس کی ازدواجی زندگی کے حوالے سے جاری تھیں امی بھی خود کو ہلکا پھلکا اور پُرسکون محسوس کررہی تھیں مگر اس کا ذہن اربش کی طرف تھا جو ایک معمہ بن کر اب تک اس کے لیے ایک نہ سمجھ آنے والا معاملہ بن چکا تھا۔

❁……❁……❁

اربش گاڑی کی پچھلی سیٹوں پر بیٹھا بڑی بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا لیکن رستہ تھا کہ ختم ہونے کا نام نہ لیتا یہ بات تو وہ واضح طور پر سمجھ چکا تھا کہ وہ اس وقت پولیس یا کسی بھی ایجنسی کے زیرحراست نہیں ہے بلکہ اسے اغواء کیا جاچکا ہے لیکن اسے ایک باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت اغوا کرنے والا کون ہے اور آخر کسی کو اس سے کیا مسئلہ ہوسکتا ہے؟ وہ کسی کو کیا نقصان پہنچا رہا تھا جس کی بناء پر اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی جارہی ہے اور اگر بالفرض اسے تاوان کی غرض سے اغواء کیا گیا ہے تو اس کا تاوان کون بھرے گا جبکہ وہ تو خود اپنے فیصلوں کا تاوان ادا کررہا ہے۔ یہ سب کچھ سوچتے سوچتے اس کا دماغ شل ہونے کو تھا مگر وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پارہا تھا' ان کے اغراض ومقاصد کیا ہیں وہ کون ہیں اور اسے کہاں لے جارہے ہیں تب اسے احساس ہوا کہ اس نے تو کل دوپہر سے کچھ بھی نہیں کھایا۔

آخری مرتبہ اجیہ کے ساتھ جو ناشتا کیا تھا سو کیا تھا اس کے بعد اپنے گھر جاکر ممی اور سکندر صاحب کی جو باتیں سنیں تو لقمہ تک حلق سے اتارنے کو جی نہ چاہا مگر کب تک؟ آخر وہ انسان تھا اور بھوک ایک فطری ضرورت لہٰذا چاروناچار آگے سیٹ پر بیٹھے شخص کو مخاطب کیا۔

”مجھے پیاس لگ رہی ہے اگر تھوڑا سا پانی مل جاتا تو……“ کھانے کا وہ پھر بھی نہیں کہہ پایا تھا۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں' ہمیں تمہاری طرف سے اسی بات کا انتظار تھا۔“ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے شخص نے پانی کی بوتل اس کی طرف بڑھائی۔

”یہ لو جتنا پانی اس میں ہے' پی لو پھر کہیں گاڑی روک کر تمہیں کھانا بھی کھلاتے ہیں۔“ اربش نے اس کے ہاتھ سے بوتل پکڑی جو آدھی بھری ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد کھانا کھلانے کا سن کر اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ وہاں سے کسی بھی طرح فرار ہونے کی کوشش کرے گا یا مدد کے لیے پکارے گا مگر یہ سب ڈیپنڈ کرتا تھا اس بات پر کہ وہ جگہ کیسی ہے اور وہاں لوگ کس طرح کے ہیں' اب اس کی امیدیں اس جگہ سے وابستہ تھیں جہاں کھانے کے لیے ٹھہرا جاتا۔ اسی امید پر اس نے پانی کی بوتل کا ڈھکن اتارا اور منہ لگا کر گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔ بھوک تو لگ ہی رہی تھی لیکن پیاس کا احساس کس قدر شدید تھا یہ اندازہ اسے پانی کو اپنے سامنے دیکھ کر ہوا' جبھی وہ اپنی پیاس بجھانے لگا تھا لیکن اس کے چند ہی لمحوں بعد اسے اپنا سر بھاری لگنے لگا تھا۔

اسے لگا کہ شاید تمام رات آرام نہ کر پانے کے باعث اس پر تھکاوٹ کا غلبہ اس قدر رہا کہ اب تو اس کے لیے اپنی آنکھیں کھلی رکھنا بھی مشکل ہورہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بمشکل اپنی آنکھیں کھلی رکھنے کی جدوجہد کرتا اربش چند ہی لمحوں میں اس کوشش میں ناکام ہوکر سیٹ پر ہی غافل ہوگیا۔ ہوش آیا تو تب جب وہ کسی اور جگہ پر منتقل ہوچکا تھا اس کی نیند تو کبھی بھی اتنی پکی نہ تھی بلکہ وہ تو ہمیشہ ذرا سی آہٹ پر جاگ جانے والوں میں سے تھا پھر کیسے وہ گاڑی میں سویا رہا پھر اسے گاڑی سے نکال کر یہاں تک لایا گیا اور پھر بھی اس کی آنکھ نہ کھلی تو یقیناً دال میں کچھ کالا تھا۔ اسے اب احساس ہوا تھا کہ پانی کی جو بوتل اسے دی گئی تھی یقینی طور پر اس میں کوئی ایسی نشہ آور دوا ملائی گئی تھی جس کے باعث وہ ہوش وخرد سے بیگانہ ہوگیا تھا۔

لیکن اب آگے کیا ہونے والا ہے؟ یہ سوچ ذہن میں آتے ہی وہ اپنی جگہ سے اچھل کھڑا ہوا تھا۔ وہ کسی طور پر بھی وقت ضائع کرکے معاملہ مزید بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے کمرے کا بغور جائزہ لیا تو احساس ہوا کہ یہ وقتی استعمال کے لیے سجایا گیا کمرہ نہیں ہے بلکہ یہ کسی کی رہائش ہوسکتی ہے۔ اس نے سب سے پہلے بیڈ سے اتر کر دروازہ کھولنے کی کوشش کی جو اس کی توقع کے عین مطابق بند تھا اب اس نے مڑ کر کمرے کا جائزہ لینا شروع کیا۔

یہ کسی حد تک ایک کشادہ کمرہ تھا بیڈروم سیٹ سے مزین کمرے میں اٹیچ باتھ بھی موجود تھا۔ بیڈ کے بالکل سامنے والی دیوار کے ساتھ ٹی وی نصب کیا گیا تھا جس کے ساتھ اس کی کوئی تار وغیرہ موجود نہ ہونے کے باعث اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ ابھی اس کو استعمال نہیں کیا گیا۔ دیوار کے ساتھ ہی لکڑی کی بنی وارڈ روب میں سوائے چند ہینگروں کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ دیواروں اور کھڑکیوں پر خوب صورت پردے لگے ہوئے تھے یعنی کہ اس کمرے کو وقتی طور پر رہائش کے لیے استعمال کیا جاتا ہوگا یا ہوسکتا ہے ویک اینڈ گزارنے کے لیے یہ جگہ مختص ہو۔ اس نے کمرے میں ٹہلتے ہوئے اندازہ لگایا اور پھر کھڑکیوں سے پردے ہٹا کر اس جگہ کے محل وقوع کا اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس وقت وہ کہاں ہے اور اسی لیے اسے وہ پانی پلایا گیا تھا تاکہ وہ کسی بھی صورت جان نہ سکے کہ اسے کون سے علاقے میں رکھا گیا ہے۔ مگر پردہ ہٹاتے ہی اسے اس بات پر شدید حیرت ہوئی کہ وہ خلاف توقع کسی سنسان بیابان یا پہاڑی علاقے میں موجود نہیں تھا بلکہ یہ ایک رہائشی علاقہ تھا جہاں ایک کشادہ سڑک کے اس پار قطار سے مختلف گھر تعمیر کیے گئے تھے مگر اردگرد کئی گھر ابھی زیرتعمیر بھی تھے جس کی وجہ سے ریت بجری اور اینٹیں وغیرہ وافر مقدار میں نظر آرہی تھیں یعنی اگر وہ کسی طریقے یہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو بھی جاتا تو کسی سے مدد مانگنے کے چانسز بھی موجود ہیں اور اگر یہ کوئی رہائشی علاقہ تھا تو پھر یقینی طور پر سڑک بھی یہیں کہیں نزدیک ہی ہوگی یعنی اگر وہ حاضر دماغی سے کام لے اور اللہ کا ساتھ حاصل رہے تو وہ یہاں سے بآسانی باہر نکلنے میں کامیاب ہوسکتا ہے' اس نے طمانیت کا ایک گہرا سانس لیا۔

امید کی ایک نئی کرن جو اسے نظر آئی تھی وہ اس کے

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

ماہنامہ آنچل
ماہنامہ حجاب کراچی

(ایک ساتھ منگوانے پر)

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کرینگے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرسالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 700 روپے

امریکا' کینیڈا' آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

7000 روپے

میڈل ایسٹ' ایشیائی' افریقہ' یورپ کے لیے

6000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ' منی آرڈر' منی گرام
ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔
مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کرسکتے ہیں۔

رابطہ: طاہر احمد قریشی……0300-8264242

نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز

کمرہ نمبر: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔
فون نمبرز: +922-35620771/2

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

circulationngp@gmail.com

لیے بہت ہمت افزا تھی لہٰذا دوبارہ سے کھڑکیوں کے پردے پہلے کی طرح برابر کیے اور آرام سے چلتا ہوا بیڈ پر آبیٹھا۔ وہ اپنے ذہن میں سارا سلسلہ ترتیب دے رہا تھا کہ اسے کس طرح یہاں سے نکلنے کی تدبیر کرنی چاہیے اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ناکامی کی صورت میں اس کی جان بھی جاسکتی ہے مگر وہ خود کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے بھی کہ وہ اپنے آنے کے بعد اجیہ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ آیا تھا اسے اجیہ کی بہت فکر تھی وہ جانتا تھا کہ اجیہ کسی بھی طور اس کے بیرون ملک جانے کے حق میں نہیں تھی۔

''اربش...... تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ تم جب تک بیرون ملک نہ جاؤ گے تب تک میں اور تم ایک ساتھ خوش نہیں رہ پائیں گے؟'' آخری رات جو اس نے اجیہ کے ساتھ گزاری تھی اس میں کھانا کھانے کے بعد اجیہ اپنے اور اس کے لیے چائے بنا کر لائی اور اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

''شاید اس لیے کہ تب تک میں اس احساس کا شکار رہوں گا کہ میں نے تمہیں تمہاری خواہش کے مطابق معیار زندگی دینے کے بجائے اس سے بھی کہیں نچلی سطح پر لا بٹھایا ہے۔'' اربش نے سچائی سے ہمیشہ کی طرح اعتراف کیا تھا۔

''باوجود اس کے کہ میں آدھی روٹی کھا کر بھی خوش رہنے کا وعدہ کروں مگر شرط یہ ہو کہ وہ آدھی روٹی مجھے تمہارے ساتھ نصیب ہو؟'' اپنا کپ اٹھاتے ہوئے اس نے اربش کو قائل کرنا چاہا تھا۔

''یہ سب جذباتی باتیں ہیں اجیہ' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہماری زندگیوں میں شروع ہونے والے بیشتر مسائل پیدا ہی معاشرتی حالات کے بہتر نہ ہونے کی وجہ سے ہیں۔ پیار محبت اور عشق و شق کی باتیں بھی تبھی دل کو بھاتی ہیں جب حلق سے لقمہ اترتا ہے' بھوکے پیٹ انسان گناہ تو آسانی سے کرسکتا ہے لیکن محبت کرنا شاید مشکل ہے۔'' یہ اربش کا اپنا نقطہ نظر تھا جس سے اجیہ مکمل طور پر متفق نہ تھی۔

کبھی اسے لگتا کہ شاید خود اربش کے لیے اس طرح کی زندگی گزارنا ناممکن ہے اس لیے وہ جلد از جلد پہلے جیسی نہ سہی کچھ بہتر زندگی چاہتا ہے لیکن پھر اس خیال کو جھٹک دیتی کیونکہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ جو کچھ کررہا ہے صرف اور صرف اس کی محبت میں کررہا ہے اور یہی محبت تھی کہ خود سے زیادہ وہ اجیہ کے لیے فکرمند تھا اور ویسے بھی نکاح کے بعد وہ اس کی ذمہ داری تھی۔ حسن اب تک اجیہ کے پاس پہنچ کر سب کچھ اسے سمجھا چکا ہوگا اور یقیناً اپنے گھر بھی لے گیا ہوگا یہ واحد بات تھی جو اسے اطمینان دلا رہی تھی۔

اسی دوران دروازے میں چابی گھمانے کی آواز آئی اور اگلے ہی لمحے دروازہ کھول کر وہی شخص جو ڈرائیونگ کررہا تھا اندر داخل ہوا اور اسے جاگنے کے باوجود اطمینان سے بیٹھا دیکھ کر حیران رہ گیا۔

''ہاں بھئی شہزادے' سناؤ کیا حال احوال ہیں؟'' ہلکے پھلکے انداز میں بات کرتے وہ اس کے قریب آیا۔

''ایک اغوا کردہ شخص کا کیا حال ہوسکتا ہے' کیا تم نہیں جانتے؟'' اربش کا لہجہ پہلے کی نسبت انتہائی روکھا تھا' ورنہ پہلے وہ ایک امید لیے ان دونوں سے بہترین طریقے سے بات کرتا آیا تھا اس کی بات پر ایک قہقہہ کمرے میں گونجا۔

''دراصل مجھے حیرت اس بات پر ہوئی کہ میں تو یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ شاید تم آنکھ کھلنے کے فوراً بعد دروازہ بجانے لگ جاؤ' کھڑکیاں توڑنے کی کوشش کرو یا چیخو چلاؤ لیکن تم تو میری توقع کے خلاف نہایت بودے نکلے۔ لڑکیوں کی طرح وہیں بیٹھے ہو جہاں ہم چھوڑ کر گئے تھے۔ ہونہہ...... کیسے مرد ہو تم؟'' اس شخص کے انداز میں طنز تھا شاید وہ اسے اشتعال دلانا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ اس کی بات پر اربش کسی شدید ردعمل کا اظہار کرے مگر اس معاملے میں بھی اربش اس کی توقعات پر پورا نہیں اترا اور کچھ دیر کے لیے خاموش رہنے کے بعد بولا۔

''شاید تم ٹھیک کہتے ہو میں نے بھی آج تک مردوں کو ایسے ہی دیکھا' بہادر اور ڈٹ جانے والے لیکن سارے مرد بھی تو ایک جیسے نہیں ہوتے ناں۔''

''مطلب؟'' وہ چونکا۔

''مطلب یہ کہ میں ذرا ڈرپوک سا انسان ہوں' رسک لینے سے ڈرتا ہوں' ہنگامے سے خوف کھاتا ہوں اور بس یوں سمجھو کہ پانی میں ڈوب جانے کے خوف سے بچنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے تک کی ہمت نہیں کرتا تو پھر ایسی صورت حال میں جبکہ جان جانے کا خطرہ میرے سر پر ہر لمحے منڈلاتا ہوا نظر آرہا ہو تو میں یہ ہمت کہاں سے لاتا کہ دروازہ پیٹتا یا کسی کو بھی مدد کے لیے بلانے کی کوشش کرتا۔'' اربش کا لہجہ آخری حد تک پست تھا' وہ خود کو دنیا کا سب سے ڈرپوک ترین انسان ظاہر کروانا چاہ رہا تھا۔

''حیرت ہے پھر تم سے کسی کو کیا خطرہ ہوسکتا ہے؟'' اس شخص نے اربش سے خود کلامی کے انداز میں سوال کیا جس پر اربش نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔

''یہ بات تو میں نہیں جانتا بلکہ میں خود بڑی حیرت میں ہوں اور یہی سوچ ذہن میں آتی ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ کسی اور کو اغواٗ کرنے کے چکر میں مجھے اٹھالیا گیا ہو جبکہ میرے پاس تو تاوان میں دینے کے لیے بھی کچھ نہیں ہے۔ ایک دوست نے رحم کھا کر میرے کاغذات بنوائے تھے اور میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ باہر مزدوری کرکے اس کے تمام روپے لوٹا دوں گا۔''

''نہیں تاوان کا کوئی چکر نہیں ہے۔'' اس اجنبی کی بات پر اربش چونکا کہ اگر تاوان کا بھی کوئی معاملہ نہیں تو پھر اسے یوں اغواٗ کرنے کا مقصد بھلا کیا ہوسکتا ہے مگر اس کے سامنے اپنے کوئی بھی احساسات ظاہر نہ ہونے دیئے۔

''یار تم تو بڑے ہمت والے ہو' یوں جس کو چاہو اغواٗ کرکے کچھ بھی کرسکتے ہو لیکن یہ تو کوئی میرے جیسے بندے سے پوچھے کہ دل پر کیا گزر رہی ہوتی ہے۔ یقین کرو خوف کے مارے تھوک تک نگلنا مشکل ہو رہا ہے اور دہشت ہی تھی جس کی وجہ سے جب سے مجھے ہوش آیا ہے اسی بیڈ پر بیٹھا ہوں۔'' اربش نے خود کو انتہائی بزدل ثابت کرنے کی تمام تر کوششیں کیں اور وہ اس میں کافی حد تک کامیاب بھی رہا تھا۔

''ارے ہمت والے کہاں' ہم بھی کوئی پیشہ ور اغواٗ کار نہیں ہیں۔ یہ تو بس کسی دوست نے کہا تو سوچا تھرل والا کام ہے کرنے میں بھلا کیا حرج ہے تو بس شروع ہوگئے۔''

''مطلب تم نے پہلی مرتبہ مجھے ہی اغواٗ کیا ہے؟''

''ہاں' یہی سمجھ لو۔'' بات کرکے وہ جانے کے لیے اٹھا۔

''سنو ایک بات کہوں؟'' اربش نے اسے باہر نکلتے دیکھا تو کہا۔

''ہاں بولو کیا بات ہے؟''

''مجھے بہت سخت بھوک لگ رہی ہے' کچھ کھانے کو مل جاتا تو اچھا تھا۔''

''ہاں بھائی کھانا ہی لینے گیا ہوا ہے' ہم دونوں کو بھی بہت بھوک لگ رہی تھی۔''

''کب تک آجائے گا وہ کھانا لے کر؟ میری تو یقین کرو بھوک سے جان نکل رہی ہے۔'' اربش نے یوں بے تکلفی سے اس سے بات کرنا شروع کی تھی جیسے ان کی آپس میں کوئی پرانی دوستی ہو۔

''دراصل میں نے تمہارے سامنے آج صبح سے صرف پانی ہی پیا ہے اور کل بھی بیرون ملک روانہ ہونے کی خوشی اتنی تھی کہ کچھ کھا ہی نہیں پایا' اب اگر کچھ دیر تک کھانے کو نہ ملا تو شاید بے ہوش ہوجاؤں۔'' اربش نے جان بوجھ کر آواز میں نقاہت پیدا کرنے کی کوشش کی۔

''زیادہ مسئلہ ہے تو بسکٹ لا دوں ورنہ آدھا گھنٹہ رک جاؤ تو وہ کھانا لے آئے گا۔''

''ہاں چلو ٹھیک ہے' جہاں اتنی دیر بھوکا رہا ہوں وہیں کچھ دیر اور انتظار کرلیتا ہوں۔'' بات کرتے ہی وہ تکیہ سیدھا کرکے چہرے پر بازو رکھے لیٹ گیا۔

''ویسے بھی آج کے دن کا مہمان ہے کھانا تو کھلانا ہی چاہیے پھر یہ جانے اور اسے اٹھوانے والے۔'' اجنبی نے بڑبڑاتے ہوئے دروازہ بند کیا اور چابی گھما کر تالا لگانے کے بعد مطمئن ہوگیا اس کے جانے کے فوراً بعد اربش ایک بار پھر اٹھ بیٹھا تھا۔ وہ دل ہی دل میں خود کو بہتر اداکاری

کرنے پر داد دے رہا تھا' اس شخص کو جان بوجھ کر بھوک کا بتانے سے اربش کو اندازہ ہوگیا تھا کہ اس وقت گھر میں صرف دو ہی اشخاص موجود ہیں' ایک وہ شخص اور دوسرا وہ خود یعنی اربش۔

تیسرا شخص اس وقت کھانا لینے گیا تھا جو کم از کم آدھا گھنٹہ بعد آئے گا اور یہ لوگ بھی اس فیلڈ میں کوئی تربیت یافتہ لوگ نہیں ہیں یہ اس کی بات چیت سے ہی اربش کو بھی بخوبی سمجھ آگیا تھا یعنی رسک لینے کا یہی بہترین وقت تھا قبل ازیں کہ اس کا ساتھی کھانا لے کر آجاتا۔ یہی سوچ کر وہ فوراً سے اٹھا اور ہر کھڑکی سے پردہ ہٹا کر اس کی صورت حال دیکھنے لگا مگر بدقسمتی سے ساری کھڑکیوں پر ہی باہر سے گرل لگی ہوئی تھی اور سڑک پر کوئی ایک بھی شخص نظر نہیں آرہا تھا جس سے وہ مدد کی درخواست کرپاتا یا اشارتاً پولیس کو اطلاع دینے کا ہی کہہ دیتا۔ اب ایسا کیا کیا جائے کہ وہ کسی بھی طریقے سے اس قید سے فرار ہوسکے کیونکہ فی الحال وہ کچھ بھی نہیں جانتا تھا کہ آخر اسے کس مقصد کے لیے اغواٗ کیا گیا تھا اور کسی کو کیا فائدہ ملنے والا تھا اور فرار کی جو بھی کوشش کی جانی تھی وہ اسی آدھے گھنٹے میں ہی کرنی تھی تاکہ پکڑے جانے کا امکان کم سے کم ہوتا لیکن ابھی اس کے ذہن میں موجود فرار ہونے کے حوالے سے جو سوالیہ نشان تھا وہ جوں کا توں کھڑا تھا اور فی الحال وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پارہا تھا کہ کیا کیا جانا چاہیے تب اس نے کھڑکی سے آسمان کو دیکھا۔ صاف شفاف نیلا آسمان دیکھ کر اسے پتا نہیں کیوں ممی کی یاد آئی۔

صبح اسکول میں سائنس کا ٹیسٹ تھا اور دس سالہ اربش کی بالکل تیاری نہیں تھی جس دن ٹیچر نے یہ ٹاپک سمجھایا تھا اس دن وہ اسکول نہیں گیا تھا اور وہ ان طالب علموں میں سے تھا جو رٹا مارنے کے بجائے سمجھ کر پڑھنا چاہتے تھے کیونکہ ممی نے شروع سے اسے گھر میں اسی طرح پڑھایا تھا لہٰذا آج اس کی پریشانی تو بنتی تھی۔ صحن میں میز کرسی رکھے اربش کی جب کسی طرح اس کی امید کے مطابق تیاری نہ ہوسکی تو اس نے کتابیں بند کیں اور آسمان کی طرف چہرہ کرکے اللہ سے دعائیں مانگنے لگا' ممی کچن کی کھڑکی سے اسے ہی دیکھ رہی تھیں لہٰذا فوراً باہر آئیں اور بولیں۔

''بیٹا اللہ سے دعا مانگنے کے لیے سر اٹھانا نہیں' سر جھکانا لازم ہے اور اللہ کو آسمانوں میں نہیں اپنے دل میں تصور کرو پھر دیکھنا وہ تمہارے دل کی سب باتیں' سب خواہشیں اور سب پریشانیاں ایک مہربان دوست کی طرح سنے گا۔ تمہیں دلاسہ دے گا اور تمہاری ہر الجھن سلجھادے گا۔'' اور تب اربش نے سوچا کیا واقعی ایسا ہی تھا۔

آج بھی آسمان کو دیکھ کر جب ممی کی یاد آئی تو وہ بے اختیار یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا کہ ''اللہ نے بندے سے اپنی محبت کی مثال دینے کے لیے ماں کے رشتے کو بیان کیا'' تو کیا ممی کو بھی یہ خیال آیا ہوگا کہ وہ آج کل کتنی مشکلات میں گھرا ہوا ہے اور آج وہ تنہا اس بند کمرے میں موجود کتنا بے بس محسوس کررہا ہے خود کو۔ کیا ان کے لاشعور میں ایسا کچھ ہوا ہوگا کہ وہ بے اختیار میرے لیے دعائیں کرنے لگیں اور ان کی دعا سے اللہ مجھے اس مشکل سے نکال لے۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ دنیا کے باقی تمام رشتے جتنے بھی محبت کرنے والے یا نزدیکی کیوں نہ ہوں مگر مشکل وقت میں دعا کے لیے خیال صرف ماں باپ کی طرف ہی سب سے پہلے جاتا ہے سو اس کا بھی پہلا دھیان ممی ہی کی طرف گیا تھا اور ان کے علاوہ سوچنے کے لیے اس کے پاس اجیہ کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

✿......✿......✿

''اربش منشیات فروشی کے جرم میں پکڑا گیا ہے۔'' یہ خبر شرمین کی زبانی کسی بم کی طرح ان کے سر پر پھٹی تھی' یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ بیٹا جو اُن کی تربیت ونگرانی میں پل کر جوان ہوا ہو۔ اپنے اچھے برے کی تمیز رکھتا ہو' باشعور ہو' وہ ایسے کسی قابل اعتراض سرگرمیوں میں ملوث پایا جائے وہ اور بوا دونوں ہی اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہ تھیں۔

''کچھ بھی ہوجائے شرمین...... میرے بیٹے پر کتنا ہی مشکل اور کڑا وقت کیوں نہ آجائے لیکن مجھے اس پر اتنا اعتماد ضرور ہے کہ وہ کبھی بھی اتنا گھٹیا اور غلیظ کام نہیں کرسکتا

اس بات کا تو سو فیصد یقین ہے ہمیں۔'' بوا نے بھی شرمین کی طرف سے سنائی گئی خبر فوری رد کردی تھی۔

''دیکھیں آپ لوگ جذباتی ہورہی ہیں۔'' شرمین کو اپنی تعریفوں اور سراہتے کلمات کی بجائے یہ سب سننے کو ملا تو اسے ہرگز اچھا نہیں لگا تھا۔

''باوجود اس کے کہ آپ جانتی ہیں کہ وہ اجیہ سے اتنی شدید محبت کرتا ہے کہ اس کی خاطر تو اس نے آپ کو بھی چھوڑ دیا' یہ سوچا تھا کبھی کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے؟'' ممی اور بوا کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا کیونکہ واقعی وہ درست کہہ رہی تھی۔

''تو پھر جبکہ وہ اجیہ کی خاطر آپ دونوں کو بھی چھوڑ سکتا ہے تو کیا وہ اجیہ کی خوشی کی خاطر اپنا معیار زندگی بلند کرنے کے لیے اس کالے دھندے کا حصہ نہیں بن سکتا؟'' شرمین کی بات میں وزن تھا لیکن اس کے باوجود ان کا دل یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھا کہ اربش اس حد تک جاسکتا ہے۔

''کاش...... میں نے اربش کی پسند کو اپنی پسند مان لیا ہوتا تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا' نہ اربش کو در در کی ٹھوکریں کھانی پڑتیں نہ ہم خوار ہوتے۔'' سڑک پر سے توجہ ہٹائے بغیر ممی نے اسٹیئرنگ پر گرفت مضبوط رکھتے ہوئے کہا تو شرمین مزید برا مان گئی۔

''معاف کیجیے گا ممی' مگر میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اجیہ جس نے آپ سے آپ کا بیٹا چھینا' آپ کو دکھ دیا اربش کے ذریعے مڈل کلاس ہونے کے باوجود اونچے گھرانے کا حصہ بننے کا غلط طریقہ اختیار کیا پھر بھی آپ اسے سپورٹ کررہی ہیں اور مجھے کسی خاطر میں لا ہی نہیں رہیں۔'' دل کا شکوہ آخرکار زبان پر آ ہی گیا۔

''تمہاری اہمیت میرے دل میں کیا ہے یہ اگر تم جانتیں تو کبھی ایسی شکایت نہ کرتیں۔'' ممی نے بیک مرر سے شرمین کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ویسے شرمین ایک بات میں کافی دیر سے سوچ رہی ہوں لیکن مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ اربش کے منشیات اسمگلنگ کرتے ہوئے پکڑے جانے کی اتنی ٹھوس اطلاع جسے تم کسی طور جھٹلانے یا غلط قرار دینے پر بھی تیار نہیں ہو' آخر تمہیں کس نے دی ایسا کون ہے جو تمہیں اتنی مصدقہ خبر دے رہا ہے اور کیوں......؟'' بوا نے اپنے ذہن میں کلبلاتے سوال بغیر کسی بھی لگی لپٹی کے سب کے سامنے رکھ دیئے تھے اور ان کی بات پر ممی بھی چونکی تھیں' یہ سب ان کے تو ذہن میں آیا ہی نہیں تھا' انہوں نے ایک بار پھر عقبی سیٹ پر بیٹھی شرمین کو شیشے میں سے دیکھا یہ بات یقیناً اس کی بھی توقع کے خلاف تھی اور یہ احساس اس کے چہرے پر نمایاں نظر آرہا تھا۔

❁......✿......❁

غزنی کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی اور اطمینان کی بات اور کیا ہوسکتی تھی کہ اس کے کہنے پر اربش کو ائرپورٹ سے ایک نجی رہائش گاہ میں منتقل کردیا گیا تھا۔ یہ کام کوئی بہت آسان نہیں تھا بلکہ اس کے لیے اسے اپنے تمام دوستوں کے ناموں کی فہرست کھنگالنی پڑی تھی جو ائرپورٹ کی حدود کے اندر کام کرتے تھے اور ایسے کئی ناموں سے اس کی واقفیت اس لیے بھی تھی کہ اس کا کام ہی ٹریول ایجنسی کا تھا سو کبھی کبھار کوئی معلومات حاصل کرنے کے لیے ان سے مدد لیتا رہتا تھا مگر اسے لگتا ہی نہیں تھا کہ واقعی وہ اتنے بہترین طریقے سے اس کام کو نمٹا بھی لیں گے مگر اس وقت وہ اسپتال میں حنین سے ملنے کے لیے امی کے کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ اسے اوکے کا فون آیا یعنی اس کا بتایا گیا کام جس بھروسے پر سونپا گیا تھا۔ وہ ہوچکا ہے اور اب جلد از جلد آ کر اسے وصول کرلے۔ یہ خبر سننے کی دیر تھی کہ اس نے فوراً شرمین کو فون کرکے مبارک باد دیتے ہوئے یہ خبر سنائی اور خود الٹے پاؤں اسپتال سے نکل کر اس دوست کی طرف جانے کے لیے موٹر سائیکل بھگانے لگا وہ اربش کے ساتھ وہ کچھ کرنا چاہتا تھا کہ اجیہ تمام عمر اسے یاد کرکے رونا بھی چاہتی تو آنسو اس کی محبت میں نہیں اس کی بے وفائی پر بہتی۔ اجیہ نے جو دکھ غزنی کو گھر سے عین بارات والے دن فرار ہوکر دیا تھا اس دکھ کا بدلہ سود سمیت لوٹانے کا وقت آن پہنچا تھا۔

❁......✿......❁

حنین ایمرجنسی میں موجود ڈاکٹر کو اپنے ساتھ لے کر آئی تو اماں کو سامنے کھڑا دیکھ کر فوراً ٹھٹک گئی' اسے لگا تھا کہ وہ اجیہ کو دیکھ کر سخت ردعمل دیں گی مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی غیر موجودگی میں اجیہ ان سے معافی مانگ چکی ہے۔ ڈاکٹر نے امی کو آنکھیں کھولا دیکھا تو خوشی کا اظہار کیا' قریبی موجود مانیٹر کے مطابق ان کا بلڈ پریشر' باڈی ٹمپریچر اور نبض بالکل نارمل تھیں۔

''مبارک ہو...... آپ سب کو بہت مبارک ہو' اللہ نے آپ سب کی اور خصوصاً حنین کی دعائیں سن لیں جو وہ ہمیشہ ان سے لگ کر مانگتی رہتی تھی۔'' ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے امی کی فائل کھولی اور پہلے سے لکھی دوائیوں میں سے کچھ کاٹ کر چند نئی ادویات کا اضافہ کیا۔

''اب آپ انہیں نارمل خوراک دے سکتے ہیں لیکن خیال رہے کہ شروع کے دنوں میں غذا ہلکی ہو' اس کے علاوہ انہیں فی الحال سہارے سے چلانے کی کوشش کریں۔ ہوسکتا ہے کہ پہلی دوسری مرتبہ یہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہوپانے کی شکایت کریں لیکن یہ نارمل ہوگا۔ اتنے وقت کے بعد یہ کھڑی ہوں گی تو شاید چکر بھی آئیں' آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنے لگے مگر یہ سب پریشانی کی علامات تصور نہیں کی جائیں گی۔'' ڈاکٹر نے وہاں موجود نرس کو ان کا یورین بیگ اور فوڈ پائپ نکالنے کا کہا اور ساتھ ہی حنین سمیت باقی سب کو ہدایات دیں۔

''یعنی کہ ہم امی کو گھر لے کر جاسکتے ہیں؟''

''ضرور' کیوں نہیں؟'' ڈاکٹر خوش دلی سے مسکرایا۔

''لیکن ابھی ایک دو ٹیسٹ کرنا ضروری ہیں' بہتر ہوگا کہ وہ ٹیسٹ کروا کر ان کی رپورٹ آنے تک آپ انتظار کرلیں۔''

''جی ڈاکٹر صاحب' کیوں نہیں۔ ہم امی کو مکمل صحت یاب کروا کر ہی گھر لے جائیں گے۔'' حنین نے مسکرا کر تائید طلب کرنے کے انداز میں اجیہ کو دیکھا جو اماں کے گلے لگ کر اپنی خوشی کا اظہار کررہی تھی حنین نے سکون کا سانس لیا کہ کم از کم اماں نے ہنگامہ کھڑا نہیں کیا اور ان دونوں کے جو بھی آپسی معاملات تھے وہ اس کے آنے سے پہلے ہی طے پاچکے تھے۔ امی کی صحت یابی واقعی ان سب کے لیے معجزہ تھی۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد وہ اختیار امی کے گلے لگ گئی' تکیے سے ٹیک لگا کر انہیں پہلے کچھ دیر کے لیے بٹھایا اور اب گھنٹے ڈیڑھ بعد چلانے کا بھی ارادہ کیا گیا۔ اماں نے خوشی خوشی سب سے پہلے ابا کو اور پھر غزنی کو فون کرکے خوش خبری سنائی تو وہ بے حد خوش ہوئے اور فوراً اسپتال پہنچنے کا کہا۔

''اجیہ بیٹا اب جبکہ تمہاری امی صحت یاب ہوچکی ہیں اور خوشی کی اس خبر کو سنتے ہی تمہارے تایا ابو اور غزنی ہسپتال آرہے ہیں تو میں چاہتی ہوں کہ تم فی الحال غزنی کے سامنے نہ آؤ۔ میں پہلے اس سے خود ساری بات کرنا چاہتی ہوں تاکہ وہ تمہیں دیکھ کر جذباتی نہ ہوجائے اور چیخنے چلانے نہ لگے۔'' اماں نے ایک درخواست کی جس کی سب نے تائید کی اور واقعی خود اجیہ کے لیے بھی غزنی کا سامنا کرنا مشکل تھا لہٰذا اس کے آنے پر سامنے نہ آنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ وہ اس بات پر بھی خوش تھی کہ فی الحال اس سے اس کی ذاتی زندگی یا سسرال کے متعلق کوئی بھی سوال نہیں کیا گیا تھا لیکن آخر کب تک؟ کوئی نہ کوئی کبھی نہ کبھی تو اس سے سوال کرے گا ہی تب وہ کیا جواب دے گی اور کیسے سب کو مطمئن کرے گی اس بارے میں تو ابھی اس نے سوچا تک نہیں تھا۔

مگر اب امی کو صحت یاب ہوتا دیکھ کر اسے لگتا تھا کہ دنیا کا کوئی مسئلہ اب مسئلہ نہیں رہا کیونکہ اس کے لیے دعا کرنے والے ماں کے ہاتھ سلامت تھے اور جب تک ان کی دعائیں ساتھ رہیں گی وہ سب کچھ پالے گی' حاصل کرلے گی اور تمام مشکلیں خود بخود آسان ہوتی چلی جائیں گے ویسے بھی اسے ابھی سکندر صاحب کا سامنا کرنے کا مشکل مرحلہ بھی طے کرنا تھا جس کے لیے وہ خود کو ذہنی طور پر تیار کرنے کی کوشش کررہی تھی کیونکہ یہ مرحلہ مشکل اور اہم ترین تھا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ وہ ان سے معافی مانگے

گی اور اس وقت تک ان کے سامنے ہاتھ باندھے بیٹھی رہے گی جب تک وہ اسے معاف نہ کردیں۔

''شاید غزنی آتا ہی ہوگا' اجیہ آؤ میں تمہیں کچھ دیر کے لیے سسٹرز کے کمرے میں بیٹھا آؤں۔'' حنین نے اٹھتے ہوئے اجیہ کو کہا' اجیہ نے اٹھنے سے پہلے امی کی طرف دیکھا' انہوں نے بھی گردن ہلا کر حنین کی تقلید کرنے کو کہا تو وہ اٹھ کر حنین کے ساتھ اس کمرے سے باہر نکل آئی۔

''ہنی کیا میرے جانے کے بعد بابا جانی کے رویے میں کوئی تبدیلی آئی تھی؟'' راہداری میں چلتے ہوئے اجیہ نے رک کر سوال کیا تو حنین نے کچھ سوچتے ہوئے لب بھینچے۔

''ہاں' تمہارے جانے کے بعد بابا جانی کے رویے میں واضح تبدیلی آئی تھی۔''

''کیا...... کیا واقعی تم سچ کہہ رہی ہو؟'' اجیہ کے لیے یہ جواب ناقابل یقین اور خلاف توقع تھا۔

''ہاں اجیہ...... ان کا رویہ پہلے سے زیادہ برا ہوگیا ہے مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میرے اور ان کے درمیان بہت زیادہ اجنبیت حائل ہوگئی ہے۔'' یک ٹک اجیہ کی آنکھوں میں نمودار ہونے والی روشنی بجھ گئی تھی۔

''مجھے لگتا ہے وہ مجھے بوجھ سمجھنے لگے ہیں' تائی امی کو بھی انہوں نے مجھے رخصت کروا کر گھر لے جانے کا کہا' صرف پیسے خرچ ہونے کے خوف سے وہ تو امی کو بھی اسپتال سے گھر لے جانا چاہتے تھے مگر پھر میں اور تائی امی ان کے اس فیصلے کی مخالفت میں کھڑی ہوگئے تھے۔'' جواباً اجیہ خاموش تھی بغیر کچھ بتائے' کچھ پوچھے' اس نے حنین کی بات پر کوئی تبصرہ تک نہیں کیا تھا۔

''لیکن تم یہ سب کیوں پوچھ رہی ہو اجیہ' جبکہ تم جانتی بھی ہو کہ وہ کس مزاج کے ہیں۔''

''بس یونہی' مجھے لگتا تھا کہ شاید اتنی بڑی مشکل جو میرے یوں گھر سے چلے جانے پر ان کے سامنے آئی تو شاید ان کے مزاج میں کوئی تبدیلی آئی ہو شاید وہ نرم پڑ گئے ہوں یا شاید انہیں اپنے رویے کی سختی کا احساس ہوا ہو۔'' اجیہ نے آہستگی سے اپنی امید ٹوٹنے کے دوران بتایا تو حنین پھیکی ہنسی ہنس دی۔

''یہ ہمارے بابا جو ہیں ناں اجیہ' یہ کبھی بھی نہیں بدلیں گے اس لیے ایسی کسی خواہش اور امید کو اپنے دل میں جگہ نہ دو تو بہتر ہے۔''

''میں اس حقیقت کو تسلیم کرچکی ہوں ہنی۔''

''کیسی حقیقت؟ میں سمجھی نہیں۔'' بات کرتے ہوئے وہ دونوں کچھ دیر کے لیے مریضوں سے ملنے والوں کے لیے بنائی گئی انتظارگاہ میں بیٹھ گئی تھیں۔

''یہی کہ ہم جو والدین سے بدلنے کی توقع رکھتے ہیں ناں تو بہت غلط کرتے ہیں وہ جس مزاج اور عادات کے ساتھ اپنی عمر گزار چکے ہوں تو بھلا اپنی عمر کی چار پانچ دہائیاں ایک ہی طرز کے ساتھ گزارنے کے بعد وہ کیسے خود کو بدلنے پر راضی ہوں۔''

''تم...... کہنا کیا چاہتی ہو کیا یہ کہ بابا جانی کا آج تک جو بھی رویہ رہا وہ بالکل درست تھا؟'' حنین سمجھ نہیں پارہی تھی کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔

''نہیں...... بلکہ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آج تک جو بھی میرا رویہ رہا' بابا کے معاملے میں وہ یقیناً غلط تھا۔'' اجیہ نے اعتراف کیا' حنین کو اس کی باتوں پر حیرت ہوئی اس لیے کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی کہ جب سب کچھ ٹھیک ہوتے ہوئے ایک دم سب کچھ غلط ہونے لگے تب زندگی میں کی گئی تمام غلطیاں سامنے آنے لگتی ہیں اور احساس ہوتا ہے کہ اس وقت کون سی غلطی کی سزا کس طریقے سے مل رہی ہے اور اب جب اسے زندگی نے ہر طرح سے معلق کردیا تھا تو وہ بار بار اپنے ذہن میں زندگی بھر میں خود سے ملنے والے لوگوں کے ساتھ اپنے رویے کا موازنہ کرتی۔ بارہا سوچتی کہ اس نے اپنی زندگی میں کس سے غلط سلوک روا رکھا جس کی سزا اسے یوں دی جارہی ہے۔ ایسے میں بارہا کی گئی کوششیں بھی کوئی ایسا نام ذہن میں نہ لاتیں جس کے ساتھ کیے سلوک پر اس کو پچھتاوا ہوتا یا لگتا اس نے کسی کو دکھ دیا ہو بلکہ اس نے تو شرمین تک کے خلاف کوئی ایسا اقدام کرنے کی کوشش نہیں کی جس پر آج وہ اپنا دل بوجھل محسوس کرتی۔

وہ تو اس کے سامنے بھی ہمیشہ ہی دفاعی پوزیشن پر رہی تھی پھر ایسا کیا کیا تھا اس نے کہ اس کی زندگی سے نہ صرف رشتے چھن گئے تھے بلکہ خوشیاں بھی روٹھ گئی تھیں' وہ جب جب اس بات کا کوئی نتیجہ اخذ کرنے کا سوچتی اس کے ذہن میں سکندر صاحب کے سوا کچھ بھی نہ آتا۔

وہ سخت گیر' کنجوس اور شکی مزاج تھے جو کچھ بھی تھے لیکن آخر کو باپ تھے اور اللہ نے انہیں اس منصب پر فائز کرنے کے ساتھ ہی ان کی اولاد سے ان کے سامنے اُف تک نہ کرنے کا اختیار لے لیا تھا اور اس کے باوجود اس اختیار کو استعمال کرنے والے کو نہ صرف ناپسندیدہ قرار دیا تھا بلکہ ایسے شخص کی دنیا و آخرت کا مشکل ہونا بھی بتایا تھا مگر اجیہ نے ان کی مرضی کے خلاف نہ صرف نکاح کیا بلکہ انہیں اس صورت حال میں چھوڑ کر گئی کہ دنیا والے ان پر انگلیاں اٹھاتے۔ وہ اگر سخت گیر' کنجوس یا شکی تھے تو اس تمام بدسلوکی کے جواب دہ وہ بذات خود تھے۔ بیوی بچوں کے حقوق پورے کرنے میں تمام عمر کوتاہی کرتے رہے تو بھی کسی طور اختیار نہیں دیا تھا کہ بدلے میں وہ بھی جتنا ہوسکے ان سے بدسلوکی کرے جن کا احترام ان پر فرض تھا اور ایسا فرض کہ جس کے چھوٹ جانے کی سخت باز پرس تھی اور اجیہ جان چکی تھی کہ اس پر ٹوٹنے والے مشکلات کے پہاڑ شاید اسی وجہ سے تھے کہ وہ اپنے والد کو خفا کرنے کا سبب بنی اور ان کی کبھی عزت نہ کرپائی صرف ایک پہلو اس کی زندگی کا ایسا تھا جس پر وہ مطمئن نہ تھی اور خود کو موردالزام ٹھہراتی۔

''کیا تم بابا جانی سے معافی مانگنا چاہتی ہو؟'' حنین نے اس کے چہرے پر شکستگی کے آثار پڑھے۔

''اور...... اور کیا تم اپنے سسرال میں خوش نہیں ہو؟''

''ہاں حنین' میں بابا سے اپنے آج تک کے سب رویوں پر معافی مانگوں گی مگر ایسا نہیں ہے کہ میں اپنے سسرال میں خوش نہیں ہوں۔ اربش' ممی اور بوا سب لوگ بہت اچھے اور پیار کرنے والے ہیں لیکن میرے دل کو سکون نہیں ہے اور اس کی واحد وجہ مجھے بابا کی ناراضگی معلوم ہوتی ہے۔'' اجیہ نے آدھا جھوٹ اور آدھا سچ ملا کر پورا جواب دیا' جواباً حنین نے اسے سراہتی نظروں سے دیکھا وہ اس کے دل کی خوب صورتی کی پہلے بھی قائل تھی آج مزید ہوگئی تھی اور وہ خود جو آج کل سکندر صاحب کے خلاف دل میں غصہ بھرے بیٹھی تھی فوراً سے اپنا دل صاف کیا اور بے اختیار اجیہ کے گلے لگ گئی۔

''تم بہت اچھی ہو اجیہ...... بہت زیادہ اچھی اور دیکھ لو اسی لیے اللہ نے تمہیں اتنی بہترین زندگی' مثالی سسرال اور انتہائی پیار کرنے والا شوہر دیا ہے' تم واقعی اس کی حق دار تھیں۔''

''اچھا سنو' شوہر تو اللہ نے تمہیں بھی کوئی کم پیار کرنے والا نہیں دیا' سسرال بھی مثالی ہونے کی ضمانت اور زندگی بھی بہترین ہونے کی مکمل امید کے ساتھ۔'' اجیہ نے خود کو الگ کرتے ہوئے باہر کی طرف اشارہ کیا جہاں سے غزنی اندر کی طرف تیز قدموں سے آتا دکھائی دے رہا تھا۔

''اچھا تو پھر میں چلی اپنے ون اینڈ اونلی کے ساتھ' تم فی الحال کمرے میں رہنا میں تمہیں خود بلانے آؤں گی' اوکے؟'' وہ خوش دلی سے کہتے ہوئے ایک دم اسے دیکھنے کو مڑی اور جیسے غزنی کو دیکھتے ہی حنین کھل سی گئی تھی اور فوراً اٹھ کھڑی ہوئی جبکہ اجیہ نے دانستہ اپنا رخ دیوار کی طرف موڑ لیا تھا تاکہ غزنی کسی بھی طریقے سے اسے دیکھ نہ پائے حالانکہ وہ جانتی تھی کہ جو ہونا ہے ہوکر رہے گا ہزار احتیاطوں کے باوجود بھی ہوکر ہی رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے اس کے ساتھ ہو رہا تھا اور وہ بے بس تھی کچھ بھی نہیں کر پارہی تھی اور پھر اربش کے ساتھ معاملے میں تو وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بھی نہیں بیٹھ سکتی تھی اور نہ ہی اسے تلاش کیے جانے کا کوئی اشارہ اس کے ذہن میں اترا تھا۔ ایسے میں وہ یہ بات خود کو باور کروا چکی تھی کہ کسی کے بھی سامنے اسے اپنی کسی بھی مشکل' پریشانی کا اظہار نہیں کرنا...... جو پریشانی ہے وہ اس کی ذاتی ہے جسے وہ آخری وقت تک سب سے چھپا کر ہی رہے گی' ویسے بھی امی ابھی اتنی طویل بیماری سے ایک جنگ جیت کر صحت یاب ہوئیں تھیں ایسے میں انہیں مزید کوئی بھی دکھ دینا کسی طور ٹھیک نہ ہوتا۔

❀ ❀ ❀

''پچاس لاکھ......'' یہ ہندسہ کوئی معمولی ہندسہ نہیں ہے اور خاص طور پر اگر پچاس لاکھ کے ساتھ کسی کرنسی کا نام بھی استعمال ہوا اور وہ بھی اس صورت حال میں کہ جب یہ کرنسی پچاس لاکھ کی تعداد میں کسی کو دینی پڑے' بغیر کسی منافع و معاہدے کے۔ سکندر صاحب بھی رقعہ ملنے کے بعد سے حواس باختہ معلوم ہو رہے تھے' ان کی پریشانی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ بات مارکیٹ میں موجود کسی بھی دکان دار سے نہ تو شیئر کر سکتے تھے نہ مدد مانگ سکتے تھے کیونکہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ایسی صورت میں انہیں وہی دلائل پیش کیے جاتے جو چند دن پہلے وہ خود ان کے ذہنوں میں ڈال چکے تھے۔

اور یہی ان سے غلطی ہوئی جو بھی شخص کسی کو مشکل پریشانی یا بیماری میں دیکھ کر اس خیال اسے اس کی مدد نہیں کرتا کہ چونکہ وہ خود اس مسئلے کا شکار نہیں ہے اس لیے اسے کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو وہی شخص دھوکے مین ہوتا ہے اور جب اسے اس غلط فہمی کا احساس ہوتا ہے تب تک وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے اور ہاتھ میں بس تنہائی اور پچھتاوؤں کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ یہی کچھ سکندر صاحب کے ساتھ ہوا تھا انہیں واقعی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ دولت جسے انہوں نے آج تک سینت سینت کر رکھا دس روپے بھی کہیں خرچ کرنے سے پہلے ہزار دفعہ سوچا تو وہ اپنی حق حلال کی کمائی یوں مفت میں کسی کو بھی لے جانے کی اجازت کیسے دے دیں جبکہ اسی روپے پیسے کو انہوں نے بیوی بچوں سمیت دنیا کے ہر رشتے پر فوقیت دی تھی۔

''سکندر صاحب میرا تو خیال ہے کہ رقعہ بھیجنے والے کو رقم کی ادائیگی کر دی جائے کیونکہ جان ہے تو جہان ہے۔ آپ جیتے رہیں تو دولت پھر سے کمائی جائے گی' جمع بھی ہو جائے گی لیکن اگر اللہ نہ کرے اس شخص نے آپ پر گولی چلا دی تو یہ سب کچھ تو یہیں پڑا رہ جائے گا اور میرے منہ میں خاک لیکن اس سب کو استعمال کرنے کے لیے آپ خود موجود نہیں ہوں گے۔''

''بکواس بند کرو کم عقل' جاہل انسان...... تمہیں پتہ بھی ہے کہ پیسہ کیسے کمایا جاتا ہے ایک ایک روپیہ کبھی جمع کر کے دیکھنا کہ کتنا وقت لگتا ہے تب کہیں جا کر سو روپے بنتے ہیں پھر اس کے بعد یہی سو سو مرتبہ جمع ہوں تو ہزار صرف اور صرف ایک ہزار اور پھر یہ ہزار سو مرتبہ جمع ہوں ناں تب کہیں جا کر ایک لاکھ بنتا ہے اور یہ تو ایک لاکھ بھی نہیں پچاس لاکھ کا معاملہ ہے یعنی میں اپنی تمام عمر کی جمع پونجی اسے دے کر خود کنگال ہو جاؤں' سڑک پر آ جاؤں' ہاں بتاؤ بولو؟'' ملازم آخر ملازم تھا خاموش رہا' وہ کہہ بھی کیا سکتا تھا۔

''لیکن تم جیسے گنواروں کو کیا پتا کہ دولت کیا ہوتی ہے؟ تم نے تو آج تک کبھی ایک لاکھ روپے دیکھے بھی نہیں ہوں گے اور پچاس لاکھ...... ہونہہ پچاس لاکھ کا تو شاید تم نے لفظ بھی اپنی زبان سے آج ہی ادا کیا ہو۔'' انداز میں بے پناہ نخوت تھی۔ اسی دوران حنین کا فون آیا جس میں وہ امی کی طبیعت بہتر ہونے اور ان کے آنکھیں کھولنے کے متعلق بتا رہی تھی۔

''اگر اب وہ ٹھیک ہے تو ڈاکٹر سے کہہ کر بل بنوالو ورنہ مزید پیسے بنتے رہیں گے خوامخواہ۔'' انہوں نے اکتا کر کہا۔ امی کی صحت یابی ان کے نزدیک خوشی کی کوئی خبر نہ تھی بلکہ انہوں نے اس بات کو اسی طرح سنا جیسے کوئی عام سی بات ہو۔

''لیکن بابا جانی چند کاغذات پر آپ کے دستخط ضروری ہیں' اس لیے آپ کو یہاں آنا ہوگا۔'' حنین نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ایک تو یہ عورت بھی مستقل عذاب ہی بن گئی ہے میرے لیے تو...... بیمار تھی تو پیسہ کھاتی رہی' اب ٹھیک ہوگئی ہے تو جان ہی کھا لے گی شاید۔'' وہ بڑبڑائے۔

انہیں امی کے ٹھیک ہو جانے کی رتی برابر بھی خوشی اس لیے نہیں ہوئی تھی کہ اب ان کا اربش کی ممی کے ساتھ معاملہ اتنا آسان نہ رہ پاتا' حنین نے ان کی بڑبڑاہٹ سنی تو دل مزید برا ہوا۔

''آتا ہوں میں تھوڑی دیر تک اور سنو اپنا سامان سمیٹو

وہاں سے سارا میرے آنے تک۔'' انہوں نے ہدایت جاری کی' حنین نے جی اچھا کہہ کر فون بند کر دیا۔

''اب کھڑے کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو' جاؤ دفع ہو جاؤ جا کر دکان کے باہر بیٹھو۔'' ملازم کو اب تک وہیں کھڑے دیکھ کر ان کا پارہ مزید ہائی ہوا۔

''یہ لاکھوں کا معاملہ ہے نہ تم سمجھو گے نہ تمہاری کچھ پلے پڑے گا۔ اس لیے سب سے بہتر تو یہی ہے کہ میں بینک سے اپنے سارے پیسے ہی تقریباً نکلوا لوں اور کچھ عرصے کے لیے مہینہ دو مہینہ کہیں اور رہ کر آؤں پھر دیکھا جائے گا کہ کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے۔'' وہ کسی سے مشورہ کرنا نہیں چاہتے تھے اور بوکھلاہٹ میں جو ان کے ذہن کو سمجھائی دیا وہی کرنا چاہا۔ کاؤنٹر کے دراز کا تالا کھولا' بڑے دھیان سے چیک لکھا اور اس سے پہلے کہ جیب میں ڈالتے کسی کا فون آنے پر فون کی طرف متوجہ ہوئے اور وہیں سے بات کرتے کرتے موٹر سائیکل اسٹارٹ کر کے ملازم کو اشارے سے دکان کا دھیان رکھنے کا کہہ کر اسپتال کی طرف رخ کر لیا۔

❀ ❀ ❀

شرمین اب تک خاموش تھی' فوری طور پر اس سے کوئی بھی جواب بن نہیں پڑا تھا مگر بوا کا سوال یقینی طور پر اہمیت کا حامل تھا لہٰذا امی بھی شرمین کو عقبی شیشے سے دیکھ کر جواب کے انتظار میں تھیں۔

''واقعی شرمین یہ بات تو میں نے سوچی ہی نہیں کہ تم کیا کوئی صحافی ہو جو تمہارے ذرائع اتنے مضبوط ہیں کہ تم پہلے اربش کا گھر ڈھونڈنے میں بھی کامیاب ہوئیں پھر تم نے ایک ہی دن میں اربش کا پتا بھی چلا لیا کہ وہ کہاں ہے' کیوں ہے اور کس وجہ سے ہے؟ ایسا کون ہے شرمین جو تمہیں ان سب معاملات کی خبر دیتا ہے؟'' پہلو بدلتی شرمین کے لیے یہ مشکل وقت تھا کسی لڑکی کا کہتی تو شاید وہ ملوانے کا کہہ دیتیں۔ کسی لڑکے کا کہہ کر وہ ان کے سامنے اپنی پوزیشن کمزور نہیں کرنا چاہتی تھی' وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے متعلق ایسا سوچا جائے کہ وہ لڑکوں سے اس حد تک

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

ماہنامہ نئے اُفق

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کرینگے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زر سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے

امریکا' کینیڈا' آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

6000 روپے

مڈل ایسٹ' ایشیائی' افریقہ' یورپ کے لیے

5000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ' منی آرڈر' منی گرام ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جا سکتی ہیں۔
مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کر سکتے ہیں۔

رابطہ: طاہر احمد قریشی...... 0300-8264242

نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز

کمرہ نمبر 7' فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔
فون نمبر: +922-35620771/2

aanchalpk.com
aanchalnovel.com
circulationngp@gmail.com

بے تکلف ہے کیونکہ ایسی لڑکیوں کے بارے میں ممی اور بوا کی رائے سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔

"ارے نہیں ممی...... میں بھلا صحافی کیا' وہ دراصل میں ٹریول ایجنسی میں جاب کرتی ہوں ناں' اربش کے تمام سفری دستاویزات ہم نے ہی جمع کروائے تھے۔" اسے اور کچھ بھی جواب نہیں سوجھا تھا اس لیے سیدھی اور صاف بات کرنے میں کوئی حرج نہ سمجھا۔

"اگر ایسا تھا تو تم نے ہمیں تب کیوں نہ بتایا شرمین بیٹا کہ اربش بیرون ملک جانے کی تیاریوں میں ہے؟" ایک بار پھر وہ یہ بات کرکے پھنس گئی تھی۔

"میں اسے منالیتی' گھر واپس لے آتی' اس کی خوشی کے لیے اجیہ کو اپنا لیتی مگر اپنے بیٹے کو کبھی یوں روکھی سوکھی کھانے کے لیے نہ چھوڑتی۔" شرمین دانت بھینچے خاموش تھی۔

"ہائے میں وہ بدقسمت ماں ہوں جس نے صرف اور صرف اپنی انا اور ضد کی خاطر اپنے ہیرے جیسے بیٹے کو گھر سے نکال دیا' کاش شرمین تم مجھے بتادیتیں تو آج وہ اس نئی مصیبت میں نہ پھنسا ہوتا۔"

"وہ دراصل ممی مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ ہمارا والا رابش ہے جس کے تمام ڈاکومنٹس میں اپنے ہاتھوں سے فائل میں لگا رہی ہوں' پتا تو تب چلا جب میں نے اس کے بارے میں بڑی مشکل سے معلوم کروایا۔"

"لیکن شرمین' پتا ہے جب میں عمرہ پر گئی تھی تو دیکھا تھا کہ پاسپورٹ پر جانے والے مسافر کی تصویر لازمی لگی ہوتی ہے تو یعنی تم نے اسے تصویر دیکھ کر بھی نہیں پہچانا؟ جب کہ تم براہ راست اس سے کئی بار مل چکی ہو پھر تم نے اس کی تصویر دیکھ کر بھی اسے کیسے نہ پہچانا؟ اور پھر اب یہ منشیات والی بات تمہیں کس نے بتائی؟" ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے شرمین کو کئی مزید جھوٹ بولنے پڑ رہے تھے۔ شرمین اس وقت سخت جھنجلاہٹ کا شکار تھی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اچانک ان دونوں خواتین کو ایسا کیا ہوا کہ اس پر سوالات کے یوں تابڑ توڑ حملے شروع کردیئے کہ اس کا سنبھلنا مشکل ہونے لگا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ ایک تو آپ کی بھلائی کے لیے میں نے اتنا کام کیا' کئی لوگوں سے رابطے کرکے اربش کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور آپ ہیں سراہنے کے بجائے الٹا مجھ پر ہی شک کررہی ہیں۔ بھلائی کا تو کوئی زمانہ ہی نہیں رہا' یہ بات لوگ سو فیصد درست کہتے ہیں۔" آخرکار اسے یہ سب کہنا ہی پڑا اس لیے بھی کہ وہ بھی بہت غصے میں تھی۔ ممی اگر اب بھی اجیہ کو قبول نہ کرنے کو اپنی غلطی تصور کررہی تھیں تو یہ شرمین کو اپنی ناکامی ہی لگی تھی کیونکہ وہ تو اس امید پر یہ سب کررہی تھی کہ اربش کی واپسی پر ممی اجیہ کو بری طرح دھتکار دیں اور اربش کو اس بات پر قائل کریں کہ اس گھر کے لیے شرمین سے بڑھ کر اور کوئی لڑکی نہیں ہے لیکن ایسا تو کچھ بھی ہوتا ہوا نظر نہیں آرہا تھا۔

"تم غلط سوچ رہی ہو شرمین بیٹا۔" بوا بولیں۔

"ہم بھلا تم پر شک کیوں کریں گی جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ تم اس گھر کے لیے کتنا کچھ کررہی ہو لیکن ہاں کچھ باتیں ایسی ضرور ہیں جن میں تمہارا بچپنا ظاہر ہوتا ہے۔"

"مثلاً؟" شرمین نے پوچھا تو بوا فرنٹ سیٹ پر بیٹھے بیٹھے تھوڑا سا اس کی طرف مڑیں۔

"مثلاً یہ کہ اربش کو گھر سے نکالے جانے کے وقت تمہاری سپورٹ اور پھر بالکل خالی ہاتھ یعنی کہ موبائل اور گھڑی تک اتروا لینے کی حمایت اگر اس وقت تم اس بات کو اتنی ہوا نہ دیتیں تو آج معاملہ کچھ اور ہوتا۔" بوا نے بغیر کسی لگی لپٹی کے بات کی۔

"ہاں بوا یہ بات تو میں بھی مانتی ہوں کہ میں شرمین کی باتوں میں آکر جذباتی ہوگئی تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ شرمین نے جو بھی مشورے دیئے ان میں اس کی نیت صاف تھی۔ یہ کبھی بھی ہمارے گھر کو توڑنا نہیں چاہتی تھی مگر غلطی تو ساری میری تھی کہ میں اس عمر میں بھی یہ اندازہ نہ کرپائی کہ جو کچھ میں کرنے جارہی ہوں اس کے نتائج کتنے خوفناک ثابت ہوں گے۔" شرمین کو ایسا لگ رہا تھا کہ اسے اسٹیج پر پھولوں کے ہار پہنا کر بٹھانے کے بعد جوتے مارے جارہے

ہوں وہ دونوں اس کی تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ بڑی سہولت سے حالات کے یہاں تک خراب ہونے کی ذمہ دار شرمین کو ٹھہرا رہی تھیں۔

''لیکن اب تک ہماری غلطیوں کے باعث جو ہوا سو ہوا مگر اب ہم تینوں کو ہی مل کر یہ سب ٹھیک بھی کرنا ہے۔ شرمین...... سب سے پہلے تم یہ معلوم کرواؤ کہ اربش اس وقت کہاں ہے' میں اسے اس الزام سے چھڑانے کے لیے اپنا آج تک کا تمام پیسہ بلکہ اپنا گھر اور اسکول تک بیچنے سے بھی گریز نہیں کروں گی۔ مجھے بس ایک بار میرا بیٹا واپس مل جائے روپے پیسے کی کیا اوقات ہے میں پھر سے نئے سرے سے محنت کرلوں گی۔ ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں بوا۔'' انہوں نے بوا کی طرف دیکھا تو وہ ان کی بات کی تائید میں سر ہلانے لگیں۔

''اور پھر ہمیں اجیہ کو ڈھونڈنے کی بھی کوشش کرنی ہوگی' آخر وہ اربش کی پسند ہے تو آج سے میری بھی پسند ہے میں نے ضد میں آکر جو غلطی پہلے کی ہے اسے دوبارہ نہیں دہرانا چاہتی۔'' وہ اپنی غلطی پر نادم تھیں اور اب اسے سدھارنا چاہتی تھیں۔

''تو پھر میرا اس سارے میں کیا کام رہ جاتا ہے ممی۔'' ان کی بات چیت شرمین کو سلگا گئی تھی۔

''کیا مطلب ہے شرمین بیٹا؟''

''مطلب یہ ہے کہ پھر اس بھاگ دوڑ کا بھلا مجھے کیا فائدہ ہوا اگر اجیہ نے ہی اس گھر میں بہو بن کر راج کرنا ہے تو پھر میرا کیا کام' میری کیا اہمیت رہ جائے گی وہاں؟''

''تم ہماری بیٹی ہو شرمین اور رہو گی۔'' بوا کو اس کے تلخ رویے پر اتنی حیرت نہیں ہوئی تھی جتنی ممی کو ہوئی۔

''ہونہہ' نہیں بننا مجھے بیٹی' کوئی ضرورت نہیں ہے آپ کو میرے ساتھ اسی رسمی رشتے کا ڈھونگ رچانے کی۔ ارے دن رات آپ کی خدمتیں کرکے ہلکان میں ہوئی۔ اربش کو ڈھونڈنے میں خواری مجھے اٹھانی پڑی اور گھر پر راج کرے گی وہ دو ٹکے کی گھر سے بھاگی ہوئی اجیہ؟'' وہ غصے سے چلائی۔

''زبان سنبھال کر بات کرو شرمین...... وہ ہمارے گھر کی عزت ہے اب۔'' بوا نے اسے سختی سے ٹوکا اور ویسے بھی وہ شرمین کے بارے میں اس کے رویے اور دیئے گئے مشوروں سے ہی کھٹک گئی تھیں کہ وہ کن خیالوں میں ہے۔

''تم بہت اچھی ہو شرمین اور تم جانتی ہو کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو تمہیں اپنے گھر کی بہو بنا کرلاتی لیکن یہ سب میرے اختیار میں نہیں۔ اربش کی پسند کا معاملہ ہے جسے رد کرکے میں پہلے ہی بہت نقصان اٹھا چکی ہوں اور آئندہ ایسی کوئی بھی غلطی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی اور مجھے افسوس ہے لیکن میں اب اجیہ کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سنوں گی اور باز نہ آنے والوں سے ہر قسم کا تعلق ختم کرلوں گی۔'' لہجہ حتمی تھا۔

''ارے بس بس میں تھوکتی ہوں اجیہ پر' آپ کے گھر پر اور اربش پر بھی۔ اللہ کرے ایسی جیل میں پڑا سڑتا رہے جہاں سے ساری زندگی اجیہ کو اس کی خبر تک نہ آئے۔ زندگی میں ہر موڑ پر مجھے شکست دے جانے والی اجیہ کو اللہ کرے ساری عمر اربش سے ملنے کی خوشی نصیب نہ ہو۔'' وہ بددعاؤں پر اتر آئی تھی' ممی نے فوراً اسپیڈ میں چلتی گاڑی کو بریک لگائے اور اس قدر غصہ آیا کہ یہ بھی نہ دیکھا وہ اس وقت مین روڈ پر ہیں۔ گاڑی سے فوراً اتر کر اس کی طرف کا دروزہ کھولا اور ہاتھ پکڑ کر اسے تقریباً کھینچتے ہوئے گاڑی سے باہر نکالا۔

''دفع ہو جاؤ یہاں سے اور آج کے بعد مجھے اپنا چہرہ دکھایا تو قسم کھا کر کہتی ہوں تمہارا منہ نوچ لوں گی۔ جس تھالی میں کھایا اسی میں چھید کررہی ہو بددعائیں دے کر۔ تمہیں اتنی سی بھی شرم نہ آئی؟'' بوا ممی کو گاڑی میں بیٹھنے کا کہہ رہی تھیں مگر انہیں غصہ اس قدر تھا کہ وہ کچھ بھی سننے کو تیار نہیں تھی۔

''شرم تو آپ کو آنی چاہیے کہ جس اجیہ پر کل تھوتھو کررہی تھیں آج اسے اپنے ہی سر کا تاج بنالینا چاہتی ہیں جس طرح خود آپ اپنے ماں باپ کے منہ پر کالک مل کر رات کے اندھیرے میں گھر سے نکلی تھیں اسی طرح اجیہ

نے بھی لیا اور یہی وجہ ہے کہ آپ اس کا دکھ بہتر طریقے سے سمجھ سکتی ہیں۔ نہ آپ عزت دار نہ آپ کو کسی عزت دار کی قدر۔'' شرمین نے اتنی تلخ بات کی تھی کہ ممی کو پھر خود پر قابو نہ رہا اور اچھی خاصی سلجھی ہوئی طبیعت ہونے کے باوجود انہوں نے بیچ سڑک پر شرمین پر تھپڑوں کی بارش کردی۔ بوا اس صورت حال کو سنبھالنے کے لیے بڑی سرعت سے گاڑی سے باہر نکل کران کی طرف آئیں مگر تب تک موٹر سائیکلوں پر سوار چند لوگ پہلے ہی رک کران کا بیچ بچاؤ کروا رہے تھے۔

''آج کے بعد اگر تم نے میرے گھر میں قدم بھی رکھنے کی کوشش کی تو ٹانگیں توڑ دوں گی تمہاری۔'' بوا نے ممی کو بڑی مشکل سے واپس گاڑی میں بٹھایا' سڑک پر کھڑے لوگوں نے زبردستی شرمین کو بھی رکشہ میں بٹھا کر اپنی راہ لی۔

''بوا دیکھا آپ نے کیسا بدرنگ چہرہ ہے اس کا اور حقیقت میں کیسی بدبودار سوچ ہے اس کی۔'' ممی غصے سے سرخ ہورہی تھیں۔

''اور ایک وہ اجیہ تھی میں نے اس کو کیا کچھ برا بھلا نہیں کہا تھا مگر پھر بھی وہ اللہ کی بندی ایک مرتبہ بھی پلٹ کر میرے سامنے یوں بدتمیزی سے نہ بولی اور اسے میں نے اپنی سگی بیٹیوں کی طرح سمجھا لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ اس میں سانپوں سی خصلت ہے۔'' غصے میں ممی نے اسپیڈ تیز کردی تھی پھر اچانک کچھ خیال آنے پر موبائل اٹھایا اور اپنے اسکول کے کلرک سے ایک بچے کے والد کا فون نمبر پوچھا جو ائرپورٹ پر ہی ملازمت کرتے تھے۔

ان سے فون پر معلوم کرنے کے بعد ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب یہ پتا چلا کہ آج کی کسی بھی فلائٹ میں جانے والے مسافروں کے پاس سے منشیات برآمد ہوئی اور نہ ہی کسی کو گرفتار کیا گیا۔ یہ بات انہیں مزید الجھا رہی تھی اور وہ سمجھ نہیں پارہی تھیں کہ شرمین کی اطلاع غلط ہے یا پھر کوئی اور مسئلہ ہے مزید تصدیق کے لیے انہوں نے اربش کا مکمل نام بامعہ ولدیت اور تاریخ پیدائش بتا کران سے درخواست کی کہ بڑی ذمہ داری سے یہ بات معلوم کرکے بتائیں کہ اس نام کا کوئی مسافر کسی پرواز میں سوار ہوکر بیرون ملک کے لیے روانہ ہوا ہے کہ نہیں۔

''ویسے میں سوچ رہی ہوں کہ ہوسکتا ہے اجیہ اپنی ماں کے پاس اسپتال چلی گئی ہو کیونکہ اپنے گھر کے بعد اس کے پاس سر چھپانے کے لیے اور تو کوئی جگہ ہی نہیں بچتی اور جانے شرمین نے اسے ایسا کیا کہا ہوگا کہ وہ راتوں رات گھر چھوڑنے پر مجبور ہوئی ہوگی۔'' بوا نے خدشہ ظاہر کیا۔

''یا ہوسکتا ہے اسپتال کا اسے معلوم نہ ہو اور وہ سیدھی گھر گئی ہو۔''

''گھر جانے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بوا اور وہ بھی اس صورت میں جبکہ وہاں سکندر جیسی عفریت موجود ہو اور کسی بھی قسم کا انتہائی قدم اٹھا سکتی ہو۔'' ممی نے بوا کا دوسرا خدشہ رد کیا' سکندر صاحب کے ذکر پر ان کا لہجہ مزید کڑوا ہوگیا تھا۔

''اور اسپتال بھی وہ نہیں گئی ہوگی بوا کیونکہ اتنے بڑے شہر میں اسے کیا معلوم کہ اس کی ماں کون سے اسپتال میں یا کس حالت میں ہے؟''

''ہاں بات تو تمہاری بھی ٹھیک ہے۔''

''لیکن اس کے باوجود میں اسپتال ہی جارہی ہوں' پرسوں بعد اپنی بہن سے مل کر شاید دل میں اس وقت جو گھٹن اور پریشانی ہے اس کا کوئی مداوا ہوسکے۔ اللہ میرے اربش کو صحیح سلامت ایک دفعہ مجھے لوٹا دے تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پرسکون ہوجاؤں۔'' سارا رستہ ان دونوں کا دعائیں کرتے ہوئے کٹا تھا وہ دونوں اربش کے متعلق کوئی خوش خبری ہی سننے کی منتظر تھیں' اللہ کے حضور رو رہی تھیں گڑگڑا رہی تھیں اور اس کی رحمت سے رحم کی امید رکھتی تھیں اور بلاشبہ ہمارا رب ہماری امیدیں توڑنے والا نہیں' ہماری آس امید پوری کرنے والا ہے۔

❁......❁......❁

اے شمع کوئے جاناں

ہے تیز ہوا‘ مانا
لو اپنی بچا رکھنا
رستوں پر نگاہ رکھنا
ایسے میں کسی شب میں
آئے گا یہاں کوئی‘ کچھ زخم دکھانے کو
اک ٹوٹا ہوا وعدہ‘ مٹی سے اٹھانے کو
پیروں پہ لہو اس کے
آنکھوں میں دھواں ہوگا
چہرے کی دراڑوں میں
بہتے ہوئے برسوں کا
ایک ایک نشان ہوگا
بولے گا نہ کچھ لیکن‘ فریاد کناں ہوگا
اے شمع کوئے جاناں
وہ خاک بسر راہی‘ وہ سوختہ پروانہ
جب آئے یہاں اس کو مایوس نہ لوٹانا
ہو تیز ہوا کتنی لو اپنی بچا رکھنا
راستوں پر نگاہ رکھنا
راہی کا پتا رکھنا
اس بھید بھری چپ میں
اک پھول نے کھلنا ہے
تم نے انہی گلیوں میں
اک شخص سے ملنا ہے......

حنین غزنی کے آنے پر امی کے کمرے میں اس کے ساتھ چلی گئی تو اجیہ باہر بنے ایک چھوٹے سے لان کی بنچ پر آ بیٹھی۔ اوڑھی ہوئی چادر سے چہرے پر نقاب بھی کرلیا تھا اور اب اربش کے متعلق سوچ رہی تھی کہ اب جانے اس سے کب اور کن حالات میں ملاقات ہونا ممکن ہو۔ وہ جو اسے اپنے اندر موجود ننھی جان کی خوش خبری دینے کو بے قرار تھی اب وہ خوشی بھی کہیں پس منظر میں چلی گئی تھی اب تو بس ایک ہی خواہش تھی کہ بس کسی طریقے اسے اربش کے بارے میں کوئی خیر خبر ملے اور اللہ کرے کہ شرمین کی بتائی ہوئی ساری باتیں کسی پروپیگنڈے سے زیادہ ہرگز نہ ہوں۔

آج امی کا اسپتال سے ڈسچارج ہونے کا دن تھا یہی وجہ تھی کہ ابھی اس نے تایا ابو کو بھی موٹر سائیکل پارکنگ میں کھڑی کرکے اندر جاتے دیکھا مگر وہ ان سے ملنے کے لیے نہیں اٹھی وہ مزید ہر کسی کو صفائیاں پیش نہیں کرنا چاہتی تھی اور اس کا فائدہ بھی نہیں تھا۔ اس کے لیے سب سے بڑا مسئلہ سکندر صاحب کا تھا جن کے ہاتھ میں اب اس کا مستقبل تھا اور وہ تو اسے دیکھتے ہی قتل کردینے کے در پے ہوجاتے ایسی صورت حال میں وہ کہاں رہے گی‘ کس کے پاس جائے گی۔ سکندر صاحب اس کی معافی قبول کریں گے بھی کہ نہیں؟ یہ سوالات اس قدر اہم لیکن ممکنہ جوابات کی وجہ سے اس قدر مایوس کن تھے کہ اس کا دم گھٹ رہا تھا اسے لگتا جیسے اس کا سانس بند ہونے لگا ہو۔

آنے والے کل کی بے یقینی نے اس کا خون خشک کیا ہوا تھا کرتی تو آخر کیا کرتی‘ جب انسان دنیاوی طور پر ہر رستہ اپنے لیے بند پاتا ہے تو وہ جس بے قراری سے اللہ کی طرف لپکتا اور اس سے رجوع کرتا ہے ایسا اگر وہ اپنی خوشی کے لمحات میں بھی کرتا رہے تو دنیا کا کوئی دروازہ کبھی بھی اس کے لیے بند نہ ہو۔ وہ بھی بے آواز آنسوؤں سے اربش کی بخیریت واپسی اور اپنے محفوظ مستقبل کی دعا کرنے لگی اور شاید کرتی ہی رہتی کہ پارکنگ ایریا میں ممی کو گاڑی سے نکل کر گاڑی لاک کرتے ہوئے بوا کے ساتھ اسپتال کے اندرونی حصے کی طرف بڑھتا دیکھ کر چونک گئی۔

❀......❀......❀

’’میں تم سے ایک اہم اور انتہائی سنجیدہ بات کرنے کے لیے اس کمرے میں الگ سے لے کر آئی ہوں لیکن میری شرط ہے کہ میں اور تم آپس میں جو بھی بات کریں وہ مکمل طور پر ہمیشہ کی طرح سچائی پر مبنی ہو۔‘‘ اماں نے غزنی کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ کر بات شروع کی یہ ایکسرے روم کے باہر بیٹھے ریسپشنسٹ کا چھوٹا سا کمرہ تھا جہاں سے وہ آواز دے کر مریض کو باری باری اندر بلایا کرتا تھا وہ دونوں اس کی اجازت سے کچھ دیر کے لیے یہاں بیٹھے تھے کیونکہ فی الحال یہ وقت ایکسرے کرنے کا نہیں تھا۔

’’اماں...... ایسی کیا بات ہے کہ آپ مجھے یوں کمرے سے اٹھا کر یہاں سائیڈ پر لے آئیں‘ جبکہ ہم ہر طرح کی بات گھر جا کر بڑے آرام سے کرسکتے تھے۔‘‘ غزنی کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اتنی اہم اور ارجنٹ کون سی بات ہوسکتی ہے۔

’’کیا تم اب بھی اجیہ سے محبت کرتے ہو؟‘‘ اماں کا سوال اتنا دوٹوک اور اچانک بغیر کسی تمہید کے تھا کہ وہ چونک گیا۔

’’کیا مطلب ہے آپ کا......! اماں یہ آپ کو بیٹھے بٹھائے کیا ہوگیا ایک دم سے؟‘‘

’’مطلب سیدھا سادہ ہے بیٹا اور وہ یہ کہ اب جبکہ تم پر جان چھڑکنے والی اور تم سے دیوانوں کی طرح محبت کرنے والی حنین تمہارے نکاح میں ہے تمہاری بیوی ہے تو کیا پھر بھی تم حنین کے بجائے اجیہ سے محبت کرتے ہو اسے اہمیت دیتے ہو؟‘‘ غزنی ایک گہرا سانس لے کر خاموش رہا۔

’’بتاؤ بیٹا یہ جاننے کے باوجود کہ وہ اربش سے محبت کرتی ہے‘ اس سے شادی کرچکی ہے کل کو اس کے بچے کی ماں بنے گی تو کیا پھر بھی تم اس سے محبت کرتے ہو اور اپنی زندگی میں حنین کو اس کی جگہ نہیں دے سکتے جبکہ اجیہ سے محبت میں اب تمہارے لیے رسوائی کے سوا کچھ بھی نہیں۔‘‘

’’اماں مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی کہ اس خوشی کے موقع پر جبکہ چچی جان کو اللہ نے نئی زندگی دی ہے آپ یہ موضوع کیوں لے کر بیٹھ گئی ہیں۔‘‘

’’اس لیے کہ میں اس خوشی کو مکمل اور دائمی دیکھنا چاہتی ہوں بیٹا‘ تم مجھے صرف اس بات کا جواب دو جو میں نے پوچھا ہے۔‘‘ غزنی نے چند لمحوں کے لیے لب بھینچے اور پھر بالآخر بولا۔

’’مجھے اجیہ سے محبت تھی اماں لیکن اب مجھے اس سے نفرت ہے اور شاید اتنی شدید نفرت کہ میں اس کی خوشیوں کو آگ لگا دینا چاہتا ہوں جس اربش کی خاطر اس نے مجھے رد کیا تھا ناں اماں...... میں اسے دوبارہ کبھی اجیہ کے سامنے تک نہیں آنے دوں گا وہ اسے دیکھنے کو ترسے گی لیکن ایسا کبھی ممکن نہیں ہوگا کیونکہ میں اسے جہاں پہنچاؤں گا وہاں سے وہ واپس آ ہی نہیں پائے گا۔‘‘ اماں کو اس کا انداز دہلا گیا تھا اکلوتا بیٹا اور وہ بھی انتقام کی آگ میں جل رہا ہے ان کے لیے اس سے بڑھ کر تکلیف کیا ہوسکتی تھی کہ اس کے انداز میں اتنا یقین تھا کہ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اسے عملی جامہ پہنانے میں بھی ہرگز دیر نہیں کرے گا۔

’’اور اگر میں تمہیں یہ سب کرنے سے روکوں تو؟‘‘ انہوں نے پوچھا۔

’’آپ اس معاملے میں نہ ہی پڑیں تو یہ ہم سب کے لیے بہتر ہوگا۔‘‘

’’جو شخص انتقام کے طریقوں پر غور کرتا رہے اس کے زخم کبھی نہیں بھرتے اور جب کوئی معاملہ تمہاری ذات سے جڑا ہوا ہو تو کیا میں کسی بھی ایسے معاملے سے دور رہ سکتی ہوں؟‘‘

’’اماں پلیز آپ......‘‘ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اماں نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

’’تمہیں اللہ کا واسطہ ہے ان دونوں کی زندگی میں مداخلت کے بجائے اپنی زندگی میں خوشی لانے کا سوچو۔‘‘

’’اماں......! یہ آپ کیا کررہی ہیں؟‘‘ اسے ایسا لگا جیسے اماں کے ہاتھ جوڑنے سے اس کے سارے جسم میں کرنٹ سا دوڑ گیا ہو اپنا آپ بہت چھوٹا لگنے لگا تھا۔

’’آپ مجھے گناہ گار کررہی ہیں اماں پلیز ایسا نہ کریں۔‘‘ اس نے ان کے ہاتھ پکڑ کر چومے اور اپنی آنکھوں سے لگالیے۔

’’میں نے آج تک تم سے کوئی مطالبہ نہیں کیا میرے بچے‘ ہمیشہ تمہاری خوشی میں خوش رہی‘ تمہاری ہاں میں ہاں ملاتی رہی لیکن اس معاملے میں مجھے تمہارے دل کا سکون بھی عزیز ہے۔ یقین مانو اگر تم ان کی خوشیاں برباد کرنے کی کوشش میں لگ جاؤ گے تو سکون خود بھی نہیں پاؤ گے۔‘‘

وہ روہانسی ہوگئیں۔

"لیکن اماں ابھی اس معاملے کو ایک طرف رکھ کر یہ خوشی منائیں جو اللہ نے آپ کو آج عطا کی ہے۔ آپ ہی کہتی ہیں ناں کہ مستقبل کی پریشانیوں سے اپنے حال کی خوشیوں کو بھی نظر انداز کردینا سراسر کم عقلی ہے۔ اجیہ کا معاملہ تب دیکھیں گے جب کبھی وہ ہمارے سامنے آئی' ابھی تو ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہے کس حال میں ہے؟"

"اور اگر میں کہوں کہ وہ میرے پاس ہے تو پھر؟" اماں کی بات پر غزنی کی آنکھیں ممکنہ حد تک پھیل گئیں ایسا بھلا کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ان کے پاس ہو اور اسے خبر نہ ہو۔

"کیا یہ سچ ہے اماں؟" اس کے انداز میں بے تابی اور عجلت تھی۔

"پہلے کبھی تم سے جھوٹ بولا ہے میں نے؟"

"کہاں ہے وہ اور آپ تک کیسے پہنچی؟"

"میں تمہیں سب کچھ بتاؤں گی لیکن ایسے نہیں پہلے تمہیں مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہوگا۔"

"کیسا وعدہ؟"

"یہی کہ تم اجیہ اور اربش سے لاتعلقی اختیار کرلوگے اور کبھی انہیں کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ تو دور ایسا سوچوگے بھی نہیں۔"

"اور اگر میں ایسا نہ کرسکا تو پھر؟"

"تو پھر میں مرتے دم تک تم سے کوئی بات نہیں کروں گی غزنی...... تم میری دعا لینے کو ترسوگے مگر میں کسی ایسے انسان کے لیے کوئی دعا نہیں کروں گی جو صرف اور صرف اپنی انا کی تسکین کے لیے' اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے دوسروں کی زندگی کو جہنم بنادینے کے درپے ہو۔ جسے ماں کے باندھے گئے ہاتھوں اور اس کی آنکھوں میں آئے آنسوؤں کی قدر نہ ہو اس کے لیے دعا کرنا میں وقت کا ضیاع سمجھتی ہوں۔"

"اور جو اس نے اربش کی خاطر ہم سب کی رسوائی کی وہ آپ بڑے جلدی بھول گئیں۔" وہ تلخ ہونے سے خود کو بچا رہا تھا نہیں چاہتا تھا کہ ان کی شان میں کوئی گستاخی ہو اسی لیے لہجہ پست رکھا۔

"وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہے' میرے پاؤں پکڑ کر مجھ سے معافی مانگ چکی ہے تو بتاؤ کیا پھر بھی شیطان کی طرح ہماری اکڑ اور غصہ قائم رہنا چاہیے؟" غزنی خاموش رہا۔

"کم از کم میں ابھی اتنی پتھر دل نہیں ہوں کہ کسی کے رونے گڑگڑانے کے باوجود اپنی انا کے زعم میں معاف کرنے سے انکار کردوں۔ میں تو ڈرتی ہوں اس وقت سے جب ہم اللہ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی کے لیے روئیں' گڑگڑائیں' نادم ہوں اور وہ ہمیں ایسا وقت یاد دلا دے کہ جب دنیا میں کوئی ہمارے سامنے اپنے رویے پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے' ہم سے معافی کا خواستگار ہوا اور ہم بدلہ لینے کی آگ میں جلتے ہوئے ہر بات رد کرتے چلے جائیں۔ میں نے اللہ سے اپنی معافی کی امید دل میں لیے اسے معاف کردیا ہے پہلے کی طرح بیٹی بنالیا ہے اور اب اس کی خوشیوں کو روندنے والا کوئی بھی ہو اس کو میرے مقابل آنا ہوگا۔"

"اماں......!" غزنی کو امید نہیں تھی کہ وہ اجیہ کے لیے اتنا بڑا اسٹیپ لیں گے کہ اپنے ہی بیٹے کے مدمقابل آجائیں گی' وہ نہیں جانتا تھا کہ اجیہ کی خوشیوں کے لیے اس کے سامنے ڈٹ جانا دراصل خود اس کی خوشیوں اور ذہنی سکون کے لیے ہے کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ غزنی کسی کی آہ کا شکار بنے۔ وہ ساری دنیا سے ٹکر لینے کا حوصلہ رکھتا تھا لیکن اپنی ماں کو ناراض کرنا اس کے لیے دنیا کے چند ناممکن کاموں میں سے تھا۔

"میرے لیے دنیا میں سب سے اہم چیز اگر کوئی ہے اماں تو وہ آپ کی دعا ہے' آپ کے چہرے کی مسکراہٹ اور آپ کے دل کا سکون ہے اور اس سب کے لیے اگر آپ مجھے کبھی مرجانے کو بھی کہیں گی تو دوسرے لمحے تک سوچنے کا وقت نہیں مانگوں گا۔"

"میرے بچے اللہ نہ کرے۔" فرط جذبات سے ان کی آنکھیں نم ہوگئیں تو انہوں نے غزنی کو گلے لگالیا ان

کے دل سے نکلنے والی دعائیں غزنی کے نصیب روشن کر رہی تھیں۔

"اللہ تمہیں ہمیشہ آباد و شاد رکھے۔" اماں نے اپنی آنکھیں پونچھیں وہ تب تک فون پر کوئی نمبر ڈائل کرچکا تھا۔

"اربش کو یہاں چھوڑ کر جاؤ ابھی اور اسی وقت۔" اسپتال کا مکمل ایڈریس بتانے کے بعد اس نے حکم دیا۔ اماں اس بات کو سمجھتے ہوئے چونکیں تو جیب سے اجیہ کا وہ لاکٹ جو اس نے اس رات ان دونوں کے مشترکہ کمرے سے اٹھایا تھا اماں کی طرف بڑھادیا جسے وہ دیکھتے ہی پہچان گئی تھیں کہ یہ اجیہ کے گلے میں ہمیشہ رہنے والا لاکٹ ہے۔

"میری محبت' میری نفرت' میرا انتقام اور میری ضد سب آپ کی ایک مسکراہٹ پر قربان۔" اماں کو اس لمحے غزنی کی ماں ہونے پر فخر ہوا تھا۔

❁......❁......❁

سکندر صاحب ابھی اسپتال نہیں پہنچ پائے تھے کہ رستے میں ہی ان کا فون بجنے لگا۔ پہلے پہل تو انہوں نے فون کی آواز نظر انداز کی مگر مسلسل بجتے فون نے انہیں موٹر سائیکل سڑک کے ایک طرف روک کر فون سننے پر مجبور کردیا۔

"السلام علیکم سکندر صاحب...... کیسے مزاج ہیں؟" دوسری طرف اس بینک کا منیجر تھا جس میں ان کا اکاؤنٹ تھا۔

"وعلیکم السلام! بس اللہ کا شکر ہے' آپ سنائیں کیسے فون کیا؟"

"ابھی آپ کے ملازم نے آپ کی بیگم کے سخت بیمار ہونے کا بتایا تو سوچا طبیعت پوچھ لوں' کب لے جارہے ہیں انہیں بیرون ملک علاج کے لیے۔"

"بیرون ملک...... اجی وہ تو کافی بہتر ہیں' بیرون ملک کہاں آج تو گھر لے کر جارہے ہیں انہیں۔" سکندر صاحب نے درستگی کی۔

"اچھا تو پھر آپ نے اپنا اکاؤنٹ کیوں خالی کردیا؟" اسے حیرت ہوئی۔

"کون سا اکاؤنٹ' میں آپ کی بات سمجھ نہیں پارہا۔"

"جناب ابھی آپ کا ملازم آپ کا دستخط شدہ چیک لایا تھا جس پر تقریباً پچاس لاکھ کا اماؤنٹ درج تھا۔ میں نے کہا بھی کہ اتنا زیادہ کیش فوری دینا ممکن نہیں ہے تو اس نے بتایا کہ آپ کی بیگم زندگی موت کی کشمکش میں ہیں اور اگر فوراً تمام روپے دستیاب نہ ہوئے تو وقت پر انہیں علاج مہیا نہیں کیا جاسکے گا جس کے نتیجے میں ان کی جان بھی جاسکتی ہے۔ میں نے آپ کو بہت فون کیا مگر آپ سے بات نہیں ہوسکی تو انسانی ہمدردی کے ناطے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرکے اسے چالیس لاکھ روپے کیش ادا کیے۔" منیجر کی بات سن کر پہلے تو سکندر صاحب سکتے میں آگئے پھر وہیں فٹ پاتھ پر بیٹھ کر انہیں یاد آیا کہ وہ چیک پر سائن کرکے وہیں بھول آئے تھے۔ یہ بات یاد آتے ہی ان کے حلق سے قہقہہ ابل پڑا وہ اس قدر زوردار آواز میں ہنس رہے تھے کہ پاس سے گزرتے ہوئے راہ گیر حیرت سے مڑ مڑ کر انہیں دیکھتے' ہنستے ہنستے انہوں نے بے خبری کے عالم میں موبائل سڑک پر دے مارا جو اسی وقت سامنے سے آتے ٹرک کے ٹائر تلے چورا چورا ہوگیا۔

"سنو...... چالیس لاکھ لوگے یا پچاس لاکھ؟" فٹ پاتھ پر نان کباب کا ٹھیلا لگائے شخص کے پاس جاکر انہوں نے پوچھا۔

"کبھی دیکھے بھی ہیں چالیس پچاس لاکھ' جس کی بات کررہے ہو؟" اس نے تمسخر اڑایا۔

"ہاہاہا......" انہوں نے پھر قہقہہ لگایا۔

"دیکھے بھی ہیں اور...... اور ناں اس کی گولیاں بھی خریدی ہیں۔"

"گولیاں؟" ٹھیلے والے کے پاس فی الحال گاہک نہیں تھے اسی لیے ان سے بات چیت کرکے وقت گزارنے لگا۔

"ہاں گولیاں' ایک گولی میری ایک تمہاری' ایک بیوی

میری ایک تمہاری۔" بات کر کے وہ پھر سے ہنسنے لگے۔
"لیکن میری تو پہلے ہی ایک بیوی ہے۔" ٹھیلے والے نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تو کیا ہوا؟ چار گولیاں تمہاری اور پچاس لاکھ میرے۔ میں پچاس لاکھ کے آلو بھی تمہیں بیچوں گا تم مجھے اس کے بدلے ڈھائی کلو چاول تول دینا' ٹھیک ہے ناں؟" بات کرتے ہوئے وہ بول کم اور ہنس زیادہ رہے تھے' پھر اس کے پاس گاہکوں کا رش ہونے لگا تو اس نے ان کی باتوں کو نظر انداز کردیا۔

وہ وہیں فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے ساتھ ہی مڑنے والی سڑک سے کسی گلی میں داخل ہوگئے تھے' قہقہے لگاتے خود کلامی کرتے وہ اپنی ہی دنیا میں گم تھے جو بھی سامنے آتا اسے پچاس لاکھ کی آفر کرتے اور لایعنی باتیں کرتے ہوئے یوں بلند و بانگ آواز میں قہقہے لگاتے کہ بچے تو بچے بڑے بھی خوف کھانے لگتے۔ اسی حالت میں چلتے چلتے وہ جانے کہاں نکل گئے تھے یہ شاید وہ خود بھی نہیں جانتے تھے۔

❁......❁......❁

جب اللہ دیتا ہے تو چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہے اس بات کا تازہ تجربہ اربش کو اس وقت ہوا جب وہ کھڑکی کے تالے کو کھولنے میں مگن تھا کہ جانے کہاں سے کھیلتے بچوں کی گیند شیشے کو توڑتی ہوئی بڑے پریشر سے اندر آئی یعنی یہ اس کے لیے ایک غیبی مدد تھی مگر عین اس وقت جب وہ اس شے کو مزید توڑ کر باہر نکلتا' کمرے کا دروازہ کھولنے کی آواز نے اسے دوبارہ چوکنا کردیا۔

وہی اجنبی جس کے سامنے خود کو بزدل ظاہر کرنے کا ڈرامہ کرکے اربش نے اس سے گھر کے متعلق کچھ معلومات لی تھیں' اندر آیا اور اسے کھڑکی کا پردہ عجلت میں برابر کرتے دیکھ کر مسکرایا۔
"یار جنہیں تم پیچھے چھوڑ کر آئے ہو ان کی دعائیں بڑی قوی ہیں۔"
"کیا مطلب؟" اربش عجلت میں اس کے قریب آیا۔
"مطلب یہ کہ تمہیں رہائی کا پروانہ مل گیا ہے' چلو تمہیں اسپتال چھوڑ آئیں۔"
"اسپتال؟"
"ہاں تمہیں وہیں چھوڑنے کا حکم ملا ہے لیکن ایسی کوئی ایمرجنسی نہیں ہے۔"
"چلو پھر چلیں' اگر تم واقعی سچ کہہ رہے ہو تو؟" اربش حیران تھا اسے لگ رہا تھا کہ اس سے مذاق کیا جارہا ہے کیونکہ نہ تو اس کا اغوا حقیقت میں اغوا ہونا تھا اور نہ ہی اب اس کی رہائی اصل میں رہائی لگ رہی تھی۔

بھلا یہ کیسا اغوا تھا جس میں نہ کوئی مطالبات پورے کروائے گئے نہ کوئی تاوان مانگا گیا آخر اغوا کروانے والے کا مقصد کیا تھا اور وہ کون تھا؟ یہ ایسی گتھی تھی جو وہ تمام رستہ سلجھاتا آیا تھا۔ گھر سے نکلتے ہوئے اس کے ہاتھ اور آنکھیں باندھ دی گئیں تاکہ رستوں کی پہچان نہ کرسکے اور شہر کے بیچ آکر اس کی آنکھوں پر سے کپڑا ہٹا کر ہاتھ بھی کھول دیئے گئے۔ وہ اپنی زندگی میں ہونے والے اس واقعے پر حیران تھا مگر یہ بات بھی سمجھنے سے قاصر تھا کہ اسے اسپتال تک لے جانے کا کیوں کہا گیا' اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سب سے پہلے حسن کے گھر جائے جہاں اس کے خیال کے مطابق اجیہ موجود ہوگی وہ اجیہ سے ملنے اور اسے دیکھنے کے لیے اب مزید صبر نہیں کرسکتا تھا۔

اللہ اللہ کرکے رستہ ختم ہوا اور اسے بالکل اسپتال کے مین گیٹ کے سامنے اتار کر گاڑی چند سیکنڈ میں آگے بڑھ گئی۔

❁......❁......❁

ابھی وقت ہے ابھی سانس ہے
ابھی لوٹ آ میرے گمشدہ
مجھے ناز ہے میرے ضبط پر
مجھے نہ رلا میرے گمشدہ
یہ نہیں کہ تیرے فراق میں
میں اجڑ گیا یا بکھر گیا
ہاں محبتوں پر جا مان تھا
وہ نہیں رہا میرے گمشدہ
مجھے علم ہے کہ تُو چاند ہے

ں اور کا مگر ایک پل
میرے آسمان حیات پر
ذرا جگمگا میرے گمشدہ
تیرے التفات کی بارشیں
جو میری بنیں تو بتا مجھے
میرے دل جلا میرے گمشدہ
گھنے جنگلوں میں گھر اہوں میں
بڑا گھپ اندھیرا ہے چار سو
کوئی اک چراغ تو جل اٹھے
ذرا مسکرا میرے گمشدہ

اجیہ اب تک بنچ پر بیٹھی تھی اور سوچ رہی تھی کہ امی کو گھر لے جانے کے بعد وہ کیا کرے گی؟ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ پہلے کی طرح ایک بار پھر جاب کرے گی اور اپنا اور اپنے بچے کا پیٹ پالے گی۔ ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اچانک اسپتال کے مرکزی گیٹ سے اسے لگا جیسے اربش اندر داخل ہوا ہو۔
"کیا یہ کوئی خواب ہے؟" اس نے خود کلامی کی۔
لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے' ہوسکتا ہے یہ کوئی اور ہو اس میں اربش کی مماثلت ہو۔ اجیہ نے بے خودی کے عالم میں اس کی طرف بڑھتے ہوئے سوچ مگر اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس بات کا یقین ہوا کہ یہ کوئی اور نہیں بلکہ سو فیصد اربش ہی ہے اور تب اسے اپنے آپ پر قابو ہی نہیں رہا تھا وہ تیز قدموں سے چلنے کے بجائے بھاگتے ہوئے اربش کے عین سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔
"اجیہ...... تم...... یہاں...... سب خیر تو ہے ناں؟"
اربش کی اسے یوں اچانک اپنے سامنے پا کر عجیب کیفیت تھی مگر خوش ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک دم پریشان بھی ہوگیا تھا۔
"سب خیر ہے اربش...... لیکن تم مجھے چھوڑ کر یوں اچانک کہاں چلے گئے تھے؟ تمہیں پتا ہے میں کتنا پریشان تھی تمہارے بغیر...... یہ وقت میں نے اپنی زندگی کا مشکل ترین وقت گزارا ہے اربش...... اب تم وعدہ کرو کبھی مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔" اردگرد کے لوگوں سے بے خبر اجیہ وہیں کھڑے کھڑے اس کا ہاتھ تھامے رونے لگی تھی۔
"میں تمہیں سب کچھ تفصیل سے بتاؤں گا' تم پریشان نہ ہو اور میرا یقین کرو میں ساری دنیا چھوڑ سکتا ہوں لیکن تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا' سمجھیں تم؟" اربش نے اس کے ہاتھ پر اپنا دباؤ بڑھایا۔
"سمجھ گئی اور تم بھی ایک بات اچھی طرح سمجھ لو کہ آئندہ اگر کبھی مجھے بغیر بتائے کہیں چھوڑ کے گئے تو نہ تمہیں میں معاف کروں گی اور نہ تمہیں پاپا بلانے والا ننھا مہمان......" اجیہ اسے دیکھتے ہی کھل گئی تھی اس سے تھوڑی دیر بھی برداشت نہ ہوا اور فوراً سے اسے وہ خوش خبری سنادی جسے سن کر اربش کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے اٹھا کر زوردار طریقے سے گھما ڈالے۔
"یہ میں کیا سن رہا ہوں اجیہ...... مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ کیا آج اور کل کا دن اتنا مختلف ہوگا اور اتنی متضاد خبریں لائے گا کہ کل دکھ' پریشانی اور بے بسی مگر آج خوشی اور سکون......"
"اسی کا ہی تو نام زندگی ہے ناں اربش...... کل ہی مجھے بھی یہ خبر پتا چلی تھی مگر تمہارے نہ ہونے سے ساری خوشی پھیکی پڑ گئی تھی میری۔"
"تم فکر نہ کرو اب میں آگیا ہوں ناں سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔" آمنے سامنے کھڑے دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر سیراب ہورہے تھے آج کی بڑھی ہوئی شیو میں بھی وہ اتنا ہی ہینڈسم لگ رہا تھا جیسے عام دنوں میں لگتا تھا اور خود وہ بھی اس بڑی سی چادر کو اوڑھے بھی اتنی ہی دلکش لگ رہی تھی جتنی یونیورسٹی میں لگتی رہی تھی۔

شاید وہ دونوں اسی طرح ایک دوسرے کو تکتے رہتے کہ اجیہ نے اسے اپنے یہاں موجود ہونے کا مقصد بتایا اور یہ بھی بتایا کہ اس نے بوا اور ممی کو بھی اندر جاتے تو دیکھا ہے لیکن ان کا سامنا کرنے کی اس میں ہمت نہیں ہوئی۔ اسی دوران اماں اور غزنی اربش کے پہنچنے یا نہ پہنچنے کے بارے میں تصدیق کرنے آئے تو دونوں کو دیکھ کر بے حد خوش

ہوئے اور اشارے سے انہیں کمرے میں چلنے کو کہا۔

اربش نے اجیہ کی ہمراہی میں اندر قدم بڑھائے ہی تھے کہ غزنی کو وہاں دیکھ کر وہ چونک گیا اور جب ہی غزنی تیزی سے ان کی طرف بڑھتے اجیہ کو اماں کے ساتھ اندر جانے کا کہا۔ غزنی اربش کی آمد سے چونکا آگاہ تھا اس لیے حیرانی کا بھرپور تاثر اپنے لہجے میں پیدا کرتے اربش سے پوچھ رہا تھا۔

"ارے اربش تم اس وقت یہاں...... !تمہیں تو میں خود ائرپورٹ چھوڑ کر آیا تھا لیکن تم یہاں پر کیوں' سب خیریت تو ہے ناں؟" غزنی کو آخر اپنا سارے غلط کام کا بھرم بھی قائم رکھنا تھا۔

"ہاں...... لیکن میرے پیچھے رہ جانے والوں کی دعاؤں میں اتنا اثر تھا کہ میں ہر تکلیف اور مصیبت سے محفوظ رہا۔" اور پھر اربش نے مختصراً اپنے ساتھ پیش آنے والے سارے حادثے سے آگاہ کیا جس پر غزنی تاسف کا اظہار کرتے خاموشی اختیار کر گیا اور پھر دونوں نے اندر کی جانب قدم بڑھائے جہاں ان کا تعارف ایک نئے رشتے کی حیثیت سے ہوا تو اربش قدرت کے فیصلوں پر بے حد حیران وخوش ہوا' اسے ایک حسین رشتے کے ساتھ ہی بہت سے پیارے اور چاہنے والے میسر آ گئے تھے۔

❀......❀......❀

وہ کمرہ جہاں ہمیشہ اداسی کا راج ہوا کرتا تھا اور جس چار دیواری نے ہمیشہ ماں کے سرہانے بیٹھی حنین کے آنسو ہی دیکھے تھے آج وہاں خوشیوں اور مسکراہٹوں کی دھنک چھائی ہوئی تھی اور ان میں سے ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ اس خوش رنگ منظر کو اپنی آنکھوں میں سمولے۔

غزنی کی زندگی کا یہ نیا باب شروع ہوا تھا جس میں حنین کے علاوہ کوئی اس کی محبت کے لائق نہ تھا۔ جس نے ماں کے احترام میں اپنا ہر منفی جذبہ رد کر دیا تھا ممی بھی خوش تھیں کہ ایک عرصے کی جدائی کے بعد اپنی بہن سے آملی تھیں۔ اربش اور اجیہ بہت جھجکتے ہوئے کمرے میں داخل تو ہوئے مگر یہاں کی صورت حال دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ممی نے لپک کر اربش کو پیار کیا تو اجیہ کو بھی گلے لگا لیا۔ ان کے لیے یہ منظر کسی خواب سے کم نہ تھا۔

"مجھے معاف کر دو اربش...... میری ضد کی وجہ سے تم دونوں نے اتنی مشکلات اٹھائیں۔"

"نہیں ممی...... بلکہ آپ مجھے معاف کر دیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اتنے تلخ حالات کا سامنا صرف آپ کا دل دکھانے کی وجہ سے کرنا پڑا۔ آئندہ ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا۔" اس نے خوشی سے ممی کی آنکھوں میں آ جانے والے آنسو پونچھے۔

"اور ممی آپ اور بوا اس وقت یہاں کیسے؟"

"بیٹا اصل میں اجیہ کی امی میری سالوں سے بچھڑی ماں جائی ہے۔ جس سے آج برسوں بعد مل رہی ہوں وہ بھی اجیہ کے ابا کی وجہ سے۔" اور پھر ممی نے اربش کو مختصراً ساری تفصیل سے آگاہ کر دیا۔

"اور بیٹا اب اجیہ کی امی کی بھی دعائیں لے لو تمام عمر کی پریشانیوں کے بعد اب انہیں بھی کوئی خوشی دیکھنے کو ملی ہے۔" اجیہ اور اربش دونوں امی کے پاس جا بیٹھے تھے' ان کی آنکھوں میں اطمینان کے جگنو تھے اور چہرے پر سکون۔ اجیہ نے ایک نظر غزنی کو دیکھا' کمرے میں سب کی موجودگی کے باوجود وہ حنین کے کان میں سرگوشی کر رہا تھا اور حنین سرخ پڑتے چہرے سے اسے خاموش رہنے پر اصرار کر رہی تھی۔

"اللہ تم سب کو ہمیشہ خوش اور آباد رکھے۔" امی نے اجیہ اور اربش کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اسی دوران غزنی نے جیب سے موبائل نکالا' سب کو امی کے بیڈ کے اردگرد کھڑا کیا اور کیمرے کی مدد سے خوشیوں بھرے اس منظر میں چہروں پر بکھری مسکراہٹوں کو موبائل میں قید کر لیا۔

ہر پل بدلتی زندگی کا یہ رنگ واقعی بے حد حسین تھا۔

(اختتام بخیر)

محبت ٹوٹ بھی سکتی ہے

نگہت عبداللہ

پلکوں میں آنسو اور دل میں درد سویا ہے
ہنسنے والوں کو کیا پتا رونے والا کتنا رویا ہے
یہ تو بس وہی جان سکتا ہے میرے دوست
جس نے زندگی میں کسی کو پانے سے پہلے کھویا ہے

سرمئی شام دھیرے دھیرے سرک رہی تھی' فضا میں بڑھتی خنکی دسمبر کی آمد کا اعلان کر رہی تھی۔ پیڑوں پر چہچہاتے پرندوں نے خاموشی کی چادر اوڑھی تو ہر سو سناٹے کا راج ہو گیا۔ وہ کتنی دیر سے برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے گم صم بیٹھی تھی۔ ذہن کے پردے پر بس ایک ہی شبیہ تھی اور سماعتوں میں اس کی سرگوشیاں۔

"جب میں یہاں آ رہا تھا تو میرے گمان میں بھی نہیں تھا کہ زندگی کا ایک خوب صورت موڑ میرا منتظر ہوگا۔"

"میری جان......" اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔

"انتظار بے کار ہے آپا وہ اب نہیں آئیں گے' دادی نے جس طرح انہیں بے عزت کر کے گھر سے نکالا ہے اس کے بعد ان کی غیرت اجازت نہیں دے گی کہ وہ اس دہلیز پر دوبارہ قدم رکھیں۔" جو خوف انگڑائی لیتا اس کے اندر کی آس کو خوف کی چادر اوڑھا کر سلا رہا تھا وہ سچ کی تصویر بنا سامنے آ گیا۔ اس کا دل مزید کسی اتھاہ میں ڈوبا تھا' بے اختیار گردن موڑ کر سحرش کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"تم نے روکا کیوں نہیں اسے' میرے آنے تک تو روک لیتی' کوئی قسم اس کے پاؤں کی زنجیر کرتی۔"

''بہت روکا' ہاتھ جوڑے' منتیں کیں لیکن وہ نہیں رکے۔ دادی نے بھی تو حد کردی تھی' کوئی ایسے بھی کرتا ہے۔'' سحرش دل گرفتگی سے بول رہی تھی' وہ بے بسی سے دروازے کو دیکھنے لگی۔ بات ہی ایسی تھی جس پر دل یقین کرنے کو تیار نہیں تھا اور ذہن کچھ بھی سوچنے سے قاصر۔

''کہاں گیا ہوگا وہ؟'' اس کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔

''جب دل پر چوٹ پڑے تو انسان اپنوں میں لوٹتا ہے یا پھر تنہائی میں بھٹکتا ہے اور میں دعا کررہی ہوں میر جان بھائی اپنوں میں لوٹ جائیں۔''

''اور میں دعا کرتی ہوں وہ لوٹ کر نہیں آئے۔''

''جنہیں دھتکارا جائے وہ لوٹ کر نہیں آتے آپا' اپنے دل کو سمجھاؤ۔ ابھی بارش کے بعد کیچڑ ہوگی ہے کچھ وقت لگے گا مطلع صاف ہونے میں اور زمین کو ہموار ہونے میں' اس سے پہلے صرف صبر کرنا ہے۔'' سحرش کہہ کر پلٹ گئی تھی' اس نے سختی سے آنکھیں بند کیں تو دو آنسو پلکوں سے ٹوٹ کر اس کی گود میں آ گرے۔

دادی کے غصے سے وہ واقف تھی اس لیے جانتی تھی کہ ابھی کچھ بھی کہنا انہیں مزید طیش دلانے والی بات ہوگی۔ ہر بات کی نفی کرتے ہوئے دادی عمر کے حساب سے مزید ضد میں آ گئیں تو پھر سنگین نتائج اُسے ہی بھگتنے ہوں گے اس لیے ضبط کرتے اپنے کمرے میں آ گئی۔

''سحرش...... اس سے کہو افسوس کے ساتھ کھانا بھی کھالے' مزاج بہار رہیں گے۔'' اس نے کمرے کا دروازہ بند کرنے سے پہلے دادی کی آواز سنی تھی اور مزاج بہار کا مطلب بخوبی سمجھ گئی تھی یعنی توانائی پھر آ جائے گی وہ دل کو دلاسہ دیتی بیڈ پر آ بیٹھی اور دونوں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹ لیے۔ ایک طرح سے خود کو سہارا دیا تھا وہ جو نہیں تھا جس سے زندگی گنگناتی تھی اور اس کی تو زندگی شروع ہی اس کے نام سے ہوتی تھی۔

میر جان اس کی جان کا حاکم کب بن گیا اسے خبر ہی نہ ہوئی' اس کا دل آرزو کرتا' زبان نام لیتی تو لب مسکرا اٹھتے۔

ایسے میں محبت اپنی جگہ خاموشی سے بناتی چلی گئی اس کے دل کی دھڑکن کو راگ ملا تو آنکھوں کو میر جان کی ہمراہی کا خواب اور تعبیر پانے کے لیے وجود بے قرار ہوا تھا۔ اس بات کو جانتے ہوئے کہ اس کی زندگی کی ڈور دادی کے ہاتھوں میں ہے وہ پھر بھی محبت کی مسافر تھی۔ سحرش جب اس کے لیے کھانا لے کر آئی وہ بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔ سحرش نے کھانے کی ٹرے اس کے سامنے رکھ دی۔

''آپا! کھانا کھالیں۔'' اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو سحرش خود ہی نوالہ بنا کر اس کے منہ کے قریب لے آئی۔

''پلیز آپا میری خاطر کچھ کھالیں' سچ میں نے بھی نہیں کھایا۔'' اس نے ایک دم آنکھیں کھولیں تو سحرش بھی فوراً بولی۔

''اماں ابا تو ہیں نہیں جو ہمارے ناز اٹھائیں اگر یہ کام ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے کرلیں تو کیا برا ہے۔''

''جب تقدیر لکھنے والے نے ہی ہمارے لیے برا لکھا ہو تو شکوہ کیسا۔''

''بس کریں آپا...... اب کوئی کفریہ بات نہ کہہ دینا۔'' سحرش نے ٹوکا۔

''کفریہ بات نہیں ہے لیکن اسے صرف ہم ہی نظر آتے ہیں جو ہر خوشی سے محروم کردیتا ہے اور کیوں؟'' آنسوؤں کو ہتھیلیوں سے صاف کرتی وہ تڑپ کر بولی تھی۔

''کل اماں' ابا اور آج میر جان۔''

''اماں ابا تو شہر خموشاں کے مکین ہوگئے لیکن میر جان بھائی تو آ جائیں گے ناں۔ ہم انہیں ڈھونڈ لیں گے۔'' سحرش اس کا ہاتھ تھام کر دلاسہ دینے لگی۔ ''رونے سے کچھ نہیں ہوگا آپا' صبر کریں۔''

''نہیں ہوتا مجھ سے صبر اور کیوں کروں میں صبر' یہ ہے کیا۔ دل کو سمجھا لینا صبر یا اس کی خواہش نہ کرنا جو قسمت میں نہیں اس کا نام صبر ہے۔'' سحرش کچھ نہیں بولی' جانتی تھی کہ ابھی اس کو سمجھانا فضول ہے وہ نہیں سمجھے گی پھر وہ دونوں کے دل کا حال جانتی تھی لیکن اس وقت کچھ نہیں

...لتی تھی۔

''اچھا کھانا تو کھالیں۔'' سحرش پھر نوالہ اس کے منہ کی طرف لے گئی لیکن اس نے چہرہ دوسری طرف کرلیا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔''

''میر جان بھائی کی قسم۔'' سحرش نے کہا تو اس نے بے اختیار منہ کھول دیا' سحرش فوراً اس کے منہ میں نوالہ رکھ کر مسکرائی۔

''پتا نہیں میر جان نے کھانا کھایا ہوگا کہ نہیں۔''

''کھالیا ہوگا' بے فکر رہیں۔ جانتی ہیں ناں وہ بھوک کے کتنے کچے ہیں۔''

''تم بھی کھاؤ۔'' وہ اب خود نوالہ بنا کر کھانے لگی تب سحرش مطمئن ہوکر اس کا ساتھ دینے لگی۔

✿......✿......✿

افرا اور سحرش بہنوں سے زیادہ سہیلیاں تھیں' جب ہی ایک دوسرے کے ہر راز سے واقف ہونے کے ساتھ ایک دوسرے کو مشورہ بھی دیتی رہتی تھیں۔ ایسا نہیں تھا کہ صرف دوستی ہی تھی' لڑائی جھگڑا بھی ہوتا تھا لیکن رازوں پر سے کبھی پردہ نہیں اٹھاتا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے ان کے والدین ائیر کریش میں دنیا فانی سے رخصت ہوگئے تھے تو پھر دادی نے ان کو سنبھالا تھا اور اب وہی ان کی سرپرست تھیں۔ دادی بہت رعب داب خاتون تھیں۔ جتنی محبت کرتیں اس سے کہیں زیادہ ان دونوں پر کڑی نظر رکھتی تھیں۔ رات میں جب وہ دونوں سونے لیٹتیں تو ان کی اپنی باتیں ہوتی تھیں ایسے میں دادی خاصے مشکوک انداز میں انہیں چیک کرنے آتیں۔ اسی طرح کچن میں' لان میں دادی کا آنا لازمی تھا' جس پر سحرش بہت جھنجھلاتی اور انہیں جاسوس' زیرو زیرو سیون جیسے نام دے رکھے تھے۔ یہ الگ بات کہ ان کے سامنے مودب بنی رہتی' ڈرتی بھی بہت تھی جب کہ افرا ...ملون رہتی اور اسے بھی سمجھاتی کہ دادی ان دونوں کی ذمہ داری کچھ زیادہ محسوس کررہی ہیں۔ بہرحال افرا اس وقت کالج سے یونیورسٹی میں آئی تھی جبکہ سحرش ابھی سیکنڈ ائر کی اسٹوڈنٹ تھی ان ہی دنوں موسم سرما کی ٹھنڈی بارش میں میر جان کی آمد ہوئی تھی۔

میر جان اس کی بڑی پھوپو کا بیٹا تعلیم کے بعد روزگار کی تلاش میں یہاں آیا تھا اور بہت جلد ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اسے جاب مل گئی تھی تو پھر دادی نے اسے اپنے پاس ہی روک لیا تھا یوں گھر میں جیسے زندگی دوڑ گئی تھی۔ میر جان دادی سے ناز نخرے اٹھواتا تو سحرش کے ساتھ دنیا جہاں کی باتیں کرتے ہوئے اسے بھی غیر محسوس طریقے سے گفتگو میں شامل کرلیتا۔ وہ جو والدین کی وفات کے بعد اندر سے بہت ٹوٹ گئی تھی میر جان کی باتوں اور انداز میں الجھتی چلی گئی۔ ایک تو عمر ایسی تھی دوسرے میر جان کے ذومعنی جملے دل کی کوری زمین پر پھوار برسانے لگے تھے اور وہ اس کے سحر میں گرفتار ہوتی گئی۔

میر جان تھا ہی ایسا' خوبرو وجیہہ' چھ فٹ سے نکلتا قد' گھنی مونچھوں تلے مسکراتے ہونٹ۔ شرارت سے بھرپور آنکھیں پھر گندمی رنگت نے اس کی خوب صورتی میں اضافہ ہی کردیا تھا۔ دادی نے اسے رہائش کے لیے اوپر کی منزل کا کمرہ دیا تھا لیکن اس کا کھانا پینا اپنے ساتھ ہی رکھا تھا۔ اس لیے تینوں وقت افرا کا اس سے سامنا ضروری تھا۔

شروع میں میر جان کھانے کے وقت بات کرنے کے لیے دادی کو مخاطب کرتا تھا لیکن اس کا انداز ایسا ہوتا کہ نا چاہتے ہوئے بھی افرا اور سحرش متوجہ ہوجاتی تھیں پھر آہستہ آہستہ وہ دونوں بھی اس سے بات کرنے لگی تھیں لیکن بہت محتاط انداز میں کیونکہ ایسے میں دادی کی کڑی نظریں ان دونوں پر جم جاتی تھیں اور میر جان نادان نہیں تھا۔ دادی کے تیور دیکھ کر خاموش ہوجاتا لیکن وہ محسوس کررہا تھا کہ اس کی کزنز کے ساتھ کچھ زیادتی ہورہی ہے جب ہی ایک دوپہر جب دادی ناسازی طبع کے باعث گہری نیند سورہی تھیں' وہ ان کے کمرے میں چلا آیا۔

''آپ......!'' افرا اور سحرش دونوں ہی اسے دیکھ کر بوکھلا سی گئی تھیں بلکہ خائف بھی ہوئیں تھیں۔

''ہاں وہ دراصل......'' وہ خود بھی سٹپٹایا لیکن پھر فوراً سنبھل کر کہنے لگا۔ ''وہ میں یہ پوچھنے آیا تھا کہ تم دونوں

کہیں باہر نہیں جاتیں۔"

"نہیں۔" فوری جواب سحرش کی طرف سے آیا اور وہ جو افرا کو دیکھ رہا تھا سحرش کو دیکھنے لگا۔

"کیوں؟"

"کالج' یونیورسٹی کے علاوہ دادی کی اجازت نہیں ہے کہ ہم کہیں اور جانے کی بات کریں۔" سحرش کا انداز شاکی تھا' جب ہی وہ بولا۔

"اس کا مطلب ہے تم لوگوں کا دل چاہتا ہے۔"

"نہیں' ہمارا دل بھی نہیں چاہتا۔" افرا بے اختیار بولی تھی۔

"کیوں؟" وہ افرا کے سامنے سوالیہ نشان بن گیا۔

"بس......" افرا کو کوئی جواب نہیں سوجھا تھا' سر بھی جھکا لیا تو وہ جو اسے جھنجھوڑنا چاہتا تھا ایک دم خاموش ہوگیا پھر جاتے جاتے بولا تھا۔

"میں دادی سے' میرا مطلب ہے نانی سے بات کروں گا۔" پھر اس نے دادی سے تو بات نہیں کی لیکن جب موقع ملتا ان دونوں کے پاس آ بیٹھتا تھا۔ شروع میں وہ خائف ہوتیں پھر انہیں بھی انتظار رہنے لگا' یوں افرا کو پتا بھی نہیں چلا کہ اس کے انتظار میں کیسے کیسے رنگ شامل ہوگئے تھے' وہ تو جب میر جان نے ایک دن اچانک اس کا ہاتھ تھام کر اپنی محبت کا اظہار کیا تو وہ حیران رہ گئی تھی کہ وہ اسی دن کی تو منتظر تھی۔ یوں بے آب و رنگ زندگی میں ایک ساتھ کتنے رنگ اتر آئے تھے پھر اس نے سحرش کو ہمراز بنایا تو ان کی باتوں میں اب زیادہ میر جان کا ہی تذکرہ ہوتا تھا۔ ایسے میں اگر دادی آ جاتیں تو دونوں کے رنگ فق ہوجاتے تھے۔

"آئیں ناں دادی' بیٹھیں ناں۔ آپ تو ہمارے پاس بیٹھتی ہی نہیں۔" سحرش اپنا خوف مٹانے کو کچھ زیادہ ہی دادی کی چاپلوسی کرنے لگتی جبکہ افرا کو کچھ سوجھتا ہی نہیں تھا۔

بہرحال ان سب باتوں کے باوجود وہ میر جان کی محبت میں بہت دور نکل گئی تھی کہ واپسی ناممکن تھی پھر وہ اس کا پھوپی زاد تھا جب ہی راستے میں کسی رکاوٹ کا شائبہ تک نہیں تھا اور یہی اس کی بھول تھی۔ دادی نے اولین دنوں میں ہی اس میں تبدیلی محسوس کر لی تھی اور انہوں نے اسے تو تنبیہہ نہیں کی لیکن میر جان کو اپنے لیے کسی اور رہائش کا انتظام کرنے کو کہنے لگی تھیں پہلے نرمی سے پھر سختی سے۔ اور اس روز افرا کو ہی یونیورسٹی سے آنے میں دیر ہوگئی تھی جبکہ اتفاق سے میر جان پہلے گھر آ گیا تھا تو دادی کو جیسے موقع مل گیا انتہائی غصے سے سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے میر جان کو گھر سے نکل جانے کو کہا تھا۔ پہلے تو وہ گنگ کھڑا رہا پھر وجہ پوچھی تو جواب میں دادی نے جو کچھ کہا وہ اس کے لیے ناقابل یقین تھا لیکن پھر بھی اسے یقین کرنا پڑا کیونکہ دادی کہہ رہی تھیں اور کوئی ماں اپنی اولاد پر جھوٹا بہتان نہیں لگا سکتی۔

❁......❁......❁

افرا کو کسی پل چین نہیں تھا اٹھتے بیٹھتے اسی کی راہ تکتی رہتی' یوں جیسے وہ کوئی چھوٹا بچہ ہو' راستہ بھول بیٹھا ہو اور کوئی راہ گیر ہاتھ پکڑ کر اسے گھر کی راہ دکھا دے گا مگر ایسا نہیں تھا پھر اگر دادی نے اسے گھر سے نکالا تھا تو اس نے بھی پلٹ کر خبر نہیں لی تھی نہ رابطہ کیا تھا۔ آج میر جان کو گئے ایک ہفتہ ہوگیا تھا' وہ بہت ہمت کر کے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کے کمرے میں آئی اور ایک ایک چیز کو یوں دیکھنے لگی جیسے وہ اس کے لیے کوئی پیغام چھوڑ کر گیا ہوگا۔

"وہ اپنا سب سامان لے گئے ہیں۔" کمرے میں آتے ہی جو آنسو آنکھوں میں ٹھہر گئے تھے وہ سحرش کی بات پر رخساروں پر آن گرے' وہ تڑپ کر اس کی طرف پلٹی اور ٹوٹے لہجے میں بولی۔

"سب کچھ لے گیا...... تو مجھے کیوں تڑپتا چھوڑ گیا...... مجھے بھی ساتھ لے جاتا۔"

"اگر اپنی مرضی سے جاتے تو آپ کو بھی دھوم دھام سے اپنے ساتھ لے جاتے مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے۔"

"میں تھک گئی ہوں سحرش' اس کی راہ دیکھتے دیکھتے۔" وہ رو رہی تھی۔

"ابھی سے...... ابھی سے تھک گئی ہیں آپا' محبت میں تو ایسے امتحان آتے ہی ہیں' آپ ابھی سے ہمت ہار

ای ہیں۔"

"ہاں' کیونکہ میں اس کے بغیر جینے کا تصور نہیں کر سکتی' ہی میں ہجر و فراق جھیلنے کی طاقت رکھتی ہوں۔"

"پھر یہ محبت تو نہ ہوئی آپا' یہ معاملہ ہی کچھ اور ہے' اس "کچھ اور" میں انسان بھٹکتا ہے جیسے آپ اور میر جان بھائی جیسے لیلیٰ مجنوں۔"

"میری محبت کو ان سے مت ملاؤ۔" وہ سختی سے بولی' سحرش خاموش ہوگئی تو قدرے رک کر وہ خود ہی کہنے لگی۔

"تم جانتی ہو سحرش کہ میں کمزور ہوں' اماں نے تربیت ہی ایسی کی ہماری کہ ہم اپنے حق کے لیے بھی دادی سے کچھ نہیں کہہ سکتیں اور میں تو دادی کے اس رویے پر حیران ہوں آخر انہوں نے میر جان کو گھر چھوڑنے پر کیوں مجبور کیا۔" وہ سوالیہ نظروں سے سحرش کو دیکھنے لگی اور اس کے نظریں چرانے پر اسے لگا جیسے وہ سب جانتی ہے اس لیے اس کے قریب آ کر بولی۔

"مجھے بتاؤ سحرش...... وہ کیوں گیا' دادی نے کیا کہا تھا اس سے؟"

"ان باتوں میں مت الجھو آپا کہ وہ کیوں گیا' اسے جانا تھا سو وہ چلا گیا۔" سحرش دادی کی کہی بات اس کے سامنے دہرا رہی تھی۔

"اگر تم نے افرا کے سامنے اپنی زبان سے میر جان سے ہونے والی میری کسی بھی بات کو دہرایا تو سوچ لینا مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ افرا تم سے پوچھے گی کہ میر جان کیوں گیا تو کہہ دینا اسے جانا ہی تھا۔" دادی نے نہایت سفاکی سے اس کی زبان پر بند باندھا تھا' وہ ابھی بھی سوچ کر لرز رہی تھی۔

"مجھے تمہاری بات پر اعتبار نہیں۔" افرا نے کہا تو وہ چیخ گئی۔

"کیوں...... کیوں اعتبار نہیں' کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟" افرا اسے دیکھ کر رہ گئی' کتنا مان تھا اسے اپنی ہم راز جان بہن پر جسے اس نے اپنی محبت کا راز داں بنایا تھا اور اب وہی بہن اسے خود سے دور محسوس ہو رہی تھی۔

"پتا نہیں لیکن میں جانتی ہوں کہ سچ کبھی نہ کبھی سامنے آ کر جھوٹ کو بے نقاب کر ہی دے گا اور میں اس وقت کا انتظار کروں گی۔" وہ کہہ کر تیزی سے کمرے سے نکل گئی اور پیچھے سحرش جزبز ہوتی سوچ میں پڑ گئی کہ آپا کے ساتھ اس نے ٹھیک کیا یا غلط۔

❁......❁......❁

اداس شاموں نے اس کے اندر کی اداسی کو مزید جلا بخشی تھی' اٹھتے بیٹھتے آہٹوں پر چونکتی یا پھر گھر سے یونیورسٹی اور یونیورسٹی سے گھر کے راستے میں انجان چہروں میں مسلسل میر جان کو تلاش کرتی کہ شاید وہ کہیں نظر آ جائے لیکن وہ نجانے کہاں جا چھپا تھا کہ پلٹ کر کوئی خبر ہی نہیں لی تھی۔ کبھی کبھی اس کا دل چاہتا پھوپو کو فون کر کے ان سے اس کے بارے میں پوچھے لیکن فون دادی کے کمرے میں تھا اور موبائل کے دور میں رہتے ہوئے بھی وہ اس سہولت سے محروم تھی۔ وجہ دادی ہی تھیں ان کی نظر میں نئی نسل کو بگاڑنے میں سب سے زیادہ ہاتھ ان نئی نئی ایجادات کا تھا جن میں سرفہرست ٹی وی کیبل' انٹرنیٹ اور موبائل فون شامل تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنی پوتیوں کو ان سب چیزوں سے دور رکھا تھا صرف ایک ٹی وی تھا جو دادی کے ساتھ بیٹھ کر دیکھتی تھیں وہ بھی مخصوص وقت مقرر تک' اتنی پابندی کے باوجود انہیں تعلیم حاصل کرنے کی نہ صرف اجازت تھی بلکہ دادی کی طرف سے سختی بھی تھی کہ تعلیمی میدان میں کوئی پیچھے نہیں رہے گا۔

اس روز چھٹی کا دن تھا' دادی فون پر چھوٹی پھوپو سے تفصیلی بات کرنے کے بعد ان دونوں کے پاس آ بیٹھی تھیں۔

"تمہاری چھوٹی پھوپو کی بیٹی جہاں آرا کی بات طے ہوگئی ہے' اگلے مہینے کی دس کو شادی ہے۔" دادی نے بتایا تو وہ دونوں اشتیاق سے انہیں دیکھنے لگیں۔

"بہت اصرار کر رہی تھیں تمہاری پھوپو کہ تم دونوں کو بھیج دو لیکن میں نے صاف منع کر دیا' کہہ دیا کہ بی بی پرایا مال ہے کوئی اونچ نیچ ہوگئی تو کون بھگتے گا۔" دادی کی بات پر

دونوں عجیب سے احساس میں گھر گئیں یعنی دادی کو ان پر ذرہ برابر اعتبار نہیں تھا۔

"زمانے کا چلن دیکھ کر بات کی ہے میں نے۔" دادی اپنا نقطہ نظر بیان کر رہی تھیں" تمہاری پھوپو سے معذرت کر کے صرف ایک پروگرام کی ہامی بھری ہے بس رخصتی میں جائیں گے۔"

"لیکن دادی لڑکیوں کے لیے تو مہندی کا فنکشن ہوتا ہے آپ مہندی کا کہتیں۔" سحرش نے ہمت کر کے کہا تو دادی نے گھور کر اسے دیکھا اور اس سے پہلے کچھ کہتیں افرا سحرش سے مخاطب ہوگئی۔

"دادی نے بالکل ٹھیک سوچا ہے، ہم شادی میں جائیں گی۔"

"ہاں سمجھاؤ اسے۔" دادی کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں تو سحرش اس پر بگڑنے لگی۔

"کوئی ضرورت نہیں مجھے سمجھانے کی دادی ہر جگہ اپنی مرضی چلاتی ہیں۔ بہت سن لی میں نے ان کی، کوئی بچی نہیں ہوں میں جیسا کہیں گی ویسا ہی کروں گی بس اب نہیں ہوتا مجھ سے یہ سب۔"

"اتنا غصہ......" وہ یک ٹک سحرش کو دیکھ رہی تھی۔

"انسان ہوں میں کوئی پتھر نہیں ہوں آپا، دادی آخر چاہتی کیا ہیں، ہمیں کہیں جانے دیتیں ہیں نہ کسی کو آنے دیتی ہیں۔ مجھے تو اب اپنی پھوپیوں کی شکلیں بھی یاد نہیں رہیں۔" اس کی آخری بات پر وہ بے ساختہ ہنسی پھر اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"اچھا چلو موڈ ٹھیک کرو۔"

"کیا موڈ ٹھیک کروں، اتنا اچھا موقع ہے پھوپو کے گھر میں شادی ہے، ہم بھی کچھ دن وہاں انجوائے کر لیتے لیکن دادی کو یہ خدشہ ہے جیسے کوئی ہمیں وہاں سے اٹھا لے جائے گا۔" سحرش کو کسی طرح چین نہیں آرہا تھا۔

"ہشت...... پگلی۔" افرا نے ٹوکا تو وہ منہ پھلا کر بولی۔

"ٹھیک ہے اب تو میں جاؤں گی ہی نہیں، کسی ایک فنکشن میں بھی نہیں۔"

"خیر جاؤں گی تو میں بھی نہیں۔" اس نے کہا تو سحرش اچھل کر بولی۔

"کیوں آپ کیوں نہیں جائیں گی؟"

"بس......" اسے جیسے اب کسی بات میں دلچسپی نہیں تھی۔

"کوئی بس نہیں آپا، آپ کو ضرور جانا ہے۔" سحرش کے زور دینے پر وہ کچھ نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"کیوں؟"

"کیونکہ وہاں میر جان بھائی بھی ہوں گے۔"

"میر جان......" اس کے ہونٹوں نے بے آواز جنبش کی۔

"جی ہاں، ان کی بھی رشتہ داری ہے ہماری اگر پھوپو ہیں تو ان کی خالہ ہیں۔ جائیں گی ناں آپ بلکہ اب تو آپ ضرور جائیں گی۔" سحرش نے اچانک شریر ہو کر اسے گدگدایا تھا۔

❀ ❀ ❀

دادی نے اسے اس کی ماں کا طعنہ دیا تھا اور کہا تھا۔

"جس طرح میں نے تمہاری ماں پر اپنے گھر کے دروازے بند کیے اس سے پہلے کہ تم پر بھی ہمیشہ کے لیے دروازے بند کروں تم چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ اس وقت صرف شاکڈ ہوا تھا کیونکہ اسے نہیں معلوم تھا کہ ایسا کچھ تھا البتہ یہ وہ جانتا تھا اس کی امی کبھی اپنے میکے نہیں گئی تھیں نہ کبھی نانی ان کے گھر آئی تھیں۔ اس بارے میں وہ اپنی امی سے پوچھتا تھا تو وہ اپنی مصروفیت کا بہانہ کرتی تھیں اور نانی کے بارے میں یہی کہتی کہ بڑھاپے میں وہ کہاں سفر کر سکتی ہیں اور جب اس نے میٹرک پاس کیا تھا تب نانی کے پاس آیا تھا اس کے بعد اب آنا ہوا تھا تو نہ پہلے نہ اب دادی نے کوئی ایسی بات کی تھی جس سے پتا چلتا کہ وہ اس کی امی سے ناراض ہیں اور اتنی کہ ان پر اپنے گھر کے دروازے بھی بند کر چکی ہیں۔ اس لیے جب اچانک انہوں نے ایسی بات کی تو اس کا شاکڈ ہونا فطری بات تھی پھر وہ اس وقت وہاں سے نکل تو آیا

اولاد نرینہ، تھیلسیمیا، اٹھرا، کا کامیاب علاج

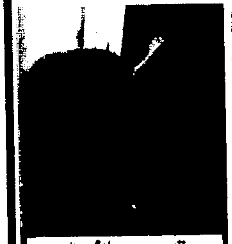
تندرست بیٹا محمد طٰہٰ

شہادت نمبر 1 ہمارے ہاں 9 بیٹیاں اور ایک اکلوتا بیٹا پیدا ہوا ان میں سے اکلوتا بیٹا اور پانچ بیٹیاں فوت ہوگئیں اور اسی دوران چار مرتبہ میجر اپریشن بھی ہوگئے۔ اولاد نرینہ کی شدید خواہش تھی ڈاکٹری علاج بھی بہت کرایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میڈیا کے ذریعے معلوم ہونے پر حضرت مولانا شفیع صاحب کی خدمت میں کوٹ ادو حاضر ہوئے۔ دعا کرائی اور علاج حاصل کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے علاج کامیاب ہوا اور مورخہ 15 اکتوبر 2015 کو تندرست بیٹا محمد طٰہٰ پیدا ہوا۔ یہ علاج کامیاب اور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

فیضیاب جان محمد ولد غلام حیدر سکنہ موضع بندرا نواز کالونی بہاولپور سٹی فون نمبر 0306-8201069

تندرست بیٹا محمد ہارون زکریا

شہادت نمبر 2 ہمارے ہاں اہلیہ کو گردوں کا پرابلم تھا دو تین مرتبہ بچے ضائع ہوگئے۔ ایک مرتبہ بیٹا 8 ویں ماہ پیدا ہو کر دو ہفتے بعد فوت ہوگیا۔ پھر اسکے بعد ہم نے ایم ایچ راولپنڈی ڈاکٹر عبیرہ چوہدری سے علاج کرایا۔ انکے علاج سے جب امید ہوئی تو انہوں نے الٹرا ساؤنڈ کرنے کے بعد گردے خراب ہو جانے کی وجہ سے بچہ ضائع کرانے کا مشورہ دیا۔ گود خالی تھی ہم بہت پریشان ہوئے۔ میڈیا کے ذریعہ معلوم ہونے پر حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کی خدمت میں کوٹ ادو حاضر ہوئے دعا کرائی اور علاج حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہی گردے خرابی والا حمل نارمل اور کامیاب ہوا۔ اور مورخہ 8 اگست 2010 کو تندرست بیٹا محمد ہارون زکریا پیدا ہوا۔

فیضیاب قاری عبدالرؤف ولد حاجی یار محمد قوم اعوان خطیب قصبہ لادہ تحصیل تلہ گنگ فون نمبر 0332-7511249

یہ طریقہ علاج ان کیلئے ہے جن کے ہاں مسلسل بیٹیاں پیدا ہوں اور بیٹے نہ ہوں یا بچے زندہ نہ رہتے ہوں یا بچے گردے خرابی کی وجہ سے پیٹ میں خراب ہو جاتے ہوں یا تھیلسیمیا کا عارضہ لاحق ہو۔

نوٹ: اولاد نرینہ کیلئے شدید خواہش مند حضرات جن کے بچے میجر اپریشن سے پیدا ہوتے ہوں اور چانسز کم باقی ہوں تو انہیں علاج درجہ اول حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور جن کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں یا گردے خرابی کا عارضہ لاحق ہو تو انہیں امید ہونے پر بروقت علاج حاصل کرنا ضروری ہے۔ **حصول علاج کیلئے ایڈریس**

مرکزی جامع مسجد چوک کالی پل جی ٹی روڈ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ رابطہ نمبر: 0331-6002834

ہمارا مقصد صرف قرآن وسنت کی روشنی میں کامیاب طریقہ علاج سے فیضیاب لوگوں کی شہادتوں و تاثرات سے اولاد نرینہ کے خواہش مند حضرات کو آگاہ کرنا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اولاد نرینہ جیسی نعمت سے مستفید ہوسکیں۔ ضرورت مند انٹرنیٹ پر دی گئی تفصیلات سے بھی معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔

جسکا ایڈریس یہ ہے: www.facebook.com/male pregeny through the means of Quran and sunnah

تحریر: طارق اسماعیل بھٹہ پریس رپورٹر کوٹ ادو

لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔

ہر تھی اپنے آپ سلجھانے کی کوشش میں اس کا ذہن چٹخنے لگا تھا' اسی شہر میں اس کی خالہ بھی رہتی تھیں لیکن وہ اپنی امی کے بارے میں کسی اور سے نہیں پوچھنا چاہتا تھا غالباً اندر سے خائف تھا کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جو اسے دوسروں کی نظروں میں گرادے۔ اس لیے وہ اس سلسلے میں صرف اپنی امی سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن مسئلہ یہ تھا کہ ابھی نئی جاب تھی اس لیے وہ چھٹی لے کر نہیں جاسکتا تھا گو کہ امی کا روز ہی فون آتا تھا اس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ نانی کا گھر چھوڑ چکا ہے کیونکہ وجہ پوچھنے پر اسے سچ بولنا پڑتا' امی سے وہ جھوٹ نہیں بول سکتا تھا اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس سارے قصے میں کہیں افرا کا نام آئے وہ جو اس عرصے میں اسے خود سے بڑھ کر عزیز ہوگئی تھی وہ اس پر کوئی آنچ نہیں آنے دینا چاہتا تھا۔

زندگی میں بعض اوقات کتنی ہی اہم بات کو اہمیت نہیں دیتے' نظر انداز کردیتے ہیں اور کتنی غیر اہم باتوں کو اہمیت دے کر الجھن کا شکار ہوجاتے ہیں وہ بھی ایسی ہی صورت حال سے دوچار تھا اور یہ اس کا ذہنی انتشار ہی تھا جو اسے یکسوئی سے کچھ سوچنے نہیں دے رہا تھا۔ امی کی طرف سے دھیان ہٹتا تو افرا کی طرف چلا جاتا وہ اس سے ملے بغیر چلا آیا تھا اور پھر اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا گو کہ اس کا دل مچلتا تھا۔ اس سے بات کرنے' اسے دیکھنے کو لیکن اس نے خود ہی اپنے آپ کو پابند کرلیا تھا کہ جب تک امی سے بات نہیں ہوجاتی وہ افرا سے بھی نہیں ملے گا حالانکہ اسے یہ احساس بھی تھا کہ وہ ناراض ہوگی۔ بدگمان بھی ہوسکتی ہے لیکن وہ کیا کرتا' خود وہ بھی چین سے نہیں تھا۔

بہر حال دادی کے گھر سے نکل کر وہ اپنے ایک ساتھی کے گھر پر کرایہ دار کے طور پر رہنے لگا تھا۔ صبح ناشتا اسے گھر پر ہی مل جاتا پھر سارا دن آفس اس کے بعد وہ بہت کم ہی گھر کا رخ کرتا تھا' زیادہ تر اِدھر اُدھر بھٹکتا رہتا پھر رات گئے سونے کے لیے ہی گھر میں داخل ہوتا تھا۔ اس وقت وہ آفس سے نکل رہا تھا کہ خالہ کا فون آگیا اس نے اپنی پژمردگی پر قابو پاتے ہوئے کال ریسیو کی۔

''السلام علیکم خالہ! کیسی ہیں آپ؟''

''ہاں' میں نے فون کیا تو کیسی ہیں آپ؟ کب سے آئے ہوئے ہو یہاں توفیق نہیں ہوئی میرے پاس آنے کی۔ مجھے تو ابھی آپا سے پتا چلا کہ تم یہاں ہو۔'' خالہ ایک ہی سانس میں شروع ہوگئیں۔

''بس خالہ وہ......''

''یہ صفائیاں یہاں آکر پیش کرو' ابھی فوراً آجاؤ میرے پاس' میں انتظار کررہی ہوں۔'' خالہ نے کہہ کر فون بند کردیا۔ وہ شش و پنج میں پڑگیا سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کرے۔ پتا نہیں دادی نے انہیں اس کے بارے میں کچھ بتایا تھا یا وہ خود ہی محبت میں بلا رہی تھی انہی سوچوں میں گھرا وہ خالہ کے گھر پہنچ گیا۔

''ہاں اب بتاؤ کوئی ناراضگی ہے کیا؟'' خالہ نے اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے پوچھا تو وہ شرمندہ ہوگیا۔

''ارے نہیں خالہ...... کیسی باتیں کرتی ہیں آپ' وہ میں آتے ہی جاب کے چکر میں پڑگیا پھر جاب ملی تو روٹین ایسی ہوگئی کہ میں آپ کے پاس آنے کا سوچتا ہی رہ جاتا ہوں۔'' وہ بہت سنبھل کر بات بناتے خالہ کو رام کررہا تھا۔ ''ابھی بھی دیکھیں میں آفس میں ہی تھا جب آپ کا فون آیا۔''

''ارے ہاں تم آفس سے آرہے ہو' سمن' میر جان کے لیے چائے ناشتا لاؤ جلدی۔'' خالہ نے اس سے بات کرتے ہوئے سمن آرا کو بھی پکارا۔

''میں صرف چائے پیوں گا خالہ۔'' اس نے کہا لیکن خالہ ان سنی کرتے ہوئے بولیں۔

''جہاں آرا کی شادی طے کردی ہے ہم نے۔''

''اچھا' کب؟'' اس نے اشتیاق سے پوچھا تو خالہ یک دم شاکی ہوئیں۔

''انجان بن رہے ہو' تمہیں اماں نے بتایا تو ہوگا وہیں اماں کے پاس رہ رہے ہوناں؟''

''نہیں خالہ۔'' وہ سٹپٹا گیا۔ ''میرا مطلب ہے پہلے تو میں نانی کے پاس تھا پھر اپنا الگ انتظام کرلیا' میں اب ان کے پاس نہیں رہتا۔''

''کیوں' الگ انتظام کیوں کرلیا۔'' خالہ کو برا لگا۔

''اصل میں نانی کے گھر سے آفس بہت دور پڑتا تھا' روز لیٹ ہوجاتا اس لیے میں نے آفس کے قریب ہی......''

''اچھا اچھا' آرام سے تو ہوناں۔''

''جی۔'' تب ہی سمن آرا چائے کے ساتھ لوازمات لیے آگئی تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''کیسی ہو سمن؟''

''میں ٹھیک ہوں بھائی' آپ سنائیں اور ہاں افرا اور سحرش کو بھی لے آتے۔''

''لو اماں نے تو صاف منع کردیا۔'' خالہ بول پڑیں۔ ''میں نے کہا اماں سے یہاں شادی کا گھر ہے دونوں بچیوں کو بھیج دیں' بہل جائیں گی لیکن اماں نے منع کردیا اور پتا ہے کیا کہا کہ صرف بارات والے روز لے آئیں گی بچیوں کو۔''

''کیا؟'' سمن چیخی۔ ''اس روز بھی آنے کی کیا ضرورت ہے۔''

''تم چپ رہو' میں لے آؤں گی افرا اور سحرش کو۔'' خالہ نے سمن کو ٹوک کر کہا تو وہ بے ساختہ بولا۔

''نانی نہیں بھیجیں گی انہیں۔''

''پتا نہیں کس بات کا خوف ہے اماں کو' بھیا بھابی کے بعد بچیوں کو کہیں آنے جانے ہی نہیں دیتیں خیر......'' خالہ نے خود ہی بات ختم کی تو وہ پوچھنے لگا۔

''جواد اور فواد کہاں ہیں؟''

''وہ جہاں آرا کو لے کر فرنیچر آرڈر کرنے گئے ہیں۔''

''اچھا ٹھیک ہے خالہ' میرے لیے کوئی کام ہو تو بتائیے گا' میں پھر چکر لگاؤں گا۔'' وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

✿......✿......✿

سردیوں کے اختتام پر بہار نے اپنا رنگ جمالیا تھا' اس کے باوجود اس کے اندر کی اداسی کم ہورہی تھی نہ الجھن۔ دادی کی باتیں اسے اپنے حصار سے نکلنے ہی نہیں دیتی تھیں اور کوئی سرا ایسا نہیں تھا جسے تھام کر وہ نفی کرتا اور فون پر امی سے کچھ بھی پوچھنے کی ہمت نہیں تھی۔

''میں کب تک خود سے الجھتا رہوں گا۔'' وہ سوچنے لگا۔ ''مجھے نانی کی بات کی تصدیق امی سے کرنی ہوگی' آخر ایسا کیا تھا جو نانی نے یہ بات کی کہ میں اس گھر میں تمہاری ماں کی طرح کا کوئی اور قصہ بننے نہیں دوں گی۔ کون سا قصہ ہے جو امی سے منسوب ہے اور جس سے میں بے خبر بھی ہوں۔'' اس نے اس وقت نانی سے بہت پوچھا تھا لیکن وہ اپنی بات کہہ کر صرف اسے گھر سے جانے پر زور دیتی رہی تھیں اور جب اس نے ضد میں آکر نہ جانے کی قسم کھائی تب نانی نے اسے اس کی محبت کی قسم دے کر مجبور کردیا تھا گویا یہ جتا بھی دیا کہ وہ کسی بات سے بے خبر نہیں ہیں۔ اس کے بعد اس کا وہاں ٹھہرنا ممکن نہیں رہا تھا اس لیے اپنا مختصر سامان لے کر وہاں سے نکل آیا تھا۔

زندگی میں پہلی بار اس نے دل کی بازی کھیلی تھی اور جہاں کھیلی وہ کوئی غیر بھی نہیں تھی لیکن ان اپنوں نے اس کے ساتھ غیروں جیسا سلوک کرتے ہوئے اسے گھر سے ہی بے دخل کردیا تھا اور وہ بھی ایک انجان شہر میں گو کہ وہ پہلی بار اس شہر میں نہیں آیا تھا۔ میٹرک کے بعد جب آیا تھا تو نانی کے گھر تک محدود رہا تھا اس لیے اب پہلے پہل تو وہ راستوں ہی سے انجان تھا اور اب جب راستوں سے پہچان ہوئی تو اپنوں نے دربدر کردیا تھا۔ ایک دو بار وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر افرا سے ملنے یونیورسٹی بھی گیا لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئی جس سے وہ یہ سمجھنے لگا کہ نانی نے اس کا یونیورسٹی جانا بند کردیا ہوگا۔ یہ سوچنے میں وہ حق بجانب تھا کیونکہ افرا اور سحرش پر نانی کی بے جا پابندیاں وہ دیکھ چکا تھا بہر حال اب اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اپنے ماں باپ کو اپنی محبت سے آگاہ کرے تاکہ وہ اس سلسلے میں پیش رفت کریں کیونکہ یہ تو طے تھا کہ اسے شادی افرا ہی سے کرنی تھی۔ وہ اپنی محبت سے دستبردار ہونے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا اس نہج پر سوچتے ہوئے وہ اسی وقت اپنی چھٹی کی درخواست ٹائپ کرنے لگا تھا۔

پھر چھٹی ملتے ہی وہ پہلی فلائٹ سے ملتان پہنچا تو گھر کی حالت دیکھ کر اسے دھچکا لگا تھا ابو برسوں کے بیمار لگ رہے تھے اوران کی تیمارداری میں امی بے حال نظر آرہی تھیں۔

''کیا ہوا ہے ابو کو؟ آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں، میں اسی وقت آجاتا۔'' وہ امی پر بگڑنے لگا تو ابو ہاتھ کے اشارے سے اسے روکتے ہوئے کہنے لگے۔

''بیٹا..... تمہاری امی تو کہتی تھیں لیکن میں نے انہیں منع کیا تھا کہ تمہیں بلانے کی ضرورت نہیں۔''

''کیوں ابو اور کون ہے آپ کا۔ چلیں اٹھیں میں ابھی آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے چلتا ہوں۔''

''بیٹا ابھی تو آئے ہو آرام کرلو۔ کل دکھا دینا ڈاکٹر کو۔'' ابو نے کہا تو وہ سر جھٹک کر انہیں اٹھنے میں مدد کرنے لگا امی خود بھی یہی چاہتی تھیں جب ہی چپ چاپ دیکھتی رہیں۔

❁......❁......❁

دو دن کے بخار نے اس پر کمزوری اور نقاہت طاری کردی تھی، ابھی بھی وہ مندی مندی آنکھوں سے سحرش کو دیکھ رہی تھی جو اس کے لیے سوپ اور سلائس لے کر آئی تھی۔

''میرا کچھ کھانے کو دل نہیں چاہ رہا۔'' اس نے آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

''آپا پلیز، تھوڑا سا کھالیں ورنہ میر جان بھائی بھی بھوکے رہ جائیں گے۔'' سحرش نے کہا تو وہ تلخی سے بولی۔

''اسے میری بھوک پیاس کی پروا ہوتی تو ایک بار میری خیریت معلوم کرنے ضرور آتا۔''

''ناامیدی چھوڑ کر اللہ سے امید باندھ لیں آپا..... اس یقین کے ساتھ کہ محبت کے راستے میں حائل تمام دیواریں گر جائیں گی۔'' سحرش کی بات پر وہ اسے دیکھنے لگی۔

''بس ایک سلائس پھر یہ سوپ پی لیں۔'' سحرش نے اس کا بازو تھام کر اسے اٹھایا پھر ٹرے اس کے سامنے کر کے دیکھا تو وہ جانے کس سوچ گم تھی۔

''کیا سوچنے لگیں آپا؟'' وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

''آپ نہ بتائیں، میں آپ کا چہرہ پڑھ کر بتاسکتی ہوں کہ آپ کیا سوچ رہی ہیں۔'' سحرش غالباً اس سے باتیں کرنا چاہ رہی تھی دو دن سے بولائی بولائی جو پھر رہی تھی۔

''اچھا یہ ٹرے ہٹاؤ، میں سوپ پی لوں گی۔'' اس نے ٹرے میں سے سوپ کا مگ اٹھایا تو سحرش ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر اس کے قریب کھسک آئی۔

''پتا ہے آپا..... چھوٹی پھوپو ہمیں ابھی سے بلانے پر دادی سے بہت اصرار کررہی ہیں، کل انہوں نے جواد بھائی کو بھی بھیجا تھا لیکن دادی نے منع کردیا پھر فون پر پھوپو کو بھی بہت باتیں سنائی تھیں۔'' سحرش آواز دبا کر بول رہی تھی۔

''دادی اتنی پابندیاں کیوں لگاتی ہیں ہم پر، اگر اماں ا[بو] حیات ہوتے تو ہم بھی اوروں کی طرح زندگی گزار[تے] ہے ناں۔''

''خیر دادی جو کرتی ہیں ہمارے بھلے کے لیے ہی کرتی ہیں۔'' وہ سحرش کو آزردگی سے نکالنا چاہتی تھی ورنہ اس [کا] بھی دل چاہتا تھا کہ وہ اپنی کزنز اور یونیورسٹی فیلوز کی طر[ح] سب سے ملے جلے گو کہ اماں ابا کی زندگی میں بھی پابند[ی] تھی لیکن اس حد تک نہیں۔

''شاید دادی آرہی ہیں۔'' لابی میں آواز سن کر سحرش فو[راً] پیچھے کھسک گئی تب دادی کے ساتھ چھوٹی پھوپو کو اندر آ[تے] دیکھ کر وہ اٹھنے لگی تھی کہ دادی نے روک دیا۔

''بیٹھی رہو تم، کچھ کھایا بھی ہے کہ نہیں۔''

''جی، السلام علیکم پھوپو!'' اس نے دادی کو جواب د[ینے] کے ساتھ پھوپو کو سلام کیا تب سحرش ایک دم اٹھ کر ان [سے] لپٹ گئی۔

''کیسی ہیں پھوپو، آئیں یہاں بیٹھیں۔''

''بیٹھ جاؤں گی.....'' پھوپو کہتے ہوئے افرا کے قریب آگئیں اور اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر کہنے لگیں۔

''اماں بتارہی ہیں تم کئی دنوں سے بخار میں ہو، ہا[ئے] رنگت بھی کیسی پیلی ہوگئی ہے۔ کیا ہوگیا ہے میرا بچہ؟''

''اب دیکھ لیا اپنی آنکھوں سے خوامخواہ اپنے گھر[ے]

جانے کی ضد کررہی ہو۔ شادی کا گھر ہے وہاں کہاں بچی کو آرام ملے گا۔'' دادی نے جتاتے ہوئے پھوپو سے کہا تو وہ بھی ان ہی کے انداز میں گویا ہوئیں۔

''اماں ایک ہی جگہ بند رہ کر بھی بندہ اکتا جاتا ہے' بیمار ہوجاتا ہے تبدیلی ملے گی تو ٹھیک ہوجائے گی۔''

''خاک ٹھیک ہوگی' میں ایسی حالت میں اسے کہیں نہیں بھیجنے کی۔''

''میں کہیں کی نہیں اپنے گھر کی بات کررہی ہوں۔ دونوں ابھی میرے ساتھ چلیں گی' چلو گی ناں بیٹا......'' پھوپو بہت پیار سے اس سے پوچھ رہی تھیں اور وہ دادی کی شعلہ بار نگاہوں سے خائف ہوگئی۔

''میں ٹھیک ہوجاؤں پھوپو پھرآؤں گی۔'' وہ رک رک کر بولی تو دادی نے فوراً تائید کی۔

''میں بھی تو یہی کہہ رہی ہوں' بھلی چنگی ہوجائے پھر میں خود لے کرآؤں گی دونوں کو۔''

''جلدی لے کر آیئے گا اماں...... یہ نہیں کہ بارات رخصت ہوجائے تب آپ آرہی ہوں۔'' پھوپو کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں پھر سحرش کی ٹھوڑی چھو کر پوچھنے لگیں۔

''تم کیسی ہو میری گڑیا؟'' سحرش مسکرانے کی کوشش میں ناکام رہی۔

''ٹھیک ہے اماں' میں چلتی ہوں گھر میں بہت کام ہیں۔ اچھا بیٹا تم آرام کرو۔'' پھوپو نے پلٹ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا' پھر دادی کے ساتھ کمرے سے نکل گئیں تو سحرش تیزی سے اس کے پاس آبیٹھی۔

''کیا ضرورت تھی یہ کہنے کی کہ میں پھرآؤں گی۔''

''تو اور کیا کہتی؟'' اس نے بظاہر معصومیت سے پوچھا۔

''تیار ہوجاتیں فوراً' ایمان سے اتنا اچھا موقع گنوا دیا۔ پڑی رہیں آپ بیمار' جتنے دن مرضی میں نے کوئی خدمت نہیں کرنی اب۔'' سحرش جھنجھلا کر کہتی ہوئی ٹرے اٹھا کر چلی گئی تو وہ افسردگی سے مسکرائی پھر تکیہ سیدھا کرکے لیٹ گئی۔

افسوس تو اسے بھی تھا لیکن وہ کیا کرتی' دادی کی مرضی کے خلاف تو نہیں جاسکتی تھی۔ کچھ بھی تھا ایک وہی تو تھیں ان دونوں کا سائبان باقی سب رشتے تو بس دور کی محبت کے تھے ورنہ ان کے ماں باپ کے انتقال پر پھوپیاں یا تایا بھی ان کے سر پر ہاتھ رکھ سکتے تھے۔ بس کچھ دن ہی سب نے دلجوئی کی تھی پھر سب اپنے اپنے گھروں کو سدھار گے اور یہ دادی ہی تھیں جو انہیں سینے سے لگائے ہوئی تھیں پھر وہ انہیں کیسے ناراض کرسکتی تھی بھلا اس وقت وہ غیر جانبداری سے سوچتے ہوئے جانے کب نیند کی وادیوں میں اتر گئی تھی۔

''سنو' مجھے یاد بھی کرتی ہو؟'' کہیں کوئی پوچھ رہا تھا اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں' دھڑکنیں منتشر ہورہی تھیں۔ بے تابی سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اس کے ہونٹوں نے بےآواز جنبش کی۔

''میر جان......'' تب ہی سحرش چائے کے ساتھ ابلا ہوا انڈا لے آئی تو وہ اپنے پیچھے تکیہ سیدھا کرکے بیٹھتے ہوئے بولی۔

''اب تو میں ٹھیک ہوں' پھر تم یہ تکلف کیوں کرتی ہو؟''

''خاک ٹھیک ہیں کتنی کمزور ہوگئی ہیں۔'' سحرش نے انڈا اسے تھماتے ہوئے کہا تو وہ خاموش ہوگئی پھر کچھ رک کر پوچھنے لگی۔

''سنو' میر جان آیا تھا ابھی۔''

''آپ کے خواب میں آئے ہوں گے۔'' سحرش جھنجھلائی۔ ''بس کریں آپا...... کیوں آپ نے انہیں ذہن پر سوار کرلیا ہے جب انہیں آپ کی پروا نہیں تو آپ بھی بھول جائیں مت یاد کیا کریں انہیں۔''

''یہ میرے اختیار میں نہیں۔'' وہ آزردگی میں گھرنے لگی تو سحرش فوراً بولی۔

''اچھا میں آپ کو بتاؤں میر جان بھائی ملتان چلے گئے ہیں۔''

''تمہیں کیسے پتا؟'' اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

''دادی اور پھوپو کی باتوں سے۔'' سحرش کے جواب پر وہ گہری سانس کھینچ کر رہ گئی' دل کا بوجھ کچھ کم ہوا تھا یہ سوچ کر کہ وہ اپنوں میں لوٹ گیا ہے۔

''چلیں اب آپ جلدی سے ٹھیک ہوجائیں' مجھے جہاں آرا آپی کی شادی میں ضرور جانا ہے۔'' سحرش کہتے ہوئے کمرے سے نکل گئی تو وہ افسردگی سے مسکرادی۔

✿......✿......✿

کھانے کے بعد اس نے ابو کو دوا دی پھر انہیں لٹا کر امی کے پاس آبیٹھا تو اب امی مطمئن سی ہوکر سب کا حال احوال پوچھنے لگیں۔

''وہاں سب ٹھیک ہیں' تمہاری نانی' افرا' سحرش......''

''پتا نہیں' ٹھیک ہی ہوں گے سب۔'' اس کے جواب پر امی ٹھٹکیں۔

''کیا مطلب؟''

''میں نانی کے گھر نہیں رہتا' نکال دیا تھا انہوں نے مجھے اپنے گھر سے۔'' وہ بتاتے ہوئے سر جھکا گیا۔

''نانی نے نکال دیا......! پر کیوں؟'' امی کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

''اس کیوں کا جواب تو آپ دیں گی امی۔'' اس نے کہا تو امی کو غصہ آگیا۔

''کیا پہیلیاں بجھوا رہے ہو' سیدھی بات کرو۔ کیا کہا نانی نے' کیوں نکالا تمہیں اپنے گھر سے؟''

''مجھے نہیں پتا' نانی کہہ رہی تھیں کہ وہ اپنے گھر میں صالحہ کی کہانی دوبارہ نہیں چلنے دیں گی۔ کون سی کہانی کی بات کررہی تھیں وہ؟ کیا ہوا تھا ایسا جو آپ نے مجھے نہیں بتایا۔''

''کیا بتاتی' کوئی بات ہوتی تو بتاتی۔ ایک بے بنیاد بات کو میری ماں نے انا کا مسئلہ بنالیا تو میں کیا کرسکتی ہوں۔'' امی کی آواز میں غصے کے ساتھ تاسف بھی سمٹ آیا تھا۔

''بے بنیاد بات...... تو آپ وہی مجھے بتادیں۔'' وہ بضد ہوا۔ ''نانی نے اتنی بڑی بات کہہ دی مجھ سے برداشت نہیں ہورہی آپ بتائیں کیا ہوا تھا۔''

''میں بتاتا ہوں۔'' ابو جانے کب دروازے میں آن کھڑے ہوئے تھے امی اور وہ انہیں دیکھنے لگے۔

''ہوا یوں تھا بیٹا......'' ابو آگے آتے ہوئے کہنے لگے۔

''تمہاری نانی نے تمہاری امی کا رشتہ زبردستی اپنے بھانجے سے طے کردیا تھا' باقاعدہ منگنی بھی ہوئی تھی لیکن تمہاری امی اس رشتے پر راضی نہیں تھیں۔ بہت احتجاج کیا لیکن تمہاری نانی بضد تھیں آخر تمہاری امی نے خود ہی اسٹینڈ لیا اور اپنے ماموں کے گھر کہلوا بھیجا کہ وہ یہ شادی نہیں کریں گی اگر ان کے ساتھ زبردستی کی گئی تو وہ عین نکاح کے وقت انکار کردیں گی۔ یوں وہ رشتہ ختم ہوگیا اور تمہاری نانی ناراض ہوگئیں۔ میرے ساتھ تمہاری امی کو رخصت کرتے ہوئے تمہاری نانی نے یہ بھی کہہ دیا کہ ہم آئندہ انہیں اپنی شکل نہ دکھائیں۔ اب تمہیں یہ بتانے کی ضرورت تو نہیں ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔'' آخر میں ابو نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی اور امی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ جو اس سارے قصے میں امی کا قصور کھوج رہا تھا بے ساختہ مسکرادیا۔

''اب بتاؤ' تمہارا کیا قصہ ہے؟'' ابو نے اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر پوچھا تو امی اسے دیکھنے لگیں جس سے وہ سٹپٹا گیا۔

''بتاؤ' تمہارے ابو کیا پوچھ رہے ہیں؟'' امی کو غالباً جاننے کی جلدی تھی' ابو نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں صبر کرنے کو کہا پھر اسے دیکھ کر پوچھنے لگے۔

''کون ہے افرا یا سحرش؟''

''افرا......'' وہ بے ساختہ بول کر امی کو دیکھنے لگا تو وہ ہنسنے لگیں لیکن ابو سنجیدہ تھے' اسی سنجیدگی سے ہنکارا بھر کر کہنے لگے۔

''پتا نہیں تمہاری نانی نے ان بچیوں کے لیے کیا سوچا ہوا ہے' بہرحال ابھی ہم تمہاری خالہ کے ہاں شادی پر جائیں گے تو وہاں ہم تمہاری نانی سے بات کریں گے۔''

''صرف بات نہیں کرنی ابو...... انہیں منانا بھی ہے۔''

اس نے منت سے کہا تو ابو امی کو دیکھنے لگے۔

''معاملہ دونوں طرف کا ہے یا صرف تم......؟'' امی سمجھ گئی تھیں کہ ابو یہی پوچھنا چاہ رہے ہیں۔

''دونوں...... میرا مطلب ہے افرا بھی......'' اس نے کہا تو ابو پُرسوچ انداز میں اثبات میں سر ہلانے لگے پھر اٹھتے ہوئے بولے۔

''اس کا مطلب ہے ہمیں یہ معرکہ سر کرنا ہی پڑے گا۔'' امی نے چونک کر دیکھا لیکن وہ رکے نہیں کمرے سے نکلتے چلے گئے۔

''یہ...... یہ تمہارے ابو کیا کہہ گئے ہیں۔'' امی نے اس کا بازو ہلایا تو وہ ان کا ہاتھ تھپک کر مسکرانے لگا۔

''بیٹا...... تم اپنی تائی کی ضد کو نہیں جانتے' انہوں نے اگر تمہیں اپنے گھر سے بے دخل کیا ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ انہیں یہ رشتہ منظور نہیں۔'' امی جس قدر خائف ہوکر بولی تھیں وہ اسی قدر مطمئن تھا۔

''رشتہ تو تائی کو ابو کا بھی منظور نہیں تھا۔''

''تمہارا مطلب ہے افرا۔''

''جی' آپ ہی کا خون ہے وہ بھی۔'' وہ امی کی بات اچک کر خود ہی محظوظ ہوا۔

✿......✿......✿

وہ بہت خاموشی سے سحرش کو دیکھ رہی تھی' جو الماری کے دونوں پٹ کھولے ہینگر کیے سوٹ نکال کر دیکھ رہی تھی۔ سوٹ اپنے ساتھ لگا کر آئینہ میں خود کو دیکھتی پھر منہ بنا کر سوٹ واپس الماری میں لٹکا کر دوسرا نکال لیتی۔ پندرہ منٹ سے وہ یہی کررہی تھی آخر فیروزی کلر کے اسٹائلش سوٹ پر اس کا دل آ ہی گیا۔

''یہ ٹھیک رہے گا' کیوں آپا؟'' سحرش نے بہت شوق سے اس سے تائید چاہی تو وہ جو اس کی اس ایکٹیویٹی سے اکتا گئی تھی فوراً بولی۔

''ہاں یہ بہت خوب صورت ہے اور تم پر فیروزی رنگ کھلتا بھی بہت ہے' سب میں نمایاں لگوگی۔''

''سچ......'' سحرش خوش ہوگئی پھر ایک دم منہ لٹکا کر بولی۔ ''کیا تھا جو دادی مایوں مہندی پر بھی لے جانے کی ہامی بھرتیں۔''

''تاکہ تمہیں یہ سارے ڈریس پہننے کا موقع مل جاتا۔'' اس نے قصداً ہلکے پھلکے انداز میں سحرش کو چھیڑا۔

''تو یہ ڈریس پہننے کے لیے ہی ہیں ناں' الماری میں لٹکے لٹکے تو......'' دادی کی پکار پر سحرش کی بات ادھوری رہ گئی

''جی دادی'' کہتے ہوئے بھاگ گئی تو اس نے اٹھ کر پہلے الماری بند کی پھر وضو کرکے نماز کے لیے کھڑی ہوگئی جب سے اس نے نماز کی پابندی کی تھی اس کے اندر ٹھہراؤ آ گیا تھا گو کہ میر جان کا خیال نہ دل سے جاتا تھا نہ ذہن سے لیکن اولین دنوں کی طرح تڑپتی بھی نہیں تھی۔ اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ کر کافی پُرسکون ہوگئی تھی ساتھ ہی اسے دعاؤں میں مانگتی بھی ضرور تھی۔ اس وقت اس نے دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرے تھے کہ سحرش نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے پکارا تھا۔

''آپا......''

''ہاں۔'' وہ جائے نماز کا کونا پکڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی پھر سحرش کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟''

''آپا وہ آپ کے لیے نوفل بھائی کا پرپوزل آیا ہے۔'' سحرش ایک لحظہ کو رکی پھر روانی سے بتایا تو جائے نماز لپیٹتے اس کے ہاتھ تھم گئے۔ ایسے میں اسے اپنی دھڑکنیں بھی مدھم ہوتی محسوس ہوئیں۔

''دادی نے آپ کی رضامندی لینے کے لیے مجھ سے کہا ہے اور آپ کو پتا ہے آپا...... دادی انکار نہیں سنیں گی۔'' سحرش نے اس کے ہاتھ سے جائے نماز لے کر ایک طرف رکھتے ہوئے کہا پھر اس کے قریب آئی تو وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

''نہیں' دادی سے کہو ایسی سزا نہ دیں' میرا گلا گھونٹ دیں لیکن مجھے زندگی اور موت کے درمیان کھڑا نہ کریں۔''

''میں دادی سے ایسا کچھ نہیں کہوں گی کیونکہ آپ سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہیں۔ میر جان بھائی نے تو پلٹ کر دیکھا بھی نہیں' محبت ایسی تو نہیں ہوتی۔''

''میں نہیں جانتی محبت کیسی ہوتی ہے بس میرا دل نہیں مانتا۔ تم دادی سے یہ تو کہہ سکتی ہو کہ وہ میری فکر نہ کریں۔'' اس نے کہا تو سحرش زچ ہوکر بولی۔

''نہیں اتنی جلدی فیصلہ سنانے کی ضرورت نہیں دادی نے بھی فوری جواب نہیں مانگا آپ اچھی طرح سوچ لیں۔''

''میری ہر سوچ پر تو وہ قابض ہے۔'' اس نے سوچا پھر سحرش کو نظر انداز کرتے ہوئے کمرے سے نکل کر کچن کا رخ کیا۔

بوا رات کے کھانے کی تیاری کررہی تھیں' وہ ان کا ہاتھ بٹانے لگی۔ یہ اس کا معمول تھا لیکن اس وقت منتشر ذہن کے ساتھ اس سے کوئی کام ٹھیک سے ہو نہیں پا رہا تھا۔ پیاز ہاتھ میں لی تو اس کی پرت در پرت اتارتی چلی گئی۔

''کیا بات ہے بٹیا...... تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟'' بوا نے پیاز کا حشر دیکھ کر تشویش سے پوچھا تو اس نے غائب دماغی سے انہیں دیکھا پھر جواب دیئے بغیر کچن سے نکل آئی۔

دادی عصر کی نماز کے بعد جو وظائف میں مصروف ہوتیں تو پھر مغرب اس کے بعد عشاء پڑھ کر ہی کھانے کے لیے کمرے سے نکلتی تھیں۔ اس لیے وہ بلاخوف چھت پر چلی آئی' ٹھنڈی ہوا میں ٹہلتے ہوئے اس کے احساسات دھیرے دھیرے بیدار ہونے لگے تھے ورنہ اب تک تو وہ کچھ سوچ ہی نہیں پارہی تھی اور اب پہلا خیال اسی دشمن جاں کا آیا تھا جس نے پلٹ کر خبر ہی نہیں لی تھی۔

''کیا سچ مچ وہ مجھے بھول گیا ہے؟''

''نہیں' اگر ایسا ہوتا تو مجھے اس کے آنے کا یقین نہ ہوتا۔ اس نے خود ہی اپنے خیال کی نفی کی کہ زینے پر قدموں کی آواز سن کر بلا ارادہ اُدھر ہی دیکھنے لگی چند لمحوں بعد سحرش نمودار ہوئی تو وہیں سے بولنا شروع ہوگئی۔

''توبہ آپا...... بتا کر تو آتیں میں نیچے سارے میں آپ کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔'' پھر قریب آکر بغور اس کا چہرہ دیکھنے لگی تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولی۔

''میں رو نہیں رہی تھی یہی دیکھ رہی ہو ناں۔'' سحرش پیچھے ہٹ گئی بولی کچھ نہیں۔

''نیچے بہت گھٹن محسوس ہورہی تھی جب ہی میں ٹھنڈی ہوا میں چلی آئی۔'' اس نے خود ہی صفائی پیش کی۔

''اچھا کیا' کھلی فضا میں آپ بہت اچھا سوچ سکیں گی۔'' سحرش نے کہا تو وہ روٹھے انداز میں بولی۔

''مجھے کچھ نہیں سوچنا۔''

''اور بھی اچھی بات ہے۔'' سحرش کہہ کر دیوار کے پاس جا کھڑی ہوئی اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اس پر کیا ظاہر کرنا چاہتی ہے یا اس سے کیا کہلوانا چاہ رہی ہے۔ چند لمحے الجھتی رہی پھر اس کے قریب دیوار پر ٹھوڑی ٹکا کر کھڑی ہوگئی۔

''ایک بات کہوں آپا......'' کتنی دیر بعد سحرش نے جیسے خود کو بولنے پر آمادہ کیا تھا۔

''ہمم......''

''میر جان بھائی نہیں آئیں گے' اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ نوفل بھائی کے بارے میں سوچیں۔'' سحرش نے کہا تو وہ ذرا سی گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں آپا...... کل شادی میں نوفل بھائی بھی ہوں گے' آپ انہیں اس نئے رشتے کے حوالے سے دیکھیں گی تو......''

''بس کرو۔'' سحرش کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اس نے ٹوک دیا۔ ''تم اگر کوئی اور بات نہیں کرسکتیں تو پلیز خاموش رہو۔''

''میں تو خاموش ہوجاؤں گی' دادی کو کیسے خاموش کرائیں گی اگر جو کل شادی میں انہوں نے سارے خاندان کے سامنے آپ کو نوفل بھائی کے ساتھ منسوب کرنے کا اعلان کردیا تو......'' سحرش نے اسے چکرا دیا۔

''یہ...... یہ تم کیا کہہ رہی ہو' کیا تم سے دادی نے ایسا کچھ کہا ہے؟''

''نہیں' لیکن دادی سے کچھ بعید بھی نہیں۔''

سحرش نے غلط نہیں کہا تھا جب ہی اس رات وہ ایک

پل کے لیے نہیں سوسکی تھی۔ امی ابو بے حد یاد آئے اور وہ یہی سوچتی رہی کہ اگر امی ابو ہوتے تو اس کے ساتھ ایسا نہ ہوتا۔ مختلف سوچوں اور شدت گریہ نے اسے ادھ موا کردیا تھا پھر بھی فجر کی اذان سنتے ہی اس نے بستر چھوڑ دیا۔ نماز کے بعد کتنی دیر سجدے میں گری بس روتی رہی۔ کوئی دعا لبوں پر آ کے نہیں دی تھی پھر جو وہ سوئی تب دادی خود آئی تھیں اور ان کے پکارنے پر اس نے ایک دم آنکھیں کھول دیں۔

"کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" دادی نے پوچھا تو وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"جی دادی...... بس رات سر درد کی وجہ سے نیند نہیں آئی تھی۔"

"چلو اب کچھ کھا پی لو۔"

"جی۔" اس نے فوراً واش روم کا رخ کیا اور صرف منہ ہاتھ دھونے کی بجائے اس نے شاور لینے کو ترجیح دی جس سے طبیعت کافی ہلکی ہوگئی تھی۔

پھر شام ڈھلتے ہی سحرش تیاری تیاری کا شور مچانے لگی وہ بہت خوش ہورہی تھی اور اس کی خوشی کی خاطر ہی وہ ناچاہتے ہوئے بھی اپنی تیاری میں مصروف ہوگئی۔

خوشی اور غم کا کوئی موسم نہیں ہوتا' یہ احساسات میں پنپتے سمندر کی لہروں کی مانند ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں اور انسان ان کے اس کھیل کو سمجھنے کی بجائے غم کو اپنے اوپر طاری کرکے خوشی سے بھی محروم رہتا ہے اور اسے تو لگ رہا تھا جیسے اب اس کی زندگی میں خوشی کی کوئی لہر آئے گی ہی نہیں۔ جب ہی بہت بے دلی سے اس نے وہی سوٹ پہن لیا جو سحرش نے نکال کردیا' میک اپ کے نام پر ہلکی سی لپ اسٹک لگائی پھر بالوں میں برش کرتے ہوئے اچانک سحرش کی بات یاد آئی تھی۔

"میں تو خاموش ہوجاؤں گی' دادی کو کیسے خاموش کرائیں گی اگر جو کل شادی میں انہوں نے سارے خاندان کے سامنے آپ کو نوفل بھائی کے ساتھ منسوب کرنے کا اعلان کردیا تو......"

"نہیں......" ایک دم ہی اسے بڑی زور کا چکر آیا اور خود کو گرنے سے بچانے کی خاطر وہ دھم سے بیڈ پر بیٹھی اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر آنکھیں بند کرلیں۔

"آپ تیار ہیں آپا۔" کچھ دیر بعد سحرش نے کمرے میں آتے ہوئے پوچھا پھر اسے اس طرح بیٹھے دیکھ کر بھاگ اس کے قریب آئی۔

"کیا ہوا آپا...... آپ ایسے کیوں بیٹھی ہیں؟" اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو سحرش بھاگ کر دادی کو بلا لائی اور دادی کی آواز سن کر اس نے چاہا کہ اٹھ کھڑی ہو لیکن ٹانگوں میں جیسے جان ہی نہیں رہی تھی۔

"کیا بات ہے افرا؟" دادی نے اس کی پیشانی سے بال سمیٹتے ہوئے نرمی سے پوچھا تو بے اختیار اس کی آنکھیں چھلک گئیں۔

"ارے کیا ہوا میرا بچہ؟" دادی نے قریب بیٹھ کر اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"پتا نہیں دادی' مجھے بہت کمزوری محسوس ہورہی ہے' دل بھی بیٹھا جارہا ہے۔" اس نے روتے ہوئے بتایا۔

"مجھے تمہارے سارا دن سونے سے ہی تشویش ہوئی تھی' سحرش بوا سے کہو جلدی سے شیک بنادیں' تم لیٹ جاؤ بیٹا۔" دادی نے سحرش کو بھیج کر اس سے کہا تو وہ جھک کر اپنے پیروں سے سینڈل اتارنے لگی۔

"شیک پی کر کچھ دیر آرام کرلو پھر چلیں گے۔" دادی نے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ ان کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"دادی آپ چلی جائیں سحرش کو لے کر' میں نہیں جاسکوں گی۔"

"اچھا۔" دادی جیسے خود بھی چاہ رہی تھیں' اسے آرام کرنے کی تاکید کرکے کمرے سے نکل گئیں۔

❁......❁......❁

وہ بہت خوشی سے جہاں آرا کی شادی میں امی ابو کو لے کر آیا تھا اور جس کی خاطر آیا تھا وہ آج تیسرے دن بھی کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔ اس کی متلاشی نظریں ہر طرف بھٹک کر مایوس لوٹ رہی تھیں' پھوپو نے سارا انتظام گھر پر

ہی کیا تھا۔ خوب صورتی سے سجے لان میں بڑی چہل پہل تھی پھر بھی اسے سب سونا سونا لگ رہا تھا۔ اسٹیج کے پیچھے کھڑے ہو کر وہ گیٹ سے داخل ہوتے مہمانوں میں بھی اسے ہی تلاش کررہا تھا کہ اس کی نظر دادی اور سحرش پر پڑی تو بے تاب ہو کر ان کے عقب میں نظریں دوڑانے لگا جب وہ نظر نہیں آئی تب وہ دادی اور سحرش کو دیکھنے لگا جو لان میں بیٹھنے کی بجائے سیدھی اندر جارہی تھیں شاید اس لیے کہ گھر کی خواتین ابھی اندر ہی تھیں۔

"نانی یقیناً اسے میری وجہ سے نہیں لائیں۔" اس نے تاسف سے سوچا پھر بوجھل قدموں سے چلتے ہوئے ایک ٹیبل کی چیئر کھینچ کر بیٹھنا چاہتا تھا کہ اس کے کانوں میں سمن کی آواز آئی۔

"بڑے ماموں نے نوفل بھائی کے لیے افرا کا ہاتھ مانگا ہے ناں۔"

"نوفل...... افرا......!" اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ کر چند لمحے کچھ سوچا پھر تیز قدموں سے اندر آتے ہی ٹھٹک کر رک گیا۔

اس کی امی نانی کے قدموں میں بیٹھی ہاتھ جوڑے اپنے ناکردہ گناہ کی معافی مانگتے ہوئے بچوں کی طرح رو رہی تھیں جبکہ نانی ٹھس بیٹھیں ان کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھیں۔ اسے نانی کی سنگ دلی پر بے طرح غصہ آیا' دل چاہا اپنی امی کو وہاں سے اٹھا کر لے جائے اور پھر کبھی پلٹ کر نہ دیکھے۔ اسی ارادے سے اس نے قدم آگے بڑھایا تھا لیکن پھر کمرے میں اور لوگوں کی موجودگی کا احساس کرکے رک گیا۔ نانی کے پیچھے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھے سحرش کھڑی تھی' دائیں جانب چھوٹی خالہ اور اِدھر اُدھر دونوں ممانیاں بھی موجود تھیں۔ تب اس منظر سے ہٹ جانے کا سوچ کر وہ دھیرے دھیرے پیچھے ہٹنے لگا اور بس دروازے سے دو قدم کے فاصلے پر تھا کہ ٹھس بیٹھی نانی میں اچانک حرکت ہوئی اور انہوں نے امی کو کھینچ کر اپنے سینے سے لگایا تو ہر طرف جل تھل کا سماں ہوگیا' خود اس کی آنکھیں دھندلا گئیں لیکن اس نے دھند کے اس پار دیکھنے کی کوشش

مغربی اور مشرقی ادب کی منتخب کہانیوں کا مجموعہ

ماہنامہ

نئے اُفق

کراچی

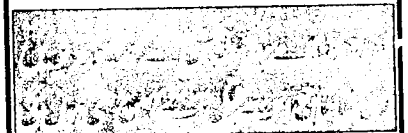

شائع ہوگیا ہے

مغربی ادب سے انتخاب
جرم و سزا کے موضوع پر ہر ماہ منتخب ناول
مختلف ممالک میں چلنے والی آزادی کی تحریکوں کے پس منظر میں
معروف ادیبہ زرین قمر کے قلم سے مکمل ناول
ہر ماہ خوب صورت تراجم دیس بدیس کی شاہکار کہانیاں

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی
خوشبوئے سخن اور ذوق آگہی کے عنوان سے مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

کسی بھی قسم کی شکایت کی صورت میں
021-35620771/2
0300-8264242

نہیں کی فوراً پلٹ کر تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے گیٹ پار کیا تھا کہ ابو سامنے آگئے۔

''کہاں؟''

''وہاں۔'' بلا ارادہ اس کی زبان سے پھسلا تو خود ہی سٹپٹا گیا۔''ابو آپ تو اندر جائیں۔''

''اندر کہاں جاؤں' اِدھر بارات آنے والی ہے۔'' ابو نے کہا تو اب وہ خود پر قابو پا کر بولا۔

''بارات کے استقبال کے لیے یہاں اور لوگ موجود ہیں آپ اندر جا کر امی اور نانی کو سنبھالیں' دونوں گلے مل کر سیلاب بہا رہی ہیں۔''

''واقعی......'' ابو کو خوشگوار حیرت نے گھیر لیا تو اس نے ان کی آنکھوں کے سامنے وکٹری کا نشان بنایا پھر بھاگ کر اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہی اسپیڈ سے گاڑی بھگا لے گیا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد بوا اسے افرا کے کمرے کے دروازے تک چھوڑ کر پلٹ گئیں تو اس نے ناک کر کے آہستگی سے دروازہ کھولا۔ سامنے ہی بیڈ پر وہ سیدھی لیٹی تھی' ایک بازو آنکھوں پر تھا دوسرا پیٹ پر' وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر سائیڈ میں ہو کر بولا۔

''سنو...... میں آگیا ہوں۔''

''کون......؟'' افرا نے چونک کر آنکھوں سے بازو نیچے گرایا اور بے تابی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

''میرے علاوہ کون ہوسکتا ہے۔'' وہ قدم بڑھا کر سامنے آیا تو افرا غیر یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

''کیسی ہو بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے۔'' میر جان نے اس کے ستے ہوئے چہرے اور سرخ آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ یکلخت چیخ گئی۔

''تم تو خوش ہو ناں؟''

''بہت...... جب قدرت ہماری جھولی میں خوشیاں ڈال رہی ہے تو میں خوش کیوں نہ ہوں۔'' میر جان نے ''ہماری'' پر زور دے کر اسے چونکایا۔

''ہماری......!'' اس کی آنکھوں میں سوالیہ نشان ابھر آئے تھے۔ میر جان اس کی اور اپنی طرف اشارہ کر کے مسکرایا پھر اس کا ہاتھ تھام کر کہنے لگا۔

''سنو...... سارے گلے شکوے بعد کے لیے اٹھا رکھو' میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ ابھی جب میرے امی ابو تمہاری دادی کے سامنے میرے لیے جھولی پھیلائیں گے تو وہ انکار نہیں کریں گی۔''

''یہ تم اتنے یقین سے کیسے کہہ رہے ہو؟''

''یقین کر کے ہی تمہارے پاس آیا ہوں افرا! ورنہ شاید......'' بوا کے آنے سے اس کی بات ادھوری رہ گئی۔

''بٹیا...... سحرش کا فون ہے۔'' بوا نے کہتے ہوئے کارڈ لیس اسے تھمادیا تو وہ حیرت میں گھر کر بوا سے پوچھنے لگی۔

''کیا کہہ رہی ہے؟''

''تم سے بات کرنے کا کہا ہے۔'' بوا کہہ کر چلی گئیں تو اس نے حیرت سے کارڈلیس کان سے لگالیا۔

''ہیلو......'' اس کی آواز سنتے ہی اُدھر سے سحرش شروع ہوگئی۔

''اُف آپا...... سخت غلطی کی آپ نے شادی میں نہ آ کر اور وہ میر جان بھائی بھی پتا نہیں کہاں چلے گئے۔ بہت ہی فضول ہیں آپ دونوں' یہاں دادی اور بڑی پھوپو رونے دھونے کے بعد اب انتہائی خوشگوار ماحول میں آپ دونوں کی شادی طے کر رہی ہیں' سچ آپا بڑا مزہ آیا اور پتا ہے......'' جس روانی سے سحرش بول رہی تھی' اسی حساب سے اس کے چہرے پر رنگ اتر رہے تھے جنہیں دلچسپی سے دیکھتے ہوئے میر جان نے اس کے کارڈلیس والے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر دھیرے سے سرگوشی کی۔

''اب تو یقین آگیا؟'' اس نے چاہا انجان بن کر پوچھے کس بات کا لیکن نظروں کا تصادم ہوتے ہی اس کی پلکیں آپ ہی آپ جھکتی چلی گئیں جبکہ شرمگیں مسکراہٹ نے ہونٹوں پر قبضہ جمالیا تھا۔

قسط نمبر 15

وہ جذبوں کی تجارت تھی یہ دل کچھ اور سمجھا تھا
اسے ہنسنے کی عادت تھی یہ دل کچھ اور سمجھا تھا
ہمیشہ اس کی آنکھوں میں دھنک رنگ ہوتے ہیں
یہ اس کی عام حالت تھی یہ دل کچھ اور سمجھا تھا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

گاڑی کے اچانک رکنے پر جہاں آراء بوکھلا جاتی ہے پولیس والوں کو پیسہ کا لالچ دے کر معاملہ حل کرنے کی کوشش بھی ناکام رہتی ہے اور وہ سراج کو گرفتار کرکے لے جاتے ہیں ایسے میں جہاں آرا کو واپس اپنے بنگلے پر ناکام لوٹنا پڑتا ہے۔ زید سودہ کی منگنی والے معاملے پر از خود ہی الجھتا اور اپنے جذبات سمجھنے میں ناکام رہتا ہے ایسے میں رات کے اندھیرے میں سودہ اسے دیکھ کر خوف زدہ ہوجاتی ہے وہیں زید اسے جھڑک دیتا ہے۔ زرقا اور یوسف عمرہ کی ادائیگی کے بعد واپس آتی ہیں تو گھر میں رونق لوٹ آتی ہے۔ نوفل بھی بے حد مسرور ہوتا ہے لیکن اس دوران شعوانہ کا ذکر اسے بے حد گراں گزرتا ہے اس سلسلے میں دی جانے والی پارٹی میں وہ عاکفہ اور بابر کو بھی مدعو کرتا ہے جبکہ عاکفہ اپنے طور اسے انشراح سے معذرت کرنے پر آمادہ کرتی ہے لیکن نوفل رضامند نہیں ہوتا۔ انشراح اپنی اصلیت سے آگاہ ہونے کے بعد عجیب بے یقینی کا شکار ہوتی ہے۔ اسے نوفل کا تحقیر آمیز انداز اور توہین آمیز سلوک شدت سے یاد آتا ہے اپنی سچائی سب پر ظاہر ہونے کے خوف سے وہ یونیورسٹی بھی نہیں جا پاتی اور اپنی زندگی سے بےزار نظر آتی ہے ایسے میں انشراح ہر طرح اس کا ساتھ دیتی ہے۔ ان حالات میں انشراح کا ذہن بغاوت پر مائل ہوتا ہے اور وہ بدلے کی آگ میں جلتی اپنے جذبات کو پُرسکون کرنے کی کوشش میں ناکام رہتی ہے۔ عمرانہ شروع سے ہی موثر کو پسند کرتی تھی اور صوفیہ بھی اسے اپنی بھابی بنانا چاہتی تھی لیکن شادی کے کچھ عرصے بعد ہی مدثر اور صوفیہ عمرانہ کی فطرت سے آگاہ ہوجاتے ہیں وہ سب پر اپنی حکومت چلانے والی شکی عورت ثابت ہوتی ہے۔ صوفیہ کے لیے اس کی نفرت اس لیے مزید بڑھ جاتی ہے کہ وہ شادی کے ڈیڑھ برس بعد ہی بیوہ ہوکر سودہ کے ہمراہ ان کے گھر لوٹ آتی ہے۔ عمرانہ مدثر کی گھر سے غیر حاضری کو غلط رنگ دیتی ہیں اور ان کے اپنے استاد کے گھر جانے پر شک میں مبتلا رہتی ہیں صالحہ ان کے استاد کی بیٹی کی حیثیت سے ان کے لیے قابل عزت ہوتی ہے اور وہ اس کی شادی کی تیاریوں کے سلسلے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ ایسے میں عین نکاح کے موقع پر عمرانہ پہنچ کر نہ صرف شادی رکواتی ہیں بلکہ صالحہ اور مدثر کے تعلقات کو نشانہ بنا کر الزامات عائد کرتی ہیں جس کے نتیجے میں مدثر کو صالحہ سے رشتہ بنانا پڑتا ہے لیکن وہ اسے کسی اور روپ میں قبول کرتی ہیں۔

اب آگے پڑھیے

❀......❀......❀

لاریب اپنی دھن میں آرہا تھا معاً سیڑھیوں پر نظر پڑی اور ساتھ ہی کوئی وجود چیختا ہوا نیچے گرتا نظر آیا۔ اس نے دو سیڑھیاں چڑھ کر اس نرم و نازک مہکتے وجود کو مضبوطی سے تھام لیا۔

''اوہ...... تھینکس گاڈ! تم نے میری ہڈیاں ٹوٹنے سے بچالیں لاریب۔'' اس کے خوف زدہ چہرے پر اطمینان کے

تاثرات پھیل گئے تھے وہ گہرا سانس لیتی ہوئی تشکر آمیز لہجے میں گویا ہوئی۔

''ساریہ...... تم کب آئیں؟'' وہ اس کو سہارا دیتا ہوا خوشگوار حیرت سے گویا ہوا۔ اس کی چیخوں کی آواز سن کر تمام ملازم جمع ہوگئے تھے۔ امینہ بی پیچھے آرہی تھیں تب اس نے ہاتھ کے اشارہ سے ملازموں کو وہاں سے جانے کو کہا۔

''کچھ ہی گھنٹے ہوئے ہیں یہاں آئے ہوئے۔'' اس نے نیچے اترتے ہوئے مڑ کر نوفل کے بند کمرے کی طرف دیکھا اس کی چیخ و پکار سن کر سارے ملازم آگئے تھے بلکہ نیچے ماما کے کمرے کا دروازہ بھی کھل گیا تھا۔ ایک وہ کٹھور تھا جس نے دروازہ سے جھانک کر یہ تک دیکھنا گوارہ نہ کیا کہ وہ کیوں چیخ رہی ہے' کیا ہوا ہے؟

''ارے تم کو پہلے بتانا تھا ناں میں ائرپورٹ پک کرنے آتا' ویسے تم شوفر کے ساتھ آئی ہوں گی' اب یہ اچھا نہیں لگتا کہ تم جیسی کبھی کبھی آنے والی مہمان بھی شوفر کے ساتھ آئے۔'' اس کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ اپنائیت سے کہہ رہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی ایک ہی چھت تلے رہنے والے بندوں کی سوچ و مزاج میں کتنا فرق ہے۔ ایک نے سرے سے اس کے وجود کی ہی نفی کردی تھی جس کے لیے اس کا ہونا نہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا تھا اور ایک وہ تھا جس کو اس کا شوفر کے ساتھ آنا ہی شرمندہ کررہا تھا۔

''میں سرپرائز دینا چاہتی تھی سو ماما کے علاوہ کسی کو بھی نہیں بتایا تھا۔'' وہ نیچے لاؤنج میں آگئے تھے۔

''بہت اچھا سرپرائز دیا تم نے ساریہ......'' وہ شوخی سے بولا۔

''میرے سلپ ہونے کا مذاق اڑا رہے ہو؟''

''توبہ...... میں بہت خوش ہوں تمہارے آنے سے۔'' وہ کان پکڑ کر نفی میں گردن ہلاتا ہوا گویا ہوا۔

''اوہ سو کیوٹ' تم بہت اچھے ہو لاریب سو نائس۔'' وہ مسکرا کر بولی' لاریب کے لبوں پر عجیب سی مسکان تھی۔

''لڑکیاں مجھ سے مل کر یہی کہتی ہیں۔'' وہ اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''اوہ' بہت گرل فرینڈز ہیں تمہاری؟'' وہ صوفے پر بیٹھ گئے تھے' ساریہ نے ابرو اچکاتے ہوئے کہا۔

''آف کورس' مجھ جیسا اسمارٹ اینڈ گڈ لکنگ بندہ ڈیزرو کرتا ہے۔'' اس نے شوخی سے کالر جھاڑا تو وہ کھلکھلا کر بولی۔

''تم سے زیادہ گڈ لکنگ' اسمارٹ اینڈ ہینڈسم تمہارا بھائی ہے وہ تم سے زیادہ ڈیزرو کرتا ہے لیکن اس کے پاس گرل فرینڈز کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے بلکہ لڑکی کو جاندار مخلوق ماننے کو ہی راضی نہیں ہے وہ۔'' اس نے چونک کر ساریہ کی طرف بغور دیکھا جہاں ٹھکرائے جانے کا دکھ تازہ تھا' وہ بے اختیار سنجیدگی سے کہنے لگا۔

''میرے بھائی سے دل لگانے کی غلطی مت کرنا ورنہ پتھر کی ہوجاؤ گی۔''

❀......❀......❀

قدم قدم پر تیری آہٹوں کا ڈیرہ ہے
مگر نظر میں فقط شب زدہ سویرا ہے
تہی تہی سے مناظر ہیں گرد گرد فضا
متاع عمر وہی ایک خواب تیرا ہے

''زیدہ بھائی...... چائے لیجیے۔'' اس نے آنکھ کھول کر دیکھا' بند آنکھوں کے پیچھے دکھائی دینے والا سراپا مجسم سامنے تھا۔ سبز شرٹ و سفید ٹراؤزر میں ملبوس وہ سامنے کھڑی تھی سفید و سبز رنگ کا پرنٹڈ دوپٹہ اچھی طرح اوڑھے ہوئے نگاہیں جھکائے وہ ایسی ہی لگ رہی تھی گویا سبز پتوں میں چھپی کوئی نوخیز کلی۔ لمحہ بھر وہ سوئی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتا رہا تھا۔

''زید بھائی...... چائے......'' اس کی دل کی حالت سے بے خبر وہ دوبارہ گویا ہوئی تو وہ نہ صرف چونک کر سیدھا ہوکر

بیٹھا بلکہ چہرے کے تاثرات بھی تیزی سے بدلے تھے' سنجیدہ و بے پروائی سے لبریز۔
''پیپرز کب ختم ہو رہے ہیں؟'' ساسر پکڑتے ہوئے استفسار کیا۔
''کل لاسٹ پیپر ہے۔'' سر اور نگاہیں جھکائے ہوئے جواب دیا گیا۔
''کل لاسٹ پیپر ہے اور تم ابھی بھی ان فضولیات میں پڑی ہو' کیا سمجھتی ہو تم تمہارے بنا یہ گھر چل نہیں پائے گا..... تم ہی کام کرسکتی ہو؟'' اس کا موڈ یک دم ہی بگڑا تھا۔
''میری تیاری مکمل ہے زید بھائی..... بوا اور ممی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ہلکے پھلکے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹا رہی ہوں۔'' اس نے صفائی پیش کی۔
''کیا ہوا ہے بوا اور پھوپو کو؟'' وہ چائے پیتا ہوا گویا ہوا۔
''بوا کے جوڑوں میں بہت درد ہے اور امی کو بخار ہو گیا ہے آپ کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟'' وہ جلد سے جلد وہاں سے جانا چاہ رہی تھی۔ ارد گرد کوئی بھی نہیں تھا اور ایسے میں عمرانہ آ جاتی تو ہنگامہ کھڑا کر دیتیں۔
''نہیں' جاؤ تم۔'' زید نے کہا تو وہ برق رفتاری سے نکل گئی۔ شومئی قسمت دوسرے دروازے سے عمرانہ اندر داخل ہو رہی تھیں' انہوں نے سامنے کے دروازے سے سبز و سفید دوپٹے کی صرف جھلک دیکھی تھی اور حیرت و تعجب سے کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھیں۔
''مما..... آئیے نہ وہاں کیوں کھڑی ہیں آپ؟'' زید کی ماں پر نظر پڑی تو وہ فوراً کھڑا ہو کر گویا ہوا۔
''وہ..... وہ سودہ ہی تھی ناں..... کیا کر رہی تھی وہ یہاں پر؟ کب سے چل رہا ہے یہ سلسلہ.....'' وہ ایک دم ہی آپے سے باہر ہوئیں۔
''کیا کہہ رہی ہیں مما آپ؟ سودہ چائے دینے آئی تھی۔''
''چائے دینے آئی تھی یا چاہت..... سب سمجھتی ہوں میں بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو مجھے زید۔'' وہ اس کو گھور کر بولیں۔
''آپ کے ساتھ پرابلم کیا ہے مما..... لمحے بھر میں آپ مجھے ہرٹ کر دیتی ہیں۔'' وہ دھیمے انداز میں بولا۔
''ہرٹ میں ہوئی ہوں کیونکہ میرا پہلا اور آخری سہارا تم ہی ہو اور مجھے معلوم ہے صوفیہ اس لڑکی کو جال بنا کر تم پر پھینک رہی ہے تاکہ تم بھی بدل جاؤ اور میں بالکل ہی بے آسرا ہو جاؤں۔''
''پلیز مما..... ایسا کچھ نہیں ہے میرے سر میں درد ہو رہا تھا سوچا چائے پی لوں' کم ہو جائے گا میں نے بوا کو آواز لگا کر کہا تھا مجھے نہیں معلوم کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے چائے سودہ لے آئی تھی۔'' وہ اندر ہی اندر زچ ہوتا ہوا مؤدب لہجے میں کہہ رہا تھا۔
''اچھا جب آپ نے اس کو چائے لانے کا کہا ہی نہیں پھر اس کی جرأت کیسے ہوئی چائے لانے کی' میں سب جانتی ہوں وہ کیا چاہتی ہے۔''
''پلیز مما کول ڈاؤن' اس کے چاہنے نہ چاہنے سے اس وقت تک کچھ بھی نہیں ہوگا جب تک میں نہ چاہوں اور میں ایسا کبھی نہیں چاہوں گا۔'' چائے کا بھرا کپ ٹیبل پر ٹھنڈا ہو رہا تھا' وہ ان کو بہلا رہا تھا۔
''مدثر نے دھوکہ دیا ہے ناں' وہ بھی اسی طرح یقین دلاتا تھا اور دوسری شادی کر کے بیٹھ گیا اور آج بھی اس کے قدموں میں پڑا ہے وہ۔''
''اوہ مما..... آپ کیوں بار بار بھائی پر الزام لگاتی ہیں بھائی کو باہر کیا لڑکیوں کی کمی ہے جو سودہ کو منہ لگائیں گے'

مائدہ نے مسکراتے ہوئے وہاں آ کر ماں سے کہا۔

''اس قصے کو آپ عروہ سے منگنی کر کے ختم کریں۔''

''میری تو یہی آرزو ہے میری بھانجی میری بہو بن کر آئے اور بس۔''

''آپ ابھی کہاں شادی منگنی کی باتیں لے کر بیٹھ گئی ہیں میں نے آپ کو کیا کہا تھا اور آپ بے مقصد باتیں لے کر......'' کسی کی کال آنے پر زید لاؤنج سے دور ہوا تو مائدہ نے جھٹ آہستہ سے عمرانہ سے کہا تو وہ سر پر ہاتھ مار کر رہ گئیں۔

''اگر بھائی کا خیال تم رکھ لو تاں...... یہ چائے' کھانا' کافی وغیرہ دینے کا تو اس چڑیل کی ضرورت ہی نہ پڑے اور میرا دل بھی سکون میں رہے۔''

''مجھ سے نہیں ہوتی ہیں یہ غلامی خوامخواہ ویٹرس بن کر رہ جاؤں۔''

''سیکرٹری کی کال تھی آفس سے' مجھے جانا پڑے گا ابھی۔'' وہ قریب آ کر گویا ہوا۔

''ایم سوری بیٹا۔'' انہوں نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

''سانپ کا کاٹا رسّی سے بھی ڈرتا ہے یہی حالت میری بھی ہے مدثر کی بے وفائی کے بعد مجھے کسی پر بھی اعتبار و بھروسہ نہیں رہا ہے۔''

''مجھے شرمندہ نہیں کریں مما' میں آپ کا تھا' آپ کا ہوں' آپ کا رہوں گا۔''

''دل خوش کر دیا میرا' ارے ہاں یاد آیا میں یہ کہنے آئی تھی کہ کل مائدہ کا آخری پیپر ہے پرسوں آپا عفرا اور مائدہ کو لے کر لاہور جانا چاہ رہی ہیں۔ میں نے اجازت دے دی ہے مائدہ کو لے جانے کی' اس بہانے ایگزامز کی تھکن بھی اتر جائے گی۔''

''آپ نے اجازت دے دی ہے پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے صرف آپ کی تنہائی کی فکر رہے گی۔'' اس نے ان کی ضد کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔

''عروہ میری تنہائی کے خیال سے ہی نہیں جا رہی وہ میرے پاس رہے گی۔''

❁......❁......❁

''دنشی میری جان...... اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے کا ارادہ پکا ہے تمہارا پھر تم تیاری کرو تاں دشمن کو مات دینے کی۔ میں کہتی ہوں پہلے ہی وار میں دشمن کی گردن توڑ دینی چاہیے نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔'' مدت بعد وہ نانی کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی۔

ان کے پاؤں دباتی ہالی مسرت بھرے انداز میں ان کو ایک دوسرے کے قریب دیکھ رہی تھی' کچھ دنوں قبل جو ہوا تھا وہ بھیانک خواب سا لگتا تھا جہاں زندگی دلدل میں غرق دکھائی دینے لگی تھی۔

''میں دشمن کو ایک وار میں مارنے کی قائل نہیں ہوں نانو۔'' وہ کسی گہری سوچ میں گم معنی خیز لہجے میں گویا ہوئی۔

''اچھا بلند ارادے دکھائی دے رہے ہیں' کیا ارادے ہیں تمہارے...... کس طرح اور کتنے وار میں مارو گی میری جان؟'' ان کے اندر گویا نئی توانائی ابھری تھی' بڑے لگاوٹ بھرے لہجے میں بولیں۔

''تڑپا تڑپا کر' سسکا سسکا کر ایک وار میں ہرگز نہیں۔'' اس کے لہجے میں عجیب سی وحشت تھی' عجیب عزم تھا۔ پاؤں دباتے ہالی کے ہاتھ رک گئے وہ چونک کر دیکھنے لگی۔

''بالکل ٹھیک کہا تم نے' جو لوگ دشمن سے انتقام لینا جانتے ہیں وہ لوگ ہی اصل زندگی کا لطف پاتے ہیں۔ میں نے سارا ماضی ساری سچائی کے ساتھ تمہارے سامنے کھول کر رکھ دیا ہے ویسے عام طور پر ایک طوائف کی سچائی کو سچ مانا نہیں جاتا لیکن یقین مانو طوائف جب سچ بولتی ہے تو پھر سچ ہی بولتی ہے۔''

''پلیز آپ اس الفاظ کو دہرایا مت کریں۔'' وہ سراسیمہ ہو کر اٹھ گئی۔

''عادت ڈالو ان الفاظ کو سننے کی' دنیا ان ہی الفاظ سے تمہیں پکارے گی جتنا برداشت کرتی جاؤ گی اتنا ہی سکون ملے گا۔''

''یا اللہ...... کہاں پیدا کر دیا ہے تُو نے مجھے؟'' وہ دل میں پکار اٹھی۔

''دیکھو کس طرح پھر سے چہرہ زرد پڑ گیا ہے اور یہ آنکھوں میں آنسو کیوں آ رہے ہیں؟ آنسو کمزور لوگ بہایا کرتے ہیں اور کمزور لوگ کبھی بھی بدلہ و انتقام نہیں لیا کرتے۔'' جہاں آرا نے محبت سے کہتے ہوئے اس کے آنسو صاف کیے تھے۔

''عادت نہیں پڑی ہے ابھی اس نئی شناخت کی' ہاں یہ نام یہ بدبودار شناخت ایک شخص کی آنکھوں میں' اس کے چہرے پر استہزائیہ انداز میں دکھائی دیتی ہے۔ وہ یونیورسٹی میں آج بھی مجھے ایسی ہی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا گویا کہہ رہا ہو تم یہاں کیوں آئی ہو؟ یہ جامعہ ایک پاک و مقدس ادارہ ہے یہاں تمہارا کام نہیں...... تم کسی اور جگہ کے لیے بنی ہو' تم شریفوں کے درمیان رہنے کے لائق ہرگز نہیں ہو۔'' اس کو یاد تھا جب وہ کیفے میں عاکفہ کے ساتھ کھڑی تھی' کچھ فاصلے پر وہ بھی کھڑا تھا اور اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں کچھ ایسی کاٹ و تپش تھی کہ وہ مارے شرمندگی کے عاکفہ کے پیچھے چھپ گئی تھی اور اس وقت تک چھپی رہی جب تک وہ وہاں سے چلا نہیں گیا تھا۔ عاکفہ کو اس کے دل میں پھیلنے والی تباہی کا احساس بھی نہ ہوا اور اس کے اندر انتقام کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ وہ تہیہ کر چکی تھی اس کا پہلا دشمن نوفل ہو گا اس سے ہی وہ اپنے دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا آغاز کرے گی۔

❁......❁......❁

ہال مہمانوں سے بھرا ہوا تھا' لائٹ گرے کلر کے سوٹ میں سادہ سی زرقا بیگم مہمانوں سے علیک سلیک کر رہی تھیں۔ ان کے ہمراہ یوسف صاحب بھی تھے جو وائٹ کرتا شلوار اور بلیک واسکٹ میں پُروقار لگ رہے تھے وہ کچھ ٹائم زرقا کو اور کچھ حمرہ کو دے رہے تھے جبکہ نوفل مستقل زرقا کے ساتھ ہی تھا۔ بلیک کوٹ و پینٹ میں ملبوس نوفل بہت وجیہہ و خوبرو لگ رہا تھا' وہاں موجود ایک سے بڑھ کر ایک خوب صورت و طرحدار لڑکیوں کی مرکز نگاہ وہ حسب معمول بنا ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح ان نگاہوں سے بے پروا و لاتعلق مما کے ساتھ تھا۔ ساریہ جو اس تقریب کے لیے شہر کے بہترین پارلر سے تیار ہوئی تھی (وہ بے حد حسین و خوب صورت لگ رہی تھی) نوفل کی ایک نگاہ التفات پانے کی خاطر اس کے اردگرد ہی گھومتی رہی تھی۔ اس کو نہ دیکھنا تھا نہ دیکھا وہ جل کر لاریب کی طرف بڑھ گئی جس نے بڑی گرم جوشی سے ویلکم کہا تھا۔

لاریب کی کمپنی میں وہ کافی حد تک بہل گئی کیونکہ اس کے دوستوں میں لڑکے اور لڑکیاں بھی شامل تھیں۔ لاریب اس کو بے حد اہمیت دے رہا تھا اور اس کی نگاہیں گاہے بگاہے نوفل کی طرف ہی اٹھ رہی تھیں جو ڈھیروں چہروں کے درمیان ایسے چمک رہا تھا جیسے افق پر ستاروں کے جھرمٹ میں چاند روشن دکھائی دیتا ہے۔

ویٹرز مشروبات سرو کر رہے تھے خوب صورت گہما گہمی ہر سو بکھری ہوئی تھی۔ نوفل نے استادوں کے علاوہ کلاس فیلوز کو بھی دعوت دی تھی' سب یہاں موجود تھے۔ بابر سب سے پہلے آ گیا تھا اس کی فیملی چند دنوں کے لیے دبئی گئی ہوئی تھی۔ بابر کی نگاہیں بار بار گیٹ کی طرف اٹھ رہی تھیں اس کو عاکفہ کا انتظار تھا اس کی بے قراری پر نوفل بے ساختہ بولا۔

''آف کورس' محبت کی ہے میں نے اور محبت کے تقاضے نبھا رہا ہوں۔ تم کیا جانو عشق کی آگ میں جلنے کا مزہ کیسا ہے۔''

''عشق اور پاگل پن میں مجھے کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا' دونوں حالت میں لوگوں کے پتھر کھانے پڑتے ہیں۔'' وہ کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتا مسکرا کر گویا ہوا۔

''میری نہیں اپنی فکر کرو' وہ دیکھو تمہاری کزن کس طرح تم کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایسے دیکھ رہی ہے گویا تم کو سالم نگل جائے گی کس قدر پیار ہے تمہارے لیے اس کی آنکھوں میں۔'' بابر نے اس کی توجہ کچھ فاصلے پر کھڑی ساریہ کی طرف کروائی۔

”ڈونٹ وری یار...... میں ایسی آنکھوں کی پروا کرنے والا نہیں ہوں۔ مجھ پر پیار‘ محبت‘ عشق جیسی وبائیں اثر انداز نہیں ہوتیں۔“ وہ بے پروائی سے گویا ہوا اور اندر آتی عاکفہ اور اس کی ممی کے استقبال کے لیے آگے بڑھ گیا‘ ساتھ بابر بھی تھا۔ عاکفہ اور حور بانو سے مل کر زرقا سمیت گھر کی ساری خواتین بے حد خوش ہوئی تھیں‘ ان کو بھی زرقا بیگم بے حد پسند آئی تھیں‘ پُر تکلف ڈنر شروع ہو چکا تھا۔ ویٹرز اور ویٹرس مستعدی سے ڈشز سرو کر رہے تھے۔

”خفگی دور ہوگئی یا ابھی بھی کچھ باقی ہے؟“ عاکفہ کھانے کے بعد کافی پی رہی تھی معاً نوفل چیئر پر بیٹھتا ہوا بولا۔

”آپ کو کیا فرق پڑتا ہے میں خفا ہوں یا نہیں؟“ عاکفہ آہستگی سے شکایتی انداز میں بولی۔

”پڑتا ہے تب ہی تو پوچھ رہا ہوں۔“

”آپ انشراح کو سوری بولیں گے؟“ اس نے اپنی بات پھر دہرائی۔

”اس کا ذکر یہاں مت کرو صرف اپنی بات کرو۔“

”انشی کے لیے آپ کا یہ انداز مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا‘ آپ خوشیوں کے جھولے میں عیش کریں اور ایک وہ کمزور و تنہا لڑکی آپ کی وجہ سے دنیا کا سامنا کرنے سے خوف زدہ ہو رہی ہے۔“

”عاکفہ...... پلیز یہاں اس ٹاپک کو اوپن نہیں کرو‘ ایسے حساس میٹرز تنہائی میں ڈسکس کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔“ بابر نے اس کو احساس دلایا تو عاکفہ کو بھی احساس ہوا اپنی غلطی کا‘ وہ اٹھ کر زرقا بیگم اور حور بانو کی طرف بڑھ گئی۔

❀......❀......❀

اچھی آپا بڑے کروفر کے ساتھ پیارے میاں اور سودہ کا رشتہ پکا کرنے آئی تھیں ساتھ پیارے میاں بھی تھے۔ ان کی آمد سے قبل ہی مدثر صاحب بھی آئے تھے سیٹنگ روم میں صوفیہ‘ منور‘ زمرد اور زید بھی موجود تھے۔ پُر تکلف ناشتے سے بے تکلفی کے ساتھ انصاف کر کے وہ گویا ہوئیں۔

”آپ سودہ کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں مدثر بھائی‘ اب فیصلہ آپ کو ہی کرنا پڑے گا۔ سودہ کو میں اپنی بہو بنانا چاہتی ہوں‘ سگی اکلوتی پھوپھو ہوں سودہ کی اس پر پہلا حق میرا ہے اور بھابی مان کر نہیں دے رہیں۔“ اچھی مدثر صاحب کے برابر میں بیٹھی صوفیہ کی طرف دیکھتی ہوئی تیز و طرار لہجے میں گویا ہوئیں۔

”بہت جلدی یاد آ گیا تمہیں کہ تم سودہ کی اکلوتی پھوپھو ہو؟ اس کے باپ کے سوئم والے دن گھر سے مجھے اور سودہ کو دھکے مار کر نکالا تھا اور سالوں پلٹ کر خبر نہ لی تھی جب تمہاری چاہت کہاں سو گئی تھی؟“ مدثر سے پہلے صوفیہ چمک کر گویا ہوئیں۔

”جب میں لوگوں کی باتوں میں آ کر پاگل ہوگئی تھی۔“ وہ چائے پیتی ہوئی بنا کسی شرمندگی کے گویا ہوئیں۔

”تمہارا کیا اعتبار پھر لوگوں کی باتوں میں آ کر تم نے میری بیٹی کو گھر سے نکال دیا تو...... میری بیٹی کی زندگی خراب ہو جائے گی۔“

”ٹھیک کہہ رہی ہے صوفیہ تمہارا رویہ بھولے تو ہم بھی نہیں ہیں لیکن تمہاری خواہش کا احترام کرتے ہوئے ہم نے تم کو اس گھر میں آنے کی اجازت دی کہ یہ ہمارے اختیار میں تھا۔ اب صوفیہ اپنی بیٹی کا رشتہ تمہارے بیٹے سے قبول کرتی ہے یا نہیں اس کا اختیار صوفیہ کے علاوہ سودہ کو بھی ہے اس کی مرضی کے بناء کچھ نہیں ہوگا۔“ مدثر صاحب کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔ پیارے میاں نے جز بز ہو کر ماں کی طرف دیکھا جو غصے سے تلملانے لگی تھیں۔

”واہ مدثر بھائی‘ کیا عجیب بات کی ہے آپ نے‘ ویسے تو سودہ کے ولی وارث بنے رہتے ہیں آج ہری جھنڈی دکھا دی‘ کہیں آپ کا ارادہ تو نہیں ہے اس کو اپنی بہو بنانے کا؟“ وہ پُر اعتماد انداز میں بیٹھے زید کی طرف دیکھتی ہوئی طنز سے گویا ہوئیں جبکہ باپ کے سامنے ایسی چوٹ پر وہ کنفیوژ ہو گیا تھا۔

”اگر میں اتنا خوش نصیب ہوتا تو تم یہاں بیٹھ کر بحث نہ کر رہی ہوتیں سودہ وہ نایاب و انمول ہیرا ہے جو قسمت والوں کو ہی ملے گا۔“ ان کی غیر دانستہ نظر زید پر پڑی وہ نظریں چرا گیا تھا۔

”آپ یہ ہیرا ہماری جھولی میں ڈال دیجیے ناں منور بھائی‘ یقین کریں مجھ سے زیادہ سودہ کو کوئی خوش رکھ ہی نہیں سکتا۔“ مدثر کے بعد وہ منور سے اصرار کرنے لگیں۔

”چند دن ہمیں مشورہ کرنے کے آپ دیں ہم صلاح مشورہ کر کے پھر جواب دیتے ہیں۔“ وہ مدثر کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

”گھر کی ہی بات ہے جتنا ٹائم آپ لینا چاہیں لے لیں مگر جواب ہاں میں ہی ہونا چاہیے میری بہو صرف سودہ ہی بنے گی ہاں۔“ وہ بیٹے کے مسرت سے کھلتے چہرے کو دیکھ کر ہٹ دھرمی سے کہہ رہی تھیں۔ مدثر صاحب نے وزدیدہ نگاہوں سے زید کی طرف دیکھا تھا اتفاقاً زید کی نگاہیں بھی ان کی طرف اٹھی اور باپ کی نگاہوں میں کچھ ایسا درد تھا کہ وہ پھر وہاں بیٹھ نہ سکا۔

❀......❀......❀

”آنٹی...... ان کی تعریف کون ہیں یہ؟“ نوفل خاصے ریلیکس دکھائی دے رہے ہیں‘ ان کی کمپنی میں۔“ سارہ نے دیکھا تھا جب سے وہ لڑکی آئی تھی نوفل اور بابر اس کے اردگرد ہی تھے‘ نوفل بے حد عزت دے رہا تھا اس لڑکی کو حالانکہ محفل میں ایک سے ایک ماڈرن و حسین لڑکیاں آئی تھیں اس نے کسی پر ایک اچٹتی نگاہ ڈالنا بھی گوارا نہ کیا اور یہ لڑکی جو سر اسکارف سے ڈھانپے ہوئے تھی۔ گرم شال جسم سے لپٹی تھی‘ میک اپ و فیشن سے قطعی نابلد تھی‘ بے شک وہ خوب صورت تھی لیکن اتنی خوب صورت بھی نہیں کہ نوفل جیسا بندہ اس کو اہمیت دے رہا تھا۔ نوفل کے آگے بڑھتے ہی وہ زرقا کے قریب آ کر پوچھنے لگی۔

”یہ عاکفہ ہے نوفل کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ نوفل نے ان کو بہن بنایا ہوا ہے نہ صرف بنایا بلکہ دل و جان سے مانتے بھی ہیں۔ عاکفہ یہ سارہ ہے نوفل کی کزن‘ اسلام آباد سے آئی ہیں۔“ زرقا نے بڑی محبت بھرے انداز میں ان کا تعارف کروایا اور سارہ یہ سن کر پُرسکون ہوگئی کہ نوفل نے اس کو بہن بنایا ہوا ہے وہ ہاتھ بڑھا کر کہنے لگی۔

”نائس ٹو میٹ یو عاکفہ۔“ ہاتھ ملانے کے ساتھ وہ گلے لگ گئی۔

”مجھے بھی آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے سارہ۔“

”عاکفہ بابر کی فیانسی بھی ہیں عنقریب ان کا نکاح ہونے والا ہے۔“ زرقا بیگم نے مسکراتے ہوئے مزید بتایا۔

”واہ گریٹ‘ اب سمجھی بابر کیوں آپ کے آس پاس تھے۔“ وہ اس کا ہاتھ تھام کر آگے چلنے لگی تھی باتیں کرتے ہوئے۔

”آپ ہمیں دیکھ رہی تھیں؟“ عاکفہ نے مسکرا کر کہا۔

”یس آف کورس‘ نہ صرف دیکھ رہی تھی بلکہ جل بھن رہی تھی۔“ وہ شانے اچکا کر صاف گوئی سے بولی۔

”کیا مطلب...... آپ ہم سے حسد کا شکار ہو رہی تھیں؟“ عاکفہ نے حیرانی سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلانے لگی۔

”لیکن کیوں؟“

”اگر بابر صاحب کسی لڑکی سے فری ہوں گے اور کسی کی پروا نہیں کریں گے صرف اس کی ہی کیئر کریں گے تو آپ کو کیسا فیل ہوگا؟“

”ویری سمپل‘ میں مائنڈ کروں گی۔“ بے ساختہ بولی۔

"میں یہ سمجھ رہی تھی کہ نوفل مجھے چھوڑ کر آپ سے فری ہو رہے ہیں۔"

"آپ کا اور نوفل بھائی کا کوئی دوسرا ریلیشن بھی ہے؟"

"ہوں وہ ہی جو آپ کا اور بابر صاحب کا ہے۔" وہ دور کھڑے نوفل کی طرف دیکھتی ہوئی مخمور لہجے میں گویا ہوئی۔

"رئیلی......! آپ نوفل کی فیانسی ہیں؟ مائی گاڈ لیکن انہوں نے کبھی بتایا ہی نہیں کہ وہ ایک عدد فیانسی کے بھی مالک ہیں۔" عاکفہ کو حقیقتاً زبردست جھٹکا لگا تھا وہ خوشی سے بولی۔

"وہ ایسی باتیں کہاں کرتے ہیں آپ ہی ایک خوش نصیب لڑکی ہیں جوان کی بہن بننے کا شرف حاصل کر چکی ہیں وگرنہ وہ میرے علاوہ کسی کو قریب بھی نہیں آنے دیتے۔" تشنہ جذبوں کی تسکین کے لیے وہ فرضی قصے اس کو سناتی گئی اپنی اور نوفل کی محبتوں کے عاکفہ سخت متحیر تھی اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ نوفل اتنا رومانٹک ہے؟

❁......❁......❁

پتھر پر مستقل مزاجی سے گرنے والا قطرہ سوراخ کر ڈالتا ہے پھر وہ ایک انسانی دل تھا۔ مائدہ کی مسلسل دستک نے دل کے دروازے وا کر دیئے تھے اور پہلی بار وہ چاروں شانے چت ہو کر گرا تھا۔ مہینوں سوچنے سمجھنے کے بعد اس کو معلوم ہوا مائدہ کے ساتھ زندگی گزارنا کوئی مشکل و ناپسندیدہ عمل نہ ہوگا وہ خوب صورت و زندگی کی رعنائیوں سے بھرپور لڑکی تھی اعلیٰ و معتبر خاندان سے تعلق رکھنے والی سب سے بڑھ کر وہ اس سے محبت کرتی تھی بلاشبہ محبت میں پیش قدمی کرنا چاہت کے اظہار میں پہل کرنا اس کو بھایا نہیں تھا کیونکہ وہ روایت پسند مرد تھا جو عورت کی طرف سے محبت میں پہل کو اچھا نہیں سمجھتے لیکن مائدہ کی مستقل مزاجی جو شروع میں اسے ہٹ دھرمی و بے وقوفی لگی تھی پھر وہ رفتہ رفتہ انسپائر ہوتا گیا اور اس کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے لگا تھا اور اس کی برابر آنے والی کالز نے فیصلہ کرنے میں مدد دی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا ضروری نہیں کہ صرف مرد ہی اپنی محبت و چاہت کا اظہار کریں۔ عورت کو بھی یہ حق حاصل ہونا چاہیے مائدہ لاہور جانے کے بعد بھی اس سے رابطے میں تھی اور وہ دادی کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے جا نہیں سکا تھا۔ ممی اور ڈیڈی کچھ عرصے بعد پاکستان آنے والے تھے اور ان کی آمد تک وہ دادی کو اپنا ہمراز بنانے کا فیصلہ کر چکا تھا تا کہ ان کے ذریعے ہی وہ پروپوزل زید کے گھر بھجوا سکے کیونکہ مائدہ تعلیم مکمل کر چکی تھی اس فیصلے کے بعد وہ کسی بھاری بھرکم نادیدہ بوجھ سے آزاد ہوا تو پہلی فرصت میں اس کا دل زید سے ملنے کو مچلنے لگا تھا کہ ضمیر کے بوجھ سے وہ زید سے چھپا چھپا پھر رہا تھا اب ضمیر پر بوجھ سے آزاد ہوا وہ زید سے ملنے آفس چلا آیا تھا۔

"اوہ......تم زندہ ہو؟ میں تم پر کب کی فاتحہ پڑھ چکا تھا۔" زید نے اس کی طرف دیکھ کر خفگی بھرا طنز کیا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"اب ایسی بھی کیا ناراضگی کہ تم نے مجھ زندہ پر ہی فاتحہ پڑھ ڈالی۔" وہ چیئر پر بیٹھتے ہوئے سکون آمیز لہجے میں گویا ہوا۔

"تم پہلے ہی میری دوستی کو قتل کر چکے ہو اب بھی کیوں آئے ہو؟ تمہارے جیسے دوست ہونے سے نہ ہونا بہتر ہے۔"

"اوہ ہو میری جان......تم کو بھی بولنا آ گیا ہے۔ ارے بھئی کون ہے اس زبان کے پیچھے کس نے بولنا سکھا دیا؟"

"فضول باتیں بنانے سے بہتر ہے کام کی بات کرو کیسے آئے ہو؟"

"اوہ آئم سوری، تم سچ مچ ناراض دکھائی دے رہے ہو۔" وہ اس کی خفگی محسوس کر کے سنجیدہ ہوا۔

"تم مجھ سے بھاگ رہے ہو چھپ رہے ہو اگنور کر رہے ہو اور پھر محسوس بھی نہیں کر رہے کہ میں یہ سب پوری شدت سے فیل کر رہا ہوں اور میں سوچ سوچ کر پریشان ہو گیا ہوں کہ مجھ سے ایسا کیا قصور سرزد ہوا ہے جس سے تم فرار حاصل کر رہے ہو؟" وہ فائل پر قلم روانی سے چلاتا ہوا بول رہا تھا اس کے لہجے میں حقیقتاً سچائی و فکر انگیزی تھی جس سے وہ بھاگ رہا تھا اس کو زید کی اسی ذہانت و صاف گوئی کا خوف تھا۔

"شرمندہ ہوں تہہ دل سے برادر......تم تو جانتے ہی ہو ایک نمبر کا کاہل و نکما آدمی ہوں جب سر پر پڑتی ہے تب ہی آفس میں دن رات ایک کر کے کام کرتا ہوں اور اب ممی و ڈیڈی نے والے ہیں تو سیریس ہو کر آفس کی ذمہ داریاں نبھانا پڑ رہی ہیں۔" اس نے معصوم صورت بنا کر کتھا سنائی تو وہ موم ہو کر گویا ہوا۔

"اٹس او کے اب زیادہ معصوم بننے کی ایکٹنگ مت کرو دادی کہہ رہی تھیں کسی لڑکی کے چکر میں پھنس گئے ہو آج کل۔ کیا یہ سچ ہے؟ تم جیسا چکر باز کسی لڑکی کے چکر میں کس طرح پھنس سکتا ہے۔" وہ ہک دک رہ گیا جھکی نظریں اٹھ نہ سکیں۔

"میں سمجھ گیا تھا تم اس لڑکی کے چکر میں پڑ کر مجھے نظر انداز کر رہے ہو۔"

"میں نے گرلز فرینڈ شپ سے توبہ کر لی ہے۔"

"ارے میں یہ کیا سن رہا ہوں تم نے گرلز فرینڈ شپ سے توبہ کر لی ہے ہاہاہا...... یہ جوک کسی اور کو سنانا مجھے بے وقوف سمجھ رہے ہو؟" اس کا وجیہہ چہرہ کھل اٹھا تھا۔

"میں......میں دادی کی قسم کھا کر کہتا ہوں یار......" وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا تھا۔

"آر یو او کے؟" جنید کی خلاف توقع خاموشی و دفاعی رویے نے زید کو سخت حیران و پریشان کر دیا تھا۔

"یس......آئی ایم رائٹ۔" وہ دھیمے سے مسکرایا۔

"ہوں......کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ بہت بدلے بدلے لگ رہے ہو؟" وہ گہری سنجیدگی سے اس کا جائزہ لینے لگا جنید نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ایک بات بتاؤں؟ تم یقین کرو گے؟ اتنا عرصہ میں نے کوئی گرل فرینڈ بنائی نہ ہی کسی سے رابطہ کیا۔"

"اوہ رئیلی، بٹ آئی ڈونٹ بلیو دس۔" زید نے جس تمسخرانہ انداز میں کہا تھا جنید کے دل کی دھڑکنیں منتشر ہو گئی تھیں چہرے پر تاریکی چھا گئی کہ اس کے لیے زید کا جواب غیر متوقع ہرگز نہ تھا مگر دل میں موہوم سی امید ضرور تھی کہ وہ یقین کرے گا اس کے لیے راستے ہموار کرے گا لیکن برائی ایک جائے یا لاکھوں وہ کردار پر ہمیشہ کے لیے داغ لگا دیتی ہیں جو کبھی صاف نہیں ہوتا وہ بکھرے حوصلوں کو یکجا کر کے پھر گویا ہوا۔

"تمہیں میری بات کا یقین کرنا چاہیے کہ تم کلوز فرینڈ ہو۔"

"کلوز فرینڈ ہوں تب ہی تو یقین نہیں آ رہا ہے کہ میں تمہاری نیچر سے واقف ہوں۔" آج وہ مزاج کے برخلاف لٹ کیے جا رہا تھا۔

"میں نے وہ سب چھوڑ دیا ہے تم کو یقین آنا چاہیے میری بات پر۔"

"میں سنی سنائی پر یقین کرنے کا قائل نہیں ہوں مگر تمہاری دوستی کی خاطر یقین کر لیتا ہوں کیا یاد کرو گے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"یار......مجھے محبت ہو گئی ہے ایک لڑکی سے تم یقین کرو گے؟"

"آفٹر آل کسی لڑکی سے ہی ہوئی ہو گی۔ اب تم اتنے بھی نہیں گر سکتے کہ کسی مرد سے محبت کرنے لگو۔" زید کا انداز ڑانے والا تھا۔

"تھینکس گاڈ اتنا تو مجھے سمجھتے ہو۔" وہ اس کو گھور کر بولا۔

"یہ محبت کا فیور تمہیں کب چڑھا تمہاری نیچر نہیں ہے یہ؟" وہ اس کی باتوں کو سنجیدگی سے نہیں لے رہا تھا۔

❁......❁......❁

لاریب جہاں آرا کی چکنی چپڑی میں آ کر بینک اکاؤنٹ کا خطیر حصہ اس پر لٹا چکا تھا اور پھر بھی اس کی سلگتی خواہشوں کو سیراب ہونا نصیب نہ ہوا تھا جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا اس کی پیاس بڑھتی جا رہی تھی تشنگی تھی کہ برقرار تھی۔ جب

بے قراری حد سے سوا ہوئی وہ ان سے مطالبہ کر بیٹھا۔
''میری برداشت اب آزمانے کے قابل نہیں ہے آنٹی...... تم فٹافٹ انشی کو میرے حوالے کردو میں اسے آج ساتھ لیے بغیر نہیں جاؤں گا۔'' اس نے آتے ہی بنا تمہید کے اپنا مقصد بیان کیا تھا۔
''کیوں بھئی، یہ کس لہجے میں بات کررہے ہو دماغ درست نہیں ہے تمہارا؟'' جہاں آرا نے کڑک دار لہجے میں کہا۔
''میں کوئی بکواس سننے نہیں آیا یہاں سیدھے طریقے سے انشراح کو میرے حوالے کردو ورنہ انجام بہت برا ہوگا۔''
''ارے انجام میں تمہارا برا کردوں گی، انشراح کوئی تیرے باپ کی جاگیر نہیں ہے جس پر تو دھونس سے قبضہ جمانے آیا ہے۔''
''میرے باپ کی نہیں میری جاگیر ہے وہ، جس پر تو ناگن کی طرح کنڈلی مار کر بیٹھ گئی ہے۔'' وہ نشے میں دھت تھا، جہاں آرا نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے اپنے غصے کو ٹھنڈا کیا پھر پینترا بدل کر مسکراتی ہوئی نرم لہجے میں کہہ اٹھی۔
''لاریب صاحب...... میں نے کب انکار کیا کہ انشراح آپ کی نہیں ہے وہ بنی ہی آپ کے لیے ہے اور......''
''میں ان باتوں میں آنے والا نہیں ہوں بڑھیا، تو جھوٹ پر جھوٹ بول کر میرا پیسہ ہڑپ کررہی ہے، جھوٹے خواب دکھا رہی ہے۔'' وہ بری طرح لڑکھڑا رہا تھا اس کے ڈرائیور تھا جو گرنے سے بچا رہا تھا، جہاں آرا نے اس سے سرگوشی میں کہا۔
''صاحب کو گھر لے جاؤ، ابھی یہ ہوش میں نہیں ہے اگر ایسے میں اس کو کچھ ہوگیا تو تم پر ہی نام آئے گا۔''
''صاحب ضد کرکے یہاں پر آئے ہیں بی بی جی سے ملاقات کروادیں پھر میں لے جاؤں گا صاحب کو۔'' وہ جانے پر راضی نہیں ہوا۔
''صاحب کے چمچے دیکھ لوں گی تجھ کو وقت آنے پر۔''
''ابھی تو مجھ کو دیکھ بڑھیا، شرافت سے انشراح کو میرے حوالے کردے۔''
''پاؤں تو آپ کے زمین پر ٹک نہیں رہے ہیں اور بات کرتے ہیں انشی کی، پہلے اپنے حواس ٹھکانے لگائیے پھر دوسری بات کیجیے گا۔'' کچھ سعی کے بعد وہ اس کو قابو کرنے میں کامیاب ہوئیں۔
''اتنی جلدی موسم بھی نہیں بدلتے آنٹی، جتنی جلدی تمہارا مزاج بدلتا ہے، لانگ ٹائم سے تم صرف مجھے دلاسہ پر دلاسہ دے رہی ہو۔''
''بس...... چند دنوں کی اور بات ہے یہ میرا وعدہ ہے انشی تمہاری ہوگی، آہستہ آہستہ میں اس کو اپنے ڈھب پر لارہی ہوں۔ میں یقین سے کہہ رہی ہوں، آپ نے جتنا صبر کیا ہے آپ کو اتنا ہی پھل میٹھا ملے گا۔'' وہ معنی خیز لہجے میں ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہنے لگی۔
''صبر اور پھل میں ان چیزوں کو نہیں مانتا ہوں یہ پہلی لڑکی ہے جس کے حصول کے لیے اتنی خواری اٹھانی پڑ رہی ہے۔ اگر سیدھے طریقے سے تم نے اس کو میرے حوالے نہ کیا تو میں اس کو اٹھا کرلے جاؤں گا۔''

❀......❀......❀

اس کے اور نوفل کے درمیان سرد جنگ چھڑ چکی تھی وہ لاکھ دوسروں کے سامنے خود کو بہادری واعتماد کے ساتھ پیش کرتی کہ ان تینوں کے علاوہ کسی کو بھی اس کے بارے میں معلوم نہ ہوا تھا اس کے کلاس فیلوز اساتذہ و دیگر لوگ پہلے کی مانند اس سے ملتے تھے اور وہ شروع شروع میں گھبرا رہی تھی کہ شاید نوفل نے اپنی نفرت وحقارت کا اظہار کرتے ہوئے سب کو اس کی اصلیت کے بارے میں بتادیا ہوگا لیکن یہاں اس نے اپنے مزاج کے برخلاف اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا تھا۔ کس

کچھ نہیں بتایا تھا وہ جو سہم سہم کر قدم رکھتی تھی جلد اعتماد بھرے انداز میں سب سے ملنے لگی اگر اعتماد زائل ہوتا تو وہ نوفل کو دیکھ کر' وہ اس کی موجودگی سرے سے اگنور کر دیا کرتا تھا یعنی ایک نظر بھی غلطی سے اس کی طرف نہ اٹھتی تھی' اس کے قریب سے بھی گزرنا پسند نہ کرتا تھا' اس کے گریز و اجتناب میں محسوس کی جانے والی ناپسندیدگی و کراہیت ہوتی تھی جیسے گندگی کے قریب سے گزرنے والا شخص خود کو سمیٹ کر گزرتا ہے کہ کوئی چھینٹ اڑ کر لباس کو داغ دار نہ کر دے۔ اس کا یہ خاندانی غرور و اتراہٹ اس کے دل کو چوٹ دینے کے ساتھ ساتھ ایک عزم کو بھی پختہ کر گیا تھا' پہلے پہل وہ اس کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی پھر اس عزم نے اس کو حوصلہ دیا وہ اس کا سامنا کرنے لگی تھی خواہ عاکفہ کے پیچھے چھپ کر ہی رہتی تھی۔

عاکفہ کل رات اس کی طرف سے دی جانے والی پارٹی میں شریک ہو کر آئی تھی اور اس کی فیملی ممبرز کی بے حد تعریفیں کر رہی تھیں۔

"اسپیشلی ان کی ماما تو بہت پولائٹ ہیں بے حد محبت کرنے والی ہیں لمحوں میں ہم سے اس طرح گھل مل گئیں جیسے عرصے سے جان پہچان ہو۔" وہ کلاس روم سے باہر نکلتے ہوئے بتا رہی تھی۔

"لگتا ہے کچھ زیادہ ہی انسپائر ہو گئی ہو تم اس کی ماما سے؟"

"کم از کم میں نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ ہی کسی خاندان کی باتوں اور اخلاق میں شہد جیسی مٹھاس و پھولوں جیسی خوشبو محسوس کی ہے۔ تم بھی ان سے ملو گی تو ان ہی کے گن گاؤ گی۔"

"تم کو ہی مبارک ہو ان سے رشتے نبھانا مجھے ایسا کوئی شوق نہیں۔" سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ شانے اچکا کر منہ بنا کر بولی۔

"اوکے یار..... غصہ مت کرو' چلو کینٹین چلتے ہیں چائے کی شدت سے طلب ہو رہی ہے اور تم اب اپنا موڈ اچھا کر نوفل بھائی کی ماما تعریف کے قابل ہیں پھر ان کی تعریف ہی کروں گی۔" ہنستے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"تم بہت تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہی ہو' کبھی اس کی تعریف' کبھی اس کی فیملی کی' کبھی اس کی مما کی۔"

"بلا وجہ ہرٹ ہو رہی ہو تم' تمہاری جگہ کوئی لے ہی نہیں سکتا۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر لان میں بیٹھ گئی۔

"جو ہوا اس کو بھول جاؤ انشی..... کچھ باتوں کا بھلا دینا ہی اچھا ہوتا ہے۔"

"کاش..... بھول جانا اتنا ہی آسان ہوتا تو میں کب کی بھول چکی ہوتی' کانٹے کی نوک سے زخم کریدنے میں کسے مزہ آتا ہے۔" اس لمحے وہ بہت بکھری ہوئی اور تنہا تنہا لگی' بدصورت لمحوں کی گرفت سے وہ چاہ کر بھی نکل نہیں پا رہی تھی۔

ابھی عاکفہ سمجھانے کے لیے لفظوں کا چناؤ کر رہی تھی کہ بابر دور سے نوفل کے ساتھ اِدھر آتا دکھائی دیا۔ ان کو دیکھ کر سنبھل کر بیٹھی تھیں۔

"عاکفہ..... یہ تمہارے مجرم کو پکڑ کر لے آیا ہوں' اب جو سزا دینی چاہو' مجرم تمہارے سامنے حاضر ہے۔" بابر قریب آ کر بولا۔

"پہلے مجھے معلوم بھی ہو کہ میں نے جرم کیا کیا ہے؟" وہ خاصے اچھے موڈ میں عاکفہ سے پوچھ رہا تھا جبکہ انشراح اس کو نظر انداز کر کے فائل کھول کر بیٹھ گئی تھی۔

"ناقابل معافی جرم کیا ہے آپ نے نوفل بھائی..... ویسے تو بڑا دعویٰ کرتے ہیں کہ میں آپ کی اکلوتی لاڈلی چہیتی بہن ہوں۔"

"یس آف کورس' تمہیں میری بات پر یقین نہیں ہے کیا؟"

"پھر بہنوں سے کوئی بات چھپاتے ہیں؟"

"اوہ' کوئی سیریس معاملہ لگ رہا ہے۔" وہ شوخی سے بولا۔ انشراح کو بھی جان بوجھ کر اگنور کر چکا تھا ان کے درمیان چلنے والی سرد جنگ اسی طرح جاری تھی وہ ایک دوسرے کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

"ویسے اپنے متعلق صفائی پیش کرنا مجھے بالکل پسند نہیں لیکن تمہاری بات اور ہے سو مجھے انفارم تو کرو اصل معاملہ کیا ہے؟"

"آپ نے کبھی بتایا نہیں کہ آپ منگنی شدہ ہیں' کیا ایسی باتیں بہن سے چھپانے والی ہوتی ہیں؟ آپ نے مجھے اپنی فیانسی سے ملوایا تک نہیں۔"

"تم کو جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں موصوف کی سسٹر بنے ہوئے یہ سیکرٹ تو انہوں نے مجھ سے بھی چھپا رکھا ہے۔"

"نا معلوم کیوں سیکرٹ رکھا ہوا ہے نوفل بھائی آپ نے؟ ساریہ بہت پریٹی ہے ہر اینگل سے پرفیکٹ لگی مجھے۔ اچھا کپل رہے گا آپ دونوں کا۔" وہ اس کے چہرے کے بگڑتے زاویوں سے بے خبر بول رہی تھی۔

"یہ سب تم سے کس نے کہا' کیا ساریہ نے.....؟" اس کے لہجے میں سختی ابھرتے دیکھ کر بابر اور عاکفہ حیران رہ گئے۔

"ساریہ نے ہی بتایا تھا شاید آپ مائنڈ کر گئے ہیں۔ غصہ آ رہا ہے آپ کو' ایم سوری نوفل بھائی۔"

"ناٹ مینشن۔" وہ جبراً مسکرایا پھر وہاں سے چلا گیا۔

✿.....✿.....✿

رضوانہ لاہور جاتے وقت عروہ کو عمرانہ کے پاس چھوڑ گئی تھیں وہ ان کے اور زید کے ہمراہ گھر آ گئی تھی بظاہر ماں و بہن کی جدائی پر اداس دکھائی دینے والی عروہ دل میں بے حد خوش و مسرور تھی کہ اس بہانے اس کو زید کے قریب رہنے کا موقع مل رہا تھا۔ عمرانہ بھی بھانجی کی آمد سے بے حد خوش تھیں اور از خود وہ ایسے پروگرام بناتی تھیں کہ جس میں زید اور عروہ کو ساتھ رہنے کے مواقع زیادہ سے زیادہ میسر آئیں زید ماں کی خوشی کے لیے خاموشی سے برداشت کر رہا تھا۔ عروہ جانتی تھی عمرانہ کی ہر تدبیر دلا کھ پہرے بٹھانے کے باوجود زید سودہ سے دور نہ جا سکا تھا وہ اس کی آنکھوں میں اس کے لیے پسندیدگی دیکھتی تھی نفرت' بےزاری و غصے کا اظہار ہی دراصل محبت کی دلیل تھا۔

ان گزرنے والے دنوں میں اس نے باریک بینی سے سودہ کو جانچا تھا' وہ اس کے مقابلے میں بہت سادہ و ایک خول میں بند رہنے والی لڑکی تھی جس کا کام سب کا خیال رکھنا اور خدمت کرنا تھا ملازماؤں کے ہوتے ہوئے بھی وہ کچھ نہ کچھ کرتی رہتی تھی۔ خود کے مقابلے میں وہ اسے ایک زرہ لگی تھی۔ وہ سودہ کے مقابلے میں خود کو بہت اپ ٹو ڈیٹ رکھتی تھی' فیشن کی دلدادہ تھی' مقابل کو متاثر کرنے کے گُر سے واقف تھی اس میں وہ ساری خوبیاں تھیں جو اس دور کے نوجوانوں کو بھاتی تھیں' دولت کی فراوانی اور والدین کی طرف سے دی گئی آزادی نے دونوں بہنوں کو صنف مخالف سے دوستیاں کرنے کی چھوٹ دے دی تھی' زید سے قبل بھی اس کی زندگی میں کئی مرد آئے اور گئے ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ وہ زید کی وجاہت پر مر مٹی تھی اور سب کو بھول کر اسی کی ہو گئی تھی۔

عمرانہ کے سسرال میں صوفیہ کی علاوہ سب اس سے پرتپاک انداز میں ملے تھے عمرانہ کے برابر والا روم اس کے لیے سیٹ کیا گیا تھا وہ زید کے پیچھے زیادہ وقت اپنے کمرے میں گزارا کرتی تھی۔ وقت بے وقت سونے کی اس کی عادت تھی یا چہرے پر مختلف کریمز استعمال کرنے میں ٹائم گزرتا اور زید کے گھر آنے پر وہ کمرے سے نکلتی اور کسی پروانے کی مانند اس کے اردگرد رہا کرتی تھی۔ عمرانہ اس سے ڈھیروں باتیں کرنے کی آرزو دل میں دبا کر رہ گئی تھیں آج زید نے کھانا باہر کھانے کا کہا تھا۔ اس لیے وہ آج کھانے کے ٹائم پر بھی کمرے سے نہ نکلی تھی بوا کے بلانے پر

بمشکل اٹھی اور عمرانہ سے منہ بنا کر گویا ہوئی۔

''آنٹی...... یہاں کے مینرز میں فالو نہیں کروں گی یہاں کوئی پرائیویسی نہیں ہے ایک دوسرے کے لیے جیو' تنہا یہاں کچھ نہیں کر سکتے حد ہوتی ہے۔''

''بہو بیگم...... زید میاں بھی کھانے پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' بوانے عمرانہ اور عروہ کو بحث میں الجھا دیکھ کر اطلاع بہم پہنچائی۔

''اوہ زید...... کب آئے وہ؟ وہ کہہ کر گئے تھے ڈنر باہر کریں گے پھر۔'' اس کے نام پر وہ استعجاب و مسرت سے اچھل کر گویا ہوئی۔

تو عمرانہ بتانے لگیں کہ وہ صرف زید کی وجہ سے ان لوگوں کے ساتھ ٹیبل پر کھانا پڑتا ہے ورنہ میں ان لوگوں کی شکلیں بھی نہ دیکھوں۔ پنک و بلیک سوٹ میں وہ دل لگا کر تیار ہو کر ان کے ہمراہ باہر چلی آئی تھی جہاں سب منتظر تھے۔ چند رسمی کلمات کے بعد کھانا شروع ہوا تھا رات کا کھانا ویسے بھی اہتمام سے پکتا تھا۔ عروہ کی وجہ سے زمرد بیگم ایک ڈش چائنیز یا رشین وغیرہ بناتی تھیں۔ کھانے کے دوران باتوں کا سلسلہ چلتا رہا تھا عروہ دیکھ رہی تھی کھانے کے ساتھ وہ تائی و تایا کی باتوں کو زیادہ اہمیت دیتا تھا صوفیہ سے کم ہی مخاطب ہوتا تھا۔ ایک دو باتیں عمرانہ اور اس سے بھی کر لیتا تھا البتہ سودہ کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس سے بھی مہمان ہونے کے ناطے گفتگو کرتا تھا ابھی بھی وہ کوئی نہ کوئی بات اس سے کر رہا تھا اور وہ اس کو کوئی اور ہی رنگ دے گئی تھی اور خاموشی سے کھاتی سودہ کو تحقیر بھرے انداز میں دیکھ رہی تھی۔

''عروہ...... کب سے صرف کباب لے کر بیٹھی ہو کھاؤ ناں۔'' عمرانہ نے کہا۔

''ارے تکلف مت کرو بیٹا...... آپ کا اپنا گھر ہے یہ۔'' صوفیہ کے لہجے میں خلوص تھا۔

''میں کیوں کروں گی تکلف' یہ میری خالہ کا گھر ہے۔'' اس نے ان کے خلوص کو استہزائیہ لہجے میں اڑایا تھا لمحے بھر کو وہاں سکوت سا چھا گیا تھا صوفیہ مارے شرمندگی کے گردن جھکا کر رہ گئیں۔

❀......❀......❀

ساریہ نے عاکفہ سے غلط بیانی کی تھی اس رشتے کے حوالے سے جھوٹ بولا تھا جو کبھی ان کے درمیان قائم ہی نہیں ہوا تھا اس کی اس دیدہ دلیری و جھوٹ نے اس کے تن بدن میں آگ سی لگا دی تھی۔ وہ یونیورسٹی سے سیدھا گھر آیا تو ساریہ لان میں ماما کے ساتھ بیٹھی مل گئی نامعلوم کس بات پر خوب ہنس رہی تھی اس پر نگاہ پڑی تو ایک خوشگوار تاثر اس کے چہرے پر چھایا پھر جب اس کے سرخ چہرے و سلگتی نگاہوں کو دیکھا تو عجیب سی کیفیت کا شکار ہونے لگی تھی۔ وہ آکر ماما سے حسب عادت سلام و دعا کرنے لگا۔

''نوفل...... کیا بات ہے، بہت غصے میں لگ رہے ہیں جھگڑا ہوا ہے کسی سے؟'' زرقا بیگم اس کے بگڑے تیور و موڈ دیکھ کر استفسار کر بیٹھیں۔

''ماما...... اس سے پوچھیں اس نے عاکفہ سے کیا بکواس کی ہے؟'' وہ فق چہرہ لیے کھڑی ساریہ کو کھا جانے والی نگاہوں سے گھور کر گویا ہوا۔ شدید غصے میں دیکھ کر ساریہ خوف زدہ رہ گئی۔

''ایسا کیا کہہ دیا ساریہ نے؟ آپ بیٹھیں تو سہی۔'' زرقا کو معلوم تھا کہ اس کو غصہ غلط بات پر نہیں آتا۔

''اب بولو ناں کیوں چپ کھڑی ہو؟ فرینڈز میں میرا تماشہ بنانے کے لیے مزے سے جھوٹ و فضول گوئی سے کام لے تم نے تمہاری جرأت کیسے ہوئی کہنے کی کہ تم میری فیانسی ہو مائی فٹ۔'' غصہ و جھنجھلاہٹ اس میں آتش فشاں کی مانند ابل رہا تھا' ساریہ کو اس کے اتنے شدید ردعمل کی توقع نہیں تھی' وہ بک دک کھڑی تھی۔

''ساریہ نے ایسے ہی کہہ دیا ہوگا' آپ یہ سب اتنا فیل کیوں کر رہے ہیں۔ لڑکیاں آپس میں ایسی باتیں کر لیتی ہیں' آپ کو اتنا مائنڈ نہیں کرنا چاہیے۔ آفٹر آل ساریہ یہاں مہمان ہے اور مہمانوں سے ایسا سلوک نہیں کرتے۔'' وہ اس کو رسانیت سے سمجھانے لگیں۔

''یہ مہمان ہے پھر مہمان ہی بن کر رہے ہمارے سروں پر سوار ہونے کی ضرورت نہیں...... چلو عاکفہ کو فون پر کہو کہ جو تم نے اس سے بکواس کی ہے وہ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہری اپ۔''

''میں کبھی بھی ایسا کچھ نہیں کہوں گی۔'' کچھ توقف بعد وہ نوفل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ہٹ دھرمی سے گویا ہوئی۔

''آپ مجھے فیانسی نہ مانیں مگر میں آپ کو مانتی ہوں۔'' زرقا بیگم تیزی سے ان کے درمیان میں آئیں کہ نوفل سے بعید نہ تھا وہ اس بے باکی پر اس کے چہرے کی تھپڑوں سے تواضع کر ڈالتا۔

''ماما...... اس کو کہیں اپنی زبان قابو میں رکھے یا یہاں سے دفع ہو جائے مجھ تک تو کیا یہ میری پرچھائی تک بھی خوابوں میں نہیں پہنچ سکتی۔'' وہ کہہ کر وہاں سے اندر کی طرف بڑھ گیا۔ ساریہ نے دور تک اس کو جاتے ہوئے دیکھا اور نگاہوں سے گم ہوتے ہی اس نے شدت سے رونا شروع کر دیا۔

''دیکھا آپ نے کتنی بے عزتی کر کے گئے ہیں وہ میری' میں محبت کرتی ہوں۔ محبت کرنا کوئی گناہ یا جرم تو نہیں؟''

''محبت کرنا جرم ہے نہ گناہ لیکن غلط بیانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے جھوٹ کے سہارے سے بنائے جانے والے آشیانے اسی طرح زمین بوس ہوتے ہیں۔ آپ کو عاکفہ سے جھوٹ نہیں بولنا چاہیے تھا۔'' وہ محبت سے اس کو سمجھا رہی تھیں۔

''میں نے ٹرائی کی تھی کہ شاید کسی دوسرے کے منہ سے سن کو ان کو اچھا لگے اور وہ اس رشتے کو مان جائیں۔''

''ساریہ بچے...... منگنی شادی یہ مقدس رشتے ہیں ان رشتوں کا تعلق سب سے پہلے دل میں مربوط ہوتا ہے پھر زبان تک بات آتی ہے اور جو جذبے دل سے محسوس نہ ہوں وہ پائیدار نہیں ہوتے۔''

''مجھ میں کیا کمی ہے آنٹی؟ ایجوکیٹڈ ہوں' خوب صورت ہوں' اعلیٰ و معتبر فیملی سے تعلق رکھتی ہوں اور سب سے اہم یہ ہے میں نوفل کو پسند کرتی ہوں' محبت کرتی ہوں۔'' اس کی حالت ایسی ہی تھی گویا کوئی بچہ کسی کھلونے کی ضد پکڑ کر رونا شروع کر دے اور پھر روتا ہی چلا جائے۔

''آپ میں کوئی کمی نہیں ہے بیٹا...... نوفل ہی ان چیزوں کو سمجھنے کا ادراک نہیں رکھتے ہیں وہ ہی ان جذبوں کو ختم کرتے آرہے ہیں۔''

''میں بھی ہارنے والی نہیں ہوں جب تک اپنی محبت کی آگ ان کے دل میں نہ لگا دوں تب تک میں کوشش کرتی رہوں گی۔'' اس نے دل میں تہیہ کیا۔

❀......❀......❀

''انشی! بتول بتا رہی ہے دو تین دن قبل لاریب آیا تھا وہ تمہارے متعلق بہت بکواس کر رہا تھا کہہ رہا تھا تم سیدھے طریقے سے اس کے پاس نہ آئیں تو وہ تمہیں اغوا کروا لے گا کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔'' ملازمہ بتول طبیعت خراب ہونے کے باعث کام پر نہیں آرہی تھی اور آج آئی تو موقع دیکھتے ہی بالی کو رازداری سے سب بتا دیا تھا۔

''وہ بھرپور نشے میں تھا وہ پھر آنے کا کہہ کر خاصا ہنگامہ کر کے گیا ہے۔'' بالی خاصی پریشان ہو کر اس کو بتا رہی تھی وہ بھی چند لمحے شاکڈ رہ گئی پھر آہستگی سے گویا ہوئی۔

''جبھی آج کل نانو پریشان دکھائی دے رہی ہیں۔''

''ہاں' تمہاری یونیورسٹی سے واپسی تک بولائی بولائی پھرتی ہیں۔ کئی بار پوچھنے پر بھی یہ بات نہیں بتائی جو آج بتول نے سنائی ہے۔ وہ لاریب شکل سے ہی کمینہ لگتا ہے بدذات' اگر اس نے تمہیں ہاتھ بھی لگانے کی کوشش کی تو میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گی۔''

''کس بناء پر کردو گی؟ جانتی ہو نانو اس کو بھی جھوٹے وعدوں پر لوٹ چکی ہیں' اس دور میں کوئی ایسا حاتم طائی نہیں ہے جو بنا کسی لالچ کے اتنا پیسہ دے کر پلٹ کر دیکھے بھی نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جو ہڈیاں تک توڑ کر کھائیں اور ڈکار بھی نہ لیں۔'' اس کے خوب صورت چہرے پر زردی سی پھیل گئی تھی۔

''تم فکر نہ کرو' میں ماسی کو بولوں گی' وہ اس کا سارا پیسہ واپس کریں گی ان کو پیسے کی کوئی کمی نہیں ہے بہت ہے ان کے پاس۔'' اس نے اس کے سرد پڑنے والے ہاتھ تھامتے ہوئے تسلی دی لیکن رات کھانے پر جب یہی مطالبہ اس نے جہاں آرا کے سامنے رکھا تو وہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے چبھتے لہجے میں گویا ہوئیں۔

''کن پیسوں کی بات کر رہی ہو..... کون سا پیسہ؟''

''وہ ہی پیسہ جو آپ لاریب سے لیتی رہی ہیں اور نوفل سے بھی بٹور رہا ہے اور بھی نا معلوم کس کس سے لیتی رہی ہوں گی۔''

''وہ پیسہ میں نہیں کھا رہی ہوں' تم لوگوں پر ہی لگایا ہے شاندار بنگلہ' نوکر چاکر' کاروں میں گھومنا' عیش و عشرت سے زندگی گزارنا یہ سارے نوابی ٹھاٹ کوئی تم لوگوں کا باپ پورا نہیں کر رہا' ان ہی لوگوں کے پیسوں سے پورے ہوتے ہیں اور اب وہ بھی ختم ہوگئے ہیں۔ میں یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوں' گزارا کس طرح ہوگا؟ لاریب اپنی بات منوائے بغیر ایک پھوٹی کوڑی دینے والا نہیں ہے اور وہ اکڑی گردن والا نوفل وہ تو اب پروں پر پانی نہ پڑنے دے گا۔''

''اوہ..... تم پھر پیسہ بنانے کا سوچ رہی ہو اور ہم اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ لاریب کے دماغ ٹھکانے لگانے کی منصوبہ بندی کر رہی ہو۔'' ان دونوں نے کھانے کو ہاتھ تک نہ لگایا تھا جبکہ وہ مزے سے روسٹ پر چلی ساس ڈال کر کھا رہی تھیں بے فکرے انداز میں۔

''دماغ تم لوگوں کے ٹھکانے لگ جائیں گے اگر لاریب کی بات نہ مانی۔''

''نانو کون سی بات ماننی پڑے گی لاریب کی؟'' انشراح کا لہجہ سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔

''وہ چاہتا ہے تم کو' ایک بار اس کی چاہت پوری کردو' وہ تمہارے ساتھ کچھ ٹائم گزارنا چاہتا ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں۔''

❁......❁......❁

عروہ کو وہاں آئے کئی دن گزر گئے تھے اس دوران اس نے گھر کے کسی بھی فرد سے کوئی تعلق نہیں رکھا تھا وہ زید کے اردگرد ہی کسی تتلی کی مانند منڈلاتی رہتی تھی۔ زید نے شروع شروع میں بہت اگنور کیا' ڈانٹا ڈپٹا بھی مگر اس کو عمرانہ کی پوری سپورٹ حاصل تھی وہ فوراً اس کو لیکچر دینے بیٹھ جاتی تھیں' سو وہ اس کی خوشنودی کے لیے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ چکا تھا۔ اب بھی وہ کمرے میں تھا عروہ کو معلوم تھا یہ چائے کا ٹائم ہے اور شام کی چائے سودہ پکاتی تھی وہ کچن میں پہنچ گئی۔

''آپ کو کچھ چاہیے؟'' فلاسک میں چائے نکالتی سودہ نے مسکرا کر پوچھا۔

''سنو..... مجھ پر اپنی چاپلوسی کا جادو چلانے کی سعی نہ کرنا میں ایسی باتوں سے انسپائر ہونے والی نہیں ہوں۔'' وہ شانے اچکا کر طنزیہ لہجے میں بولی۔

''آپ کچھ بھی کہیں ہمارے گھر میں مہمانوں کی بہت عزت کی جاتی ہے۔'' وہ اسی دھیمی انداز میں مسکرا کر کہتے ہوئے ریلا میں برتن رکھ رہی تھی۔

''کان کھول کر سنو میں کوئی مہمان وہمان نہیں ہوں' اس گھر کی ہونے والی بہو ہوں' زید کی ہونے والی وائف۔''

''یہ بہت اچھی خبر ہے ریئلی آپ کا اور زید بھائی کا کپل ایک آئیڈیل کپل ہوگا۔'' عروہ دنگ کھڑی رہ گئی تھی وہ سوچ رہی تھی۔ زید کی اور اس کی شادی کا سن کر وہ دکھ دھچکے سے گنگ رہ جائے گی اس سے اختلاف کرے گی' جھگڑے گی لیکن ان سب احساسات کے برعکس وہ جس دلی خوشی کا اظہار کر رہی تھی اس کی صاف و شفاف آنکھوں میں جگمگاتی روشنی بن کر عیاں تھی۔

''ہونہہ' جانتی ہوں میں سب دل میں تمہارے حسد کی چنگاریاں بھڑک رہی ہوں گی' کوئی ضرورت نہیں ہے زید کو چائے دینے کی' ان سے جتنا دور رہو گی تمہارے لیے اتنا ہی بہتر ہے۔'' سودہ نے چپ چاپ بھاپ اڑاتی چائے کا مگ چھوٹی ٹرے میں رکھ کر اسے دے دیا اور اس کی اس خاموشی پر وہ ایک بار پھر حیرت کا شکار ہوئی تھی کہ اس کے انداز میں موجود لاتعلقی و اجنبیت سے صاف ظاہر تھا وہ زید کے بارے میں ایسا نہیں سوچتی جو احساسات اس کے لیے زید رکھتا ہے۔

''چائے والی چائے چائے..... چائے حاضر ہے صاحب.....'' وہ اسٹڈی میں مصروف تھا' اس نے سر اٹھا کر دیکھا وہ خوشی سے کہتی ہوئی ٹرے اس کے قریب ٹیبل پر رکھ رہی تھی۔

''تم نے کیوں یہ تکلف کیا؟ یہ کام سودہ کا ہے وہ چائے لاتی ہے۔'' وہ سیدھے بیٹھتے ہوئے سادگی بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

''اوہ..... تم کو سودہ کا انتظار تھا' اتنے غافل نہیں ہو جتنے اس سے نظر آتے ہو ایسا کس طرح ممکن ہے کہ اس محبت کی آنچ وہاں تک نہ پہنچتی ہو۔''

''کیا سوچ رہی ہو' سب ٹھیک ہے ناں؟''

''سوچ رہی ہوں اپنے ہاتھوں سے چائے بنا کر لائی ہوں' آپ کو پسند بھی آئے گی یا نہیں؟'' اس نے مسکراتے ہوئے جھوٹ بولا۔

پہلے گھونٹ نے ہی باور کرا گیا تھا کہ یہ کن ہاتھوں سے پکی چائے کا ذائقہ ہے کہ ایک مدت سے اس ذائقے سے شناسائی تھی۔

''کیسی لگی؟'' وہ اٹھلائی۔

''ایکسی لنٹ۔'' وہ اس کی نظروں میں مزید گرتی چلی گئی تھی۔

''شکریہ پھر آپ لے کر چل رہے ہیں ڈنر پر؟''

''ڈنر..... پر کہاں؟'' وہ چائے پیتے ہوئے استفسار کرنے لگا۔

''آپ کی کسی پسندیدہ جگہ پر اس بار پہلے کی طرح مت کیجیے گا کہ میرے آگے ٹیبل ڈشوں سے بھری ہوئی تھی' خود تو لیپ ٹاپ میں بزی ہوگئے تھے اور میں تنہا اتنا سب کس طرح کھاتی وہاں موجود لوگ مجھے عجیب انداز میں دیکھ رہے تھے اور میں اتنی انسلٹ فیل کر رہی تھی کہ آپ کو بتا نہیں سکتی۔'' وہ باتیں کرتے ہوئے اس کے اتنے قریب کھڑی ہوگئی تھی کہ اس کا بازو زید کے چہرے سے مس ہوا تو وہ پھرتی سے کھڑا ہوگیا۔

''ٹھیک ہے میں تائی اور تایا کو بھی کہہ دیتا ہوں' سب ساتھ چلیں گے۔''

’’کیا سب کو لے جانا ضروری ہے میں اور آپ نہیں جاسکتے؟‘‘
’’آؤٹنگ پر سب کو گئے ہوئے مدت گزر گئی ہے‘ اسی بہانے سب ساتھ انجوائے کریں گے۔ پہلے ہم پکنک پوائنٹ پر چلیں گے‘ وہاں سے واپسی پر کسی بہترین ہوٹل سے ڈنر کرکے واپس آجائیں گے۔‘‘ اس کی فرمائش پر اسے یاد آیا کہ کاروبار کے چکر میں الجھ کر وہ ایک عرصے سے گھر والوں کے ہمراہ باہر نہیں گیا تھا۔
’’میں پکنک کی نہیں ڈنر پر جانے کی بات کررہی ہوں اور میں ڈنر پر صرف آپ کے ساتھ جاؤں گی‘ لشکر کے ساتھ جانے کی عادت نہیں ہے مجھے۔‘‘ وہ منہ بنا کرنا گواریت سے بھرپور لہجے میں گویا ہوئی۔
’’اگر تمہیں سب کے ساتھ رہنے کی عادت نہیں ہے میں کیا کرسکتا ہوں؟ میں اپنی فیملی کے بغیر نہیں رہ سکتا‘ نہ کہیں جاتا ہوں۔‘‘
’’گھر کے فالتو لوگ آپ کی فیملی نہیں عمرانہ آنٹی اور مائدہ ہیں۔‘‘
’’شٹ اپ...... گیٹ آؤٹ۔‘‘ وہ اکھڑ مزاجی سے بولا۔
’’آپ میں سچ سننے کا حوصلہ نہیں ہے۔‘‘
’’سچ بولنے والے تم جیسے نہیں ہوتے۔‘‘
’’یہ...... یہ کس انداز میں بات کررہے ہیں آپ مجھ سے زید؟‘‘ غصہ واشتعال سے زید کا چہرہ دہکتی آگ بن گیا تھا۔
’’ایسا میں نے کیا کہہ دیا ہے جو آپ اس قدر غصہ ہورہے ہو؟‘‘
’’یہی میرا انداز ہے‘ اسی انداز میں بات کرنے کا عادی ہوں میں۔‘‘ اس نے سرد مہری سے کہا اور دھم دھم کرتا کمرے سے چلا گیا۔

❁......❁......❁

’’بیٹا نوفل...... آپ نے ڈنر کرنے سے کیوں انکار کیا طبیعت ٹھیک ہے آپ کی یونیورسٹی سے آنے کے بعد آپ رو سے باہر نہیں آئے؟‘‘ زرقا بیگم اور یوسف اس کے کمرے میں آکر تشویش زدہ لہجے میں بولے۔
’’بھوک نہیں تھی اس لیے امینہ بی کو منع کیا تھا میں نے آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔‘‘ وہ ساریہ کی باتوں سے ذہنی طور بے حد ڈسٹرب ہوگیا تھا پھر کسی شے کو دل ہی نہ چاہا تھا وہ کمرے سے باہر بھی نہ نکلا تھا۔
’’کیسے پریشان نہ ہوں بیٹا...... ساریہ کی بات کا اتنا برا مانا ہے کہ سب سے ہی خفا ہوکر بیٹھ گئے ہیں‘ آپ میں تو ہمار جان ہے بھلا کس طرح یوں تنہا زندگی گزارتے دیکھیں گے۔‘‘ زرقا نے اس کی پیشانی چوم کر کہا۔
’’ینگ مین...... اس لڑکی نے اپنے منہ سے کچھ کہہ بھی دیا ہے تو اس کو اتنا مائنڈ کرنے کی کیا ضرورت ہے‘ لڑکیا ویسے بھی ناسمجھ و بے وقوف ہوتی ہیں سوچتی بعد میں بولتی پہلے ہیں۔‘‘ انہوں نے شوخی سے کہا۔
’’بابا وہ نہ بے وقوف ہے نہ ناسمجھ بہت چالاک و مکار لڑکی ہے۔ بے وقوف و ناسمجھ لڑکیاں ڈرپوک ہوتی ہیں بے نہیں ہوتی۔‘‘ اس کے لہجے میں ایک ہیجان آمیز کیفیت تھی گہرے دکھ کا ملال تھا۔
’’خون کس کا ہے آخر؟ بے حیائی و بے وفائی جس کی رگوں میں بہتی ہے۔‘‘
’’نوفل...... میرے بچے میری جان‘ شعوانہ کا قصہ اب بھول بھی جاؤ۔‘‘
’’کاش وہ کوئی قصہ ہی ہوتا تو میں بھلا دیتا لیکن سچائی کو کون بھول سکتا ہے اور سچ بھی ایسا جو روح تک شگاف ڈال دے۔‘‘
’’شعوانہ آپ کی زندگی کا ایک تاریک پہلو ہے جس کا آپ کے حال اور مستقبل سے کوئی واسطہ و تعلق نہیں ہے کیو

اریک کے ان لمحوں کی گرفت سے خود کو آزاد نہیں کرلیتے؟ وہ ایک چہرہ کیوں ہر چہرے پر حاوی ہوتا ہے۔‘‘
’’آئی ڈونٹ نو‘ بٹ لگتا ہے اس مکروہ چہرے اور تھرڈ کلاس حرکتوں کے وار سے نجات صرف اور صرف میری موت ہی ہوگی۔‘‘
’’بریومین...... یہ کس قسم کی باتیں تم نے شروع کردی؟‘‘ یوسف نے اس کو سینے سے لگاتے ہوئے پریشانی سے کہا۔
’’شعوانہ کیا تھی اور اس نے کیا کیا‘ یہ بھلا کر آپ صرف اتنا یاد رکھیں کہ وہ آپ کی ماں تھی‘ سگی ماں۔‘‘
’’میری ماں آپ ہیں آپ کے علاوہ کوئی دوسری ماں نہیں ہے۔ یہ آپ کے مقدس وجود کی برکت ہے جو میں ہر عورت سے نفرت نہیں کرتا...... اگر آپ نہ ہوتیں ماما میں نامعلوم کہاں ہوتا اور کیا ہوتا نہ جانے ہوتا بھی یا نہیں؟‘‘ وہ خود کو ٹوٹا بکھرا ہوا سا محسوس کررہا تھا۔ زرقا بیگم اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھیں وہ دونوں اس کو کسی معصوم بچے کی طرح سنبھال رہے تھے۔
’’ان زخموں کو بھرنے کا موقع دو ابھی آپ کے آگے لمبی زندگی پڑی ہے اور زندگی ایک سفر ہے جو بنا ہمسفر کے ادھورا رہتا ہے۔ ہمسفر ہمیشہ عورت ہی کے روپ میں ملتا ہے اور عورت سے کب تک فرار ممکن ہے؟ گھر بسانے کے لیے اپنی نسل کو آگے بڑھانے کے لیے آپ کو عورت کا ساتھ چاہیے ہوگا تو بہتر ہے ابھی سے دل کو باور کروانے کی سعی میں لگ جائیں ہر عورت شعوانہ نہیں ہوتی...... زرقا جیسی بھی ہوتی ہے۔‘‘ یوسف صاحب نے محبت و نرمی سے اس کو سمجھایا زرقا بھی قریب بیٹھ کر اس کی دلجوئی میں لگی ہوئی تھیں۔

❁......❁......❁

منور صاحب کو گرین ٹی دے کر صوفیہ قریب بیٹھتے ہوئے آہستگی سے گویا ہوئیں۔ منور صاحب خاصے فاصلے پر کسی چینل پر نیوز دیکھ رہے تھے۔
’’بھابی...... گھر میں کیا ہورہا ہے آپ دیکھ رہی ہیں ناں؟‘‘
’’کیا ہورہا ہے‘ خیریت تو ہے نہ سب؟‘‘ وہ گھبرا کر گویا ہوئیں۔
’’توبہ ہے آپ کے جیسا سیدھا بھی کوئی نہ ہو‘ عمرانہ کی بھانجی کے ارادے زید کو قابو کرنے کے ہیں دیکھتی نہیں زید کے آتے ہی کس طرح اس کے اردگرد چکر لگانے لگتی ہے عمرانہ اس کو خوامخواہ یہاں نہیں لائی۔‘‘
’’خیر‘ اپنا زید کوئی بچہ نہیں ہے جو کسی لڑکی کی خاطر تہذیب وتمیز بھول جائے پھر پہلی بار وہ کوئی لڑکی نہیں دیکھ رہا سو وہ بھی ہے اس گھر میں وہ اس سے ڈھنگ سے بات نہیں کرتا کہ اس مزاج کا نہیں ہے وہ۔‘‘
’’آپ حسب عادت زید کی حمایت لے رہی ہیں وہ کوئی دودھ پیتا بچہ نہیں ہے کہ کسی کی بھی انگلی پکڑ کر چلا جائے اپنی مرضی سے ہی وہ عروہ کو باہر لے کر جاتا ہے۔ شاپنگ پر‘ واک پر‘ کبھی کہیں‘ کبھی کہیں عاقل و بالغ ہے وہ۔‘‘ عروہ عمرانہ کی بہن پر کوئی نہ کوئی بے عزتی والی بات صوفیہ کو کہہ دیا کرتی تھی اور وہ بدمزگی کے خیال سے کوئی جواب نہیں دیتی تھیں لیکن دل میں وہ اس کو سخت ناپسند تھی اور آج وہ ناپسندگی کسی اور طریقے سے زبان پر آگئی تھی۔
’’وہ یہ سب محض عمرانہ کو خوش کرنے کے لیے کررہا ہے‘ تم شاید غور نہیں کرتی۔ وہ عروہ کے ساتھ باہر جاتا ہے تو اس کا موڈ آف ہوتا ہے میں جانتی ہوں۔‘‘ وہ عینک درست کرتے ہوئے مسکرا کر وضاحت دے رہی تھیں۔
زمرد زید کی مزاج آشنا تھیں اس کی ذات کے ہر پہلو سے واقف‘ عروہ کے ساتھ جاتے ہوئے جو اس کی نگاہوں میں الجھن و بے چینی ہوتی تھی وہ مخفی نہ تھی۔
’’تم اس تذکرے کو چھوڑو‘ یہ بتاؤ اچھی کو کیا جواب دینا ہے؟ اس کی کال آج بھی آئی تھی وہ جواب مانگ رہی ہے اسی

ہفتے میں۔“

”جواب مانگ رہی ہے اور وہ بھی ”ہاں“ میں ہے ناں بھابی؟“ وہ اچھی کی نقل اتارتے ہوئے کہنے لگیں زمرد ہنس دیں۔

”میں کہتی ہوں اپنوں سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوتا ہے غیروں کا کیا پتا اپنے مارتے بھی ہیں تو چھاؤں میں ڈالتے ہیں اپنے پھر اپنے ہوتے ہیں۔“

”اپنے ہوتے ہیں تو پھر مارتے ہی کیوں ہیں جو چھاؤں میں ڈالنا پڑے۔“ وہ کہتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھیں زمرد گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

لاؤنج سے گزرتے ہوئے عروہ ٹیبل پر رکھے کرسٹل کے باؤل کو اٹھا کر دیکھنے لگی تھی اس کی چبھتی نگاہیں سامنے ایک کارنر پر رکھے منی پلانٹ کی کانچ کی بوتلوں کی صفائی کرتی سودہ پر تھی جو بڑی محویت سے اس کام میں جتی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ بلو اینڈ ریڈ چنری میں بہت پیاری اور پُرکشش لگ رہی تھی غضب یہ تھا کہ وہ اپنے حسن و خوب صورتی سے بے پروا رہتی تھی اس وقت اس کا حسن بے پروا اس کو سلگا گیا تھا۔

اس نے از خود کرسٹل باؤل ہاتھوں سے چھوڑ دیا تھا دوسرے لمحے کانچ ٹوٹنے کی آواز لاؤنج میں گونجی تھی سیڑھیاں اتر زید اس کی تمام حرکات و سکنات دیکھ رہا تھا اس کی نگاہوں میں چھپا حسد بھی مخفی نہ رہا تھا۔

”اوہ پلیز آپ دور ہٹ جائیں میں سمیٹ لیتی ہوں۔“ سودہ نے آواز پر مڑ کر دیکھا اور تیزی سے اس طرف آتے ہوئے بولی۔

”یس وائے ناٹ ڈیئر...... میں ایسے چیپ کام نہیں کرتی۔ یہ تو تمہارا ہی کام ہے بکھرے ہوؤں کو سمیٹنا تم خود کو اتنا اوور اسمارٹ کیوں سمجھتی ہو۔ جلوے دکھاتی ہو پھر انجان بن جاتی ہو بہت بڑے بچ ہو تم۔“ زید حیرانی و پریشانی سے درمیانی سیڑھی پر رک گیا تھا۔

”زبان سنبھال کر بات کریں آپ کو مہمان سمجھ کر عزت دی ہے اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ آپ کی گالی بھی برداشت کی جائے گی۔“ زید نے بے حد حیرانی سے اس کا غصے سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھا تھا۔

”جو تم ہو وہ ہی کہہ رہی ہوں بچ...... بچ...... بچ یو آر...... کیا سمجھتی ہو تم اس طرح گھنی مکینی بن کر مجھے ہرادو گی؟ زید کو چھین لو گی؟“ وہ بھی گویا غصے سے بے قابو ہوگئی جھک کر لمبا نوکیلا ٹکڑا اٹھا کر اس کے چہرے کو داغ دار کرنا ہی چاہتی تھی کہ سودہ نے چہرے پر ہاتھ رکھ لیے تھے اور اسی لمحے زید پوری طاقت سے چیخ اٹھا تھا۔

”عروہ...... وہاٹ آر یو ڈوئنگ؟“ لیکن اس اثناء میں وہ اس کے ہاتھ کی بیک سائیڈ پر کانچ مار چکی تھی اور خون تیزی سے فرش پر گرنے لگا تھا۔

❀......❀......❀

اچھے و ہمدرد دوست کسی انمول دولت کی طرح ہوتے ہیں جو لینے کی حرص نہیں بانٹنے کا ظرف رکھتے ہیں اندھیرے میں سائے کی مانند ساتھ نہیں چھوڑتے بلکہ ہر مشکل و دکھ کی گھڑیوں میں بے غرضی سے ساتھ دیتے ہیں۔ بابر کا تعلق بھی ان نایاب دوستوں میں تھا جو دنیا میں محدود ہوگئے ہیں وہ اس کا بہترین دوست تھا اور جانتا تھا وہ اپنے کزن کے جھوٹ سے بری طرح ڈسٹرب ہے۔

”پلیز یہ منہ اپنا اب سیدھا بھی کرلے یار...... سارا دن گزر گیا ہے اس اسٹائل میں تیرا دل نہیں گھبراتا ایک ہی انداز میں رہتے ہوئے؟“ بابر اس کے سنجیدہ اور خاموش چہرے کو دیکھتا ہوا شوخی سے بولا۔

’’تم میری فیلنگز نہیں سمجھتے ہو۔‘‘
’’سمجھتا ہوں‘ اچھی طرح سمجھتا ہوں۔‘‘
’’پھر بھی تم سیریس نہیں ہو؟‘‘
’’یہ سیریس ہونے والی بات ہی نہیں ہے۔‘‘

’’تمہارے لیے نہیں ہے اور تمہارے لیے ہو بھی نہیں سکتی۔‘‘ وہ جینز کے پائنچے فولڈ کیے ریت پر اس کے ساتھ ٹہل رہا تھا بابر اس کو سی ویو لے آیا تھا کہ سمندر اس کی فیورٹ جگہ تھی جب وہ کوئی ذہنی دباؤ یا پریشانی محسوس کرتا تھا شانت ہونے کے لیے سمندر کا ہی رخ کرتا تھا۔

’’لوگ اب بھی یہاں کثیر تعداد میں تھے اور جم غفیر سے بچنے کے لیے وہ بہت آگے آ گئے تھے جہاں لہریں ان کے گھٹنوں کو چھو رہی تھیں‘ اردگرد بہت کم لوگ تھے اور ان کے درمیان فاصلہ حائل تھا۔

’’کسی لڑکی کی بے وقوفی کی سزا تم خود کو کیوں دے رہے ہو؟ یہ سراسر حماقت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے۔ اپنا سارا دن تم نے بور کرلیا انکل وآنٹی کو بھی ٹینس رکھا اور اب بھی تمہارا موڈ آف ہے۔‘‘

’’تمہیں اس عورت کی ہسٹری معلوم نہیں ہے جس نے ناچاہتے ہوئے بھی مجھے جنم دیا‘ یہ پتا نہیں اس کی مجبوری تھی یا میری بدنصیبی کہ اس عورت کی خواہش کے برخلاف میں دنیا میں آیا۔‘‘

’’مجھے تمہارے ماضی میں انٹرسٹ نہیں ہے نہ ہی اس عورت سے کوئی دلچسپی ہے۔ میں صرف یہ جانتا ہوں تمہاری ماما ہی تمہاری ماں ہیں بس۔‘‘

’’ساریہ بھی اس نام نہاد ماں کی ہی بھتیجی ہے اس کا خون ہے اور اس نے یہ بے ہودہ حرکت کر کے ثابت بھی کردیا ہے کہ وہ گندہ خون ہے۔‘‘

’’کول ڈاؤن‘ تم ان کو بھول کیوں نہیں جاتے؟‘‘ ابھی وہ اس کو سمجھا رہا تھا کہ اس نے ایک لڑکی کو تیزی سے آگے بڑھتا دیکھا تھا اس طرف روشنی نہیں تھی۔ قمری مہینہ کی آخری راتیں چل رہی تھیں‘ چاند بھی آسمان سے غائب تھا ہوا تیز چل رہی تھی۔ ناگن کی طرح بل کھاتی اٹھلاتی لہروں کا شباب بھی جوبن پر تھا۔ وہ لڑکی سیاہ رات میں ہیولے کی مانند لگ رہی تھی جو آگے بڑھ رہی تھی۔

’’مجھے ان محترمہ کے ارادے نیک معلوم نہیں ہوتے۔‘‘

’’ہوگا کوئی تھرل آج کل لڑکیوں پر خود کو منوانے کے لیے خبط سوار ہوگئے ہیں۔‘‘ وہ ازلی بےزاری سے گویا ہوا۔

’’نہیں...... نہیں وہ لڑکی ڈوبنا چاہ رہی ہے...... اے لڑکی......‘‘ بابر گھبرا کر اس کی طرف دوڑا جو بلند لہروں کے شور میں گم ہوگئی تھی اور اب وہاں لہریں تھیں‘ ہواؤں کا شور تھا اور کچھ نہیں۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

خود کو بکھرتے دیکھتے ہیں کچھ کر نہیں پاتے ہیں
پھر بھی لوگ خداؤں جیسی باتیں کرتے ہیں
اک ذرا سی جوت کے بل پر اندھیاروں سے بیر
پاگل دیے ہواؤں جیسی باتیں کرتے ہیں

’’شش‘ دیکھ وہ کھڑا ہے۔‘‘ سعدیہ نے چلتے چلتے اسے ٹہوکا مارا۔

’’اونہہ ہوں۔‘‘ اس نے سخت بدمزہ ہو کر سفید چادر کا پلو سر پہ اور آگے کھینچا اور تیز تیز قدم اٹھانے لگی۔

’’کیا ہے تم تو تیز گام بن گئیں۔‘‘ سعدیہ بھی اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے کی سی رفتار سے چل رہی تھی۔

چند لمحوں میں کالج گیٹ کراس ہوا تو اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

’’کیا ہوا تجھے اب۔‘‘ وہ جانتی تو تھی سعدیہ کیوں ہنس رہی ہے پر صرف یہی کہہ سکی۔ سعدیہ نے نفی میں سر ہلایا مگر مسلسل ہنستی رہی۔

’’بس کردو اب زہر لگ رہی ہو۔‘‘ تنگ آنے پر اسے بولنا ہی پڑا۔

’’کیوں تمہیں کیا تکلیف ہے مجھے تو بے چارے کی شکل یاد آنے پر ہنسی آرہی ہے۔‘‘

’’تو ضرورت کیا تھی اس جوکر کو اتنے غور سے دیکھنے کی۔‘‘ سعدیہ جواب دینے کے بجائے اور زور سے ہنسنے لگی، تو اسے بھی ہنسی آ گئی۔

’’آوارہ‘ زمانے بھر کا فارغ نکما۔‘‘ اب وہ اس انجان بندے کی شان میں قصیدہ خوانی کر رہی تھی۔ سارا وقت صابرہ کی بکواس جاری رہی اور گھر پہنچی تو اماں نے دھماکہ کردیا۔

’’نازیہ اپنے بھائی کے لیے کہہ رہی ہے۔‘‘ اماں کا انداز بہت راز دارانہ تھا مگر اس کا دھیان اس وقت صرف ان گدرلیے امرودوں پہ تھا، جو اس کا بھائی بہت دن نخرے دکھانے کے بعد لایا تھا۔

اس نے کمال پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس میں سے تین امرود اسی وقت چرا کے سائیڈ پہ کر لیے تھے اور اس وقت ان ہی سے انصاف کر رہی تھی۔

’’اچھا کیا کہہ رہی تھی...... یہی کہہ رہی ہوگی کہ اس نکمے کے لیے دعا کریں کہ اللہ اسے ہدایت دے اور وہ کسی نوکری پہ لگ جائے۔‘‘ اماں کے دھموکے نے اس کی چلتی زبان کو بریک لگائے۔

’’کبھی صبر سے کوئی بات سن بھی لیا کر‘ کیا کہہ رہی

تھی۔'' اماں کی جان جل کے رہ گئی' منہ بنا کر اس کی نقل اتاری۔

''نوکری لگ گئی ہے اس کی...... تیرے رشتے کے لیے کہہ رہی تھی۔'' امرود اچھا خاصا نرم تھا مگر اس وقت حلق میں پھنس گیا۔ اماں نے ایک نہیں دو دھماکے کیے تھے مگر ان کی تباہی کی شدت سے بے خبر بولے گئیں۔

''ماشاء اللہ نازیہ بتا رہی تھی بڑی اچھی نوکری لگی ہے پورے پچیس ہزار روپے تنخواہ ہے۔'' اماں پچیس ہزار سے زیادہ ہی متاثر لگ رہی تھیں۔

''اماں' پچیس ہزار ہے...... لاکھ نہیں......'' اس نے اپنے تئیں غلط فہمی دور کرنی چاہی مگر فوراً ہی دور ہوگئی، کچھ خبر نہ تھی اماں پھر ہاتھ کی صفائی دکھا جاتیں۔

''تو مجھے کیا بتا رہی ہے۔''

''یہی کہ اس سے کہہ دیں اپنا منہ دھو رکھے۔ میری طرف سے صاف انکار ہے۔'' اس نے جس قطعیت سے دائیں بائیں سر ہلایا اس کو دیکھ کے تو اماں بھی سوچ میں پڑ گئیں۔

''کیوں...... اس میں کون سے کیڑے پڑے ہیں۔'' اماں تفصیل سے بات کرنے کے موڈ میں تھیں اور اس کا مسئلہ یہ تھا کہ اسے اس بارے میں بات کرنی ہی نہیں تھی نہ تفصیل سے نہ اختصار سے۔

اسے شروع دن سے اپنی بھابی کے بھائی سے چڑ سی تھی۔ سب سے پہلا اعتراض تو اسے اس کے نام پہ ہی تھا۔

''نسیم یہ بھی کوئی نام ہے نرا زنانہ۔'' بھابی نازیہ نے اسی دن اس کی لن ترانیاں سن لی تھیں۔ تب ہی سے پکا ارادہ کرلیا تھا کہ ایک نہ ایک دن اسی نسیم سے اسے بیاہ کے چھوڑے گی۔

اس کی اور شبینہ کی کوئی خاص دوستی اسی وجہ سے نہیں ہوسکی تھی۔ نازیہ کا اپنے بھائی کی طرف بڑھا ہوا التفات اس کے گھر آنے پر کچھ زیادہ ہی بڑھ جاتا۔ شبینہ کو دکھا دکھا کے اس کی خاطریں کرتی، وہ بظاہر تو ''مجھے کیا'' کی تصویر بنی رہتی مگر اندر ہی اندر جلن کے مارے اس کا حال برا ہوتا۔

''زمانے بھر کا فارغ ہر دوسرے دن آ کر بیٹھ جاتا ہے۔'' بھابی سے بچ بچا کے اس کی بڑبڑ جاری رہتی۔ اماں سن لیتیں تو کبھی جواب دے دیتیں کبھی نظر انداز کردیتیں۔

نسیم نازیہ اور خود سے بڑی دو بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ شادی میں تھوڑی تاخیر اس لیے ہوئی کہ نوکری نہیں تھی مگر اتنا بھی عمر رسیدہ نہیں تھا کہ اس کے ساتھ جوڑ نہ بن سکتا۔

''اماں' بھول گئی وٹے سٹے کی شادیوں میں کتنا فساد ہوتا ہے۔'' اس نے بہت سوچ سمجھ کے پہلا اور آخری سب سے بھاری جواز سامنے رکھا مگر اماں اس پہ بھی سوچ کے بیٹھی تھیں۔

''اب وہ زمانے گئے۔ نازیہ ویسے بھی بہت سمجھدار ہے۔''

''اوئی اللہ سمجھ دار۔'' اسے جیسے بھڑ نے ڈنک مار دیا ہو مگر اماں کے تیور دیکھ کے خاموش ہونے میں ہی عافیت سمجھی۔

☆☆☆......☆☆☆

''بھابی رشتہ لا رہی ہے میرا...... اپنے بھائی کے لیے۔'' کل والی بات پر ابھی دل جلا ہوا تھا، اس لیے اس نے اماں ہی کے انداز میں ان کا بم سعدیہ کے سر پہ پھوڑ دیا۔

''اد تیری خیر۔'' حسب توقع وہ اچھل ہی تو پڑی۔

''پھر......''

''پھر کیا میں نے تو صاف انکار رکھا اماں کے ہاتھ پہ۔''

''پر کیوں......؟''

''کیوں' تو بھی پوچھے گی کیوں' پتہ نہیں تجھے بھابی سے میری ایک نہیں بنتی۔''

''تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اس کے بھائی سے

بھی نہیں بنے گی۔''

''دفع دور' اتنی بڑی عمر کا آدمی ہے وہ' اس کی اور میری جوڑی بھی نہیں بنتی۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

''ہاں بنے گی تو تیری صرف اسی ایک سے' لکھ کر رکھ لے میری بات، کسی دن ناں۔'' اس نے بات ادھوری چھوڑ کے معنی خیزی سے اسے دیکھا۔

''کیا......!''

''اپنا دل ہاتھ میں لے کے سامنے آ کھڑا ہوگا۔''

''ہاں پر وہ دن تو نہیں دیکھ سکے گی کیوں کہ تو آج ہی میرے ہاتھوں ضائع ہو جائے گی۔'' وہ خطرناک تیور لیے اس کی طرف بڑھی' سعدیہ اچھل کے دور ہٹی مگر چپ نہیں ہوئی۔

''جس دن تو اسے نظر بھر کے دیکھ لے گی ناں اس دن تو بھی ضائع ہو جائے گی اور تیرا دل بھی۔'' اب کی بار اس نے بات مکمل کر کے رکنے کی غلطی نہیں کی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

گھر میں اماں اور اس کی زبردست ٹھنی ہوئی تھی۔ ایسے میں وہ بھابی کے سامنے آنے سے گریز ہی کرتی تھی۔ جو اسے دیکھ کے بلاوجہ نسیم کا ذکر نکال کے جو تعریفوں کے پل باندھنا شروع کرتی تو رکنے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ اماں کے ارادے نیک نظر نہ آتے تھے۔ ایسے میں صرف سعدیہ ہی تھی جس سے وہ دل کی بات کرلیتی تھی۔ ایک دو دن سے اسے موسمی بخار نے آن لیا تو شبینہ کو کالج اکیلے ہی جانا پڑا۔ اس دن بھی وہ واپسی میں دوسرے دن کی چھٹی کا پکا ارادہ باندھتی خود میں مگن چلی جا رہی تھی کہ کسی نے نرمی سے اسے پیچھے سے آواز دی۔ اس نے مڑ کے دیکھا تو جان نکل گئی کالج والا سڑک چھاپ سامنے کھڑا تھا۔

''اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے کچھ بات کرسکتا ہوں۔'' اس نے گھبرا کے دائیں بائیں دیکھا۔ کالج کی لڑکیاں چھٹی کے بعد نکلی تھیں۔ چند ایک تو ساتھ ساتھ ہی چل رہی تھیں۔ ان میں سے کوئی دیکھ لیتی تو مفت میں مشہوری ہو جانی تھی۔ اس نے لمحوں میں فیصلہ کیا اور برابر والی گلی میں دوڑ لگا دی۔ پیچھے سے کوئی آوازیں دیتا رہ گیا پر اس نے بھی مڑ کے خبر نہ لی۔

☆☆☆......☆☆☆

گھر میں اماں کی زور پکڑتی ضد تھی اور اس کا روز بہ روز بڑھتا انکار۔ ابا کو ابھی تک اماں نے لاعلم رکھا تھا۔ وہ دل سے چاہتی تھیں کہ یہ رشتہ ہو جائے۔ سفید پوش گھرانوں میں تو یوں بھی لڑکیاں کبھی مالی حالات کی مخدوشی اور کبھی محض دبتی رنگت کی وجہ سے بیٹھی ہوئی تھیں اور دونوں ہی باتیں ان کی نیندیں اڑانے کے لیے کافی تھیں۔ نہ تو گھر کے حالات ڈھکے چھپے تھے نہ شبینہ کی معمولی شکل صورت۔

اماں بھی ٹھان بیٹھی تھیں کہ اس سے ہاں کروا کے ہی چھوڑیں گی۔ روز روز کی کل کل نے اسے اتنا بددل کیا کہ وہ بھی موسمی بخار کی لپیٹ میں آ گئی ورنہ اس کے خیال میں تو اس کا امیون سسٹم بہت طاقتور تھا۔

سعدیہ سے پہلے اس کے چھٹی کے سبب اور بعد میں اپنے بخار کی وجہ سے کتنے دن سے بات نہیں ہو پائی تھی۔ اس بیزار سی صبح جب اماں اسے نڈھال دیکھ کے دوا کے ساتھ ساتھ اچھا خاصا لیکچر بھی پلا کے گئی تھیں، سعدیہ کی آمد نے ذرا موڈ بدل دیا تھا۔

''بڑی حرصیائی ہے تو...... مجھے بیمار دیکھ کے خود کو بھی بخار چڑھا کے بیٹھ گئی۔'' اس نے آتے ہی جملہ مارا۔

اس کی بات سن کے شبینہ کی طبیعت بھی بہل گئی۔ تھوڑی دیر اماں اس کے پاس بیٹھیں، ان کے جانے کے بعد اس نے رازداری سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرے پاس ایک چیز ہے تیرے لیے۔'' اس کا انداز بڑا چوکنا تھا۔

''کیا چیز ہے اور یہ تو بلیوں کی طرح اِدھر اُدھر کیا دیکھ رہی ہے۔''

''شش...... ابھی دکھاتی ہوں۔'' اس نے اسی

چوکنے انداز میں اپنے بیگ میں ہاتھ ڈالا اور ایک رقعہ برآمد کیا۔

''یہ دیکھ...... کیا ہے یہ...... یہ تیرا پریم پتر ہے، تیرے عاشق نامدار نے بھیجا ہے۔'' شبینہ کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ غم اور غصے سے سارے الفاظ گڈمڈ ہوگئے سمجھ ہی نہیں آیا کیا کہے۔

''الو کی دم اس نے دیا اور تو نے لے لیا بے شرم کوئی دیکھ لیتا تو کہانی بن جاتی۔''

''ارے ہٹا بھئی کوئی نہیں بنتی کہانی وہانی' لوگوں کے پاس اتنا ٹائم نہیں ہے۔ پکڑ اب جلدی مجھے مروائے گی کیا۔'' اس نے شبینہ کی طرف بڑھایا۔ وہ انکار کرنے لگی کہ باہر سے اماں کی آواز آئی۔ اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی کاغذ جھپٹ لیا اور سعدیہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگی۔

☆☆☆......☆☆☆

''پیاری شبینہ!

کیسی ہیں آپ' یقین کیجیے آپ کا نام بھی آپ کی دوست کے ذریعے پتہ چلا ورنہ میں تو شاید زندگی بھر آپ سے بات کرنے کا بہانہ ڈھونڈتا رہ جاتا۔ میں آپ کی دوست کا بہت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ میری بات سنی' سمجھی اور اس خط کے ذریعے مجھے آپ تک رسائی دی۔

مجھے کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کرنی میں تو بس آپ کو اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ جس دن سے آپ کو دیکھا ہے میرا چین قرار اور راتوں کی نیند اڑ گئی ہے۔ ہر دم نگاہوں میں آپ کا چہرہ گھومتا رہتا ہے۔ دن کا کوئی پل ایسا نہیں گزرتا جس میں آپ کی یاد نہ آتی ہو۔ مجھے کہنے میں کوئی عار نہیں کہ میں آپ کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو چکا ہوں۔ آپ کی صورت اور آپ کی یاد ہر وقت حواسوں پہ چھائی رہتی ہے۔ میں اس کیفیت سے پریشان تو ہوں مگر پیچھا چھڑانا نہیں چاہتا، دراصل میں آپ کی محبت کی طرح آپ کو اپنے دل اور گھر کی زینت بنانا چاہتا ہوں۔ میں بہت باعزت طریقے سے آپ کو اپنانا چاہتا ہوں اور اس کے لیے آپ کی طرف سے اجازت درکار ہے تاکہ رسمی طریقے سے اپنے گھر والوں کو آپ کی طرف بھیج سکوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گی کیوں کہ مجھے اپنی محبت کی طاقت پہ پورا بھروسہ ہے۔

آپ کے مثبت جواب کا منتظر آپ کا اور فقط آپ کا......اسفندیار۔''

اس کی نظریں سفید کاغذ پر بے خیالی میں بھٹک رہی تھیں۔ تحریر نظروں کے سامنے اپنے پورے مفہوم کے ساتھ کھلی پڑی تھی اور اس کی چشم تصور میں دو گہری آنکھیں جھانک رہی تھیں۔ اتنی اچھی لکھائی اس قدر خوب صورت الفاظ اتنا پُرامید لہجہ، اتنی سیدھی سادی بات اور اتنے عزت دار انداز میں...... وہ یقین نہ کرتی مگر دل ہمک ہمک کے اسے اکسانے لگا تھا۔ ازل سے معصوم حوا کی بیٹی عنکبوت میں الجھنے لگی تھی۔

اسے عادت بھی کہاں تھی۔ پہلے کب اور کتنے لوگوں نے اس سے اس طرح بات کی تھی۔ اسی وقت ایک دیکھا بھالا چہرہ چشم تصور میں ابھرا اور اس کا حلق کڑوا کر گیا۔ وہ اس نئے ذائقے سے آشنائی پاکر دم بخود رہ گئی تھی۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ نسیم کا خیال یوں اس کی رگ رگ میں اکتاہٹ بھر دے۔ تو...... تو کیا یہ اس تحریر کا کمال تھا۔ ان لفظوں کی سوغات تھی کہ کل تک جس شخص سے ان دیکھی الجھن محسوس ہوتی تھی، آج اس سے باقاعدہ نفرت سی ہونے لگی تھی۔

''کیا پتہ وہ واقعی' سچ میں......'' اس سے مکمل سوچا بھی نہیں گیا اور ایک نام بے حد آہستگی سے اس کے لبوں کو چھو گیا۔

''اسفندیار۔''

☆☆☆......☆☆☆

''اسفندیار...... ہمم نام تو واقعی زبردست ہے۔''

سعدیہ نے سن کے تبصرہ کیا۔ اس کے لبوں کو مسکراہٹ چھوگئی۔ کالج گراؤنڈ میں لڑکیاں شوخ تتلیوں کی طرح اٹھلاتی پھر رہی تھیں۔ ہلکی دھوپ میں چلتی سبک ہوا کے جھونکے نرمی سے بالوں کو چھو کر ایک تازگی کا سا احساس بھر دیتے تھے۔

''اوہووو...... آج تو ہنسی آئے جارہی ہے کل تک اس کے نام سے ہی منہ بنا لیتی تھی۔'' سعدیہ اس کا یا پلٹ پہ حیران تھی۔ اس لیے چھیڑنا بنتا تھا۔

''ہاں تو نام بھی تو دیکھو کتنا رومانوی ہے بالکل افسانوں کے ہیرو جیسا۔'' اس نے بھی چھپانے کی کوشش نہیں کی۔

''تو پھر کیا خیال ہے کہہ دوں دروازے کھلے ہیں جب چاہے تشریف لے آئے۔'' سعدیہ کی بات نے اسے کسی خواب سے نکال کے حقیقت میں پٹخ دیا۔

''اونہوں ابھی اماں کے سر سے اس نسیم کا تو بھوت اتر جائے۔''

''لو پاگل ہوئی ہو۔ یہی تو وقت ہے، اماں کے سامنے دوسرا آپشن ہوگا تو ہی وہ سوچیں گی ناں۔'' سعدیہ کی بات نے اسے سوچنے پہ مجبور کردیا۔

''بس تو پھر ڈن ہوگیا بلکہ ڈن ڈنا ڈن ہوگیا۔'' دونوں کی ہنسی ایک ساتھ گونجی۔

☆☆☆......☆☆☆

سعدیہ نے پتہ نہیں کب کیا اور کس طرح بات کی کہ اس نے ہفتے بھر کا ٹائم مانگا۔ ادھر اس کی طرف سے سگنل ملا اور ادھر اماں کو تاؤ آگیا۔

''میں کل نازیہ کے گھر والوں کو بلا رہی ہوں۔'' انہوں نے کمرے میں آکے اچانک کہا۔ اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

''ام...... ماں اتنی جلدی۔'' بوکھلا کے وہ صرف یہی کہہ سکی۔

''یہ جلدی ہے...... مہینہ بھر سے کہہ رکھا ہے نازی نے بس اب میں نے اس کا دل خراب نہیں کرنا۔''

''ہاں بھلے میری زندگی خراب ہوجائے پر آپ کی لاڈو کا دل خراب نہ ہو۔'' وہ جل کر بولی۔

''چل دفع ہو مردود' آگ لگے تیری زبان کو' کیوں ہونے لگی زندگی خراب، اتنا پیارا بچہ، صرف نوکری کی وجہ سے دردر دھکے کھاتا رہا۔''

''ہوں' بڑا آیا نیک پروین۔''

''ناں تو مجھے ایک بات بتا۔ تجھے کاہے کی تکلیف ہے۔''

''خود ہی سوچیں جس بندے کا مجھے نام بھی نہیں پسند وہ خود کیا خاک پسند ہوگا۔''

''تو نے مرنا ہے میرے ہاتھوں۔'' اماں نے مرچیں چبائیں۔ اس نے چند لمحے سوچا۔ پھر بولی۔

''اچھا آپ ایک ہفتے رک جائیں۔ سعدرہ شہر سے باہر گئی ہوئی ہے وہ آئے گی تو میں فیصل کرواؤں گی۔ اس کے بعد۔'' اماں بے یقین نظروں سے اسے دیکھتی رہیں۔ کہاں تو اتنا بدک رہی تھی اور کہاں اب فیصل' مگر یہی بہت تھا کہ وہ راضی ہوگئی تھی۔ یقین تو نہ آتا تھا مگر پھر بھی اس کی خاطر مان گئیں۔

☆☆☆......☆☆☆

ہفتہ اپنی رفتار سے کہیں سست گزرا۔ کبھی تو اسے لگتا گھڑی کی سوئیاں چل رہی ہیں پر وقت ٹھہر گیا ہے اور کبھی سے چل پڑتا تو پہر ٹھہر جاتے۔ اپنی کیفیت خود اس کے لیے حیران کن تھی۔ کل تک جس شخص کی شکل دیکھے بنا ہی اس کا منہ بگڑ جاتا تھا آج، اسی کے لیے منہ پہ رگڑ رگڑ الگوا کے آئی تھی اور صبح سے گنگناتی پھر رہی تھی۔ مہمانوں کی آمد کے بارے میں صرف اسی کو پتہ تھا۔ پہلے سے گھر پہ کیا بتاتی۔ یہ الگ بات کہ اس کے کھلے کھلے ہونٹ اور بے وجہ کی گنگناہٹیں آپ اپنا تعارف بن گئی تھیں۔ کئی بار اماں اور بھابی نے اس کی خاص الخاص صفائیوں کو نوٹ کیا پر منہ سے کچھ کہنے سے پرہیز ہی کیا۔ مقررہ وقت پر دروازہ بجا۔ اماں نے کھولا تو اجنبی عورتیں منہ بنائے کھڑی تھیں۔ بنا

بلائے چارہ نہ تھا۔
''ہم تو بہن بیٹے کی ضد سے مجبور ہو کے آئے ہیں۔'' آمد کے سبب کے ساتھ ہی انہوں نے مجبوری بھی بیان کردی۔
''پھر بھی بہن میں تو یہی کہوں گی کہ ہم نے تو آنے پہ مجبور نہیں کیا ناں، اب یہ تو آپ کا اور آپ کے بیٹے کا معاملہ ہے۔'' بات شروع ہی غلط انداز میں ہوئی تھی اور اب کس طرف جارہی تھی وہ، بوکھلا سی گئی تھی۔
اماں کی شکل سے ظاہر تھا کہ وہ ان کو کس مشکل سے برداشت کررہی ہیں۔ جیسے آنے والیاں زبردستی بھیجی گئیں تھیں۔
''یہی تو مسئلہ ہے بہن کہ آج کل کی اولاد بالکل ہی ہاتھوں سے نکل گئی ہے۔ یہ تو ہم پہ ہی احسان ہے کہ ہمیں بھیج دیا ورنہ سارے معاملات بالا ہی بالا ہوجاتے تو بھی ہم کیا کرسکتے تھے۔'' آنے والی ایک خاتون جنہوں نے خود کو اسفند کی والدہ بتایا تھا ہلکا سا قہقہہ لگا کے اپنے تئیں مذاق کررہی تھیں یا شکر میں لپیٹ کے جوتا مار رہی تھیں صاف ظاہر ہی تھا۔
اسے بے حد غصہ آیا۔ اس کا خیال تھا کہ اماں اس جملے پہ بھڑک کے کچھ بولیں گی مگر اماں کی ایک ٹھنڈی سانس اور طویل خاموشی نے اسے بت بنا دیا۔ وہ لوگ کب واپس گئیں۔ اماں نے کیا کہا، اسے کچھ خبر نہیں تھی۔ اس کے ذہن میں تو بس اماں کی بے بس خاموشی چبھ کے رہ گئی۔ نازیہ کے تیور تو اسی وقت بدل گئے تھے جب، ان کی آمد کا مقصد پتہ چلا تھا۔
ان کے جانے کے بعد بھی اماں چپ چاپ ہی رہیں۔ وہ جو سمجھ رہی تھی کہ اسے ایک بار پھر پھٹکار پڑے گی، شدید بے چین ہوگئی سچ تو یہ تھا کہ اس اچھی شکل صورت والے اسفند یار کے گھر کی خواتین نے اسے بری طرح مایوس کیا تھا۔ لیکن اماں کی خاموشی نے اسے خوف زدہ کردیا تھا۔
''اماں خوانخواہ میں ہی پریشان تھیں۔ تم نے تو خود ہی اپنا بندوبست کرکے رکھا ہوا تھا۔'' نازیہ برتن اٹھانے آئی تو اس کے برف سے لہجے میں اتنی آگ تھی کہ اس کا دل جھلس کے رہ گیا۔ لیکن اس وقت اس پر اماں کی ناراضگی سوار تھی، اس لیے وہ کچھ بول سکی نہ پوچھ سکی مگر صرف ایک رشتہ آجانے سے سب اس کے خلاف کیوں ہوگئے تھے آخر اس کا قصور کیا تھا۔
قصور تو سامنے تھا مگر اس کا ناقص ذہن فی الحال قبول کرنے سے قاصر تھا۔ زندگی کا اتنا بڑا اور اہم فیصلہ بالا ہی بالا کرنے کے لیے کسی کی حوصلہ افزائی کرنا، یہاں تک کہ بڑوں کو گھر تک بلا لینا اور ماں باپ کو خبر ہی نہیں۔ اسے چاہیے تھا کہ اگر کسی کا ایسا ارادہ بن بھی رہا تھا تو سب سے پہلے اپنے ماں باپ کو خبر دیتی۔ والد بھی حیات تھے اور بھائی بھی سلامت تھے۔ اگر وہ اپنے طور پہ سوچ سمجھ کے ان کو گھر بلاتے تو اس وقت صورت حال مختلف ہوتی۔ اس کا اپنا آپ ایسے چور بنہ نہ کھڑا ہوتا۔
فی الوقت اس کا دماغ ان باتوں کو سمجھ نہیں رہا تھا۔ رہ رہ کر اماں کی کٹیلی نظریں یاد آتیں تو تن من میں ایک بے چینی سی سرائیت کرجاتی۔ اسی بے چینی کے زیر اثر اٹھ کے اندر کمرے میں آئی تو اس کے قدموں تک سے بوجھل پن ٹپک رہا تھا۔ اس نے اماں کو دیکھا۔ الجھے الجھے انداز میں کسی پرانی قمیص کو ادھیڑتے ہوئے، وہ سخت جھنجھلاہٹ کا شکار لگ رہی تھیں۔ انھوں نے اس کے آنے اور قریب بیٹھنے کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔ شبینہ کے لیے ان کا طرز عمل بہت اضطراب کا باعث بن رہا تھا۔ وہ ان کے قریب بیٹھ کے انگلیاں چٹخاتی رہی پھر بڑی ہمت کرکے بات شروع کی۔
''اماں...... اماں آج جو لوگ آئے تھے...... میں انھیں نہیں جانتی تھی۔'' اماں نے فوراً ہی قہر بھری نظروں سے اسے گھورا۔
''قسم لے لیں میں نے تو ان کے بیٹے کو کبھی دیکھا تک نہیں میں تو......'' اس کی بات ادھوری رہ گئی اماں بہت سرد اور سخت آواز میں اس کی بات کاٹ کے بولیں۔
''اسی لیے صبح سے تیاریاں کررہی تھی۔'' اس کے حلق میں کانٹے پڑے۔ وہ بے یقین نظروں سے انہیں دیکھتی رہ گئی بات کس رخ پہ چلی گئی تھی اس کا تو اسے اندازہ بھی نہیں تھا۔
''آخر میرا قصور کیا ہے؟'' وہ چاہنے کے باوجود پوچھ نہ سکی اور اماں اٹھ گئیں۔

☆☆☆......☆☆☆

سعدیہ نے ساری بات سن کے سر جھکالیا۔ اس نہج پہ تو اس نے بھی نہیں سوچا تھا۔
''اب کیا ہوگا شمی؟''
''ہونا کیا ہے میں صاف منع کردوں گی اماں کو کہ خبردار ان لوگوں کے بارے میں سوچا یا دوبارہ بلایا تو۔''
''ہیں......!'' سعدیہ ایک بار پھر اس کایا پلٹ پہ حیران رہ گئی۔
''اور نہیں تو کیا...... پتہ نہیں کس قسم کی عورتیں تھیں ابھی دہلیز پہ تھیں تو میرا کردار مشکوک کردیا۔ سب لوگ سمجھ رہے ہیں جیسے میں نے ان کو دعوت دے کے بلایا ہو۔''
''خیر بلایا تو...... تو نے ہی تھا۔'' سعدیہ منمنائی۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔
''میں نے بلایا تھا؟ اور مجھے اس سب کے لیے تحریک کس نے دی تھی۔ سارے فساد کی جڑ تو...... تُو ہے خبردار۔'' اس نے انگلی اٹھا کے وارننگ دی۔
''خبردار جواب تو نے اس لچر کی حمایت میں ایک لفظ بھی کہا تو......'' سعدیہ چپکی سی ہوگئی اور وہ کلاس روم کی طرف بڑھتے ہوئے دل ہی دل میں پلان کرنے لگی کہ اماں کو کیسے منایا جائے۔

☆☆☆......☆☆☆

اماں کو منانے کی نوبت نہ آسکی، اس سے پہلے ہی

آنچل کی جانب سے ایک اور آنچل

ماہنامہ
حجاب
کراچی

شائع ہوگیا ہے

ملک کی مشہور معروف قلمکاروں کے سلسلے وار ناول، ناولٹ اور افسانوں سے آراستہ ایک مکمل جریدہ گھر بھر کی دلچسپی صرف ایک ہی رسالے میں موجود جو آپ کی آسودگی کا باعث بنے گا اور وہ صرف ''**حجاب**''
آج ہی ہاکر سے کہہ کر اپنی کاپی بک کرالیں۔

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

Infoohijab@gmail.com
info@aanchal.com.pk

کسی بھی قسم کی شکایت کی صورت میں
021-35620771/2
0300-8264242

نازیہ نے اسے آڑے ہاتھوں لے لیا۔ وہ تو اس دن سے اس سے بات بھی نہیں کر رہی تھی جس، دن سے اسفند کی اماں ان کے گھر سے ہو کر گئی تھیں۔ یہ تو اسی کی شامت نے آواز دی جو میکے جانے کو تیار بیٹھی نازیہ سے سب کو سلام کہنے کا کہہ بیٹھی۔

''کیوں آج تمہیں کیسے خیال آ گیا۔ آج سے پہلے تو تم نے کبھی میرے گھر والوں کو سلام نہیں کہلوایا۔'' وہ تنک سی گئی شبینہ حیران پریشان اس کی شکل دیکھنے لگی۔

''تو اب تو آ گیا ناں خیال' دعا تو جب خیال آئے دے دینی چاہیے بھابی۔'' اس نے جان کے بات کو ہلکا رنگ دینا چاہا لیکن نازیہ ہلکے موڈ میں نہیں تھی۔

''کیوں اب کیا میرے گھر والوں کا پرائز بانڈ نکل آیا ہے......''

''آج کیسی باتیں کر رہی ہو بھابی۔''

''جیسی تمہیں پسند ہیں۔'' ترنت جواب آیا۔ ساتھ ہی اس نے پیروں سے لپٹتے بچے کو دو ہتڑ رسید کر دیا۔ وہ اپنا سا منہ لے کے کمرے میں آ گئی اماں ابا کی پائینتی کے پاس خاموش سی بیٹھی تھیں۔ اس نے ایک نظر انہیں دیکھا پھر ابا کو اور سر جھکا کے باہر آ گئی۔

باورچی خانے میں آ کر چپ چاپ آٹا گوندھنے لگی۔ پتہ ہی نہیں چلا کب اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ نکلنے لگے۔ اماں کسی کام سے اندر آئیں۔ اس نے جھکی نظروں سے ان کے قدموں کو قریب آتے دیکھا۔ اگلے ہی لمحے وہ پرات ایک طرف کر کے ان کے قدموں سے لپٹی دھاڑیں مار رہی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

کتنے دن ایک دوسرے کا پیچھا کرتے نکل چکے تھے۔ اماں اور نازیہ کی طرف نسیم کے رشتے والی بات پہ مکمل خاموشی تھی۔ خاموشی ٹوٹی اور نسیم کا رشتہ تو نہ آیا، اس کی منگنی کی مٹھائی ضرور آ گئی۔ اسے لگتا تھا اماں ایک بار پھر اس سے ناراض ہوں گی پر ایسا کچھ نہ ہوا۔ انہوں نے معمول کے انداز میں بھابی کو مبارک باد اور دعائیں دیں۔

وہ اماں کے رویے پہ متعجب تھی۔ جب پورے چوبیس گھنٹے گزر گئے اور اماں نے کوئی بات نہ کی تو رات کو سونے سے پہلے اس نے خود ہی تذکرہ چھیڑ دیا۔

''پاگل ہے کیا تو...... اب وہ کیوں کرنے لگی اپنے بھائی سے تیرا رشتہ۔'' الفاظ کے برعکس ان کا لہجہ بہت نرم تھا۔

''عورت کی عزت شیشے جیسی نازک ہوتی ہے۔ ایک بار بال آ جائے تو منہ دیکھنے کے قابل نہیں رہتا، میں نہیں چاہتی کہ کل کلاں کو کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو نازیہ وہی شیشہ اپنے بھائی کے آگے رکھ دے اور وہ زندگی بھر اسی میں تیرا عکس دیکھتا رہے۔ اب اگر وہ کہتی بھی تو میں خود ہی منع کر دیتی' اچھا ہوا جو ہوا۔'' وہ ہونق بنی نیم اندھیرے میں اماں کا منہ دیکھتی رہی۔ اماں نے اسے دیکھا پھر مسکرائیں۔

''ماں ہوں تیری کوئی دشمن نہیں اور پھر جس بندے کا نام ہی میری بیٹی کو پسند نہیں وہ خود کیسے پسند آئے گا۔'' اماں نے اس کا ڈائیلاگ دہرایا۔

''ان شاء اللہ میری بیٹی کا نصیب خود چل کے آئے گا اور اتنا اچھا ہوگا کہ لوگ رشک کریں گے۔'' اس کو اپنے کھلے ہوئے منہ کا احساس ہوا تو جلدی سے اماں کے پہلو میں منہ چھپا لیا۔

''ماں سے بڑھ کے بھی کوئی اور محبت کر سکتا ہے۔ کم از کم دنیا میں تو ممکن نہیں۔'' طمانیت سے نیند کی آغوش میں سر رکھتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔

قسط نمبر 29

تمہارے ذہن میں جو بھی ہے صاف صاف کہو
منافقت کی نشاں ہے اگر مگر کرنا
میرے مزاج کا اس میں کوئی قصور نہیں
تیرے سلوک نے لہجہ بدل دیا میرا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

سین نمبر 1 میں شہرزاد افشین کے گھر جاتی ہے اور اس کی ماں کو اپنے پاس شہر جاب کی آفر کے ساتھ ساتھ افشین کی المناک موت کا افسوس کرتی ہے۔ وہ گاڑی میں آ کر بیٹھتی ہے تو عبدالہادی اسے شہر چھوڑنے کی آفر کرتا ہے مگر وہ انکار کر دیتی ہے عبدالہادی اسے کہتا ہے کہ اسے زندگی میں جب بھی اس کے ساتھ یا مدد کی ضرورت محسوس ہو وہ بلاتکلف اسے پکار سکتی ہے شہرزاد اس کا شکریہ ادا کرتی گاڑی میں بیٹھ جاتی ہے عبدالہادی دیکھتا رہ جاتا ہے کچھ میل کا سفر طے کرنے کے بعد گاڑی ایک انجان محل نما عمارت کے سامنے رک جاتی ہے۔ شہرزاد پریشان ہو جاتی ہے وہ ڈرائیور سے پوچھتی ہے کہ وہ اسے کہاں لے آیا ہے مگر وہ جواب نہیں دیتا۔

سین نمبر 2 میں صیام درمکنون کی یونیورسٹی فیلو اور دشمن عدینہ کے آفس میں آتا ہے اور وہ اس کی جاب کلیئر کر دیتی ہے۔ ساتھ ہی اسے بتاتی ہے کہ اس کی کمپنی برے حالات کی شکار رہے اور یہ بھی کہ اس کے والدہ ہی اس کے لیے آل اِن آل ہیں وہ اسے بتاتی ہے کہ اس کمپنی کے دیوالیہ ہونے کی اصل ذمہ دار بھی اس کی سوتیلی ماں ہیں جو اس کے والد کا تمام بزنس ہتھیانا چاہتی ہے مگر وہ ایسا نہیں ہونے دے گی لہٰذا اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر فی الوقت وہ بزنس دیکھ رہی ہے۔ دوسری طرف وہ اپنی دوست صباء کو کال ملاتی ہے اور اسے بتاتی ہے کہ اس نے ان کی دشمنی درمکنون سے بدلہ لینے کی ٹھان لی ہے صباء اسے بیسٹ آف لک کہہ کر کال ڈراپ کر دیتی ہے۔

سین نمبر 4 میں صباء کا بھائی اور عدینہ کا منگیتر حازق یونیورسٹی میں درمکنون پر فدا ہوتا ہے مگر درمکنون اسے لفٹ نہیں کرواتی الٹا کلاس میں اس کی بے عزتی کر دیتی ہے جس سے اسے یونیورسٹی چھوڑ کر جانا پڑتا ہے وہ ایک روز بارش میں اس کے گھر آتا ہے اور درمکنون کی انسلٹ پر خود کو شوٹ کر لیتا ہے اس سانحے کے بعد درمکنون اپنی زندگی میں شادی کا ٹاپک ہی کلوز کر دیتی ہے مگر عدینہ اور صباء اسے معاف نہیں کرتیں۔

سین نمبر 5 میں بہت دنوں کے بعد درمکنون آفس آتی ہے تو عائلہ اسے بتاتی ہے کہ کمپنی کے حالات بہت خراب ہیں ورکرز کام پیک کر کے بیٹھے ہیں ان کی ڈیمانڈ یہ ہے کہ تنخواہ بڑھا کر بونس میں بھی اضافہ کیا جائے دوسری طرف کمپنی کے اہم رکن حامد حسین صاحب جو چالیس فیصد کے حصہ دار ہیں اپنے شیئرز نکلوانا چاہ رہے ہیں درمکنون بہت پریشان ہو جاتی ہے وہ عائلہ کو دونوں کے ساتھ میٹنگ ارینج کرنے کا کہتی ہے عائلہ کسی کے کام سے باہر آتی ہے تو ریسپشن پر کھڑا زاویار اس کی توجہ کھینچ لیتا ہے وہ بہت بدل چکا ہوتا ہے شلوار ٹخنوں سے اوپر ہوتی ہے اور عائلہ اسے دیکھ کر جلدی سے اپنے کیبن میں گھس جاتی ہے مبادہ وہ اس کی سب کے سامنے بے عزتی نہ کر دے مگر زاویار

اسے دیکھ لیتا ہے اور وارن کرتا ہے کہ وہ اس سے بھاگ نہیں سکتی۔ ریسپشن سے درمکنون کے روم کا رخ کر وہ درمکنون کے کمرے میں جاتا ہے اور اسے منالیتا ہے اس وعدے کے ساتھ کہ وہ اپنی ماں کو زندگی کی طرف ضرور واپس لائے گا۔ سارا بیگم اپنی بیٹی پرہیان کے پاس چلی جاتی ہیں پاکستان میں سب کچھ بیچ کر وہ صرف صمید حسن کا گفٹ کیا ہوا گھر اور طلاق نامہ ہی سنبھال کر وہی چھوڑ جاتی ہیں تاہم وہ پرہیان کو اپنی طلاق کا نہیں بتاتی۔ اُدھر ساویز کو پتا لگ جاتا ہے کہ پرہیان جائز ہے ناجائز نہیں وہ پہنچتا ہے پاکستان سے اس کے والد احمد آفندی اسے کال کر کے ایمرجنسی پاکستان بلاتے ہیں جہاں اس کی ماں سعدیہ آفندی اسے اپنے بیٹے ساویز حسن کا راز بتاتی ہیں اور اسے ڈھونڈنے کی تلقین کرتی ہیں اسی رات سعدیہ بیگم کی وفات ہو جاتی ہے ساویز پاگل ہو کر رہ جاتا ہے۔

سین نمبر 6 میں زاویار مریرہ کے ڈاکٹر فاروق سے ملتا ہے اور اس سے اپنی ماں کا کیس ڈسکس کرتا ہے ڈاکٹر فاروق اسے بتاتے ہیں کہ جس کنڈیشن میں اس کی ماں ہے اس کنڈیشن میں بہت کم مریض اکثر اچانک دماغ بیدار ہونے پر اپنے کسی عزیز رشتے کو پکارتے ہیں اگر وہ رشتہ رسپانس دے تو وہ زندگی کی طرف واپس لوٹ آتے ہیں۔ وہ اپنی ماں کی زندگی بچانے کے لیے اللہ کا ہو جاتا ہے' درمکنون حامد حسین کے ساتھ میٹنگ کرتی ہے تو عمر عباس اس سے کمپنی چھوڑنے کی وجہ پوچھتا ہے جس پر حامد حسین اسے بتاتا ہے کہ اسے پیسوں کی ضرورت ہے وہ حد سے گرا انسان ثابت ہوتا ہے عمر اوکے کہہ کر نشست برخاست کر دیتا ہے۔ درمکنون کو گمان تک نہیں ہوتا کہ اس پر کبھی ایسے حالات آئیں گے۔ صیام عدینہ کے آفس میں آتا ہے تو وہ اسے بتاتی ہے کہ کل دبئی سے خاص ڈیلی گیشن آرہا ہے جس میں ہر صورت اسے اپنی کمپنی کے لیے کانٹریکٹ حاصل کرنا ہے صیام حامی بھر لیتا ہے اگلے روز شام میں میٹنگ ہال میں درمکنون صیام کو عدینہ کے ساتھ دیکھ کر ششدر رہ جاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

''ہیلو مس درمکنون' کیسی ہیں آپ؟'' درمکنون کو قطعی امید نہیں تھی کہ وہ اسے مخاطب کرے گی تبھی اس نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا' عدینہ مسکرادی۔

''کیا ہوا' نہیں پہچانا۔ ارے بھئی میں عدینہ ہوں' حازق کی فیانسی۔ حازق تو اچھی طرح یاد ہوگا ناں آپ کو؟'' فخریہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھتی اب وہ اسے پریشان کر رہی تھی' درمکنون نے رخ پھیر لیا۔

''ایم سوری' میں نہ آپ کو جانتی ہوں نہ کسی حازق کو۔''

''کمال ہے' حازق کو بھول گئیں آپ؟ جس شخص نے آپ کے لیے جان دی اتنی جلدی اتنی اور آسانی سے اسے بھول گئیں آپ؟'' وہ اسے رسوا کرنا چاہ رہی تھی' صیام پہلو بدل کر رہ گیا جبکہ عائلہ نے اپنا ہاتھ درمکنون کے سرد پڑتے ہاتھ پر رکھ کر اسے تسلی دی تھی۔

''دیکھیے محترمہ...... آپ یقیناً یہاں اپنے بزنس کے لیے تشریف لائی ہیں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اپنے کام سے کام رکھیں' شجرہ نسب کھنگال کر ہیلو ہائے کو ملتوی کر دیں ابھی پلیز۔'' درمکنون کو تسلی دے کر اس نے عدینہ کو آڑے ہاتھوں لیا تبھی وہ تپ گئی۔

''جسٹ شٹ اپ۔''

''یو شٹ اپ۔'' اتنے معززین کے درمیان ایسی عزت افزائی پر وہ بوکھلا کر ہی تو رہ گئی تھی مگر اپنی عزت اپنے ہاتھ کے خیال سے مجبور ہو کر چپ رہی اس کا بس چلتا تو وہ عائلہ کا منہ تھپڑوں سے سرخ کر دیتی۔

کنٹریکٹ اس نے حاصل کرلیا تھا مگر عائلہ علوی کے ہاتھوں ہونے والی اہانت اسے بھلائے نہیں بھول رہی تھی۔

❁......❁......❁

کبھی بارش برستی ہے تو مجھ کو یاد آتا ہے
وہ اکثر مجھ کو کہتا تھا
محبت ایک بارش ہے سبھی پر جو برستی ہے
مگر پھر بھی نہیں ہوتی یہ سب کے واسطے یکساں
کسی کے واسطے راحت، کسی کے واسطے زحمت
میں اکثر سوچتی ہوں اب
وہ مجھ سے ٹھیک کہتا تھا
محبت ایک بارش ہے سبھی پر جو برستی ہے
کبھی مجھ پر بھی برسی تھی
مگر میرے لیے بارش کبھی نہ بن سکی راحت
یہ راحت کیوں نہیں بنتی
کبھی میں خود سے پوچھوں تو یہ دل دیتا دہائی ہے
بھلا کچے مکانوں کو بھی بارش راس آئی ہے؟

عدینہ حسن کی توقع کے عین مطابق صیام نے دبئی والا کانٹریکٹ حاصل کرلیا تھا جس پر عدینہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا مگر درمکنون وہاں سے جس شکستگی کے ساتھ واپس گئی تھی صیام کی ساری خوشی ماند پڑ گئی تھی۔

وہ جیت گیا تھا مگر اسے درمکنون صمید حسن سے جیت کر کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی۔ لوگ اسے سراہ رہے تھے اس کی ذہانت اور قابلیت کی تعریفیں کررہے تھے، مبارک باد دے رہے تھے مگر وہ چپ تھا۔ سب کے درمیان موجود ہونے کے باوجود بھی جیسے وہ وہاں نہیں تھا، اس روز وہ بہت لیٹ آفس سے اٹھا تھا۔ شام ڈھل رہی تھی مگر اسے پروا نہیں تھی جانے کیوں اس کا دل بے حد بوجھل اور اداس ہوگیا تھا۔

❁......❁......❁

آفس ٹائم ختم ہوئے ایک گھنٹہ ہونے کو تھا مگر وہ ابھی بھی آفس میں موجود تھی۔ عائلہ کو اس نے گھر بھیج دیا تھا مگر خود اس کا دل ابھی بھی گھر جانے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ جانے کیوں آج اتنے عرصے کے بعد عدینہ حسن کو دیکھ کر وہ مضطرب سی ہوگئی تھی۔ اسے اپنی شکست کا دکھ نہیں تھا کیونکہ عائلہ نے اپنی پوری کوشش کی تھی کانٹریکٹ میں کامیابی کے لیے تاہم عدینہ کی ہوشیاری کے سامنے اس کی محنت پیچھے رہ گئی تھی۔

اسے اگر دکھ تھا تو صیام کو عدینہ کے ساتھ کام کرتے دیکھ کر، پورے ملک میں اس شخص کو اسی ایک لڑکی کی کمپنی ملی تھی جاب کے لیے؟ وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی مگر سوچ رہی تھی۔

گزرتے ہر دن کے ساتھ اس کی کمپنی خسارے کی دلدل میں گرتی جارہی تھی، جس کی وجہ سے اس کی راتوں کی نیند اڑ چکی تھی مگر عجیب بے بسی تھی کہ وہ کچھ بھی نہیں کر پارہی تھی اس کی ساری ذہانت اور قابلیت دھری رہ گئی تھی۔

گھر میں ہونے والی ڈکیتی میں پندرہ سے بیس لاکھ کے پرائز باؤنڈ، پچاس لاکھ کے قریب نقدی اور تقریباً

اتنی ہی مالیت کے زیورات چوری ہوچکے تھے۔ عمر عباس کی سرتوڑ کوشش کے باوجود ابھی تک رقم کی بازیابی نہیں ہوسکی تھی۔

دماغ کی شریانیں جیسے پھٹ جانے کو تیار تھیں، وہ کیا کرتی کہاں جاتی؟ ماں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی تھی باپ کے لیے اس کے دل میں کوئی جذبہ ہی نہیں رہا تھا۔ بھائی کی اپنی ذمہ داریاں تھیں جبکہ وہ شخص جس کے لیے زندگی میں پہلی بار اس کے دل کی سرزمین نرم ہوئی تھی، بُرے حالات میں اس کا ساتھ چھوڑ کر اس کے دشمنوں سے جاملا تھا یوں کہ وہ اس سے گلہ بھی نہیں کرسکتی تھی۔

تاریکی بڑھ رہی تھی مگر وہ پروا کیے بغیر بیٹھی رہی تبھی اس کے کمرے کے باہر کسی کے قدموں کی چاپ ابھری تھی، وہ چونک اٹھی۔ ایک لمحے کے لیے اس کا دل بری طرح دھڑک اٹھا تبھی اس نے زاویار کو دیکھا، سفید شلوار سوٹ میں ملبوس قدرے نکھرا نکھرا سا وہ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھے اندر داخل ہوا تھا، درمکنون نے اسے دیکھ کر جلدی سے آنسو پونچھ لیے، وہ چپ چاپ سامنے بیٹھ گیا۔

''ابھی تک آفس میں بیٹھی ہو وہ بھی اکیلی؟'' وہ پوچھ رہا تھا، درمکنون نے بے ساختہ نظر چرالی۔

''ہوں، کچھ ضروری کام نپٹانا تھا اس لیے۔''

''عائلہ کہاں ہے؟'' نظریں اس کے کنفیوژ چہرے پر جمائے وہ پوچھ رہا تھا، درمکنون نے سر جھکالیا۔

''اسے گھر بھیج دیا۔''

''گڈ۔'' زاویار کو اس جواب کی امید نہیں تھی تبھی وہ تپا تھا۔

''تمہیں پتا ہے وقت کتنا نازک چل رہا ہے، پبلک ٹوائلٹ میں خستہ حال لوٹے تک محفوظ نہیں چھوڑتے لوگ۔ پانی پینے والے اسٹیل کے گلاس تک زنجیروں سے باندھ کر رکھے جاتے ہیں کہ کوئی چرا کر لے نہ جائے، جو معاشرہ اخلاقی طور پر اس درجہ پستی کا شکار ہو اس معاشرے میں ایک حسین وجوان لڑکی۔ رات کے اندھیرے میں اکیلی کسی عمارت میں اتنی دیر تک رکنے کا خطرہ کیسے مول لے سکتی ہے جبکہ گارڈ بھی انتہائی غیر ذمہ دار اور بے پروا رکھا ہے۔'' وہ ڈانٹ رہا تھا، درمکنون کا سر جھکا رہا۔

''میں تمہیں اتنا غیر ذمہ دار نہیں سمجھتا تھا دری، کتنی بے وقوف، عقل سے پیدل لڑکی ہو تم۔'' وہ بھائی تھا اور بالکل صحیح ڈانٹ رہا تھا، درمکنون کے آنسو پھر سے بہہ نکلے۔ ایک مدت کے بعد اسے بھائیوں والی محبت محسوس ہوئی تھی جس کا ذکر وہ اکثر اسکول، کالجز میں اپنی فرینڈز کے بھائیوں سے متعلق باتوں میں سنا کرتی تھی۔ اس کی زندگی میں کتنے ہی لمحے ایسے گزرے تھے جب اسے شدت سے بھائی کی کمی کا احساس ہوا تھا اور وہ رو دیتی تھی۔ اس کا دل اپنے باپ سے متنفر تھا، بھائی سے نہیں۔ بھائی کے لیے پہلی بار اس کا دل تبھی خراب ہوا تھا جب مریہ نے اسے بتایا تھا کہ زاویار نے اس سے بدتمیزی کی ہے تاہم جب وہ سامنے آیا سارے گلے شکوے ختم ہوگئے اور اب...... اس کی غیرت جانے کیوں اسے رلا گئی تھی۔

''اب رو کیوں رہی ہو ایک تو غلطی کرتی ہو اوپر سے کوئی اصلاح کردے تو رونے بیٹھ جاتی ہو۔ پتا نہیں مما نے کیسے تم جیسی اسٹوپڈ لڑکی کے سپرد اپنا بزنس کردیا۔'' وہ جھنجھلا رہا تھا، درمکنون کے آنسوؤں میں مزید شدت آگئی۔ آج کل وہ ویسے ہی بہت حساس ہوگئی تھی، دل چاہتا تھا کوئی مہربان کندھا ملے اور وہ اس پر سر رکھ کر اپنے سارے بوجھ اتار پھینکے، زاویار کا کندھا اس کے لیے اس وقت ایسا ہی مہربان کندھا تھا تبھی وہ کھڑا ہوا تو درمکنون بھی اٹھ کر اس کے گلے لگ گئی۔

''اوکے بابا' سوری...... نہیں ڈانٹتا میں...... پلیز چپ کر جاؤ۔'' وہ کچھ اور سمجھ رہا تھا' درمکنون آنسو پونچھ کر مسکرادی۔

''میں اس لیے نہیں رو رہی کہ آپ مجھے ڈانٹ رہے ہیں۔''

''تو پھر؟'' وہ حیران ہوا تھا اس اطلاع پر' درمکنون کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

''میں اس لیے رو رہی تھی کہ اب تک آپ مجھ سے دور کیوں رہے جبکہ مجھے قدم قدم پر آپ اور آپ کی محبت کی ضرورت تھی۔ پہلی بار جب میں سائیکل چلاتے ہوئے گری اور مجھے چوٹ آئی' پہلی بار جب میری ایک کلاس فیلو کے بھائی نے اپنی بہن کی میرے ساتھ لڑائی پر مجھے مارا۔ پہلی بار جب میں نے یہ بزنس سنبھالا' آپ نہیں جانتے میں زندگی میں قدم قدم پر آپ کی کمی کو محسوس کر کے کتنی روئی ہوں۔'' روئی روئی سی سرخ آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتی وہ بتا رہی تھی۔ زاویار کی آنکھوں کے گوشوں میں نمی چھلک آئی۔

''میں سمجھ سکتا ہوں میری جان' مگر مجھے خبر ہی کہاں تھی کہ میں جسے اپنی سگی بہن سمجھ کر اس کے لاڈ اٹھا رہا ہوں۔ وہ میری سگی بہن نہیں ہے بلکہ سگی بہن تو وہ ہے جسے میری آنکھیں دیکھ بھی نہیں پائی تھیں۔ تمہیں پتا ہے پری کو میں نے سائیکلنگ سکھائی' گاڑی ڈرائیو کرنا بھی اس نے مجھ سے سیکھا۔ جتنے میں نے اس کے لاڈ اٹھائے ہیں شاید پاپا نے بھی نہیں اٹھائے ہوں گے۔'' وہ مسکرا کر بتا رہا تھا' درمکنون نے اپنا سر اس کے بازو پر ٹکا دیا۔

''میں نے اس لڑکی کے ساتھ بہت زیادتی کر ڈالی بھائی' میرے علم میں ہی نہیں تھا کہ ہم دونوں کی طرح وہ بھی ہر بات سے بے خبر' بے قصور ہے۔''

''ہوں' زیادتی تو میں نے بھی بہت کی ہے اس بے چاری کے ساتھ' بہت دل دکھایا ہے اس کا جبکہ اس کا تو کوئی قصور ہی نہیں تھا۔ چلو خیر اب دونوں بہن بھائی مل کر اس سے معافی مانگ لیں گے' فی الوقت تو گھر چلو' کچھ بات کرنی ہے تم سے۔''

''خیریت؟''

''ہوں' خیریت ہی ہے۔'' اسے بازو کے حلقے میں لے کر وہ باہر گاڑی کے قریب لے آیا تھا' درمکنون نے اپنی گاڑی وہیں آفس کے احاطے میں لاک کردی۔

''آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں اس وقت آفس میں موجود ہوں۔'' زاویار کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے پوچھا تھا' وہ مسکرا دیا۔

''تمہارا نمبر آف جا رہا تھا لہٰذا میں نے عائلہ کو کال کی اور اس سے تمہارا پوچھا تو پتا چلا تم ابھی تک آفس میں ہو' بس پھر سیدھا یہاں چلا آیا۔''

''ہوں' میں تو ڈر ہی گئی تھی کہ اس وقت کون آگیا؟'' وہ مسکرائی تو زاویار بھی مسکرا دیا۔

''عمر انکل بتا رہے تھے کہ تمہاری کمپنی خسارے میں جا رہی ہے؟'' وہ پوچھ نہیں رہا تھا' تصدیق چاہ رہا تھا' درمکنون کے لب سل گئے۔

''ابھی گھر میں کچھ روز پہلے ہونے والی ڈکیتی کا بھی بتایا ہے انہوں نے' تم کتنی اسٹوپڈ ہو دری' یہ پہلی بار پتا چلا مجھے۔ حد ہوتی ہے بے پروائی اور غیر ذمہ داری کی بھی' میں نے فیصلہ کرلیا ہے تم اب وہاں نہیں رہوگی۔'' مکمل توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز کیے وہ اسے ہدایات دے رہا تھا۔ اب کے وہ چپ نہ رہ سکی۔

''مجھے اس گھر کے علاوہ کہیں اور سکون نہیں ملتا بھائی۔''

''کوئی بات نہیں چند دن کے لیے بے سکون رہ لو' کم از کم میں اپنی بہن اور بیوی کے لیے کسی گارڈ' چوکیدار یا ملازم پر بھروسہ نہیں کرسکتا' جب تک مما ٹھیک نہیں ہوجاتیں۔''

''مگر میں رہوں گی کہاں؟''

''فی الحال عمر انکل کے گھر' شہر بانو آنٹی بیمار ہیں ان کی خدمت کرو' تب تک ہمارا گھر ان شاءاللہ مکمل ہوجائے گا وہاں رہنا اپنی مکمل آزادی کے ساتھ۔''

''ہمارا گھر؟''

''ہوں ہمارا گھر' پاپا نے سارا آنٹی کو طلاق دے کر اپنا گھر ان کے نام کردیا ہے۔ اب وہ نیا گھر بنوا رہے ہیں جس میں ہماری ماں رہیں گی اور ہم' ان شاءاللہ۔''

''ان شاءاللہ...... مگر جب تک مما ٹھیک نہیں ہوجاتیں میں پاپا کے ساتھ نہیں رہوں گی نہ ان کو معاف کروں گی۔''

''اوکے۔'' وہ اس کی ضد اور غصے سے واقف تھا تبھی مان گیا۔ درمکنون کی نگاہیں گاڑی سے باہر کے نظاروں میں بھٹکنے لگیں۔

''عائلہ کے بارے میں کیا سوچا ہے آپ نے؟'' کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے پوچھا تھا جب وہ بولا۔

''سوچا تو بہت کچھ ہے' فی الحال وہ میرے اور پاپا کے ساتھ رہے گی' آفٹر آل ہمیں ایک خاتون کی اشد ضرورت ہے جو گھر کو سنبھال سکے۔ تمہارے آفس کے لیے میں اپنا سیکرٹری تمہاری طرف بھیج رہا ہوں بہت ہی قابل اور شریف لڑکا ہے۔ تمہیں اس کے ساتھ کام کرنے میں مسئلہ نہیں ہوگا ویسے بھی میں خود جائزہ لوں گا تمہارے بزنس کا' کہاں مسئلہ ہے خود دیکھوں گا تمہیں زیادہ ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں۔'' بھائی ہونے کا حق ادا کر رہا تھا' درمکنون نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا کر آنکھیں موند لیں۔ بہت دنوں کے بعد اسے اپنا آپ ہلکا پھلکا لگا تھا۔

✿......✿......✿

وہ دونوں گھر پہنچے تو عائلہ رات کا کھانا تیار کرچکی تھی' درمکنون کے ساتھ زاویار کو دیکھ کر وہ قدرے خائف ہوئی پھر نارمل ہوگئی۔

''السلام علیکم!'' زاویار نے سلام کیا تھا وہ محض سر کے اشارے سے جواب دے کر دوبارہ کچن میں گھس گئی۔

''اپنا ضروری سامان پیک کرلو' میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔''

''میرا اس وقت سوائے اپنے کمرے کے کہیں جانے کا موڈ نہیں ہے لہٰذا برائے مہربانی آپ کھانا کھا کر یہاں سے تشریف لے جائیں' آپ کی درخواست پر کل غور کیا جائے گا۔'' اپنا بیگ قریبی صوفے پر رکھ کر وہ وہیں ڈھے گئی تھی' زاویار سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

''صحیح کہا جاتا ہے تم عورتوں کے بارے میں' واقعی ٹیڑھی پسلی سے کم نہیں ہو تم۔''

''عزت افزائی کے لیے شکریہ۔''

''شکریہ کی بچی تمہیں اپنے بھائی کی زندگی اور مشکلات کا کوئی احساس نہیں ہے' بال نما کرے کی طرح میری بیوی پر قابض ہو کر سکون سے بیٹھی ہو یہاں۔'' وہ جلا تھا' درمکنون ہنس دی۔

''آپ سے کس نے کہا تھا اسے گھر سے نکالیں' اب تھوڑی سزا تو ملنی چاہیے ناں۔''

''تم ہو ہی بے حس' کیا کہوں میں تمہیں' غلطی سدھارنے کا موقع بھی نہیں دیتیں تم۔'' پاس پڑا ریموٹ اٹھا کر

اس نے ٹی وی آن کرلیا تھا' درمکنون ہنستی رہی۔

اس رات وہ وہیں رک گیا تھا' رات کھانے کے بعد عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر وہ درمکنون کے ساتھ لاؤنج میں گپ شپ لگاتا رہا۔ بعدازاں درمکنون کو نیند ستانے لگی تو اٹھ کر باہر لان کی طرف آ گیا جہاں کریپ کے باریک شلوار سوٹ میں ملبوس عائلہ لان سے ملحقہ برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھی بے حد اداس دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بناء آہٹ کیے اس کے پہلو میں آ کر بیٹھ گیا۔ اپنے خیالوں میں کھوئی عائلہ کو جونہی اس کی موجودگی کا احساس ہوا وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی مگر زاویار نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جانے سے روک دیا۔

''مجھے تم سے بات کرنی ہے' پلیز بیٹھ جاؤ۔''

''مجھے کوئی بات نہیں سننی پلیز میرا ہاتھ چھوڑو۔''

''میں زیادہ وقت نہیں لوں گا' بیٹھ جاؤ۔'' اس بار سختی سے کہتے ہوئے اس نے زبردستی اسے اپنے پہلو میں بٹھالیا تھا۔

''کیا مجھے یہ بات ثابت کرنی پڑے گی کہ میں اب پہلے والا زاویار نہیں رہا ہوں۔''

''مجھے فرق نہیں پڑتا۔''

''مگر مجھے پڑ رہا ہے۔'' زور دے کر کہتے ہوئے اس نے عائلہ کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

''تم میری مجبوری نہیں ہو' نہ ہی تمہارے ساتھ محبت کی شادی ہوئی ہے میری مگر پھر بھی میری زندگی میں تمہارا الگ مقام ہے جب سے اللہ نے میرا دل بدلا ہے میں ایک رات بھی اپنا ماضی یاد کر کے سکون کی نیند نہیں سوسکا۔ ایک شوہر کی حیثیت سے جو سلوک میں نے تمہارے ساتھ روا رکھا' بہت شرمندگی ہے مجھے اس پر' کیا تم مجھے تلافی کا صرف ایک موقع نہیں دوگی؟''

''مجھے کسی تلافی کی ضرورت نہیں ہے۔''

''جانتا ہوں مگر پھر بھی میں اپنے برے سلوک کی تلافی کرنا چاہتا ہوں تمہیں پتا ہے صرف تمہارے لیے میرے پاپا ہارٹ اٹیک کا شکار ہوکر ہسپتال میں ایڈمٹ رہے ہیں جب سے انہیں تمہارے ساتھ اپنائے گئے میرے غیر اخلاقی سلوک کا پتا چلا ہے انہوں نے مجھ سے ضرورتاً بات کرنا بھی بند کردیا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں عائلہ...... پلیز مجھے معاف کر کے میرے ساتھ گھر چلو' مجھے اس وقت تمہاری ضرورت ہے۔'' اس کا لہجہ اس کی سچائی کا ثبوت تھا مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتی جو کسی طور اسے معاف کر کے اس کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں تھا تبھی وہ خاموش بیٹھی رہی تھی۔

''میں جانتا ہوں میں نے تمہارے ساتھ بہت زیادتی کی ہے' یقیناً تمہارا اعتبار مجھ پر سے اٹھ چکا ہوگا مگر فی الوقت تمہیں اپنا دل اور ظرف بڑا کرنا ہوگا عائلہ' کیونکہ اس وقت صرف تم ہی ہو جو میرے پاپا کو سنبھال سکتی ہو۔ زندگی کی طرف واپس لاسکتی ہو' بے شک تم میرے ساتھ مت رہنا' میری شکل بھی نہ دیکھنا۔ میں تمہیں تنگ نہیں کروں گا میرا وعدہ ہے تم سے مگر پاپا کے لیے تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا پلیز۔'' وہ سنجیدہ تھا عائلہ کے لب اب بھی ساکت رہے۔ زاویار کے اندر مایوسی بڑھ گئی۔

''میں تمہیں مجبور نہیں کرسکتا' بس میرے دل نے کہا کہ تم پاپا کے لیے ضرور سب کچھ بھلا دوگی اسی لیے یہاں آ گیا۔ میری ماں کی حالت تمہارے سامنے ہے' بہن ناراض ہے اسے میں فی الحال پاپا کے لیے راضی نہیں کرسکتا۔ ایک تم سے امید تھی اب جانے یہ بھی پوری ہوتی ہے کہ نہیں بہرحال درمکنون کے ساتھ جو حادثہ ہوچکا ہے اس کے

بعد میں اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔ فی الحال وہ شہر بانو آنٹی کے ساتھ رہے گی' تم بھی چاہو تو وہیں رہ سکتی ہو مگر یہ میری عزت اور غیرت کو گوارہ نہیں ہے آگے جیسی تمہاری مرضی۔'' اس بار اپنی بات مکمل کرنے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا' عائلہ نے اپنا سر گھٹنوں پر گرادیا تھا۔

زندگی فی الحال اس پر مہرباں نہیں تھی' جانے ابھی اور کون کون سے امتحان پاس کرنے تھے اسے' تاہم صمید حسن کے اس پر بہت احسانات تھے' کم از کم ان کے لیے وہ اپنے ساتھ ہونے والی ہر زیادتی بھلا سکتی تھی تبھی اس نے زاویار صمید حسن کے ساتھ جانے کا فیصلہ کیا اور پلکیں موند لیں اگر یہ زندگی کا کوئی نیا امتحان تھا تو وہ اس امتحان کا سامنا کرنے کے لیے بھی تیار تھی۔

۞......۞......۞

اگلی صبح وہ زاویار کے ساتھ اپنے گھر آ گئی تھی' وہ گھر جہاں صمید حسن صاحب کسی زندہ لاش سے کم نہیں تھے۔ عائلہ انہیں دیکھ کر حیران رہ گئی' بے حد شاندار پرسنالٹی کا مالک وہ شخص صرف دنیا سے ہی نہیں خود سے بھی بے نیاز ہوگیا تھا۔ عائلہ کو دیکھ کر وہ کتنی ہی دیر اسے ساتھ لگائے پیار کرتے رہے تھے۔ ان کی ذہنی اور ظاہری حالت دیکھ کر عائلہ نے اپنی پوری توجہ صرف گھر پر مرکوز رکھنے کا فیصلہ کرلیا تھا اس رات اس نے اپنا بستر بھی صمید حسن صاحب کے کمرے میں سیٹ کرلیا' زاویار مسکرا کر رہ گیا تھا۔

عشاء کی نماز کے بعد تینوں نے اکٹھے کھانا کھایا پھر دینی مسائل پر بحث چھڑ گئی' رات کے دو بجے زاویار وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا تھا۔

عائلہ روز صبح اذان کے ساتھ اٹھتی' گیزر آن کرتی' نماز پڑھتی پھر صمید صاحب کو زبردستی واک پر لے جاتی۔ ان کے ساتھ روزمرہ کی ہلکی پھلکی باتیں کرتی' واک سے واپس آنے کے بعد ناشتا تیار کرتی تب تک زاویار بھی اٹھ چکا ہوتا لہٰذا وہ میز پر ناشتا لگادیتی۔ تینوں مل کر ناشتا کرتے پھر زاویار آفس چلا جاتا اور وہ گھر کی صفائی ستھرائی میں جت جاتی' ساتھ ساتھ صمید حسن صاحب کے ساتھ بھی ہلکی پھلکی گپ شپ چلتی رہتی۔

گھر کی صفائی ستھرائی سے لے کر کھانا پکانے' کپڑے دھونے یہاں تک کہ زاویار کے کام بھی وہ بخوشی چپ چاپ سرانجام دے رہی تھی۔ زاویار نے ایک دو بار کام والی کا انتظام کیا مگر اس نے بے حد سہولت سے کافی کچھ دے دلا کر انہیں فارغ کردیا۔ اپنے ہر عمل اور کام سے اس نے اسے بے حد شرمندہ کیا تھا' وہ اتنی بری نہیں تھی جتنی بری وہ اسے سمجھتا رہا تھا۔

زندگی واپس اپنی روٹین پر آ گئی تھی صمید صاحب کی طرف سے اس کی پریشانی بھی ختم ہوگئی لہٰذا ایک مرتبہ پھر اس نے اپنی مکمل توجہ کام پر مرکوز کرلی تھی۔ اپنے آفس کے ساتھ ساتھ وہ اب درمکنون کے آفس کو بھی ٹائم دے رہا تھا ایک' رابرٹ اور جولی کے ساتھ ساتھ اس نے ہوزان سے بھی اپنے ہر سلوک کی معافی مانگ لی تھی۔ ایک اکھڑ' بدتمیز' بددماغ زاویار سے وہ ایک ہمدرد' محبت کرنے والا زاویار بن گیا تھا۔ سارا بیگم سے البتہ اسے کوئی ہمدردی نہیں رہی تھی تاہم پرہیان کو اس نے معاف کردیا تھا وہ بے قصور تھی۔ زاویار نے سوچ لیا وہ اسے بھی درمکنون کے ساتھ' بھائیوں والی محبت اور مان دے گا۔

لندن جا کر پرہیان سے ملنے کا بھی ارادہ کر رکھا تھا اس نے مگر اس سے پہلے ہی وہ ہوگیا جس کا اسے وہم و گمان بھی نہیں تھا۔

۞......۞......۞

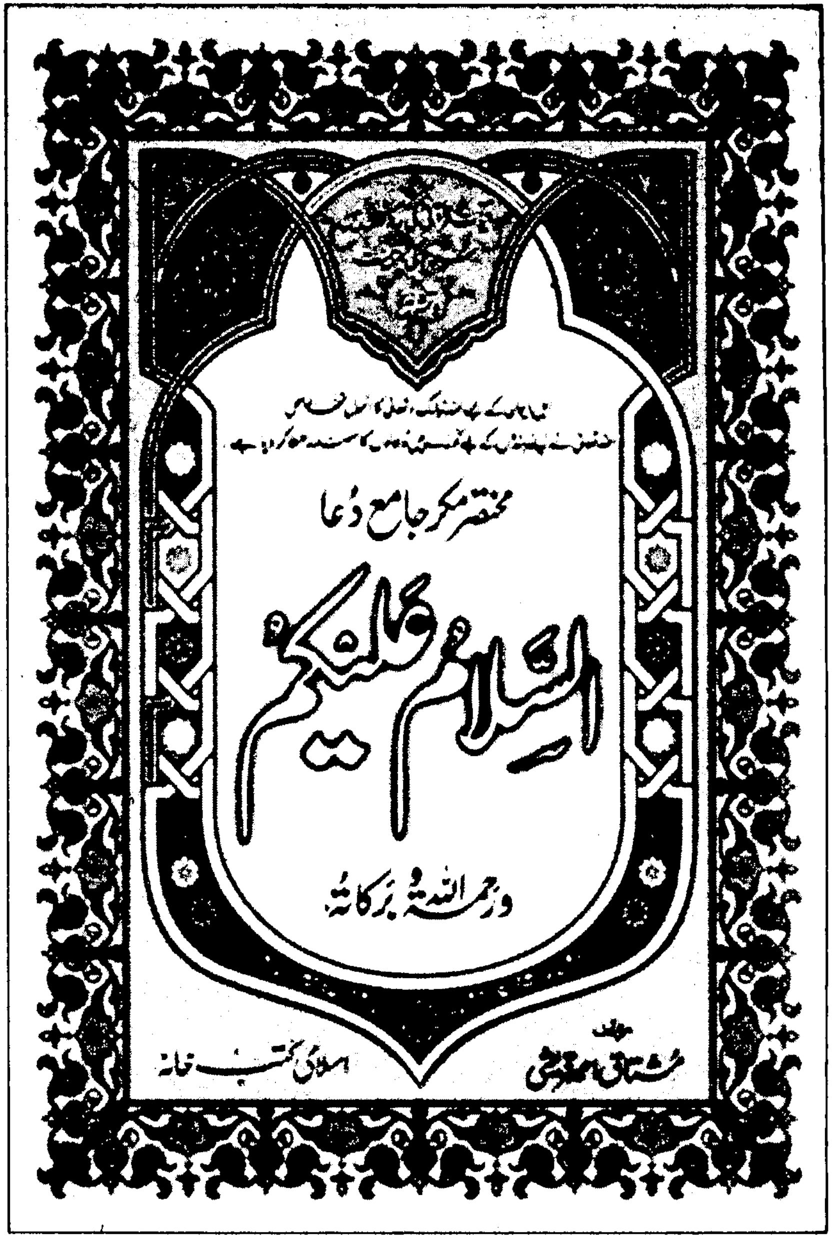

شہزاد کے خدشے کی تصدیق ہوگئی تھی۔ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا کے مصداق وہ حویلی سے بحفاظت نکل آئی تھی مگر ڈرائیور کی غداری کے باعث کب سے گھات لگائے بیٹھے دشمن شیر دل کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔

محل نما پُرشکوہ عمارت میں شیر دل اس کا منتظر تھا' اس کا جسم جیسے بے جان پڑ گیا' افشین کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق وہ شخص کسی گدھ سے کم نہیں تھا۔ وہ اب پچھتا رہی تھی کہ کیوں اس نے عبدالہادی کو ساتھ آنے سے انکار کیا' وہ بحفاظت شہر چھوڑ آتا یہی بہتر تھا مگر اس نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری تھی لہٰذا اب اس غلطی کا خمیازہ تو بھگتنا ہی تھا۔

شیر دل کے آدمی اسے پستول دکھا کر عمارت کے اندر لے آئے تھے' جہاں بڑے سے ہال کمرے میں صوفے پر بیٹھا شیر دل عجیب خباثت بھری مسکراہٹ لبوں پر سجائے اسے ہی دیکھ رہا تھا' شہزاد نے اپنا آپ کمزور پڑنے نہیں دیا' وہ اعتماد سے چلتی ہوئی اس کے مقابل بیٹھی تھی۔

''آؤ آؤ محترمہ شہزاد قمر عباس...... آپ کیا سمجھیں چپ چاپ شہر بھاگ جائیں گی اور مجھے خبر تک نہیں ہوگی۔'' وہ ہوشیار گدھ تھا مگر نہیں جانتا تھا کہ مقابل جو لڑکی ہے وہ کوئی کمزور لڑکی نہیں بلکہ سارے داؤ پیچ کھیل کر میدان مار کر آئی تھی۔

جب ملک فیاض جیسے گھاگ مگر مچھ کو اس نے اس کے عبرت ناک انجام پہنچا دیا تھا تو بھلا اس کے کم عقل بھتیجے کو شیشے میں اتارنا کیا مشکل تھا۔ اسے اپنی جان کی نہیں عزت کی فکر تھی لہٰذا اس وقت دل کی بجائے اس نے دماغ سے کام لینا زیادہ مناسب خیال کیا۔ وہ جانتی تھی مرد تیز مرچ کی طرح ہوتا ہے مگر مرچ جتنی بھی تیز ہو عورت اس کا اچار ڈال لیتی ہے تبھی وہ بولی تھی۔

''آپ کو غلط معلومات فراہم کی گئی ہیں شیر دل صاحب...... میں بھاگ نہیں رہی تھی بلکہ مجھے زبردستی شہر بھجوایا جارہا تھا تاکہ ملک فیاض کی بیوہ ہونے کی حیثیت سے میں کہیں حویلی پر قبضہ نہ کرلوں۔'' اس کا لہجہ اتنا سنجیدہ اور پُراعتماد تھا کہ شیر دل کو اپنے دانت بے ساختہ اندر کرنے پڑے۔

''زبردستی وہ بھی آپ کے ساتھ...... ہاہاہا' یہ داؤ پیچ کسی اور کے ساتھ کھیلنا مسز شہزاد صاحبہ' میں آپ کے ہاتھوں مزید بے وقوف بننے والا نہیں ہوں۔''

''میں جانتی ہوں آپ بے وقوف بننے والوں میں سے نہیں ہیں۔ ہونا بھی نہیں چاہیے مگر آپ بھول رہے ہیں کہ میں نے ملک فیاض کے نکاح میں ہوتے ہوئے بھی آپ سے مدد کی اپیل کی تھی' اعتبار کیا تھا آپ پر مگر آپ نے مجھے تہہ خانے میں مرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ میں نے صرف آپ کے لیے ملک فیاض سے اپنی عصمت بچائی' پل پل تہہ خانے میں آپ کا انتظار کیا مگر آپ نہیں آئے تبھی نیم مردہ حالت میں آپ کی چچی اور ان کے بیٹے مجھے تہہ خانے سے حویلی میں لائے۔ آپ تب بھی سامنے نہیں آئے مجھے انہوں نے کہا کہ تمہارا اب اس حویلی میں کوئی نہیں ہے لہٰذا ملک فیاض کی بیٹی میرب کے عتاب کا نشانہ بننے سے پہلے ہی یہاں سے چلی جاؤ' ان سے یہ بھی پتا لگا کہ آپ نے میرب سے شادی کرلی ہے مجھے بتائیں پھر میرے پاس شہر واپسی کے سوا اور کون سی راہ باقی رہ گئی تھی۔'' جذباتی لب ولہجے میں بولتی وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی تھی۔ شیر دل کو چپ لگ گئی' واقعی وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی اس کا تو کوئی قصور ہی نہیں تھا' غفلت تو خود اس کی طرف سے ہوئی تھی تبھی وہ قدرے نرم لہجے میں بولا۔

''میں نے کوشش کی تھی تمہیں ڈھونڈنے کی مگر کامیاب نہیں ہوسکا بہرحال آگے کیا سوچا ہے تم نے؟''

''کچھ نہیں' فی الحال تو عدت میں ہوں۔''

''عدت کیسی...... جب تمہارا کوئی لینا دینا ہی نہیں تھا فیاض چاچا کے ساتھ۔''

''یہ بات آپ اور میں جانتے ہیں' حویلی اور گاؤں کے دوسرے لوگ نہیں جانتے۔''

''ہوں' یہ تو سوچا ہی نہیں میں نے۔'' تھوڑی دیر پہلے اس کے چہرے پر ٹپکنے والی خباثت اب نرمی میں بدل گئی تھی تبھی وہ پھر بولا تھا۔

''جب تک میں زندہ ہوں تمہیں حویلی سے کوئی بے دخل نہیں کرسکتا' وارث ہوں میں حویلی کا۔ اب تو فیاض چچا کی بیٹی بھی میرے نکاح میں ہے دو چار مہینے میں تم یہیں اس گھر میں رہو پھر ہم نکاح کرلیں گے تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے ناں؟'' بے وقوف بننے کے باوجود وہ بہت ہوشیاری دکھا رہا تھا' شہرزاد کو مجبوراً نفی میں سر ہلانا پڑا۔

''نہیں' کوئی اعتراض نہیں مگر......''

''مگر کیا؟'' اس کے کان کھڑے ہوئے تھے شہرزاد کو سر جھکانا پڑا۔

''مگر میرب کو اس بات کا پتا چلا تو وہ طوفان کھڑا کردے گی۔''

''کردے طوفان کھڑا' میں کوئی ڈرتا ہوں اس سے ویسے بھی اب اس کی وہ پہلے جیسی حیثیت نہیں رہی ہے' ایویں فیاض چاچا نے سر چڑھا رکھا تھا اسے۔'' تیز لہجے میں بولتا وہ اپنا غصہ دکھا رہا تھا' شہرزاد نے خود کو سخت بے بس محسوس کیا' وہ شخص اتنا آسان نہیں تھا جتنا اس نے سمجھ لیا تھا۔

جانے اب تقدیر اس کے ساتھ کیا کرنے والی تھی۔

❁......❁......❁

موسلا دھار بارش برس رہی تھی' بھاپ اڑاتے کافی کے مگ کو دونوں ہاتھوں میں تھامے وہ عجیب اداس نگاہوں سے ریستوران سے باہر بارش میں بھیگتی شفاف سڑک کو دیکھ رہی تھی جب ایلی نے اسے بتایا۔

''تمہارے لیے ایک افسوس ناک خبر ہے پری۔'' ایلی کی نگاہیں بھی سڑک کے اس پار مرکوز تھیں وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

''افسوس ناک خبر؟''

''ہوں' افسوس ناک۔''

''کیا؟''

''تمہاری ساس فوت ہوگئی ہیں دو ہفتے قبل۔''

''میری ساس......!'' وہ سنجیدہ تھا' پرہیان نے خاصی الجھ کر اسے دیکھا' وہ اب بھی باہر دیکھ رہا تھا۔

''ہوں' ساویز آفندی کی مما تمہاری ہونے والی ساس ہی ہوئی ناں۔''

''کیا کہہ رہے ہو ایلی؟''

''سچ کہہ رہا ہوں' ابھی دو ہفتے قبل ساویز پاکستان گیا تھا تب ان کی طبیعت خاصی ناساز تھی۔ دو ہفتے بعد ابھی کل وہ واپس آیا ہے تو اسی سے اس کی والدہ کی رحلت کا پتا چلا۔'' نگاہیں باہر شفاف سڑک پر جمائے وہ اسے تفصیل سے بتا رہا تھا' پرہیان نے کافی کا کپ وہیں میز پر چھوڑ دیا۔

''اللہ ان کی مغفرت کرے' بہت اچھی خاتون تھیں بہت پیار کرنے والی۔''

''ہوں' آمین' ساویز بہت غم زدہ ہے اس وقت' میرے خیال میں تمہیں اس کے ساتھ اظہار افسوس کرنا چاہیے۔''

''اسے میرے اظہار افسوس کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس کے چہرے پر پہلے سے زیادہ اداسی تھی' ایلی نے اس پر نگاہیں جمادیں۔

''اسے ضرورت ہو نہ ہو' تمہیں اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ یہی مواقع ہوتے ہیں جب درمیان میں کھڑی فاصلے کی دیوار کو گرایا جاسکتا ہے۔ ویسے بھی مائیں سب کی سانجھی ہوتی ہیں تمہیں اپنا دل اور ظرف تھوڑا بڑا رکھنا ہوگا شاید کبھی تم دونوں کے درمیان قائم غلط فہمیاں ختم ہوسکیں' تم سمجھ رہی ہوناں میں کیا کہہ رہا ہوں۔''

''ہوں۔''

''گڈ گرل۔''

''لیکن ایلی...... اگر اس نے مجھ سے بات نہ کی تو۔''

''ایسا نہیں ہے وہ اب پہلے والا ساویز نہیں رہا ہے' کافی بدل گیا ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے ہماری محنت بے کار نہیں گئی۔''

''ہوں' ہوسکتا ہے تمہارا اندازہ صحیح ہو' بہرحال کل آفس ٹائم میں' میں اس سے تعزیت کرلوں گی' اب گھر چلو یہ بارش رکنے والی نہیں ہے۔''

''میں بھی یہی کہنے والا تھا' سارا آنٹی ٹھیک نہیں ہیں' گھر پر اکیلی بھی ہیں پریشان ہو رہی ہوں گی۔'' پے منٹ کلیئر کرکے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

پرہیان نے میز سے اپنا موبائل اٹھا کر ٹائم چیک کیا پھر ایلی کے پیچھے ہی وہاں سے نکل آئی جس وقت وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ رہے تھے عین اسی لمحے ساویز کی گاڑی نے وہاں بریک لگائی تھی۔ برستی بارش میں شب کے ساڑھے گیارہ بجے پرہیان کو ایک مرتبہ پھر ایلی کے ساتھ دیکھ کر اس کا تن من جل کر راکھ ہوگیا تھا۔ کتنے خوش اور مطمئن تھے وہ دونوں ایک دوسرے کی ہمراہی میں اور ایک وہ تھا بالکل تنہا اور اداس...... کالج اور یونیورسٹی کے دن جن میں پرہیان کے ساتھ اس کی محبت پروان چڑھی تھی آج کل جانے کیوں رہ رہ کر یاد آتے تھے۔ اسے سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا وہ کیا کرے' ایلی اور پرہیان وہاں سے جاچکے تھے ساویز نے آف موڈ کے ساتھ کافی کی طلب کو دبا کر دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کرلی۔

آج کل دل پر عجیب بے کلی سی چھائی تھی' کہیں کسی چیز میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا رات بھر کروٹ پر کروٹ بدلتے' بے قرار رہنے کے بعد اس نے طے کرلیا تھا کہ وہ پرہیان سے خود بات کرے گا۔ اس سے اپنے رویے کی معافی مانگے گا اور ٹوٹے ہوئے محبت کے خوب صورت رشتے کو پھر سے دوبارہ جوڑنے کی کوشش کرے گا۔ جانے کیوں اسے یقین تھا کہ پرہیان اسے معاف کردے گی اور یہی ہوا تھا۔

❁......❁......❁

درمکنون نے عائلہ کی جگہ' زاویار کے اپائنٹ کیے ہوئے اپنے نیو سیکرٹری اشعر ہمدانی کے ساتھ کام شروع کردیا تھا۔ گورا چٹا تیکھے نقوش کا حامل اشعر ہمدانی صرف شکل و صورت میں نہیں۔ کردار میں بھی بے مثال تھا' بے حد پُراعتماد اور ذہین' درمکنون اسے سراہے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

زاویار اپنے آفس سے فارغ ہوکر اس کی طرف آجاتا اور یوں تینوں سر جوڑ کر دیر تک بیٹھے مریرہ انڈسٹری کو درپیش مسائل کا حل نکالتے رہتے تھے۔

اشعر شادی شدہ تھا اور اس کی ایک چھوٹی سی بیٹی تھی جس میں اس کی جان تھی' دو سال قبل اس کی بیوی کسی بات پر

ناراض ہوکر میکے جابیٹھی تھی اور ابھی تک واپس آنے کا نام نہیں لے رہی تھی اس کی ضد تھی کہ اشعر اسے علیحدہ گھر خرید کردے وہ بھی اس کے میکے کے آس پاس مگر اشعر کو اس کی یہ شرط قبول نہیں تھی لہٰذا نہ وہ آنے کا نام لے رہی تھی نہ اشعر اسے منا کرلانے کا نام لیتا تھا۔

درمکنون کو اس کی عادات اور فطرت بہت اچھی لگی تھی وہ اپنی ہر بات میں سچا کھرا اور ایمان دار تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فقط چند ہی روز میں وہ اس پر بہت زیادہ اعتماد کرنے لگی تھی اس روز وہ ابھی آفس سے اٹھ رہی تھی جب زاویار چلا آیا۔

''ابھی تک بیٹھی ہو گھر جانے کا ارادہ نہیں کیا؟'' وہ آکر سامنے بیٹھ گیا تھا درمکنون نے اپنا پرس دوبارہ میز پر رکھ دیا۔

''ارادہ ہے بس ابھی نکل ہی رہی تھی۔''

''ہوں شہربانو آنٹی کی طبیعت کیسی ہے اب؟''

''ٹھیک ہے مگر زیادہ ٹھیک نہیں ہے اپنی بیٹی کی بہت ٹینشن لی ہوئی ہے انہوں نے۔''

''کیوں ان کی بیٹی کو کیا ہوا؟''

''ہوا تو کچھ نہیں بس کچھ عرصہ قبل ان کی بیٹی گھر سے اپنے آبائی گاؤں چلی گئی تھی جہاں ان کے رشتہ داروں نے اسے قید کرلیا اب وہ وہیں ہے۔''

''اوہ یہ تو واقعی پریشانی والی بات ہے۔''

''اور کیا...... دونوں خاندانوں کے درمیان سالوں سے دشمنی چل رہی ہے شہربانو آنٹی کو ڈر ہے کہ کہیں ان کی بیٹی اس دشمنی کی بھینٹ نہ چڑھ جائے۔''

''تو عمر انکل نے کوشش نہیں کی کوئی۔''

''کررہے ہیں کامیابی بھی ہوئی ہے اب دیکھو۔''

''ہوں چلو خیر میں ذرا ہسپتال جارہا ہوں تمہیں بتانے آیا تھا کہ کل اسد رحمانی صاحب کے گھر ان کے بیٹے کی سالگرہ کی تقریب ہے جس میں ہم دونوں انوائٹڈ ہیں مگر میری کل لندن کے لیے فلائٹ ہے لہٰذا تم اشعر کے ساتھ ادھر ہی چلی جانا بہت اچھے اور پرانے کلائنٹ ہیں ہمارے اسد رحمانی صاحب تم سمجھ رہی ہو ناں میں کیا کہہ رہا ہوں۔''

''جی ہاں میں چلی جاؤں گی آپ پریشان نہ ہوں لندن خیر سے جارہے ہیں ناں؟''

''ہوں ایک دو چھوٹے موٹے کام نپٹانے ہیں تم بتاؤ اشعر ٹھیک ہے کہ نہیں۔''

''ٹھیک نہیں بیسٹ ہے میں نے اپنے کام سے محبت کرنے والا اتنا اچھا انسان پہلے نہیں دیکھا۔''

''چلو ٹھیک ہے تم بھی ذرا خیال رکھنا فضول کی افسری نہ جھاڑ دو اب اٹھو تمہیں گھر ڈراپ کرکے میں ہسپتال نکل جاؤں گا۔''

''نہیں میں بھی آپ کے ساتھ ہی ہسپتال جاؤں گی۔''

''چلو ٹھیک ہے آجاؤ پھر۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا درمکنون نے اپنا پرس اور موبائل اٹھالیا۔

''عائلہ کیسی ہے تنگ تو نہیں کررہی آپ کو؟'' زاویار گاڑی پارکنگ سے نکال کے مین روڈ پر لایا تھا جب درمکنون نے پوچھا جواب میں اس نے گاڑی کی اسپیڈ کم کرلی۔

''نہیں میں اب تک تنگ کرتا ہوں اس بے چاری کو۔''

''چلو خیر ہے اب تو سدھر گئے ناں آپ؟''

''ہوں اب تو کافی سدھر گیا ہوں۔''

''شکر ہے۔'' وہ مسکرائی تھی زاویار نے بھی مسکرا کر گاڑی ہسپتال والے روڈ پر ڈال دی۔

اگلے روز شام میں درمکنون جس وقت اسد رحمانی صاحب کے گھر تقریب میں پہنچی صیام وہاں پہلے سے موجود تھا۔ ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ درمکنون پر نگاہ پڑتے ہی اس کی آنکھوں میں جیسے عجیب سی روشنی بھر گئی تھی عدینہ کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔ درمکنون اسد رحمانی اور ان کی فیملی سے مل کر ایک سائیڈ پر آئی تو وہ فوراً اس کے قریب چلا آیا۔

''السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟''

''وعلیکم السلام ٹھیک ہوں آپ یہاں؟'' سینے پر بازو باندھے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ صیام نے دونوں ہاتھ ڈریس پینٹ کی پاکٹس میں اڑس لیے۔

''جی ہاں مس عدینہ سے کافی اچھے تعلقات ہیں رحمانی صاحب کے وہ کسی وجہ سے نہیں آسکیں تو مجبوراً مجھے آنا پڑا۔''

''اوہ......! گھر والے ٹھیک ہیں آپ کے؟''

''جی الحمدللہ آپ سنائیں آپ کے گھر جو ڈکیتی ہوئی تھی کوئی سراغ ملا اس کا؟''

''جلد مل جائے گا اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے میری عزت کی حفاظت کی اس روز اگر آپ وقت پر نہ آتے تو نجانے کیا ہوتا۔'' بات سے بات نکلی تھی تو کلیئر بھی ہوگیا تھا صیام کو جانے کیوں یہ بات جان کر بے حد خوشی ہوئی۔

''مریہ میم کی طبیعت کیسی ہے اب؟''

''ویسی ہی ہیں ابھی۔''

''اور عائلہ صاحبہ۔''

''وہ ٹھیک ہیں اپنے گھر چلی گئی ہیں ان کی جگہ اب اشعر صاحب کام کرتے ہیں میرے ساتھ۔'' وہ اس کی باس نہیں رہی تھی تو لہجہ بھی بدل گیا تھا۔ صیام کا دل اس کے ساتھ کسی میل سیکرٹری کا سن کر نجانے کیوں بجھ سا گیا عجیب بے بسی تھی کہ وہ اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا تبھی اس نے گفتگو کا رخ پھیر دیا۔

''شہزاد صاحبہ کا کچھ پتا چلا کس حال میں ہیں؟''

''ہوں گاؤں میں ہی ہے ابھی ٹھیک ہے۔'' وہ خفا خفا سی تھی صیام کو سمجھ نہیں آرہا تھا وہ گفتگو کو طول کیسے دے۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا جب درمکنون کا سیل بج اٹھا اور وہ اس سے ایکسکیوز کرتی سائیڈ پر چلی گئی۔

زاویار کو ائرپورٹ پہنچنا تھا اور اس کی گاڑی عین ٹائم پر خراب ہوگئی تھی لہٰذا درمکنون کو اسے ائرپورٹ ڈراپ کرکے آنا تھا اسی لیے وہ اسد رحمانی صاحب سے معذرت کرکے وہاں سے چلی گئی اور صیام کو لگا جیسے اس کے چلے جانے سے ساری محفل کا رنگ ہی پھیکا پڑ گیا ہو تبھی وہ بھی طبیعت کی خرابی کا بہانہ کرکے کچھ دیر بعد وہاں سے چلا گیا۔

❁......❁......❁

اس روز سنڈے تھا۔

صیام کو گھر کے لیے روز مرہ کی ضروری اشیاء خریدنی تھیں لہٰذا وہ مارکیٹ چلا آیا سہ پہر سے کچھ پہلے اس کی خریداری مکمل ہوئی تو اس نے گھر واپسی کے لیے بائیک اسٹارٹ کرلی تاہم اس سے پہلے کہ وہ اسپیڈ پکڑتا اس کی نگاہ کچھ ہی فاصلے پر کھڑے عبدالحنان پر جا پڑی جو خود بھی شاید اسی کی طرح سنڈے کی چھٹی کا فائدہ اٹھا کر بازار آیا تھا۔ اب گھر کس نے جانا تھا عین عبدالحنان کے قریب پہنچ کر اس نے بائیک روک دی۔

''السلام علیکم!'' عبدالحنان جو دکان دار سے بھاؤ تاؤ میں مصروف تھا اس کے سلام پر مڑ کر اسے دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔

''وعلیکم السلام تم کہاں؟''

''وہیں جہاں تم ہو۔'' وہ بھی مسکرا دیا۔

عبدالحنان نے خریداری وہیں چھوڑی اور صیام کو لے کر قریبی ریسٹوران میں چلا آیا۔

''بڑے عرصے بعد شکل دکھائی کہاں گم ہوگئے تھے ایک دوبار گھر پر پتا کیا وہاں بھی نہیں ملے۔'' ٹیبل منتخب کرتے ہی اس نے گلے شکوے شروع کردیے تھے وہ مسکرا دیا۔

''بس نئی نئی جاب ہے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے نئی جگہ پر اپنا مقام بنانے میں تم سناؤ بھابی کیسی ہیں اور باقی سب گھر والے۔''

''سب ٹھیک ہیں البتہ تم ٹھیک ہوجاؤ بتا رہا ہوں میں تمہیں۔''

''کیوں، میں نے کیا کردیا؟''

''شادی کے لیے کیوں اڑیل گھوڑے کی طرح اینٹھے بیٹھے ہو مان کیوں نہیں رہے آنٹی بہت پریشان ہیں تمہارے لیے۔''

''جانتا ہوں مگر میرا دل نہیں مان رہا ابھی، میں کیا کروں۔''

''تم بس شرم کرو اور کچھ نہ کرو یعنی کہ تمہیں پتا ہے کہ تمہاری ماں تمہاری وجہ سے پریشان ہے پھر بھی تم ان کی پریشانی دور کرنے پر غور وخوض کرنے کی بجائے تغافل سے کام لے رہے ہو۔'' عبدالحنان آج اچھی طرح اس کی کلاس لینے کے موڈ میں تھا۔ وہ بے بسی سے ہونٹ بھینچ کر نگاہ پھیر گیا۔

''کب تک سراب کے پیچھے بھاگتے رہو گے تم۔ جو چیز تمہیں کبھی حاصل نہیں ہوسکتی اس چیز کے لیے تم اس اتنے قیمتی دن ضائع کررہے ہو نہ صرف دن ضائع کررہے ہو بلکہ اپنے نہایت قیمتی رشتوں کو دکھ بھی دے رہے کیا سوچ رکھا ہے تم نے ہاں؟''

''کچھ نہیں۔''

''کچھ تو سوچا ہی ہوگا؟'' اس کی خاموشی محسوس کرکے وہ قدرے نرم پڑ گیا تھا۔ صیام کی پلکوں کے گوشوں میں نمی جھلک آئی تھی۔

''میں نے کیا سوچنا ہے سوچتے صرف وہ ہیں جن کے پاس پیسہ ہوتا ہے میرے پاس کوئی پلان نہیں ہے بس کچھ چاہتے ہوئے بھی میں کچھ نہیں کرسکتا۔''

''تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ ابھی تک تمہارا دل دری میم کے نام کی مالا جپتا ہے؟''

''پتا نہیں۔''

''یار تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے نہ تم کھل کر سامنے آتے ہو نہ چھپتے ہو کوئی یاروں سے بھی کچھ چھپاتا ہے بھلا؟''

وہ بھی چپ تھا صیام نے دونوں ہاتھ پھیلا کر نگاہیں اپنی ہتھیلیوں پر جما دیں۔

''کیا بتاؤں میں تمہیں۔''

''سب کچھ جو بھی تمہارے دل میں ہے اور تمہیں پریشان کررہا ہے۔''

''دل میں تو کچھ نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں در مکنون صمید حسن سے محبت کرتا ہوں اس لیے نہیں کہ وہ امیر باپ کی بیٹی ہے نہ ہی اس لیے کہ وہ خوب صورت ہے بس مجھے اس کا کردار، اس کا اخلاق اور اچھی عادات متاثر کرتی ہیں میں کسی اور لڑکی سے شادی کر بھی لوں تو وہ میرے دل سے کبھی نکل نہیں سکے گی کیسی بے بسی ہے یار کہ صرف دولت نہ ہونے کی وجہ سے اپنی ہزار خوبیوں کے باوجود میں اسے پا نہیں سکتا۔'' بلی تھیلے سے باہر نکل آئی تھی عبدالحنان کی بولتی بند ہوگئی۔

اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ در مکنون صمید حسن کے ساتھ محبت کے معاملے میں وہ کتنا آگے نکل چکا ہے تبھی کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔

''تم نے انہیں بتایا کہ تم کس حد تک ان کی محبت میں گرفتار ہو۔''

''ہوں۔''

''پھر کیا جواب دیا انہوں نے۔''

''وہی جو ایک مغرور امیر زادی کسی غریب لڑکے کو دے سکتی ہے۔''

''یعنی انہوں نے تمہاری محبت کو ٹھکرا دیا۔''

''ہوں۔''

''اس کے باوجود تم شادی سے بھاگ رہے ہو۔''

''میں اس کی وجہ سے نہیں بھاگ رہا شادی سے اپنی وجہ سے بھاگ رہا ہوں کسی بھی دوسری لڑکی کے ساتھ شادی کرکے میں اسے خوش نہیں رکھ سکتا روٹی کپڑا اور چھت تو دے سکتا ہوں مگر اپنا آپ نہیں، تم کیوں مجھے نہیں سمجھ رہے ہو۔'' اب کے وہ جھنجلایا تھا عبدالحنان نے ہونٹ بھینچ لیے۔

ویٹر مینو کارڈ لے کر آ گیا تھا عبدالحنان نے کھانا آرڈر کردیا صیام کو فرائیڈ رائس پسند تھے اس نے اس کی پسند سے ایک پلیٹ فرائیڈ رائس دو عدد فرائیڈ فش اور کوک منگوالی۔

''پھر اب کیا ہوگا؟''

''پتا نہیں میں نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا ہے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے مگر محبت کی جنگ میں آخری حد تک جنگ لڑنا پڑتی ہے یار اگر تم واقعی اس حد تک ان میں انوالو ہو تو پھر مرد بنو یہ امیری غریبی، اسٹیٹس کا فرق، بکواس ہے سب ان چیزوں کو دماغ سے نکال دو پھر اب تو تم ان کے ماتحت بھی نہیں رہے ہیرو بنو اور بار باران کے دل میں اپنی محبت کے چراغ جلانے کی کوشش کرو وہ دولت جائیداد پر مرمٹنے والی نہیں ہیں۔''

''جانتا ہوں۔''

''جانتے ہو تو بس ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جاؤ آگے سوہنا رب مدد کرے گا آج کل آفس میں نیا لڑکا ہے اشعر وہ کام کررہا ہے ان کے ساتھ مجھے اس کی نیت ٹھیک نہیں لگتی سنا ہے اپنی پہلی بیوی کو بھی چھوڑ بیٹھا ہے تقریباً روز ہی سارا

آفس خالی ہوجاتا ہے مگر وہ میڈم کے آفس میں بہت دیر تک بیٹھا رہتا ہے ہوشیار آدمی ہے کہیں تمہاری راہ کھوٹی نہ کردے کیونکہ دری میڈم اس کے اخلاق کردار اور کام سے بہت متاثر ہیں۔‘‘

’’ہوں پتا ہے مجھے۔‘‘

’’گڈ۔ چلو کھانا شروع کرو ٹھنڈا ہورہا ہے۔‘‘

ویٹر کھانا سرو کرچکا تھا صیام کو بھوک لگ رہی تھی اس نے اپنی پلیٹ میں چاول ڈال لیے۔

’’ارے ہاں ایک بات میں تمہیں کافی دنوں سے بتانا چاہ رہا تھا مگر تم ہاتھ نہیں لگے تو وہ بات بھی میرے اندر ہی کہیں دب گئی ہوسکتا ہے دری میڈم کے تم سے تغافل کی وجہ یہی بات ہو۔‘‘

’’مطلب۔‘‘ صیام کھانا چھوڑ کر اسے دیکھنے لگا عبدالحنان نے پانی کا گلاس خالی کرکے میز پر رکھ دیا۔

’’تمہیں یاد ہوگا شگفتہ بہن کی شادی پر دری میڈم انوائیڈ تھیں اور تمہاری سابقہ منگیتر صاحبہ بھی۔‘‘

’’پھر۔‘‘

’’پھر یہ کہ تمہاری سابقہ منگیتر نے درمکنون میڈم سے خاصی بدتمیزی کی تھی۔‘‘

’’کیسی بدتمیزی اور کیوں......!‘‘

’’یہ مجھے نہیں پتا میں کام سے اِدھر اُدھر پھر رہا تھا جب میں نے تمہاری فیانسی صاحبہ کو ایک دوسری لڑکی سے کہتے سنا کہ اس نے درمکنون کا دماغ اچھی طرح صاف کردیا ہے اور یہ بھی کہ اب وہ بھولے سے بھی تمہارے قریب آنے کا نام نہیں لیں گی اگر عزت دار ہوں گی تو مطلب لازمی طور پر اس نے درمکنون میڈم کو بتایا ہوگا کہ تم اس کے منگیتر ہو لہٰذا وہ تمہارے بارے میں ایسی ویسی کوئی سوچ نہ رکھیں۔‘‘

فرائڈ رائس سے مکمل انصاف کرتے ہوئے وہ اسے بریف کررہا تھا۔ صیام کے دماغ کی کئی بتیاں جیسے جل اٹھیں۔

’’آئی سی، میں بھی کہوں وہ شگفتہ کی شادی سے ہی کیوں بدل سی گئی ہیں مجھے کیا خبر تھی کہ ان کے بدلاؤ کے پیچھے کسی سازش کا ہاتھ ہوگا۔‘‘

’’بس یار یہ عورت جو ہے ناں یہی خود عورت ذات کی سب سے بڑی دشمن ہے شاید اسی لیے دوزخ میں عورتیں زیادہ ہوں گی۔‘‘ باتوں میں مکمل مصروف ہونے کے باوجود وہ کھانے سے بھرپور انصاف کررہا تھا صیام کی بھوک ختم ہوگئی تھی۔

عبدالحنان اور بھی بہت کچھ کہتا رہا تھا مگر اس نے جیسے اس آخری بات کے علاوہ کچھ اور سنا ہی نہیں۔

❁......❁......❁

وہ آفس سے خاصی لیٹ ہوگئی تھی تبھی کیب سے اتر کر تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھی تھی مگر لفٹ خالی نہیں تھی مجبوراً اسے سیڑھیوں کا رخ کرنا پڑا۔

’’ایکسکیوز می۔‘‘ ابھی وہ کچھ سیڑھیاں ہی کراس کرپائی تھی کہ بے حد مانوس صدا پر بے ساختہ ٹھٹک کر رکی دل نجانے کیوں زور سے دھڑکا تھا۔

اس میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ وہ پیچھے پلٹ کر دیکھتی تبھی پکارنے والے کے قدموں کی آہٹ قریب آئی اس نے دوڑ لگادی تھی ایک کی بجائے وہ اب دو دو سیڑھیاں کراس کررہی تھی تبھی وہ چلایا تھا۔

’’میری بات سنو پری پلیز......‘‘ مگر وہ نہیں رکی اس کا دل جیسے سینے سے نکل کر حلق میں دھڑکنا شروع ہوگیا وہ اب ہانپنے لگی تھی تبھی تھک کر رک گئی تھی۔ اس کے پیچھے بھاگنے والا خود بھی تھک گیا تھا تبھی اس سے ایک سیڑھی نیچے بیٹھ گیا۔

’’میں مانتا ہوں تم مجھ سے ناراض ہو شاید میری شکل دیکھنا بھی تمہیں گوارا نہیں مگر میں تمہارا بھائی ہوں پری بچپن سے لے کر جوانی تک بھائیوں والا پیار دیا ہے میں نے تمہیں کم از کم تمہیں میری بات تو سننی چاہیے ناں۔‘‘ اس کا لہجہ یکسر بدلا ہوا تھا پرہیان کے آنسو مزید تیزی سے بہنے لگے۔

’’مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے پری ہمارے والدین نے ایک دوسرے کے ساتھ جو بھی کیا ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ دیر سے ہی سہی مگر مجھے اس بات کا احساس ہوگیا ہے کیا تم مجھے میرے غلط رویے کے لیے معاف کرسکو گی پلیز۔‘‘ اب وہ اس کا ہاتھ تھامے التجائیہ کہہ رہا تھا عین اسی پل ایلی وہاں آکر بیٹھ گیا۔

’’کیوں معاف نہیں کرے گی آپ میں تو جان ہے پری کی ہے ناں؟‘‘ اس کا انداز دوستانہ تھا پرہیان نے آنسو صاف کرلیے۔

’’ایک شرط پر معاف کروں گی۔‘‘ اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا ایلی اور زاویار دونوں مسکرادیے۔

’’کیسی شرط؟‘‘

’’آپ کو اپنی معافی کے بدلے میں مما کو معاف کرنا ہوگا۔‘‘

’’ٹھیک ہے اور کچھ۔‘‘ وہ منانے کا تہیہ کیے بیٹھا تھا پرہیان کے اندر سکون کی لہر اتر گئی تھی۔

’’اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ آپ دوبارہ اجنبی نہیں ہوں گے۔‘‘

’’اللہ نہ کرے زندگی میں پھر کبھی ایسی آزمائش آئے خدانخواستہ آئی بھی تو بہن بھائی کا رشتہ کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے تم تو ویسے بھی میری سوئٹ ڈول ہو۔‘‘ زاویار کا لہجہ محبت سے بھرپور تھا پرہیان نے سر جھکالیا تھا۔

آج کا دن اس کے لیے یقیناً بہت زیادہ خوشی کا باعث بنا تھا وہ جتنا بھی اپنے پیارے اللہ کا شکر ادا کرتی کم تھا۔ زاویار کو ایلی کے ساتھ اس کی پارٹنر شپ بے حد پسند آئی دن بھر وہ اس کے ساتھ ہی مصروف رہا شام میں ایلی کو شہر سے باہر کوئی کام تھا لہٰذا وہ پری کو لے کر اپنے ذاتی فلیٹ پر آگیا۔

ایک، جولی اور رابرٹ وہاں سے کوچ کرچکے تھے تبھی فلیٹ کی ہر چیز گرد میں اٹی تھی پرہیان نے زاویار کے منع کرنے کے باوجود سارا گھر صاف کرڈالا۔ زاویار نے اس دوران کافی کے ساتھ سینڈوچ تیار کرلیے تھے۔

ایک روز پہلے ہوئی بارش کی وجہ سے موسم بے حد سرد تھا تبھی اس نے آتش دان میں لکڑیاں ڈال دیں پرہیان کام سے فارغ ہوکر اپنا کافی کا کپ اٹھائے وہیں آتش دان کے قریب آبیٹھی۔

’’مما کی طبیعت کیسی ہے اب؟‘‘ پہلا سپ لیتے ہوئے اس نے پوچھا تھا زاویار نے سینڈوچ اس کے آگے رکھ دیے۔

’’ویسی ہی ہے ابھی...... پاپا البتہ ہارٹ فیک کا شکار ہوکر چند روز اسپتال میں رہے ہیں۔‘‘

’’اف خدایا اب کیسی طبیعت ہے ان کی؟‘‘

’’اب بہتر ہیں الحمدللہ ان کی بہو بہت اچھی دیکھ بھال کررہی ہے ان کی۔‘‘

’’عائلہ بھابی۔‘‘

’’ہوں فی الحال ایک ہی شادی کی ہے میں نے۔‘‘ وہ مسکرایا تھا پرہیان بھی مسکرادی۔

’’شکر ہے اللہ کا کہ اس پاک ذات نے آپ کو ہدایت دی وہ واقعی بہت اچھی لڑکی ہے۔‘‘

''اور میں؟''

''آپ بالکل بھی اچھے نہیں ہیں۔'' پرہیان نے برجستگی میں کچھ اس انداز سے کہا کہ وہ ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔

''چلو یاد رکھوں گا میں چڑیل بہنا۔''

''مہربانی۔'' اسے منہ چڑاتے ہوئے کئی مہینوں کے بعد وہ اپنے پرانے انداز میں لوٹی تھی۔ زاویار کو بے حد خوشی ہوئی تبھی پرہیان نے اسے بتایا۔

''مما نے پاکستان میں اپنا سب کچھ فروخت کردیا ہے بھائی وہ اب ایلی کے بزنس میں دس فیصد شیئر پر کام کررہی ہیں پچھلے کئی دنوں سے بہت بیمار ہیں اور شاید اپنے ہر عمل پر بے حد نادم بھی مجھے انہیں دیکھ کر بہت تکلیف ہوتی ہے پلیز پاپا سے کہیے گا انہیں معاف کردیں۔''

''ہوں ٹھیک ہے کہہ دوں گا اور کچھ؟''

''اور کچھ نہیں بس اب آپ نے عائلہ بھابی کو خوش رکھنا ہے کوئی تکلیف نہیں دینی۔''

''ٹھیک ہے باس۔ کوئی اور حکم ہو تو وہ بھی صادر فرمادیں۔'' سینڈوچ کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے اس نے پرہیان کو دیکھا تھا جب وہ بولی۔

''اتنے احکامات پر ہی عمل کرلیں تو بہت ہے۔''

''اوکے، ایلی کے بارے میں تمہارے کیا احساسات ہیں۔'' پرہیان کو امید نہیں تھی کہ وہ اس سے ایسا سوال بھی کرسکتا ہے تبھی وہ چپ رہی تھی۔

''میں نے سنا ہے ساویز بھی یہیں ہے اور ایلی کے ساتھ کام کررہا ہے مگر میں تمہیں تمہارا بھائی ہونے کی حیثیت سے یہی نصیحت کروں گا کہ تم اس شخص کے بارے میں کچھ بھی سوچنا چھوڑ دو ایلی اچھا لڑکا ہے اس کے بارے میں سوچو۔''

''وہ صرف میرا اچھا دوست ہے بھائی۔''

''تو کیا ہوا اچھا دوست اچھا شوہر بھی ثابت ہوسکتا ہے۔''

''ہوسکتا ہے مگر میری اس کے بارے میں ایسی کوئی سوچ نہیں ہے۔''

''چلو جیسی تمہاری مرضی، میری بہن مجھ سے زیادہ سمجھدار ہے یقیناً کچھ اچھا ہی سوچا ہوگا تم نے بہرحال میں اپنی بہن کی شادی خوب دھوم دھام سے کروں گا یہ یاد رکھنا۔'' وہ اب بھی وہی بے حد پیار کرنے والا بھائی تھا پرہیان کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

وقت بدل رہا تھا اور بدلتے ہوئے وقت کے ساتھ شاید اس کی آزمائشوں کے دن بھی ختم ہوتے جارہے تھے۔

❁......❁......❁

شیر دل نامی گدھ کی قید میں اسے پانچواں دن تھا جب اس روز اس نے وہاں ایک ملازم کو کہتے سنا۔

''اوئے عبدالہادی سائیں نے جو دیسی ککڑ کہا تھا ان کا بندوبست کیا کہ نہیں۔''

''آہو کردیا ہے بندوبست ذبح کرکے بھی رکھ چھڈے ہیں۔''

''شاباش میں حویلی جارہا ہوں تھیلے میں ڈال کر گاڑی کے پیچھے رکھ دے انہیں۔'' گن صاف کرتا ملازم ایک دوسرے ملازم کو حکم صادر کررہا تھا جسے شیر دل نے خاص طور شہزاد کی نگرانی کے لیے رکھا تھا۔ شہزاد کے لیے یہ سنہری موقع تھا وہ اپنا پیغام حویلی بھیج سکتی تھی مگر کیسے؟ یہ اسے سوچنا تھا بہت دیر تک خوب سوچنے کے بعد اچانک

ایک خیال اس کے ذہن میں کوندا اور اس نے جلدی سے اپنے کان کی بالی اتار کر ذبح ہوئے ایک مرغ کے پیر میں پھنسادی۔ اگلے دومنٹ کے بعد حویلی جانے والے ملازم نے ذبح کیے ہوئے مرغوں کا تھیلا اٹھا کر گاڑی میں رکھ دیا۔ شہرزاد نے وضو کیا اور اپنے پاک پروردگار کے حضور سراپا التجا بن کر کھڑی ہوگئی ملازم جس وقت حویلی پہنچا دوپہر ڈھل رہی تھی۔ عبدالہادی شہر گیا ہوا تھا ملازم نے اس کے منگوائے ہوئے دیسی ککڑ مردان خانے میں سنبھال کر رکھ دیے۔ شیر دل حویلی آیا ہوا تھا اس نے وہ تھیلا دیکھا تو فوراً ملازم کو پاس بلایا۔

''اوئے یہ کیا اٹھا لائے؟''

''دیسی ککڑ ہیں سائیں عبدالہادی سائیں نے منگوائے تھے۔'' ملازم ہاتھ باندھے مودب سا پاس آ کر کھڑا ہوگیا تھا شیر دل نے تھیلہ کھول لیا۔

''اسے کیا ضرورت پیش آ گئی اتنے ککڑوں کی۔'' تھیلا کھول کر ان میں موجود ککڑوں کا بغور جائزہ لیتے اس نے جیسے خود کلامی کی پھر ایک ککڑ باہر نکل لیا۔

''مال تو بڑا وی آئی پی ہے کدھر سے پکڑ کر لائے ہو؟''

''پکڑنا کہاں سے ہے سائیں اپنے ہی گھر کا سمجھیں گاؤں میں بیوہ پھوپی ہے دینو کی اس نے یہ جانور پال رکھے ہیں اسی کے گھر سے لا کر ذبح کیے ہیں اس نے۔''

''ہوں، لگ بھی رہا ہے۔'' ککڑ کے پاؤں میں پہنی بالی دیکھ کر اس نے کہا پھر ککڑ واپس تھیلے میں رکھ دیا۔

''چلو آنے دو عبدالہادی کو دونوں بھر امل کر مزے کریں گے۔'' وہ ہنس رہا تھا ملازم مودب کھڑا رہا۔

عبدالہادی عصر کے قریب حویلی پہنچا تھا عائشہ بیگم سے مل کر وہ مردان خانے میں آیا تو وہاں رکھے ککڑوں کے تھیلے کو دیکھ کر خوش ہوگیا۔ بہت دنوں سے وہ دیسی ککڑوں کے روسٹ کا سوچ رہا تھا کل اس نے ملازم سے بندوبست کرنے کا کہا اور آج اسے وہ مل گئے تھیلا کھول کر اس نے تمام ککڑ باہر نکالے وہ تقریباً بارہ کے قریب تھے ایک سے بڑھ کر ایک تبھی اس نے ملازم کو آواز دی۔

''بالے۔'' اگلے دومنٹ کے بعد ہانپتا کانپتا اقبال حسین اس کے سامنے کھڑا تھا۔

''جی سائیں۔''

''ککڑ بڑے وی آئی پی ہیں کہاں سے لیے ہیں۔'' اس کی نظریں ہاتھ میں پکڑے ککڑ پر تھیں اقبال حسین خوش ہوگیا۔

''اپنا دینو لایا تھا جی پھوپی کے گھر سے۔''

''ہوں، چلو گوشت تیار کراؤ ان کا میں ذرا ہاتھ لے لوں۔'' ہاتھ میں پکڑا ککڑ زمین پر رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اقبال حسین نے فوراً اثبات میں سر ہلا دیا عبدالہادی ابھی آگے بڑھ ہی رہا تھا جب اقبال حسین کے ہاتھ میں پکڑے ککڑ کے پاؤں میں پڑی بالی پر اس کی نظر پڑی اور وہ ٹھٹک گیا۔

یہ بالی تو شہرزاد کی تھی خالص سونے کی بنی ہوئی یہ اس ککڑ کے پاؤں میں کہاں سے آ گئی تھی۔ جھک کر الجھتے ہوئے اس نے بالی کا بغور معائنہ کیا پھر بالی مٹھی میں دبوچ کر اقبال حسین کی طرف پلٹا۔

''اقبال حسین۔''

''جی سائیں۔'' تھیلے میں ککڑ ڈالتا اقبال حسین فوراً اس کی پکار پر متوجہ ہوا تھا۔ عبدالہادی نے احتیاط برتی۔

''ابھی کہاں سے آ رہے ہو، مجھے یہ مرغ تازہ کیے ذبح ہوئے نہیں لگتے۔''

''آہو جی دین محمد نے صبح ذبح کر کے ادھر شیر دل سائیں کے مکان پر رکھ دیے تھے میں نے آتے ہوئے ادھر سے اٹھا لیے۔''

''ہوں، ٹھیک ہے چلو تم کروا اپنا کام شاباش۔'' اس کے خدشے کی تصدیق ہوگئی تھی۔

شہرزاد یقیناً مشکل میں تھی اور اسے اس کی مدد کی ضرورت تھی وہ بے چین سا ہوا تھا نجانے وہ کس حال میں ہو۔ اس کے پاس زیادہ ٹائم نہیں تھا لہٰذا مردان خانے سے نکلتے ہی اس نے اپنے قریبی دوست ڈی ایس پی عظیم رانا کو کال کی اور ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا حکم دیا حویلی میں کسی کو کانوں کان اس کے ارادے کی خبر نہ ہوسکی تھی۔

شیر دل حویلی میں میرب سے مل کر اپنے محل میں واپس آیا تو شہرزاد کو مصلے پر زار و قطار روتے پایا۔ سفید دوپٹے کے ہالے میں اس کا نکھرا نکھرا چہرہ بے حد حسین دکھائی دے رہا تھا وہ وہیں اس کے قریب بیٹھ گیا۔

''کیا بات ہے اللہ خیر کرے ایسے کیوں رو رہی ہو؟'' اس کی آواز جونہی شہرزاد کے کانوں میں گئی وہ چپ ہوگئی تھوڑی دیر بعد اس نے دعا مکمل کر لی۔

''کچھ نہیں، بس امی یاد آ گئی تھیں۔''

''ہوں چلو کوئی نہیں شادی کے بعد پہلا کام ہی ہم شہر جا کر تمہاری امی سے ملنے کا کریں گے بلکہ شادی سے مجھے یاد آیا تمہاری اصلی والی عدت تو ہے نہیں تو کیوں ناں ہم خفیہ نکاح کر کے ادھر میاں بیوی کی طرح رہتے ہیں بعد میں جب سب کو عدت ختم ہونے کا پتا چلے گا تو ہم نکاح ظاہر کر دیں گے۔'' اس کے لہجے سے بے تابی جھلک رہی تھی شہرزاد کو اس پر بے حد غصہ آیا تاہم وہ ضبط کر گئی اور جائے نماز سے اٹھتے اس نے دوپٹہ بھی شانوں پر پھیلا لیا تھا۔

''تمہیں اتنی جلدی کیوں ہے شیر دل کیا تمہیں میری محبت پر اعتبار نہیں۔''

وہ آپ سے تم پر آ گئی تھی شیر دل نے محسوس بھی نہیں کیا اسے اپنی پڑی ہوئی تھی تھوڑا شرمندہ ہوتے ہوئے بولا۔

''نہیں ایسی بات نہیں ہے نیک کام جتنی جلدی ہو جائے اتنا اچھا ہے پھر سچ پوچھو تو مجھے اِدھر ملازمین پر بھی اعتبار نہیں ہے۔''

''مجھ پر تو اعتبار ہے ناں؟''

''ہاں ہاں تم پر تو ہے۔'' کھسیا کر کہتے ہوئے اس کی نگاہ بے ساختہ اس کے خالی کان پر پڑی تھی ایک کان میں بالی تھی مگر دوسرا خالی تھا اس نے غور سے دیکھا شہرزاد نے جو بالی پہنی ہوئی تھی وہ بالی وہ پہلے بھی کہیں دیکھ چکا تھا مگر کہاں یہ یاد نہیں آ رہا تھا تبھی اس نے شہرزاد سے پوچھا۔

''تمہاری ایک بالی کہاں گئی؟'' شہرزاد کو اس سے اس سوال کی توقع نہیں تھی تبھی قدرے گھبرا کر نگاہ چراتے ہوئے بولی۔

''پتا نہیں، یہیں کہیں گر گئی ہوگی۔''

''خیال کروایا کریں کسی ملازم کے ہاتھ لگ گئی تو واپس بھی نہیں ملے گی۔'' تنبیہی لہجے میں کہتے ہوئے اسے اچانک یاد آ گیا تھا کہ اس نے شہرزاد کی دوسری بالی کہاں دیکھی تھی۔ ککڑ کے پیر میں شہرزاد کی بالی مگر کیسے۔ وہ الجھا تھا اور پھر جیسے اچانک ہی اس پر بہت کچھ واضح ہونا شروع ہوگیا تھا شہرزاد واقعی آسان شکار نہیں تھی۔

اگلی صبح بے حد خوب صورت اور روشن تھی۔ رات زاویار نے اسے گھر ڈراپ کر دیا تھا سارا بیگم کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی لہٰذا وہ سرشام ہی دواؤں کے زیر اثر سوگئی تھیں۔ پریہان نے گھر آ کر سارا گھر سمیٹا کچن صاف کر کے اپنے لیے کھانا پکایا پھر سارا بیگم پر کمبل سیٹ کر کے خود بھی سوگئی۔ اگلی صبح اس کے اٹھنے سے پہلے ہی سارا بیگم نے ناشتہ تیار کرلیا تھا۔

وہ تیار ہو کر اپنے کمرے سے باہر آئی تو وہ ناشتے کی میز پر اسی کا انتظار کر رہی تھیں، پریہان شرمندہ ہوگئی۔

''اوہ مما آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی آپ نے کیوں اتنی تکلیف کی میں بنالیتی ناشتہ۔'' قریب آ کر وہ خفا ہوئی تھی جب سارا بیگم نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''بری بات بیٹے صبح بیدار ہوتے ہی اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنے کے بعد سب سے پہلے جس سے بھی بات کریں اسے السلام علیکم کہتے ہیں باقی گلے شکوے بعد میں۔''

''سوری السلام علیکم کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟'' فوراً سوری کرتے ہوئے وہ اپنی نشست پر بیٹھ گئی تھی سارا بیگم نے اس کے کپ میں چائے انڈیل دی۔

''وعلیکم السلام ٹھیک ہوں تم بتاؤ کل آفس سے لیٹ کیوں ہوگئیں۔''

''ایلی کے ساتھ ڈنر پر چلی گئی تھی مما۔'' نظریں چراتے ہوئے پہلی بار اس نے ان سے جھوٹ بولا تھا۔ سارا بیگم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ٹھیک ہے مگر کال تو کر دیتیں مجھے پریشانی ہو جاتی ہے۔''

''جانتی ہوں مما مگر میں اب کوئی بچی تھوڑی ہوں یہیں اسی ملک میں سالوں تنہا رہی ہوں آپ پلیز پریشان نہ ہوا کریں۔''

''تم نہیں سمجھوگی پری کسی بھی ماں کے دل کو صرف ایک ماں ہی سمجھ سکتی ہے۔''

''اچھا معاف کر دیں نا پلیز، دوبارہ خیال رکھوں گی۔''

''شاباش اب ناشتہ کرو۔''

''ناشتہ نہیں میں بس چائے پیوں گی مما کیونکہ آج مجھے جلدی جانا ہے۔''

''تمہیں کہیں نہیں جانا آرام سے بیٹھ کر میری بات سنو۔''

''مما پلیز میرا آج جانا بہت ضروری ہے میں ایک گھنٹے تک آ جاؤں گی۔''

''ایسا کیا ضروری کام ہے جو ایک گھنٹے میں ہو جائے گا۔''

''بس ہے ایک ضروری کام پلیز ابھی جانے دیں میں بس یوں گئی یوں آئی۔''

''ٹھیک ہے جاؤ مگر جلدی آ جانا آج ایلی کے حصے کا ٹائم ماں کو دے دینا۔''

''جی اچھا۔'' جھک کر سارا بیگم کا گال چومتے ہوئے وہ میز سے اپنا سیل اٹھا کر فوراً باہر نکل گئی تھی۔ زاویار ائرپورٹ کے لیے تیار ہو رہا تھا وہ جا کر اس کے سر پر نازل ہوگئی۔

''بھائی آپ واپس جا رہے ہیں اپنے فرینڈ سے نہیں ملیں گے۔''

''نہیں۔'' کلائی پر رسٹ واچ سیٹ کرتے ہوئے زاویار نے ترنت جواب دیا تھا وہ اس کی ضروری چیزیں اٹھا اٹھا کر بیگ میں رکھنے لگی۔

''کیوں؟''

غزل

اپنے ہی آپ میں رہنے والے
اے قیدی قفس میں رہنے والے
اپنے گریبان میں جھانکا ہے کبھی
مجھے خودغرض بے وفا کہنے والے
تم اس کے معنی سے بھی نہیں آشنا
مجھے وفا کا درس دینے والے
شدت غم سے پھٹ جائے گا دل میرا
تازہ جو ہیں ابھی زخم پرانے والے
مجھے سمیٹ لیں جو مجھے قرار دیں
کہاں ملتے ہیں وہی دوست پرانے والے
سچ ثابت ہو کر رہتا ہے زمانے میں
امر ہوگئے سچ کی خاطر سر کٹوانے والے

عائشہ رحمان......گاؤں مدار،ضلع شیخوپورہ

''کیونکہ میں اس وقت صرف اپنی بہن سے ملنے یہاں آیا ہوں یار دوستوں کے لیے بھی فرصت میں پھر لگاؤں گا ویسے بھی ایک اسکاٹ لینڈ گیا ہوا ہے اور رابرٹ جیل لہٰذا فی الوقت میرا یہاں ٹھہرنے کا کوئی پروگرام نہیں۔''

''رابرٹ جیل کیوں؟''

''پتا نہیں ملوں گا تو پوچھوں گا فی الوقت تو جولی نے فون پر بس اتنا ہی بتانے کی زحمت کی ہے تفصیل میں جانے کی تکلیف میں نے بھی گوارہ نہیں کی۔''

''جولی کو پتا ہے آپ یہاں ہیں۔''

''نہیں اسے بھی نہیں بتایا میں نے اسے بھی سر کھانے اور گھومنے پھرنے کا بہت شوق ہے۔''

''اچھا مما سے ملیں گے آپ......؟''

''نہیں۔''

''کیوں آپ نے کہا تھا کہ آپ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔''

''ہوں معاف کر دیا ہے مگر جب تک میری ماں زندگی کی طرف واپس نہیں لوٹ آتی میں ان کا سامنا کرنے کا ظرف نہیں رکھتا۔''

''اور اگر وہ واپس نہ لوٹیں پھر؟''

''میرے پاس ایسا کوئی تصور نہیں ہے۔'' ایک پل میں اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا پریہان دونوں ہاتھ گود میں رکھ کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''در مکنون مجھے پسند نہیں کرتی اگر اس نے آپ سے کہا کہ آپ مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھیں تو کیا آپ اس کی بات

مان لیں گے۔'' وہ عجیب سے خدشات کا شکار تھی زاویار مسکرا دیا۔

''وہ تمہاری طرح عقل سے پیدل نہیں ہے۔''

''جی ہاں، وہ آپ کی سگی بہن جو ہے۔''

''تم سوتیلی ہو۔'' اسے دونوں کندھوں سے تھام کر وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

پرہیان نے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔

''چڑیل بہن ہو تم میری اب ہر بہن تو چڑیل نہیں ہوسکتی ناں۔'' وہ اس کے ساتھ پل بڑھ کر جوان ہوئی تھی زاویار کے دل میں اس کے لیے بہت پیار تھا اور یہ بات پرہیان سے مخفی نہیں تھی تبھی وہ مسکرائی تھی۔

''پھر کب آئیں گے دوبارہ۔''

''جب میری چڑیل بہن کو میری ضرورت ہوئی تب۔''

''مجھے تو قدم قدم پر آپ کی ضرورت ہے۔''

''تو میں بھی قدم قدم پر تمہارے ساتھ ہوں میری سوئٹ گڑیا۔'' اس کی فلائٹ کا ٹائم ہو رہا تھا لہٰذا اپارٹمنٹ لاک کر کے وہ پرہیان کے ساتھ ہی باہر نکلا تو اسی وقت ایلی گاڑی لے کر آ گیا۔

''تو یہ محترمہ یہاں ہیں میں نے خوامخواہ سارا شہر کھنگال ڈالا۔'' ان دونوں کو اپارٹمنٹ کے باہر دیکھ کر وہ خود بھی گاڑی سے باہر نکل آیا تھا زاویار مسکرا دیا۔

''تم نے ناحق سارا شہر کھنگالنے کی زحمت کی صرف ایک کال کر کے مجھ سے پوچھ لیا ہوتا۔''

''بس آپ کو کال کرنے کا ذہن میں ہی نہیں رہا خیر کہیں جا رہے ہیں آپ؟''

''ہوں پاکستان واپس جا رہا ہوں۔''

''اتنی جلدی؟''

''ہوں، بس پری سے ملنے آیا تھا۔''

''چلیں ٹھیک ہے آئیں میں ڈراپ کر دوں۔''

''میرے پاس گاڑی ہے یار تمہیں ناحق تکلیف ہوگی۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ آئیں پلیز۔'' آگے بڑھ کر اس نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا تھا پرہیان پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ زاویار کو وہ پرہیان کے لیے بہت اچھا لگا تھا مگر پرہیان کی دلچسپی نہ جان کر وہ خاموش رہا۔ ساویز کے والد احمد آفندی صاحب لندن آ رہے تھے کسی ضروری کام سے لہٰذا وہ ائرپورٹ انہیں ریسیو کرنے آیا تھا جب اس نے پرہیان اور ایلی کو زاویار کے ساتھ دیکھا۔

پرہیان زاویار کا بازو تھامے اس کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی اور زاویار اسے پیار کرتے ہوئے ایلی چوہان کے ساتھ بے حد خوشگوار موڈ میں باتیں کر رہا تھا یعنی پرہیان کے گھر والوں نے اسے اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔

سب کچھ پہلے کی طرح پرفیکٹ اور خوب صورت تھا بس ایک اس کی جگہ کسی اور نے لے لی تھی وہ جتنا بھی خود کو کوستا کم تھا۔

❁......❁......❁

زاویار جا کا تھا۔

سائرہ شاہین

ڈیئر آنچل اسٹاف اور تمام پڑھنے' لکھنے والوں کو میرا اسلام اور دعا۔ مابدولت کو سائرہ شاہین کہتے ہیں' 15 اگست کو لیہ میں بہار لے کے آئی' تین بھائیوں کی اکلوتی آپی جان ہوں۔ مجھ سے بڑی میری بہن مائرہ شاہین 7 اکتوبر 2011ء میں اس ظالم دنیا کو چھوڑ گئی' میں اپنی نانی کے پاس ٹوبہ میں رہتی ہوں۔ گاؤں کا نام ہلکونڈی بھٹیاں ہے' فرسٹ ایئر آئی کام کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ میری زندگی میں دوستوں کی بڑی اہمیت ہے۔ میں اپنے خاندان کی پہلی لڑکی ہوں جو میٹرک پاس ہے' آگے بہت سا پڑھنے کا ارادہ ہے' دعا کریں اللہ مجھے کامیابی نصیب فرمائے' آمین۔ میں اپنی باتیں کسی سے شیئر نہیں کرتی اس لیے ساری دوستیں مجھ سے ناراض رہتی ہیں۔ مجھے اپنی شخصیت میں اپنے بال اور آنکھیں بہت پسند ہیں' مجھے اورنج گلاب بہت پسند ہے۔ قدرتی کلر پسند ہیں' کھانے میں بریانی اور آملیٹ بہت پسند ہے۔ بارش اور سردی میں آئس کریم وہ بھی سونیا کے پیسوں سے' لباس میں مشرقی لباس پسند ہے۔ مہندی لگانے کا بہت شوق ہے (لگوانے کا نہیں) سائیکل اور بائیک چلانے کا بہت شوق ہے' چلا بھی لیتی ہوں۔ نیوی میں جانے کا جنون ہے' سید اور پٹھان لوگ بہت پسند ہیں۔ اب خامیاں اور خوبیاں بھی سن لیں' خامیوں کے لیے دوستوں سے رابطہ کیا' مدیحہ نے کہا تم اپنا غم کسی دوسرے کو نہیں بتاتیں اور تم بالکل بھی غصہ نہیں کرتیں چاہے اگلا بندہ جتنی مرضی بڑی بات کہہ دے۔ ایک خامی یہ بھی ہے کہ نماز کی پابندی نہیں کر پاتی۔ اب ہو جائیں خوبیاں' میں اچھی راز داں ہوں' غصہ نہیں کرتی یہ میری خوبی ہے (دوستوں کے بقول کہ یہ تمہاری خامی ہے)۔ عزت کروانا اور کرنا جانتی ہوں' ہمارا گروپ کالج میں اسمائلنگ گروپ کے نام سے مشہور ہے۔ مس ارم' مس تنزیلہ اور مس ناہید' سر آصف' سر جواب شاہ' سر صغیر' سر وسیم میرے پسندیدہ ٹیچرز ہیں۔ مجھے اللہ کا گھر دیکھنے کا بہت شوق ہے' آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنا گھر دیکھنا نصیب کرے' آنچل قارئین سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' اس کے ساتھ ہی اجازت' اپنا خیال رکھیے گا' اللہ حافظ۔

پرہیان اس وقت ایلی کے ساتھ فون پر بات کرتے ہوئے مارننگ واک کر رہی تھی جب ساویز جاگنگ سوٹ میں پھولی سانسوں کے ساتھ اس کے قریب چلا آیا۔

''پری۔''

وہ جو ایلی کی کسی بات پر کھلکھلا کر ہنس رہی تھی اس پکار پر بے ساختہ مڑ کر سائیڈ پر دیکھنے لگی جہاں ہلکے ہلکے پسینے میں ڈھلے چہرے کے ساتھ کھڑا ساویز اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ پرہیان جیسے ساکت رہ گئی۔

ایلی کچھ کہہ رہا تھا مگر اس کی توجہ نہ رہی اس کی پوری توجہ تو سامنے کھڑے شخص نے سمیٹ لی تھی۔

''کیسی ہو؟''

بہت نرم لہجے میں وہ پوچھ رہا تھا پرہیان کو نجانے کیوں اس کا بے حد تلخ، نفرت بھرا لہجہ یاد آ گیا تبھی اس کی آنکھیں بے ساختہ آنسوؤں سے بھر آئیں۔

''ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟''

''میں بھی ٹھیک ہوں کچھ بات کرنی تھی تم سے اگر تم وقت دے سکو تو پلیز۔''

لگتا ہی نہیں تھا کہ ان دونوں کے درمیان کہیں کچھ بھی غلط ہوا تھا وہ مسکرا دی۔

''کیا اب بھی کوئی بات رہتی ہے کرنے کے لیے۔''

''ہوں ابھی بہت کچھ ہے جو مجھے تم سے شیئر کرنا ہے پلیز۔''

''کہیے میں سن رہی ہوں۔'' اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے تھے ساویز نے قدرے بے بسی کے ساتھ

اسے دیکھا پھر سامنے خالی پڑی شفاف سڑک کو قریبی درختوں پر پرندوں کے شور کے سوا کہیں کوئی بھی ان کے آس پاس نہیں تھا۔ تبھی اس نے سرد آہ بھری تھی۔

''ٹھیک ہے وہ سامنے سنگی بینچ ہے وہاں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔'' وہ سنجیدہ اور اداس تھا پرہیان نے اثبات میں سر ہلا دیا دونوں کے درمیان بہت سے لمحے خاموشی کی نذر ہوگئے تھے تبھی وہ بولا تھا۔

''میں جانتا ہوں میں نے تمہارے ساتھ جو کیا وہ بہت غلط تھا میں ہرگز اس قابل نہیں ہوں کہ تم مجھے معاف کرو سچ پوچھو تو میرے اندر تم سے معافی مانگنے کی ہمت ہی نہیں ہے مگر میں بہت شرمندہ ہوں پری، بہت بے سکون ہوں میں جانتا ہوں تم ایلی چوہان کے ساتھ بہت خوش ہو، مگر میں خوش نہیں ہوں، میں جب جب تمہیں اس کے ساتھ دیکھتا ہوں میرا خون کھول اٹھتا ہے میں تمہارے بغیر نہیں جی سکتا پری قسم سے میں تمہارے بغیر بالکل ادھورا ہوں۔'' اس وقت وہ جو بھی کہہ رہا تھا جذبات میں ڈوب کر کہہ رہا تھا۔ پرہیان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

اس کی مراد پوری ہوگئی تھی صبح کا بھولا شام ہونے سے پہلے ہی گھر کو لوٹ آیا تھا وہ روتی رہی جبکہ ساویز چپ چاپ پلکیں موندے اس کے پہلو میں بیٹھا اسے روتے ہوئے دیکھتا رہا۔

''تم نے مجھے بہت تکلیف دی ہے ساویز، میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میرے ساتھ ایسا کرو گے۔'' کچھ دیر کے بعد اس کے آنسو تھمے تو اس نے گلہ کیا ساویز نے لب بھینچ لیے۔

''میں بہت شرمندہ ہوں پری ایلی کی طرح مجھے مکمل تحقیق کرنی چاہیے تھی مگر میری عقل پر جیسے پتھر پڑ گئے تھے مجھے خیال ہی نہیں رہا کہ میں تمہیں اپنی زندگی سے بے دخل کردوں گا تو جیوں گا کیسے مما کے بعد تو اور بھی زیادہ شدت سے اپنی تنہائی کا احساس ہونے لگا تھا۔''

''ہوں مجھے آنٹی کی ڈیتھ کا پتا چلا تھا بہت دکھ ہوا سن کر اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔''

''آمین۔'' کچھ لمحے پھر خاموشی کی بھینٹ چڑھ گئے تھے جب وہ بولا۔

''کیا ہم اپنی زندگی پھر سے پہلے کی طرح شروع کرسکتے ہیں پری؟'' کتنی آس تھی اس کے لہجے میں پرہیان نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ہوں مگر ہمیں پہلے کی طرح ایک دوسرے کے قریب آنے اور اپنی زندگی سیٹ کرنے میں تھوڑا وقت لگے گا؟''

''کوئی بات نہیں کئی سال بھی لگ جائیں تو پروا نہیں پری، بس میں تمہیں کبھی کھو نہیں سکتا۔'' وہ خوش ہوا تھا جیسے اسے یقین ہی نہ ہو کہ پرہیان اتنی جلدی مان جائے گی اسے خبر ہی نہیں تھی کہ وہ پرہیان کے لیے کیا تھا۔ پرہیان نے اس پر اپنے احساسات ظاہر نہیں کیے فی الوقت وہ اپنی خوشی خود اپنے آپ سے بھی چھپا کر رکھنا چاہتی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

رشتے مانگیں سچا ساتھ
سچے ساتھ کا مطلب پوچھے
ہر رشتے کی اوٹ میں جلتی
آدھی میں اور میری ذات

''تم اس سے ملنے جارہی ہو؟'' ارشین نے نوک پلک سنوارتی روشین کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہوں......'' وہ مختصراً بولی اور اپنے کام میں لگی رہی۔

''کیوں...... کس لیے اب تمہاری زندگی میں معصب کی گنجائش کہاں ہے جو تم انہی پرانے راستوں پر چلنے کی سعی کررہی ہو۔ تمہیں معلوم ہے عاشر کو اس بات کی خبر ہوئی تو کیا ہوگا؟'' وہ تشویش سے اسے سمجھاتے ہوئے بولی تو روشین چڑ گئی۔

''پلیز ارشین...... عاشر کے لیے ضد اور مجبور کرنے والی تم اور ممی تھیں' میں بالکل بھی اس منگنی کے لیے راضی نہیں تھی مگر تم لوگوں نے اس شخص کو کسی مصیبت کی طرح میرے سر پر مسلط کردیا اب جبکہ معصب آچکا ہے تو میں جو فیصلہ لوں گی اس میں تم لوگوں کو ایگری ہونا پڑے گا۔ تم اچھی طرح جانتی ہو ان سات سالوں میں کسی بھی لمحے' کسی بھی پل میں نے اسے بھلایا نہیں اور اس نے بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ واپس آئے گا اور وہ حسب وعدہ آ گیا ہے وہ بھی میرے لیے' اس محبت کے لیے جو وہ مجھ سے کرتا ہے۔'' روشین اس کی جرح پر چڑ کر بولی۔

''ہونہہ' محبت...... وہ صرف تمہیں استعمال کرتا رہا ہے تمہارے جذبات احساسات سے کھیلتا رہا ہے۔ اسے نہ تم سے کل دلچسپی تھی اور نہ آج ہے اور جس محبت کی تم بات کررہی ہو ایسی ہی محبت وہ اور عفرہ سے بھی کرتا ہے۔ جس کے لیے سات سال پہلے وہ آسٹریلیا شفٹ ہوا تھا' نکل آؤ اس کے دھوکے اور فریب سے ورنہ بہت بری چوٹ کھاؤ گی۔'' ارشین نے تنفر سے کہتے ہوئے اس کا تاریک پڑتا چہرہ دیکھا۔

''وہ فیصلہ ممانی جان کا تھا' معصب تو صرف ایک کردار ادا کررہا تھا وہ بھی میری طرح مجبور و بے بس ہوگیا ہوگا۔ تم جانتی ہو ممانی جان نے مما کو ہرٹ کرنے کے لیے یہ شادی کروائی تھی تاکہ انہیں چوٹ پہنچے' انہیں تکلیف ہو۔'' روشین نے اس کا دفاع کیا۔

''معصب اتنا بچہ نہیں کہ جس نے جو کہا وہ اس نے کیا' یہ اس کا اپنا فیصلہ تھا۔ تمہیں اس فریب سے نکلنے اور اس شخص کو سمجھنے میں نجانے اور کتنا وقت لگے گا تم لوگوں کے خلوص و محبت کو سمجھتی نہیں ہو نجانے اس شخص کے دھوکے میں کس طرح آ گئی۔'' ارشین خفا ہوتی راکنگ چیئر پر جا بیٹھی تھی روشین کے ارادے اسے فکر میں مبتلا کررہے تھے اگر وہ واپس معصب کی طرف پلٹتی تو اس منگنی کا کیا' جو ایک سال پہلے جذباتی دباؤ کے تحت اس نے عاشر سے کی تھی؟

''جسے تم دھوکا کہہ رہی ہو اسے محبت دلفریب کہتے ہیں۔ یہ اتنی حسین ہوتی ہے کہ ہر انسان اس کے بہکاوے میں آجاتا ہے' میری فکر چھوڑو ابھی احمر بھائی آجائیں گے تو تمہیں اپنے سسرال رخصت ہونا ہے۔ موڈ ٹھیک کرو خود بھی خوش رہو اور مجھے بھی اپنی خوشی انجوائے کرنے دو۔'' وہ کہتے ہوئے لپ اسٹک سے ہونٹوں کو قاتل بنانے لگی' تب ہی موبائل پر بیل ہوئی' ارشین نے سائیڈ ٹیبل سے سیل اٹھا کر دیکھا اور ''معصب'' کا نام دیکھ کر اس کی تیوریاں گہری ہونے لگیں۔

''معصب کی کال ہوگی' پلیز اوکے مت کرنا میں بس نکل ہی رہی ہوں۔'' روشین اسے سیل اٹھاتے اور چیک کرتے دیکھ چکی تھی۔

''روشین تم اس طرح نہیں کرسکتی...... میں مما کو بتادوں گی۔'' وہ وارن کررہی تھی۔

''ضرور بتانا اور یہ بھی کہ میں نے یہ منگنی کس شرط پر کی تھی کہ اگر شادی سے پہلے معصب میری طرف لوٹ آیا تو میں بھی اس کی طرف لوٹ جاؤں گی' اس منگنی کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور تم لوگوں نے میری یہ بات مان لی تھی۔'' روشین نے اس کے ہاتھ سے سیل لیتے ہوئے بے نیازی سے کہا۔

''اگر تم یہ سمجھ رہی ہو کہ وہ عفرا کو طلاق دے کر تم سے شادی کرے گا تو یہ تمہاری بھول ہے۔ وہ ممانی جان کی بہت چہیتی اور لاڈلی بھانجی ہے اور معصب اپنی ماں کا حکم کسی غلام کی طرح مانتا ہے وہ کبھی ان کے فیصلوں سے انحراف نہیں کرے گا۔ تم اس کی سیکنڈ وائف تو ہوسکتی ہو فرسٹ نہیں۔'' ارشین نے سنگ دلی سے اسے آئینہ دکھایا۔

''وہ اسے چھوڑ دے گا یہ میری گارنٹی ہے کیونکہ ہمارے بیچ یہی طے ہوا تھا کہ اگر وہ لوٹ آیا تو میرا۔'' اس نے جلدی جلدی اپنی چیزیں اٹھاتے ہوئے رک کے ارشین کو غم و غصے کی کیفیت میں دیکھا اور نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

''کیوں فکر کرتی ہو یہ میری زندگی ہے۔ مجھے معلوم ہے اچھا کیا ہے اور برا کیا' اتنی ناسمجھ نہیں ہوں۔ مجھے اپنے فیصلے خود کرنے دو اور رہ گیا عاشر وہ صرف مجھے پسند کرتا ہے' محبت نہیں اسے اس منگنی کے ختم ہونے سے زیادہ دکھ نہیں ہوگا۔ اب یہ بات تم نے طے کرنی ہے کہ مما کو کس طرح راضی کرنا ہے۔'' وہ اس پر فیصلے کا ہار ڈالتی کمرے سے باہر نکل گئی' کیا یہ اتنا آسان تھا؟ ارشین نے پریشانی سے اسے جاتے دیکھا۔ وہ کل بھی اتنی ہی خبطی اور دیوانی تھی اور آج بھی اس کا جنون معصب کے لیے اسے کسی طور کم نظر نہیں آرہا تھا جو کہ خطرے اور پریشانی کی بات تھی اگر معصب کا قصہ کھلتا تو سسرال میں اس کی اپنی پوزیشن کس قدر آکورڈ ہوتی آخر عاشر اس کا دیور تھا اور یہ منگنی بہر طور کروانے والی وہی تھی۔ اس نے بے بسی سے ہونٹوں کو بھینچا تھا' دو گھنٹے تک مسز افتخار نے گھر آجانا تھا۔ وہ افتخار صاحب کے ساتھ بزنس پارٹی میں گئی ہوئی تھیں ابھی تو یہ خبر انہیں بھی سنانی تھی۔ اس نے اپنے اعصاب پریشانی سے بھاری ہوتے محسوس کیے' معصب کل بھی ان کے لیے پریشانی کا باعث تھا اور آج بھی اس کی آمد سوائے ٹینشن کے کچھ نہیں تھی۔ اس نے تو یہی سوچا تھا منگنی کے بعد معصب نامہ بند ہوجائے گا اور ممی کو بھی مستقل پریشانی سے نجات مل جائے گی جو ہر رشتے سے انکار کی صورت میں انہیں روشین کی طرف سے ہوگئی تھی۔

وہ سال کے اندر ہی اس کی شادی کا ارادہ رکھتی تھیں اسی سلسلے میں تیاریاں دونوں طرف جاری تھیں مگر چھ ماہ کے اندر ہی معصب کی آمد نے اسے مایوسی کی طرف دھکیل دیا تھا۔ وہ اتنے سالوں بعد کیوں چلا آیا تھا' کس لیے اب اس کا پاکستان میں کیا رکھا تھا؟

سات سال پہلے اس نے تمام بزنس وائنڈ اپ کرکے آسٹریلیا میں عفرہ کے ساتھ اپنی والدہ کی خواہش اور ضد پر گھر بسایا تھا۔ اب جبکہ سب کچھ ختم ہوچکا تھا تو وہ ایک بار پھر انہیں اور ان کی زندگی کو ڈسٹرب کرنے چلا آیا تھا' اس بار اس کے کیا ارادے تھے اور روشین کو اس نے کون سا سنہرا خواب دکھایا تھا کہ وہ اس کی ایک کال پر کھینچی چلی گئی یہ بات وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ کوئی بھی لڑکی ایک شادی شدہ مرد کی آرزو نہیں کرتی چاہے وہ اسے کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو' اس کی نظریں سائیڈ ٹیبل پر رکھی معصب کی تصویر پر ٹھہری تھیں جو آج بھی یادگار کی صورت روشین نے کمرے میں سجا رکھی تھی۔ بے اختیار ارشین نے ہونٹوں کو بھینچا تھا اور بڑھ کر معصب کی تصویر کو اٹھایا تھا اس تصویر میں معصب اور روشین ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے اور یہ ایک شاندار کپل تھا جو برتھ ڈے کے موقع پر ارشین نے

ازخود اپنے ہاتھوں سے محفوظ کیا تھا مگر ماضی جتنا خوب صورت ہوتا ہے اسے بھلانا اتنا ہی تکلیف دہ ہوتا ہے۔

❁......❁......❁

"میں نوٹ کررہی ہوں جب سے تمہاری آنٹی اور ان کی بیٹی پاکستان آئی ہے تم بڑے مصروف رہنے لگے ہو۔" ارشین نے معصب کو گھیرا۔

"نہیں' بالکل نہیں ہم پرسوں یونیورسٹی میں ملے تھے ناں۔" وہ الٹا ارشین سے پوچھنے لگا یوں گڑبڑانے پر ارشین شرارت سے مسکرائی تھی۔

"یعنی کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔"

"بکو مت' معصب تم آرڈر کررہے ہو یا میں کروں۔" روشین نے ارشین کو چپ کراتے ہوئے معصب سے پوچھا۔

"تم کردو میرا موڈ نہیں ہے لنچ کرنے کا' میرے لیے جوس منگوا لینا۔" اس نے مختصراً کہا اور موبائل چیک کرنے لگا۔

"یہ کیا بات ہوئی تمہاری وجہ سے لنچ کا پروگرام بنایا تھا اگر تمہارا موڈ نہیں تو پھر ہم لوگ بھی گھر جا کر کھا لیں گے۔" روشین نے کارڈ بند کرکے ٹیبل پر رکھا۔

"دراصل مجھے ایک اہم میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے ایک گھنٹے بعد ورنہ ماموں جان ناراض ہوجائیں گے۔ مجھے آفس جلدی پہنچنا ہے پلیز مائنڈ مت کرو تم آرڈر کردو میں ابھی تمہارے ساتھ ہی ہوں۔" معصب نے روشین کی ناراضگی دیکھتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"رہنے دو صفائیاں' تم آفس جاؤ۔" روشین نے بیگ اٹھا کر شولڈر پر ڈالا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی' ارشین اور معصب اسے آواز دیتے رہ گئے۔

"کیا ہوجاتا ہے تمہیں کبھی کسی کی مجبوری بھی دیکھتے ہیں ہم کل کرلیں گے لنچ۔" ارشین نے اسے سمجھایا۔

"ضرورت نہیں ہے اگر معصب بہت مصروف انسان ہے تو فارغ میں بھی نہیں ہوں۔" روشین نے کندھے اچکا کر بے نیازی سے کہا' معصب نے اس کے ناراض چہرے کو دیکھا اور موبائل بند کرکے جیب میں رکھ لیا۔

"چلو......" اس نے روشین کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"کہاں؟" وہ روڈ ہوئی۔

"لنچ کرنے۔" وہ اسے ساتھ لیے دوبارہ ریسٹورنٹ میں آیا تھا۔

"ابھی تو تمہارا موڈ نہیں تھا۔" اس نے طنزیہ کہا۔

"اب بہت بھوک ہے تم کہو گی تو رات تک کھاتا رہوں گا چاہے مجھے بدہضمی ہوجائے کیونکہ میں اسے جھیل سکتا ہوں مگر تمہاری ناراضگی نہیں۔" اس نے بے بسی سے ہاتھ جھاڑتے ہوئے مجبوری بیان کی۔

"ایسا کرتے ہیں تمہارے لیے جوس اور میں دو آئس کریم آرڈر کردیتی ہوں۔ میں صرف لنچ کرنا نہیں چاہتی' صرف تھوڑی دیر کے لیے تمہارا ساتھ چاہیے تھا' تم پچھلے ہفتے سے گھر بھی نہیں آئے ہو' دو دن پہلے یونیورسٹی بھی افراتفری میں آئے تھے۔ فون کرو تو بزی ملتے ہو آخر مسئلہ کیا ہے؟" ارشین نے معصب کو گھیرا تھا جبکہ روشین گلاس ڈور سے باہر گزرتے منظر میں گم تھی۔ ساری شکایتیں وہ اس سے کرنا چاہتی تھی مگر غصہ اتنا تھا کہ اسے معلوم تھا اگر کہے گی تو آنسو پہلے آئیں گے' الفاظ بعد میں ساتھ دیں گے اور وہ رو کر اپنی توہین نہیں کروانا چاہتی تھی۔ معصب نے ایک نظر بے نیاز بنی روشین پر ڈالی جس کے چہرے سے غصہ ظاہر تھا پھر دھیمے سے بولا۔

"یار وہ گھر پر گیسٹ آئے ہوئے ہیں ممی اور ان لوگوں کا پروگرام بنتا رہتا ہے اس لیے بھی اور کچھ آفس میں ورک زیادہ ہے تو......"

"یہ سب پہلے بھی ساتھ ساتھ چلتا تھا' اس بار تو 'بدلے بدلے میرے سرکار نظر آتے ہیں۔'" ارشین شوخی کی طرف آمادہ ہوئی تو روشین نے تیز نظروں سے اسے گھورا جبکہ معصب مسکرا دیا۔

"میں نے جتنا بدلنا تھا روشنی کی محبت نے مجھے بدل دیا اب اور تبدیلی ممکن نہیں۔" وہ زیادہ رومانٹک ہوتا تو روشنی کہا کرتا تھا اور اس کا اس طرح پکارنا اسے ازحد اچھا لگتا تھا۔

"اب اتنی محبت اور خوب صورت اظہار کے بعد تم شام تک ہمارے ساتھ ہو جبکہ گھر چل رہے ہو مما بھی تمہیں یاد کررہی تھیں۔" روشین نے اس کا ہاتھ تھام کر بے اختیار کہا' اس کے جگمگاتے چہرے اور روشن آنکھوں سے وہ نظریں نہیں ہٹا سکا۔ ثمرہ بیگم کے آرڈر اور ماموں کی ناراضگی کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس نے روشین کی ہر بات ماننے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

"آج کا دن محبت کے نام......" اس نے گردن ہلا کر اپنی آمادگی ظاہر کی تھی۔ شام تک معصب ان کے ساتھ رہا اس نے اپنے سیل آف کر رکھے تھے' اس کے جاتے ہی مسز افتخار کو ثمرہ بیگم کی کال آئی تھی۔ حسب توقع وہ غصہ کررہی تھیں معصب کو وہاں روک لیے جانے پر خفا ہورہی تھیں۔

"وہ میرا بھی بھتیجا ہے' بھائی کا بیٹا ہے' ان کی نشانی اور ان کا خون ہے۔ میرا بھی اس پر حق ہے' اگر دو گھڑی وہ یہاں آ گیا تو آپ کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔" وہ ان کی ناراضگی اور بدمزاجی کو درگزر کرتے ہوئے نرمی سے بولیں۔

"ساری زندگی تم میرے شوہر کو اپنے اشارے پر نچاتی رہیں اور اب تم میرے بیٹے کو بھی غلام بنانا چاہتی ہو تو یہ تمہاری بھول ہے میں اسے تمہاری پہنچ' تمہارے اثر سے اتنی دور لے جاؤں گی کہ تم اس کی صورت دیکھنے کو ترس جاؤ گی۔" وہ سفاکی سے دل چیر دینے والے الفاظ استعمال کررہی تھیں۔

"آپ اتنا نگیٹو کیوں سوچتی ہیں' میں نے کبھی بھائی پر اپنی اجارہ داری نہیں رکھی اور نہ ہی اپنے بھتیجے پر رکھوں گی مگر افسوس میں آپ کی غلط فہمیوں کو دور نہیں کرسکتی۔" نگہت بیگم نے لائن ڈسکنیکٹ کردی تھی انہیں بھاوج کے رویے اور الفاظ پر دکھ ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ سے ہی نگیٹو رہی تھیں مگر وہاج احمد کے انتقال کے بعد تو بالکل اجنبی ہوکر رہ گئی تھیں ایسے میں معصب اور روشین کے رشتے کے حوالے سے انہیں کافی فکر اور پریشانی لاحق تھی وہ دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے اور ثمرہ بیگم اپنی نفرتوں کی آگ میں ہر رشتے کو خاکستر کردینا چاہتی تھی۔

آج کتنے دنوں بعد معصب نے انہیں اپنی صورت دکھائی تھی اور لاکھ اختلاف کے باوجود ثمرہ بیگم اسے منع نہیں کرسکتی تھیں آج ان کا بھائی نہیں رہا تھا تو ایک ایک کرکے سب رشتے ثمرہ بیگم نے اجنبی کردیے تھے اور وہ اندر سے ٹوٹتی جارہی تھیں۔ رات میں وہ روشین کو چھپے لفظوں میں سمجھا رہی تھیں' معصب کے بلانے پر اعتراض کررہی تھیں تاکہ وہ آنے والے حالات کو سمجھ سکے۔

"کیوں بھئی' معصب پہلے بھی تو آیا کرتا تھا۔" روشین سے پہلی ارشین نے اعتراض کیا تھا۔

"ارے بھئی پہلے کی بات اور تھی اب آپ کی مامی پسند نہیں کرتیں پھر اس کے یہاں بار بار آنے سے اس کے کاموں کا حرج ہوتا ہے ماموں کے بعد اسے ہی سب کچھ سنبھالنا ہے ناں۔"

"مامی کو اپنی فیملی کے لوگوں کے علاوہ کچھ اچھا نہیں لگتا ان کا بس چلے تو ہمیں گھر آنے سے بھی روک دیں۔" روشین نے صاف گوئی سے کہا تو نگہت بیگم دھک سے رہ گئیں۔

"اس طرح نہیں کہتے۔" انہوں نے روشین کو ٹوکا۔

"آپ کچھ بھی کہہ لیں مما مگر میں نے نوٹ کیا ہے مامی پہلے بھی ہمیں پسند نہیں کرتی تھیں اور اب ماموں کے انتقال کے بعد ان کی بدمزاجی وغصہ بڑھ گیا ہے۔ اول تو ہم ان کے گھر جاتے ہی کم ہیں اور اگر معصب کے اصرار پر چلے بھی جائیں تو وہ سارا وقت تفتیشی افسر بنی سوال و جواب پوچھتی رہتی ہیں۔ 'کیوں آئی ہو' 'کیا کام تھا' 'کس نے بلایا ہے' وغیرہ وغیرہ۔" ارشین ناک چڑھا کر ان کی نقل اتارتے ہوئے بولی تو نگہت بیگم کے چہرے پر اداسی سی پھیل گئی جبکہ روشین انجوائے کرتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔

"بڑوں کی اس طرح نقلیں نہیں اتارتے بری بات ہوتی ہے۔" انہوں نے بیٹی کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"مما پتا ہے پندرہ دن ہوچکے ہیں آسٹریلیا سے خالہ

آئی ہوئی ہیں اور مامی کی طبیعت باغ و بہار ہورہی ہے خلافِ توقع۔" ارشین نے انہیں خبر سنائی تھی۔

"مجھے معلوم ہے۔" انہوں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ سننے میں یہی آرہا تھا کہ وہ حنا کی منگنی کا ارادہ رکھتی تھیں اپنے بھائی کے بیٹے کے ساتھ اگر وہ حنا کی بات طے کرتیں تو وہ بھی روشین کے معاملے کو لے کران سے بات کرنے کا ارادہ رکھتی تھیں تاکہ معصب والا معاملہ کلیئر ہوسکے مگران کے بات کرنے سے پہلے ہی ایسا ہوا کہ تمام باتیں ہی ختم ہوگئیں۔ ثمرہ بیگم نے بالا ہی بالا حنا کی منگنی دھوم دھام سے بھائی کے بیٹے سے کرڈالی اوران کی فیملی کو بلانا تک گوارہ نہ کیا۔

"اٹس ٹو مچ معصب اب فضول کی پردہ داریاں شروع نہ کردینا کہ تم ہمیشہ کی طرح بے خبر تھے۔" ارشین اسے دیکھتے ہی شروع ہوچکی تھی جبکہ روشین نے جب سے یہ نیوز سنی تھی اسے اندرونی طور پر دھچکا پہنچا تھا کہ ثمرہ بیگم تو شروع سے ہی ان کے حق میں نہ تھیں مگر معصب کم ازکم اسے تو ان کے حق کے لیے آواز اٹھانی چاہیے تھی مگر وہ بھی کہیں نہیں تھا۔ اسے انفارم تک کرنا ضروری نہ سمجھا گیا وہ بھی جدائی کے رستے تلاش کررہا تھا یا انجانی منزلوں کی طرف اس نے بھی قدم بڑھا دیئے تھے اور وہ بے وقوف اس کی محبت میں اندھی بنی اس کے ہی راستے پر اب تک دوڑ رہی تھیں۔ روشین کی آنکھوں کے شکوک و بے اعتباری نے چند لمحوں کے لیے معصب کو گم صم کردیا مگر کچھ تو کہنا ہی تھا اسے معلوم تھا وہاں سخت ردعمل دیکھنے میں آئے گا اور وہ نگہت بیگم سے مل کران کا غصہ دیکھ چکا تھا انہیں مطمئن کرکے وہ باہر آیا تو ارشین اور روشین اسے لاؤنج میں ہی مل گئی تھیں۔ روشین ایک نظر اسے دیکھ کر چینل سرچ کرنے لگی جیسے یہ معمول کی بات ہو اس کی انتہائی سنجیدگی نے اسے ہولا ڈالا تھا۔

"میرا یقین کرو یہ بہت سرپرائزڈ پارٹی رکھی گئی تھی مجھے آخری لمحوں تک کچھ پتا نہیں تھا۔" اس نے روشین کو صفائی دینی چاہی۔

"پلیز معصب میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔"

"ارشین پلیز تم اسے سمجھاؤ میرا اس میں کیا قصور ہے۔" وہ بے چارگی سے ارشین کو دیکھتے ہوئے بولا جس کے چہرے کے سخت تاثرات اس کی ناراضگی کا پتا دے رہے تھے۔

"سوری مجھ سے اس نیکی کی توقع تو مت رکھنا...... اچھا ہے جن خوابوں میں یہ زندہ ہے اس سے یہ جاگ جائے کیونکہ وہ سچ ہونے والے نہیں ہیں۔" ارشین نے بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اس طرح مت کہو تم جانتی ہوناں میں تمہارے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔" اس نے روشین کے ہاتھ تھامے تھے جو اٹھ کر ارشین کے پیچھے جانے کے لیے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

"بہتر ہے تم ابھی یہ ڈیسائیڈ کرو کہ تم کس کے بغیر جینے کا تصور نہیں کرسکتے میرے یا اپنی فیملی کے۔" روشین نے لگی لپٹی رکھے بغیر پوچھا تھا۔

"مجھے تم دونوں ہی عزیز ہو۔" وہ چند لمحوں کے لیے اس کی بات سن کر حیران ہوا پھر نرمی سے بولا تھا۔

"نہیں معصب حالات جس سمت جارہے ہیں اس کے آثار اچھے نہیں ہیں بہتر ہے ہم ایک دوسرے کو بیوقوف بنانا بند کردیں جو فیصلہ کل ہونا ہے وہ آج ہوجائے اگر تم آئندہ یہاں آؤ گے تو مامی کو لے کر رشتے کی حیثیت کو مضبوط کرکے آنا ورنہ......" اس کی آواز کانپی۔

"ورنہ کیا......"

"ورنہ یہاں مت آنا میں بھول جاؤں گی کہ میری زندگی میں معصب نام کا کوئی شخص بھی تھا۔" اس نے اپنے ہاتھ کو اس گرفت سے چھڑاتے ہوئے سرد مہری سے کہا۔

"تم اس طرح نہیں کرسکتیں کوئی بھی فیصلہ لینے سے پہلے تمہیں میری محبت' میرا خیال' میرا احساس تک نہیں ہوگا۔" اسے روشین کی بات سے دکھ پہنچا تھا۔

"تو پھر کیا کروں' تم سے تو کچھ ہونے والا ہے نہیں' مامی کیا فیصلے کررہی ہیں' تم انتہائی انجان بے خبر ہوتے ہو کم ازکم بندہ احتجاج ہی کرتا ہے غلط فیصلوں پر غصہ کرتا ہے تم ہماری فیملی کے لیے اتنا بھی نہیں کرسکتے تو ہمارے رشتے کا کیا فائدہ پھر۔" وہ ناراضگی سے بولی۔

"آئندہ ایسا نہیں ہوگا یقین رکھو میں بہت ناراض ہوا تھا مما پر کہ انہوں نے تمہاری فیملی کو انوائیٹ نہیں کیا میں بہت شرمندہ ہوں۔" وہ شرمساری سے بولا۔

"بات تمہاری شرمندگی کی نہیں ہے معصب...... ہمارے رشتے کے علاوہ ایک رشتہ اور بھی ہے مامی کو رشتوں کی پاسداری کا خیال رکھنا چاہیے۔ مما کو ان کے اس رویے نے بہت تکلیف پہنچائی ہے اور میں اپنی فیملی سے کٹ کر تم سے محبت نہیں کرسکتی میرے لیے میری فیملی بہت اہم ہے۔" وہ انتہائی سنجیدگی سے بولی۔

"اور میں' معصب' وہاج وہ کہاں ہے۔" اس نے اپنی اہمیت جانی چاہیے۔

"روشین کی زندگی میں ہر طرف اگر اس کا مان' سمان برقرار رکھو گے تو......" وہ کہہ کر رکی نہیں تھی تقریباً بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں بند ہوگئی تھی۔

❁......❁......❁

"جس سے آپ اور آنٹی میری شادی کے خواب بُن رہی ہیں وہ تو مجھ سے بات تک نہیں کرتا دیکھتا بھی نہیں ہے انتہائی روڈ اور مغرور۔" عفرا نے معصب کی شخصیت پر تبصرہ کیا تھا۔

"تم بھی تو اسے کمپنی دینے کی کوشش نہیں کرتیں تھوڑا فرینک ہونے کی کوشش کرو' دوستانہ ماحول پیدا کرو پھر دیکھو بات بھی کرے گا اور دیکھے گا بھی صرف تم کو۔" وہ پیار سے بیٹی کو سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"اوہ ممی مجھ سے خوشامدیں نہیں ہوتیں' میں کیا کسی سے کم ہوں جو کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کروں وہ بھی معصب جیسے خشک اور بورنگ انسان کو جسے اپنی فیانسی کے نازنخرے دکھانے سے ہی فرصت نہ ہو۔" عفرا کو پاکستان آئے دو ہفتے ہوچکے تھے اور ان دو ہفتوں میں وہ اچھی طرح ماں اور خالہ کی سوچ سمجھ چکی تھی وہ معصب وہاج سے اس کی شادی کرکے اس کی آزادی کو سلب کرنے کا ارادہ رکھتی تھیں اور معصب وہاج کو پرانے رستوں سے الگ کرنا چاہتی تھیں تاکہ وہ ان کی سوچ کے مطابق چل سکے اور سوچ سکے مگر جہاں معصب روشین کا اسیر تھا وہاں عفرا اپنے حسن کی شیدائی اسے سراہنے والے لوگ اچھے لگتے تھے ناکہ وہ جن کو وہ اپنا اسیر کرتی پھرے یہ کام اسے سرے سے پسند نہیں آیا تھا اور نہ ہی وہ کسی کے نازنخرے اٹھا سکتی تھی۔

"دیکھو بے بی سمجھنے کی کوشش کرو معصب وہاج ایک معمولی انسان نہیں ہے کروڑوں کی جائیداد کا مالک ہے' خوب صورت ہے' پڑھا لکھا تہذیب یافتہ' شریف خاندان۔ ایسے لوگ نایاب ہوتے ہیں یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آنٹی نے تمہارے بارے میں سوچا ورنہ تمہاری آزاد روش اور رویے کو لے کر میں پہلے ہی بہت پریشان تھی اب ایسے میں تم بھی کوآپریٹ نہیں کرو گی تو یہ رشتہ کیسے ہوگا۔" وہ نرمی کے ساتھ اسے سمجھا رہی تھیں عفرا نے گلاس ونڈو سے نیچے کی طرف آتے معصب وہاج پر نظریں جمائی تھیں جو لان میں رک چکا تھا۔ آنٹی ثمرہ اس سے کچھ بات کررہی تھیں' لمبا چوڑا دراز قد' خوبرو پرسنالٹی رکھنے والا معصب وہاج نظرانداز کرنے کے لائق نہیں تھا۔ اگر اس کی زندگی میں روشین نام کی بلا نہ ہوتی تو وہ اس کے ساتھ پر فخر کرتی مگر اب اس کا رویہ مایوس کن تھا اسے اپنی فیانسی کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔

صبح و شام فون پر اس سے ہی گفتگو میں بظاہر مصروف رہتا اور وہ اسے بور کرنے کے ساتھ بے زار بھی کرچکا تھا۔ وہ تو خود اتنی حسین تھی کہ جہاں جاتی محفل جمع کرلیتی اس کی سرمئی آنکھوں کے تیکھے نقوش اور گلابی رنگت کو شروع سے ہی سراہا گیا تھا۔ دنیا ایک معصب وہاج پر ختم نہیں ہوجاتی اگر وہ متاثر نہیں تھا تو کیا ہوا' ایک دنیا اس کے حسن کے قصیدے پڑھتی تھی۔

"عفرا...... شاپنگ پر چل رہی ہو؟" اس کی سوچوں کے تسلسل کو حنا کی آواز نے توڑا تھا۔

"کیوں نہیں' ضرور۔" وہ دھیمے سے مسکرا کر اس کے ساتھ ہولی' نیچے معصب کو کیوں روکا گیا تھا' وہ ثمرہ آنٹی کا پلان سمجھ چکی تھی۔ وہ معصب کی بےزارگی اور عدم توجہ کے باوجود گاہے بگاہے ان دونوں کو ساتھ رہنے کا زیادہ سے زیادہ موقع دیتی تھی تاکہ معصب روشین کی زندگی سے نکل سکے۔ اس کے علاوہ کسی اور پر توجہ دے سکے' اسے دیکھتے ہی وہ محبت سے چُور لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"دیکھو عفرا بھی آگئی تم ساتھ ہوگے تو یہ مطمئن ہوکر شاپنگ کرسکیں گی وگرنہ ان کی دیر سویر سے مجھے پریشانی ہوجاتی ہے۔"

"تبھی کہہ رہا ہوں آپ بھی ساتھ چلیں اور آنٹی کو بھی لے لیں' آپ لوگوں کو مال میں چھوڑ کر میں آفس چلا جاتا ہوں' میرا ٹائم ویسٹ ہونے سے بچے گا۔" وہ جھک کر ثمرہ بیگم کے شولڈر پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے بولا تھا' اس کا بات کرنے کا انداز اور آواز سب سے اچھی تھی' وہ پپا کی طرح چیخ کر اور تیز لہجے میں بات نہیں کرتا تھا' عفرا نے ایک لمحے کو سوچا۔

"اگر ہمارے کام سے تمہارا ٹائم ویسٹ ہوتا ہے تو تم آفس جاؤ۔" ثمرہ بیگم کا موڈ پل بھر میں خراب ہوا ساتھ ہی تاثرات چینج ہوئے تھے' عفرا نے دلچسپی سے خالہ کی ایکٹنگ کو دل ہی دل میں سراہا تھا اور معصب کے پریشان چہرہ پر نظریں جمائی تھیں جو ماں کی ناراضگی سے گڑبڑا گیا۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا آپ نہیں جانا چاہتیں تو ٹھیک ہے میں ان کو لے جاتا ہوں' ناراض مت ہوں۔" وہ کہہ کر بیرونی گیٹ کی طرف بڑھا تھا۔

"دیکھا' بھائی کبھی بھی مما کا کہا نہیں ٹالتے۔" حنا سرخوشی کے عالم میں عفرا سے کہہ رہی تھی۔

"ممّاز بوائے۔" عفرا اس کی فرماں برداری پر منہ میں بڑبڑائی تھی یہ تو طے تھا اگر آنٹی کے نصیب میں جیت کا سکہ آتا تو فیصلہ گھاٹے کا نہیں تھا اسے بھی اپنی زندگی کے لیے ایسے ہی کاٹھ کے الو کی ضرورت تھی جو شادی کے بعد اس کے معاملات میں انٹرفیئر نہ کرے۔

وہ معصب کی کال پر یونیورسٹی سے ہسپتال آئی تھی اور جب سے اب تک خاموش نظروں اور سن دماغ کے ساتھ گلاس وال سے دوسری جانب ثمرہ بیگم کو بیڈ پر ساکت لیٹے خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ثمرہ بیگم نے خودکشی کی کوشش کی تھی اور انہیں بروقت بچالیا گیا تھا مگر اس وقت بھی ان کی حالت نازک تھی معصب کی خاموشی اس کا سنجیدہ انداز اسے ہولا رہا تھا۔ ہزاروں سوال تھے جو اس کے اندر شور مچا رہے تھے اور وہ معصب سے پوچھ نہیں پارہی تھی۔

ثمرہ بیگم کی بہن اور دونوں بیٹیاں وہیں تھیں جینا اور حنا نے اسے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیرا جبکہ ان کی بہن اپنے بھانجے سے برملا کہہ رہی تھیں۔

"بیٹا کیوں ماں کی جان کے دشمن ہوگئے ہو' وہ ہوش میں آتے ہی اسے دیکھے گی تو اس کی طبیعت اور بگڑ جائے گی بہتر ہے اسے گھر جانے کا کہو۔" ان کا بےزار رویہ چہرے اور الفاظ سے ظاہر تھا۔ خودکشی کی وجہ کیا وہی تھی؟ اسے خوف محسوس ہوا مگر وہ خودکشی کی وجہ ہونے لگی اس کی تو کتنے مہینوں سے ان سے بات بھی نہیں ہوئی۔ ان کے رویے کی وجہ سے ان لوگوں نے ان کے گھر جانا بھی کم کردیا تھا کہیں منگنی کے معاملے کو لے کر معصب نے ان سے کوئی بات تو نہیں کی۔ کتنے ہی سوال تھے جو اس کے اندر اٹھ رہے تھے۔

"چلو' میں تمہیں گھر چھوڑ آتا ہوں۔" کتنی دیر کے بعد معصب کے لبوں سے اس کے لیے فقط یہ نکلا تھا اس نے سن دماغ کے ساتھ آخری بار ثمرہ بیگم کو دیکھا پھر اس کے قدموں کے ساتھ دیتی ہسپتال سے باہر آگئی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو مچل رہے تھے اور زبان کچھ بھی کہنے سے قاصر تھی یہی وجہ تھی کہ معصب نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ اس کے بازو سے لگ کر رونے لگی۔

"یہ سب کیسے ہوگیا' کیوں ہوگیا' انہوں نے ایسا کیوں کیا معصب؟"

"سب ٹھیک ہوجائے گا پریشان مت ہو۔" معصب نے اسے گاڑی میں بٹھاتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور رومال اس کی طرف بڑھاتے ہوئے تسلی دی۔

"معصب مجھے ڈر لگ رہا ہے' مجھے لگ رہا ہے اب کچھ بھی ٹھیک نہیں ہوگا' میں تمہیں کھونے والی ہوں۔" اس نے بےاختیار معصب کا ہاتھ تھامتے ہوئے دلگیری سے کہا تھا اس کے آنسو معصب کو ڈسٹرب کررہے تھے۔

"اس طرح مت کہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔" وہ ایسے ہی کچھ تسلی آمیز لفظ اس کے منہ سے سننا چاہتی تھی مگر معصب نے نرمی سے اس کے آنسو پونچھے تھے اور گاڑی اسٹارٹ کی تھی اس کی خاموشی اس کی سنجیدگی اس کے چہرے کے تاثرات روشین کے دل کو سہما رہے تھے اگر وہ اس سے محبت کرتا تھا تو وہ کہیں زیادہ اپنی ماں سے بھی محبت کرتا تھا کیا وہ ان کی خاطر اسے چھوڑ دے گا کیا ان کے راستے الگ ہونے والے تھے ان کے بیچ ہولناک جدائی آنے والی تھی۔

اس کا دل اندر ہی اندر ڈوبتا ابھرتا رہا وہ بار بار معصب کی طرف دیکھتی اور پھر لب بھینچ لیتی یہاں تک کہ راستہ ختم ہوگیا اور افتخار ہاؤس آگیا۔

"اندر نہیں آؤ گے؟" اس نے ایک آس وامید کے ساتھ معصب سے پوچھا تھا۔

"ابھی نہیں' مما ٹھیک ہوجائیں گی تو پھر...... تم یہ سب پھوپی امی کو مت بتانا بلاوجہ پریشان ہوں گی۔" اس نے اپنا لہجہ سرسری بنانا چاہا تھا اور وہ اس کے الفاظ میں چھپے اعتراض کو سمجھ گئی تھی اس کے جانے کے بعد بھی کتنی ہی دیر وہ وہاں ساکت کھڑی اس کی گاڑی کے نشان دیکھتی رہی اس کے رویے کو سمجھنے اور آنے والے حالات کو سوچتی رہی۔ ارشین اپنی دوست صبا کی طرف گئی ہوئی تھی اور مسز افتخار بھی گھر پر نہیں تھیں وگرنہ اس کی روتی صورت اور پریشان چہرہ بھید کھولنے کے لیے کافی تھا۔ دوسری طرف معصب اسے گھر چھوڑ آیا تھا' روشین کو بلانے اور دکھانے کا مقصد صرف یہی تھا کہ وہ جن رشتوں کے درمیان سانس لے رہا تھا وہاں اس کی اور اس کی محبت کی کوئی جگہ نہیں۔ نفرت اتنی طاقتور بھی ہوسکتی ہے اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا اسے تو اپنی محبت کی طاقت اور ہمت پر بھروسہ تھا اس پیار پر اعتبار تھا کہ وہ ہار نہیں سکتا اور نہ ہی کبھی کسی مقام پر جھک سکتا ہے مگر ثمرہ بیگم نے اسے احساس دلایا کہ باپ کو کھونے کے بعد وہ اپنی ماں کے رشتے کو کسی کے لیے بھی داؤ پر نہیں لگا سکتا وہ چاہے روشین ہو یا اس کی محبت وہ اس کے لیے اپنی ماں کو کھو نہیں سکتا تھا جو اپنی نفرت شدت پسندی اور ضد میں اس قدر آگے بڑھ چکی تھی کہ نیند کی گولیاں کھاتے وقت انہیں اپنے نقصان اور بچوں کے اکیلے رہ جانے کا بھی احساس تک نہ ہوا تھا۔ وہ صرف نگہت کو ہرانا چاہتی تھیں انہیں ہر مقام پر جھکانا ان کا مقصد اور طلب تھی' انہیں بیٹے کے ٹکڑے ہوتے دل اور محبت کی پروا نہیں تھی بس وہ یہ چاہتی تھی کسی طرح روشین اور ان کی فیملی ان کی اور ان کے بیٹے کی زندگی سے نکل جائے وہ ان کی شکلوں اور تصور تک سے بےزار تھیں پھر کیسے بیٹے کو ان کی حمایت اور فیور میں بولتا دیکھتیں انہوں نے غصے میں یہ قدم اٹھا کر معصب کے لیے سارے راستے بند کردیئے تھے وہ تمام راستے جو روشین اور اس کی دنیا کی طرف جاتے تھے وہ اپنی ماں کے دل پر پیر رکھ کر اپنی محبت کی تجدید نہیں کرسکتا تھا اور اس نے وہی فیصلہ کیا جو ایک ہوش مند' دردمند دل بیٹے کو کرنا چاہیے تھا وہ شام میں ثمرہ بیگم کے ہوش میں آنے پر ان کا ہاتھ تھام کر کہہ رہا تھا۔

"مما آپ ٹھیک ہوجائیں جو آپ چاہیں گی وہی ہوگا۔" اس کے ویرانے چہرے اور بجھی آنکھوں سے آنکھیں چراتے ہوئے وہ اس کی بات پر مطمئن ہوئی تھیں اور اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

"ہاں۔" وہ وہی کہہ رہا تھا جو سننے کے لیے انہوں نے زندگی کی بازی کو داؤ پر لگایا تھا اور وہ گھاٹے میں نہیں رہی تھیں انہوں نے بہن کی طرف دیکھا ایک اطمینان اور خوشی ان کے چہرے پر اتر آئی تھی' معصب کے کمرے سے جاتے ہی اسماء بیگم ان سے کہہ رہی تھیں۔

''باجی بہتر ہے اب دونوں کا نکاح جلدی کردیتے ہیں' شادی کے باقی انتظام آسٹریلیا جاکر ہوتے رہیں گے۔'' وہ مشورہ دے رہی تھیں۔

''سچ کہتی ہو یہاں رہیں گے تو دھڑکا ہی رہے گا بہتر ہے آسٹریلیا شفٹ ہوجاتے ہیں وہاں جاکر معصب بھی تمام باتیں بھول جائے گا اور نگہت کی فیملی سے بھی جان چھوٹ جائے گی۔'' وہ تمام معاملات طے کررہی تھیں ان کی دور اندیش سوچ پر وہ خوش ہوئی تھیں۔ معصب کی شکل میں انہیں بیٹی کا شاندار مستقبل نظر آرہا تھا وگرنہ اس کی آزاد اور بے باک رویے اور ہٹ دھرمی نے انہیں دن رات فکر میں مبتلا کررکھا تھا۔ اب وہ جانے اور اس کا شوہر' کم ازکم وہ اس کی طرف سے مطمئن تو رہتیں یہی کافی تھا۔ ویسے بھی شادی کے بعد بہت چینجنگ آجاتی ہے ہوسکتا ہے ان کی عفرا بھی سنبھل جائے وہ اپنے دل کو ڈھارس دے رہی تھیں۔

''نگہت تو نہیں آئی؟'' کسی خدشے کے تحت انہوں نے بہن سے پوچھا۔

''نن...... نہیں تو شاید معصب نے کسی کو بتایا ہی نہیں۔'' وہ ان کے یک دم پوچھنے پر گڑبڑائیں اور آنکھوں سے جینا اور حنا کو بھی محتاط رہنے کی تلقین کی' کہیں وہ روشین کے آنے کی خبر ماں کو نہ کردیں اور ان کی صحت پھر سے خراب ہوجائے۔

''میں یہی چاہتی ہوں معصب اب ان کی طرف کبھی نہ دیکھے' کبھی نہ جائے۔'' وہ بڑبڑا رہی تھیں اور ان کا کہا کسی بددعا کی طرح سالوں پر محیط ہوگیا اور اسے لوٹنے اور پلٹنے میں سات سال لگ گئے تھے۔

ان سات سالوں میں کتنے آنسو اور کتنے درد اور دکھوں کا اذیت ناک سفر تھا جو دونوں نے ہی تڑپتے ہوئے گزارا تھا۔ معصب اور اس کی فیملی کے یوں اچانک آسٹریلیا شفٹ ہونے اور چلے جانے کو روشین نے کسی صدمے کی طرح دل پر لیا تھا ایک عرصے وہ بیمار رہی پھر وقت نے گھاؤ بھرے تو وہ سنبھلتی چلی گئی اس عرصے میں اس کی پڑھائی متاثر ہوئی اس کی صحت خراب ہوئی اور اس کے علاوہ اس کی زندگی جو رنگوں' خوشیوں اور احساسات جذبات سے نکل کر حقیقت کے بدصورت چہرے کے ساتھ اس کے سامنے آموجود ہوئی تھی وہ اس کے حصار سے نہ نکل سکی۔ مسز افتخار نے ارشین کی شادی بہت دھوم دھام کے ساتھ احمر ملک سے کی تھی شکل وصورت خاندان ہر طرح سے وہ لوگ ان کے شایان شان تھے اس شادی میں مسز ملک نے روشین کو بھی اپنے دوسرے بیٹے کے لیے پسند کیا مگر...... مسز افتخار نے مثبت جواب نہ دیا اور بات پڑھائی کو لے کر ٹال دی گئی وہ دیکھ رہی تھیں کہ بیٹی کے گھاؤ ابھی تک ہرے تھے ان چار سالوں میں وہ سنبھل تو چکی تھی مگر زندگی کی طرف لوٹی نہیں تھی۔ وہ شادی کے معاملے کو لے کر بھڑک جاتی نفرت و بے زارگی کا کھلم کھلا اظہار کرتی تھی۔ ایسے میں وہ کس طرح اسے کسی کی زندگی میں شامل کرسکتی تھیں۔

وقت گزرتا گیا اور ارشین کی زندگی میں مونی کی خوشی نے پہلی بار روشین کے چہرے پر مسکراہٹ وخوشی کی کلیاں کھلائیں تو مسز افتخار پھر سے جی اٹھیں ان کی بیٹی سنبھل رہی تھی وہ دونوں ارشین کے گھر جاتے اور مونی کے ساتھ وابستگی پر خوش تھیں کسی طرح تو وہ اپنے جذباتی بلیک میلنگ کے بعد وہ عاشر سے منگنی کرلینے پر تیار ہوئی تھی حالانکہ اس کا انٹرسٹ نہیں تھا۔

''مگر معصب آگیا تو آپ اس رشتے کو ختم کردیں گی۔'' اس نے منگنی سے پہلے ایک عجیب بات کی تھی اور معصب کا آنا دیوانے کے خواب کے برابر ہی تھا جو شخص سات سالوں میں نہیں لوٹا تھا وہ اب کیونکر پلٹتا انہوں نے اس کی ضدی طبیعت کو دیکھتے ہوئے اسے تسلی دی تھی یا یوں کہہ لیں بہلایا تھا۔ شادی کے بعد سب لڑکیاں بھول جاتی ہیں یہ بھی اس تکلیف اور دکھ کو بھول جائے گی معصب اور اس سے وابستہ یادیں ماضی کا حصہ ہوجائیں گی اور عاشر کے ساتھ ایک نئی لائف جیتے ہوئے اسے کبھی یاد بھی نہیں آئے گا کہ کوئی معصب وہاج اس کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتا تھا۔

وہ تھوڑے تذبذب کے بعد مان گئی تھیں اور روشین کے چہرے پر اطمینان و سکون پھیل گیا تھا۔ منگنی کی تقریبات اسے لے کر آنے والے چھ مہینوں میں بھی اس رشتے کے حوالے سے خوش تھے اس نے انہیں شکایت کا کوئی موقع نہیں دیا تھا اور آج ارشین نئی خبر سنا رہی تھی۔

''معصب پاکستان آ گیا ہے مما اور...... روشین اس سے ملنے گئی ہے۔'' وہ پارٹی سے واپس آئیں تو ارشین کو پریشان دیکھ کر ٹھٹکیں۔

''ایسے کیسے ہوسکتا ہے......!'' وہ بے یقینی اور گم صم کیفیت میں خود سے پوچھ رہی تھیں۔

''احمر آ گئے ہیں مما' میں جا رہی ہوں مگر آپ نرم لہجے میں روشین سے بات کیجیے گا مجھے یقین ہے وہ سمجھ جائے گی۔'' ارشین بیٹے کو اٹھا کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھی تھی وہ اسے جاتے دیکھتی رہی دماغ سن ہو کر رہ گیا تھا۔ معصب کا آنا اگر کمال بات تھی تو اس سے زیادہ حیرت ناک بات روشین کا اس کی ایک کال پر دوڑ کر جانا تھا۔ ان کا ذہن ایک بات پر اٹک کر رہ گیا۔ ''اگر معصب واپس آ گیا تو آپ اس رشتے کو ختم کر دیں گی۔'' روشین کے الفاظ نے ان کے اندر کہرام مچایا تھا وہ گھبرائیں' سہمیں۔ معصب کا آنا ہوسکتا ہے وہ اپنی فیملی کے ساتھ واپس آیا ہو۔

''سات سالوں میں بہت کچھ بدل جایا کرتا ہے اس کی بیوی' بچے ہوں وہ اپنی فیملی میں خوش ہو اسے روشین اور اس کی محبت یاد بھی نہ ہو محض کزن کے رشتے سے وہ اس سے ملنے گئی ہو۔''

''ایسا بھی ہوسکتا ہے' میں نگیٹو کیوں سوچ رہی ہوں۔'' وہ اپنے آپ کو بہلانے لگیں اور روشین کا انتظار کرنے لگیں جو دس بجنے کے باوجود گھر نہیں آئی تھی۔ فکر و پریشانی نے انہیں سب باتوں سے لاتعلق کر دیا تھا' وہ افتخار صاحب کے آنے پر سیدھی ہوئیں۔

''کیا بات ہے' کپڑے بھی چینج نہیں کیے یونہی بیٹھی ہو اب تک؟'' انہوں نے بیگم کے ستے چہرے پر نظریں دوڑائیں۔

''ارشین کی باتیں سن رہی تھی وہ ابھی گئی ہے تو بس جا رہی تھی۔'' سرسری سے لہجے میں کہتے ہوئے وہ کمرے کی طرف بڑھیں' وہ روشین کے حوالے سے شوہر کو پریشان نہیں کر سکتی تھیں پہلے ہی وہ روشین کے معاملے پر بہت ڈسٹرب رہتے تھے اور اپنے آپ کو اس کا قصوروار ٹھہراتے تھے کہ دوست کی دوستی میں ناحق انہوں نے بات مان کر بچوں کی نسبت بچپن میں ہی طے کر دی یہ سوچے بغیر کہ بڑے ہونے پر نصیب ملیں گے بھی یا نہیں۔ انہیں ایسا کمزور فیصلہ نہیں کرنا چاہیے تھا ان کے بودے فیصلے نے اس کی زندگی کو گھن کی طرح کھالیا تھا وہ نہ اپنی زندگی میں خوش ہو پائی تھی نہ خوش رہ سکی تھی اس کا اداس چہرہ اور غمگین آنکھیں ان کے دل میں اپنے فیصلے کو لے کر گہرا پچھتاوا پیدا کرتی تھیں۔ عاشر کے ساتھ منگنی پر وہ کس قدر خوش تھے ان کا بس چلتا تو وہ منگنی کے بجائے اس کی ڈائریکٹ شادی کرتے اس کی خوشیاں دیکھنے کا انہیں بہت ارمان تھا وہ اس کے حوالے سے بہت حساس رہتے تھے' وہ روشین کے متعلق کوئی بھی بات کر کے انہیں ڈسٹرب نہیں کر سکتی تھیں اس لیے اندر ہی اندر فکرمند ہوئیں۔

وہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی تھیں کپڑے چینج کرنے کے بعد انہوں نے میک اپ صاف کیا کچھ دیر افتخار صاحب کے ساتھ روشین کی گفتگو کرنے کے بعد جب وہ ٹیبلٹ کھا کر سونے لیٹ گئے تب وہ کمرے سے باہر آئیں کچھ دیر پہلے انہوں نے پورچ میں روشین کی گاڑی کور کرتے ہوئے دیکھا تھا وہ اس سے دوٹوک گفتگو کرنا چاہتی تھیں تاکہ معاملہ کھل سکے۔ معصب کے حوالے سے روشین کا وہاں جانا اس سے ملنا کیا معنی رکھتا تھا اب جبکہ اس کی زندگی میں وہ کہیں نہیں تھا تو پھر ملاقات کا کیا جواز بنتا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آئیں تو روشین بیڈ پر مسرور انداز میں لیٹی کچھ سوچ رہی تھی انہیں یوں اچانک دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر بھاگ کر وہ ان سے آ کر چمٹ گئی۔

''مما...... وہ آ گیا ہے میری خاطر' میرے لیے۔ میں نے آپ سے کہا تھا ناں وہ واپس آ جائے گا اور وہ آ گیا

ہے۔“ ایک خوشی تھی جس نے اس کے چہرے کو روشنیوں‘ رنگوں سے سجادیا تھا۔ اتنے سالوں میں آج وہ کھل کر ہنس رہی تھی‘ خوش نظر آرہی تھی۔

”اب وہ کیوں آیا ہے‘ اب یہاں کیا رکھا ہے اس کا؟“ انہوں نے نرمی سے بیٹی کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے سرد مہری سے پوچھا جوان کی بات پر چونکی تھی۔

”آپ نے کہا تھا اگر وہ واپس آجائے گا تو......“ روشین انہیں اپنا وعدہ یاد دلانے کی کوشش کرتے ہوئے گڑبڑائی۔

”تم سمجھتی کیوں نہیں ہو‘ میں مسز ملک کو کیا جواب دوں گی وہ شادی کی تیاریاں کررہی ہیں۔ تمہارے ایک غلط قدم سے تمہاری بہن کے مستقبل پر فرق پڑسکتا ہے وہ اس کا دیور ہے‘ ہم یونہی یہ رشتہ ختم نہیں کرسکتے۔“ وہ اسے حقیقت کے آئینہ میں اپنی حیثیت اور پوزیشن سمجھا رہی تھیں۔

”میں کچھ نہیں جانتی آپ نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا اور میں صرف اس وعدے کو لے کر اس شخصیت کی زندگی میں شامل ہوئی تھی جسے آپ نے میرے لیے پسند کیا تھا‘ ورنہ آپ اور ارشین اچھی طرح واقف تھیں میری زندگی میں معصب کے علاوہ کسی کی جگہ نہ تو ہوسکتی ہے اور نہ کبھی تھی جبکہ وہ آچکا ہے تو آپ منع کررہی ہیں‘ وضاحتیں اور دلائل دے رہی ہیں‘ میں ان سب کو نہیں مانوں گی مما۔“ وہ سختی سے گردن ہلا کر ضدی ہٹیلے لہجے میں بولی تو مسز افتخار اس کی صورت دیکھنے لگیں۔

”کیا تم ایک اس شخص کی خاطر جو سات سال پہلے اپنی فیملی کے ساتھ اپنے مفاد کے لیے تمہیں تنہا چھوڑ کر چلا گیا تھا اپنی فیملی کو شرمندہ کرواؤ گی۔ تم ہمیں ذلیل کروانا چاہتی ہو تاکہ سارے شہر میں ہماری عزت کے تماشے لگیں۔ تمہارے ڈیڈ اور میں کس کس کو جواب دیتے پھریں گے‘ کیا صفائیاں پیش کریں گے یہ منگنی ہم کیوں ختم کررہے ہیں۔“ وہ نرمی کے ساتھ اسے سمجھانے لگیں تاکہ وہ محبت کے اثر سے نکل کر سوچ سکے۔

”مجھے دنیا والوں کی پروا نہیں ہے میری بلا سے کچھ بھی کہتے پھریں میں صرف یہ جانتی ہوں کہ وہ شخص میری خاطر لوٹ آیا ہے اور میں اسے مایوس نہیں کرسکتی‘ کل قدرت نے آزمائشوں اور مجبوریوں کی دیوار کھڑی کرکے ہمیں الگ ہونے پر مجبور کردیا تھا مگر آج تقدیر ہمارا ساتھ دے رہی ہے تو آپ منع کررہی ہیں میں اس بات کو نہیں مانوں گی کسی قیمت پر نہیں۔“ وہ شدید برہمی کی کیفیت میں ہٹیلے پن سے بولی اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔

”جو اولاد ماں باپ کو دکھ دیتی ہیں وہ کبھی خوش نہیں رہتی روشین اگر تم ہمارے دل پر پاؤں رکھ کر اپنی خوشی پوری کرنا چاہتی ہو تو کرو میں تمہارے پپا اور ارشین اس میں شامل نہیں ہوں گے۔“ انہوں نے قطعی لہجے میں کہا تھا اس کے ہٹیلے انداز نے ان کی آنکھوں کو نم کردیا تھا وہ ان کی لاڈلی بیٹی تھی اور آج اپنی خوشی کے لیے وہ انہیں نظر انداز کررہی تھی وہ اس کی اجنبیت سہہ نہیں پارہی تھیں۔

”اوہ مما آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں میں معصب کے علاوہ کسی کو نہیں سوچ سکتی‘ کسی کی نہیں ہوسکتی پلیز مجھے ایسے فیصلے کے لیے مجبور مت کریں جو مجھے زندہ درگور کردے۔ میں آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتی اگر معصب نہیں تو پھر عاشر بھی نہیں۔ مجھے کسی سے کوئی رشتہ نہیں قائم کرنا‘ آپ آئندہ اس موضوع پر بات نہیں کریں گیں میں بھی طے کرلوں گی کہ میری لائف میں خوشیوں کی عمر کم ہے۔“ وہ اٹل لہجے میں بولی تو وہ تڑپ اٹھیں اور اس کا چہرہ ہاتھوں میں لیتے ہوئے پیار سے بولیں۔

”پلیز اس طرح مت کرو اپنی زندگی ایک بے وفا شخص کے لیے برباد مت کرو وہ تمہیں کچھ نہیں دے سکتا۔ میں جانتی ہوں وہ تم سے شادی نہیں کرے گا (عاشر) والے قصے کو ختم کروانے کی غرض سے وہ واپس آیا ہے اگر اسے تمہارا احساس ہوتا تو کل وہ عفرا سے شادی کرکے اسے اپنی زندگی میں شامل نہیں کرتا۔ تمہارے لیے اپنی ماں کے آگے اسٹیپ اٹھاتا انہیں انوئنس کرتا۔“ روشین نرمی سے ان کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے [illegible] سے بولی۔

”میرے بھائی نے۔۔۔ آپ قائل ہوگئیں......نہیں

ناں۔ ممانی جان بھی آپ کی طرح ہی ہیں وہ بھی کل نہیں مانی تھیں آپ والدین تمام عمر جذباتی طور پر اولاد کو اپنے مفاد کے لیے بلیک میل کرتے رہتے ہیں کبھی اولاد کے دل میں جھانک کر نہیں دیکھتے کہ یہ فیصلے ان کی خوشیوں کو ان کے دلوں کو اندر سے کتنا خالی اور ویران کردیتے ہیں۔ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے‘ بس ایک ہی درخواست ہے معصب نہیں تو پھر کوئی بھی نہیں۔ مجھے تنہا ہی جینے دیں۔“ اس نے فیصلے کا اختیار انہیں سونپا تھا‘ اس کے چہرے کے رنگ بجھ گئے تھے آنکھیں ضبط کی کوشش میں سرخ ہورہی تھیں وہ بے بسی و شکست کی کیفیت میں وہاں سے نکلی تھیں۔ دروازے کے پیچھے سے اس کی سسکیوں اور رونے کی آواز انہیں غم سے دوچار کررہی تھی‘ وہ دل پکڑے کچھ دیر نڈھال کیفیت میں وہیں کھڑی رہیں پھر ڈوبتے دل کے ساتھ کمرے میں لوٹی تھیں۔

نیند بھی اللہ کی عظیم نعمت ہے جو آج کی رات ان کی آنکھوں سے روٹھ چلی تھی بیٹی کو آنسوؤں میں ڈبو کر وہ کیسے سکون سے سوسکتی تھیں انہوں نے بیڈ پر لیٹے شوہر کو سکون سے سوتے دیکھا اور ایک آہ بھری۔

”لاعلمی بھی کتنی بڑی نعمت ہے۔“ لمحہ بھر کو وہ سوچ کر رہ گئیں روشین نے ایک بار پھر ان کے فیصلوں سے انحراف کرکے انہیں تکلیف پہنچائی تھی مگر وہ کیسے اور کیونکر اس کی یہ ضد مان سکتی تھیں۔ ایک طرف وہ تھی اور اس کی خوشیاں دوسری طرف ارشین اور اس کا گھر تھا‘ کیا وہ ایک بیٹی کے لیے دوسری بیٹی کا گھر اجاڑ سکتی تھیں پھر وہ جس معاشرے میں زندہ تھیں‘ وہاں لوگوں کے طعنے ان کے طنز ان کی چبھتی ہوئی باتیں اور مذاق اڑاتے لفظ انہیں اور ان کی فیملی کو جینے نہیں دیتے اگر وہ روشین کے حق میں فیصلہ کرتیں۔ انہوں نے دوٹوک معصب سے بات کرنے کا سوچا وہ ان کا لاڈلا بھتیجا تھا ان کے دل سے بہت قریب تھا جو وقت کی دھول نے رشتوں کی اہمیت کو دھندلا دیا تھا مگر وہ اچھی طرح جانتی تھیں وہ ان کا وہ بھتیجا تھا جو ان کے کسی بھی حکم اور بات سے کبھی منہ نہیں موڑتا تھا۔

وہ انہیں اپنی ماں کی طرح ہی اہمیت دیتا تھا۔ معصب کے خیال نے انہیں افسردہ کردیا‘ معصب کے ساتھ ان کے بھائی کا جو احساس جڑا تھا اس نے ان کی آنکھوں کو نم کردیا۔ چند سالوں پہلے وہاج ہاؤس میں وہاج احمد کے انتقال کے بعد ان کے رشتوں کے درمیان کچھ بچا ہی نہیں وہ جو اپنے بھائی کی لاڈلی و عزیز بہن تھیں جن کے آگے وہ ثمرہ بیگم کی بھی نہیں سنتے تھے ان کے دل کی خوشی کا پاس رکھنے اور رشتوں کو مزید مضبوط کرنے کے لیے انہوں نے کم عمری میں ہی معصب اور روشین کی بات طے کی تھی حالانکہ اس رشتے اور فیصلے سے ثمرہ بیگم ناخوش و ناراض ہی رہیں مگر شوہر کی مرضی کے آگے ان کی ایک نہیں چلتی تھی وہ رودھو کر چپ ہورہیں اور اس فیصلے کو کل پر ڈال دیا یہ سوچے بغیر کہ کم عمری کے فیصلے بے شک ناپید ہی سہی مگر بچوں کے دلوں میں گہری جگہ بنالیتے ہیں اس وقت معصب سولہ سال کا تھا اور روشین بارہ سال کی تھی دونوں ایک ہی اسکول میں زیر تعلیم تھے اور ان کی اچھی دوستی گزرتے وقت کی آگہی کے ساتھ گہری محبت و چاہت میں ڈھلتی چلی گئی۔

نکہت بیگم اس رشتے سے خوش تھیں یہ سوچے بغیر کہ (ثمرہ بیگم) کی ناپسندیدگی اس رشتے میں شامل ہے وہ اپنے بھائی کے فیصلے پر خوش اور مطمئن تھیں۔ ثمرہ بیگم سے ان کے اختلاف کی کہانی نئی نہیں تھی وہ شروع سے ہی بہن‘ بھائی کے اس پیار و سلوک سے چڑتی آئی تھیں اور وہاج ہاؤس میں ان کی آمد وہاج احمد اور معصب کے علاوہ کوئی بھی پسند نہیں کرتا تھا نہ ثمرہ بیگم اور نہ ہی ان کی دونوں بیٹیاں جینا اور حنا جن کے دلوں میں ان کی ماں نے ویسا ہی زہر بھر دیا تھا جو ان کے اپنے دل میں نکہت بیگم کے لیے تھا۔ شوہر کی خاطر انہیں وہاج ہاؤس میں آنے سے منع نہیں کرسکتی تھیں اور بیٹے کے لگاؤ اور توجہ پر بھی انہیں بہت غصہ رہتا تھا وہ چاہتی تھیں جیسے دونوں بیٹیاں پھوپی سے بے زارگی کا شکار رہتی ہیں اور لیے دیئے طریقے سے ملتی ہیں معصب بھی ان کی گرم جوشی اور پیار کے جواب میں بیزارگی دکھائے مگر یہاں آکر وہ بے بس ہوجاتی تھیں۔

معصب اپنے باپ کی طرح پھوپی سے بے حد محبت رکھتا تھا اور ان کا بے حد فرماں بردار تھا اس کے حسین سلوک سے وہاج احمد کو تسلی رہتی تھی کہ ان کا فیصلہ روشین کے سلسلے میں سہی تھا کم از کم ان کا بیٹا ان کے فیصلے کی لاج رکھے گا۔ رشتوں کو آنے والے وقت میں جوڑے رکھے گا مگر کل کی کس کو خبر تھی وہاج احمد ایک ایکسیڈنٹ میں کیا جاں بحق ہوئے وہاج ہاؤس کے دروازے جیسے ان پر تنگ کردیئے گئے۔ ثمرہ بیگم کا ہتک آمیز رویہ نفرت انگیز تھا' وہ وہاج احمد کے بعد کھل کر اپنی بے زارگی اور نفرت ظاہر کرنے لگیں حالانکہ نکہت بیگم ان کا دکھ کم کرنے اور اپنا غم ہلکا کرنے جاتی تھیں مگر ثمرہ بیگم ان کی صورت دیکھنے کی بھی روادار نہ تھیں ان کے بے زار رویے اور طنز و تشنعوں سے گھبرا کر نکہت بیگم نے وہاں جانا کم کردیا۔

معصب ان سے ملنے روز ہی آتا تھا وہ ماں کی طرح خود غرض اور مفاد پرست نہ تھا' اسے پھوپی کے غم اور دکھ کا احساس تھا اور ماں کے غلط رویے کا بھی جس کی تلافی کرنے کی وہ ہر ممکن کوشش کرتا رہتا تھا۔ ثمرہ بیگم نے اپنا سارا بزنس اپنے بھائی کے حوالے کردیا کیونکہ معصب کے ایم بی اے کے پیپرز ہونے والے تھے اور وہ چاہتی تھیں وہ مطمئن ہوکر اپنی ایجوکیشن مکمل کرسکے' ایک بار اس کا ایم بی اے مکمل ہوجاتا تو اسے ہی یہ سب سنبھلنا تھا انہیں اپنی مرضی کے بہت سے فیصلے کرنے تھے۔ اپنی بڑی بیٹی حنا کی منگنی ثمرہ بیگم نے اپنے بھائی کے بیٹے سمیر سے طے کردی اور اسی فنکشن میں مسز افتخار اور ان کی فیملی میں سے کسی کو انوائٹ کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اختلافات اور غلط فہمیوں میں یہ سب سے بڑی چوٹ تھی جو انہوں نے مسز افتخار کے دل کو پہنچائی تھی وہ روشین کے معاملے کو لے کر پہلی بار سیریس ہوئیں معصب کی محبت اپنی جگہ مگر بھاوج کا رویہ ناقابل برداشت تھا اور جہاں اتنی نفرتیں اور بے زارگی ہو وہاں وہ کس طرح اپنی پھول جیسی بیٹی کو دے سکتی تھیں جس نے ہمیشہ محبت بھرے رویے اور پیار ہی دیکھا تھا وہ کس طرح اسے ثمرہ بیگم کی نفرتوں کی ندر کرسکتی تھیں

انہوں نے صاف الفاظ میں معصب سے بات کی اور آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا۔

''میں مما کو راضی کرلوں گا آپ بدگمان مت ہوں۔'' وہ گڑگڑایا تھا۔

''کب...... کس طرح' تم دیکھ رہے ہو انہوں نے حنا کے سلسلے میں دیئے گئے فنکشن میں ہماری فیملی کو بلانا گوارا تک نہیں کیا وہ بھائی کے بعد اجنبی ہوگئی ہیں اور ہم سے بھی یہی چاہتی ہیں کہ ہم بھی پرائے ہوجائیں ایسے مایوس کن ماحول میں تم پھول کھلنے اور محبت پیدا کرنے کی بات کرتے ہو تمہیں اندازہ ہے ان کے اس بی ہیوئیر کو تمہارے پھوپا افتخار نے کتنا مائنڈ کیا ہے وہ سخت خفا ہیں اس رشتے داری اور اختلافات سے اور میں بیٹا......'' وہ رکی تھیں اور ٹھنڈا سانس بھرا۔ ''میں تمہیں مزید امید نہیں دلا سکتی کیونکہ رشتوں کو آخری مقام تک لانے والی تمہاری ماں خود ہے میں لاکھ چاہنے کے باوجود اس عورت کی کبھی غلط فہمیوں اور ناراضگی کو ختم نہ کرسکی تو تم کس طرح کرسکتے ہو۔ بہتر ہے روشین کے معاملے میں ہم نئے سرے سے سوچیں اور تم بھی یہاں آنا بند کردو کیونکہ جو راستے منزل تک نہیں جاتے ان کے کوس نہیں گننے چاہیں۔'' انہوں نے اسے مایوس کیا تھا۔

''پھوپی امی...... پلیز مجھے ایک موقع دیں میرا ایم بی اے کا رزلٹ آنے والا ہے میں خود مختار ہوں' اپنے فیصلے لے سکتا ہوں۔ آپ اچھی طرح جانتی ہیں میں روشین سے کتنی محبت کرتا ہوں اور...... وہ بھی...... پاپا کے فیصلے کو انکار کرکے شرمندہ نہ کروائیں۔ میں ممی کو منا نہیں سکا تو کبھی اس طرف کا رخ نہیں کروں گا مجھے اپنے دفاع میں لڑنے دیں تھوڑا وقت دیں' میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔'' وہ بڑے اعتبار کے ساتھ ان کا اعتماد بحال کرکے گیا تھا مگر آنے والے وقت نے ثابت کیا کہ معصب وہاج ایک عام سا مرد اور دعویدار تھا جس کے جذبات کی کوئی اہمیت نہیں تھی اس نے وہی کیا جو ثمرہ بیگم نے چاہا تھا۔ خاموشی کے ساتھ تمام بزنس وائنڈ اپ کرکے وہ لوگ آسٹریلیا

چلے گئے اور وہیں ثمرہ بیگم کی بھانجی عفرا سے اس کی شادی کردی گئی تھی۔

روشین کی تڑپ اس کے آنسو' اس کا دکھ انہوں نے جھیلا تھا' انہوں نے دل پر محسوس کیا تھا اور آج اتنے سالوں بعد جبکہ وہ سنبھل چکی تھی اسے بھولنے کی شروعات کرچکی تھی اس نے ماں باپ کے حکم پر عاشر سے منگنی بھی کرلی تھی تو وہ ایک بار پھر انہیں اور ان کی زندگی کو متاثر کرنے چلا آیا تھا اور ان کی دیوانی بیٹی سب کچھ بھول کر اس کے پیچھے ہولی تھی۔ اس نے ماں باپ کی عزت ان کی ریپوٹیشن اور اس بات کا بھی احساس نہیں کیا کہ اس کے اس قدم سے معاشرہ اس پر ان کی فیملی پر انگلیاں اٹھائے گا ان کا تماشہ بن سکتا تھا۔ وہ بے خبر انجان رہنا چاہتی تھی اور آنکھیں بند کرکے معصب کے پیچھے چلنا چاہتی تھی مگر اس بار وہ معصب کے ارادے کامیاب نہیں ہونے دینا چاہتی تھیں وہ روشین کو اس کے سحر سے آزاد کرنا چاہتی تھیں مگر کس طرح یہ وہ سوال تھا جسے انہیں حل کرنا تھا۔

❁......❁......❁

''تم نے پھوپی امی سے بات کی؟'' حنا نے کافی سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے معصب سے پوچھا۔

''کس منہ سے کروں کوئی راستہ بچا ہے' ان کی طرف جانے کا۔'' اس کے لہجے میں گہرا ملال تھا۔

''میں نے ممی کو پہلے بھی سمجھایا تھا' دوسری شادی ہی کرنی تھی تو وہاں آسٹریلیا میں بھی بہتری لڑکیاں تھیں اول تو عفرا اور تمہیں کوئی بچہ ایڈاپٹ کرلینا چاہیے تھا۔ شادی کے جھنجھٹ میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی مگر ممی کو تمہاری اولاد دیکھنے کی بھی خواہش اور آرزو ہے اور پھر اس سب کے لیے روشین ہی کیوں؟ دنیا میں اچھی لڑکیوں کی کمی تھوڑی ہے۔'' وہ معصب کے واپس آنے اور روشین کے پرپوزل کو لے کر سخت بے زار تھی اس کے نزدیک یہ حماقت بھرا فیصلہ تھا۔

''ممی کو اچھی لڑکی کی کب ضرورت ہے وگرنہ وہ عفرا کو بہو کیوں بناتیں۔'' وہ خفیف سا مسکرایا۔

''تھوڑی ماڈرن اور آزاد ہے اور ضدی بھی مگر وہ تم سے کتنی محبت کرتی ہے۔'' حنا نے کمزور سا جواز پیش کیا۔

''ہاں بہت محبت کرتی ہے تبھی طلاق کی بات کرتی ہے۔'' معصب طنز سے مسکرایا۔

''کیا طلاق...... مگر اس نے تو خود تمہیں دوسری شادی کی اجازت دی ہے اس سب میں طلاق کہاں سے آگئی؟'' حنا اس کی بات پر پریشان ہوگئی' معصب نے مختصراً اسے عفرا کی تمام باتیں بتادیں کیونکہ آنے والے کل میں اسے قصداً کھلنا ہی تھا۔

''اب کیا ہوگا معصب' مما کو کتنا دکھ ہوگا بہت تکلیف پہنچے گی جب وہ یہ سب سنیں گی۔'' حنا حقیقتاً پریشان ہوچکی تھی۔ سمیر سے شادی کے بعد وہ پاکستان میں ہی تھی آسٹریلیا شفٹ ہوتے وقت ثمرہ بیگم اپنی کوٹھی حنا کے حوالے کرگئی تھیں۔ ان کا خیال تھا اگر کبھی پاکستان واپس آنا ہوا تو اپنی جگہ ہونی چاہیے اس لیے حنا اپنے شوہر سمیر اور بچے (آفان) کے ساتھ وہاج ہاؤس میں آباد تھی اور پاکستان آنے کے بعد معصب اپنے ہی گھر ٹھہرا تھا۔ وہ عفرا کے ارادوں سے ڈسٹرب ہوگئی تھی ماں دور تھی وہ ان کا درد نہیں بانٹ سکتی تھی اس لیے ان کی فکر بھی حد سے زیادہ کرتی تھی۔ وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ روشین کے حوالے سے ثمرہ بیگم نے ہی معصب کو پاکستان بھیجا تھا۔ پہلی بار جب انہوں نے روشین کا نام لیا تو وہ چند ثانیے کے لیے انہیں دیکھتا رہا۔

آج وہ اپنی مرضی اور خوشی کے سودے کے لیے اس لڑکی کے ساتھ کرنا چاہتی تھیں جس کا وجود انہیں گوارا نہ تھا جس کے لیے وہ سوچتی تھیں کہ کہیں وہ معصب کو ان سے چھین نہ لے ان کے وجود سے دور نہ کردے اس قسم کے واہمات کا وہ شکار رہتی تھیں۔

''روشین ہی کیوں؟'' اسے اپنی آواز کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

''روشین اس لیے کہ تم اس سے پیار کرتے ہو اور وہ بھی ایک محبت کرنے والی عورت ہے اپنی زندگی میں قربانی کی

اہمیت کو سمجھتی ہوں ہم کل اس سے اس کا بے بی مانگ بھی لیں تو وہ تمہاری محبت کے لیے اسے ہماری گود میں ڈال دے گی انکار نہیں کرے گی دوسری عورت سے اس طرح کی قربانی کی امید نہیں کی جاسکتی۔" وہ بڑی سفا کی سے اس کے دل پر چھریاں چلارہی تھیں۔

"کل آپ نے روشین سے میری شادی اس لیے نہیں ہونے دی کہ آپ کو ڈر تھا کہیں پاپا کی طرح آپ مجھے بھی کھو نہ دیں حالانکہ پاپا آپ کو اپنی زندگی میں بہت اہمیت دیتے تھے مگر اس کے ساتھ کچھ اور رشتوں کی اہمیت اور ان کے مقام کو بھی سمجھتے تھے مگر یہ بات آپ تمام عمر سمجھ نہ سکیں۔ آج آپ اپنی زندگی کی ویرانی و تنہائی کو دور کرنے کے لیے اسی لڑکی کا انتخاب کرنا چاہتی ہیں جسے کل آپ کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں تھیں جب آپ اپنے پلے پلائے بیٹے کو کسی کو نہیں سونپ سکتیں تو پھر کسی سے اس بات کی امید اور قربانی کی توقع کیوں رکھتی ہیں کہ وہ آپ کی خواہش و مرضی کے آگے سر جھکائے گا۔ میں روشین پر یہ ظلم نہیں کرسکتا اس سے بہتر ہے وہ کسی اور کے ساتھ رخصت ہوجائے اور اپنی زندگی مکمل خوشیوں کے ساتھ گزارے میں یہ گوارہ کرسکتا ہوں۔" اس کی آنکھیں شدت ضبط سے سرخ ہوگئیں۔

"میں جانتی ہوں ان سات سالوں میں تم عفرا کے ساتھ مکمل خوش اور وابستگی کے ساتھ نہیں رہے' عورت اگر مخلص محبت کرنے والی وفادار ہو تو پتھر سے پتھر مرد بھی اس کی محبت کی آنچ سے پگھل جاتا ہے مگر عفرا میں یہ صفات ناپید ہیں اور اب تو وہ خود بھی یہی چاہتی ہے کہ تم دوسری شادی کرلو اسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم جانتے ہو میں کبھی روشین کے لیے نہیں مانتی مگر تمہیں یوں اداس تنہا اور بجھا ہوا دیکھتی ہوں تو اب میرا بھی یہی دل چاہتا ہے کہ تم اپنی مرضی کرلو۔ چھ مہینے اِدھر اور چھ مہینے اُدھر پاکستان میں رہ لینا مگر خوش رہو۔" وہ نئی بات سنارہی تھیں معصب نے بے یقینی سے ماں کی طرف دیکھا۔

"حنا بتارہی تھی نگہت نے کچھ مہینے پہلے روشین کی منگنی کردی ہے اور شاید شادی اسی سال کے آخر تک کردے گی۔ میں چاہتی ہوں تم پاکستان جاؤ اور ایک بار اپنے نصیب کے لیے کوشش کرو' ہوسکتا ہے اس بار تمہاری کوششیں بارآور ثابت ہوں۔" وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے اسے زندگی کی نوید سنارہی تھیں۔

"کیا یہ سب اتنا آسان ہے جتنا آپ سوچ رہی ہیں؟" وہ بے یقینی وافسردگی سے سر پکڑتے ہوئے بولا۔

"ہوں' مجھے معلوم ہے جس طرح تم اسے یاد کرتے ہو وہ بھی تمہیں اب تک بھولی نہیں ہوگی' یہ محبتیں ہی ہوتی ہیں جو ناممکن کو ممکن بنادیتی ہیں۔" وہ اسے نئی راہ پر ڈال کر چلی گئی تھیں۔ سات سال پہلے کس درد اور اذیت کا سفر طے کرکے وہ عفرا کے ساتھ آسٹریلیا آیا تھا' ایک نئی زندگی کا سفر شروع کرنے۔

"تم اس طرح نہیں کرسکتے میرے ساتھ' اب جبکہ میں تمہاری محبت میں اتنی دور آچکی ہوں تمہارے بغیر رہ نہیں سکتی تو تم کہہ رہے ہو تم نے اپنی ممی کا فیصلہ ماننے کا عہد کرلیا ہے اور میرے ساتھ کیے ہوئے وعدے وہ کیا ہوئے۔ کیا ان کی کوئی اہمیت' کوئی اوقات نہیں تھی میں روشین افتخار تمہارے لیے ٹائم پاس کا ذریعہ تھی جب تک تم نے مجھ سے دل چاہا بہلایا' میرے جذبات سے کھیلے اور اب تم اپنی ماں کی مرضی پر چلنا چاہتے ہو۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی معصب' میں تمہیں عفرا کا نہیں بننے دوں گی یہ میری محبت اور میرے ساتھ ظلم ہے۔ تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔" وہ اس کا گریبان جھنجھوڑ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی' معصب کے لیے اس کا یہ جارحانہ رویہ حسب توقع تھا یہ اتنی آسان اور معمولی بات نہیں تھی کہ وہ کہتا اور اس نے مان جانا تھا ایک درد کا سمندر تھا جسے دونوں کو ہی اذیت کے ساتھ طے کرنا تھا' اس نے نرمی کے ساتھ اس کے آنسو پونچھنے چاہے تو روشین نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"اس طرح مت کرو پلیز میں مرجاؤں گی تمہارے بغیر' اس طرح مت کرو' کہہ دو تم مذاق کررہے ہو۔ ایسا کچھ

نہیں ہے' امی نے ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا جس سے ہم جدا ہوجائیں۔ تم مجھ سے دور ہوجاؤ کہہ دو معصب...... یہ سب جھوٹ ہے۔" اس کی آنکھوں سے تواتر آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ معصب کے دل سے لگ کر آنسوؤں میں بہہ رہی تھی' اسے اپنا سر درد سے پھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ وہ اسے اس طرح سمجھا سکتا تھا نہ وہ بہل سکتی تھی اور نہ ہی اس کی مجبوریوں کو سمجھ سکتی تھیں۔ ایک طرف وہ تھی خوشی' آرزو اور محبت دوسری طرف ماں تھی اس کے فیصلے تھے اور مجبوریاں وہ کسی کے لیے بھی کسی کی طرف سے منہ نہیں موڑ سکتا تھا۔

"تم مجھ سے کتنی محبت کرتی ہو روشین......؟" وہ اسے بازوؤں میں لیتے ہوئے عجیب سے لہجے میں بولا۔

"مجھے نہیں معلوم...... بس میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی' تم نہیں ہوگے تو میں ختم ہوجاؤں گی۔ زندگی موت بن جائے گی۔" وہ بھیگے لہجے میں بولی' اس کے آنسوؤں نے اس کی شرٹ کو گیلا کردیا تھا۔

"ایک فیصلہ میری ماں نے کیا ہے اور وہ بہت مشکل ہے اذیتوں بھرا تکلیف دہ سفر ہے جو مجھے طے کرنا ہے اگر تم بھی اپنی محبت سے مجھے کمزور کروگی تو میں یہ سفر طے نہیں کرپاؤں گا۔ میرا دل پھٹ جائے گا' میں ٹکڑوں میں بٹ جاؤں گا پھر ایک حصہ تم رکھ لینا اور ایک حصہ میری ممی کو بھجوا دینا۔" اس کے لہجے سختی اور سفا کی نے روشین کے روتے ہوئے وجود کو سہادیا۔ وہ گم صم ہوکر اس کی صورت دیکھنے لگی جس چہرے پر حالات نے محبت کو مٹا کر غم رقم کردیا تھا اگر وہ تکلیف میں تھی تو کیا اسے روشین سے الگ ہونے کا دکھ نہیں تھا یہ تکلیف تو دونوں نے ہی کاٹنی تھی۔

"معصب...... اس طرح مت کہو' میں تمہیں کھونے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔" وہ سہم کر اس کے بازو سے لگ گئی اس کے الفاظ اسے ڈرادیا تھا۔ وہ زندگی کے جوش سے بھرا شخص آج اتنا مایوس اور دلگیر تھا کہ موت کی بات کررہا تھا کیا ان سب کی محبتیں اس کے لیے زہر بن گئی تھیں جو وہ اتنا غمگین تھا۔ وہ اسے یوں ٹوٹا ہارا اور مایوس نہیں دیکھ سکتی تھی وہ اس کی زندگی تھا۔ اس کی محبت خوف بن کر اس کی رگوں میں دوڑتی تھی وہ اسے اس آزمائش سے نکال سکتی تھی صرف اپنا آپ مارنا ہوتا ہے اپنے جذبات واحساسات کا گلہ گھونٹنا ہوتا ہے پھر فیصلے آسان ہی ہوجاتے ہیں اور اس نے یہ بات اسی وقت سمجھ لی تھی جب ثمرہ بیگم کو ہسپتال میں دیکھا تھا۔ آنے والے وقت میں فیصلے آسان نہیں ہوں گے اور آج وہ دیکھ رہی تھی' زندگی نے اس دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا جہاں ان کے راستے نہیں ملتے تھے۔

"مجھے گھر ڈراپ کردو معصب۔" اس نے شکستہ لہجے میں اس سے درخواست کی تھی اور گاڑی میں جابیٹھی۔ اس کے چہرے پر پھیلا ہوا حزن وغم کی کہانی سنارہے تھے۔ وہ ٹوٹ چکی تھی اس نے تقدیر کے فیصلے کو منظور کرلیا تھا' معصب اسے گھر سے دور ساحل پر اس لیے لایا تھا تاکہ تسلی کے ساتھ وہ اسے سمجھا سکے بہلا سکے اس فیصلے سے آگاہ کرسکے جو نصیب نے ان کے مقدر میں لکھ دیا تھا۔ جانے سے پہلے وہ آخری بار اسے دیکھنا اور ملنا چاہتا تھا اور اب دل کی یہ خواہش تھی کہ راستہ ختم نہ ہو یہ ملاقات کم نہ ہو۔ معصب نے ضبط کے پہرے باندھتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی تھی وہ اسے دیکھنا نہیں چاہتا تھا کہیں اس کی محبت اس کے قدم زنجیر نہ کردے مگر اسے شدت سے احساس تھا اس کے برابر بیٹھا ہوا وجود اس کے سفاک فیصلے سے آنسوؤں میں ڈوب گیا تھا۔

"کیا تم واپس آؤ گے؟" روشین نے آخری بار اس سے بڑی آس کے ساتھ پوچھا تھا۔ راستہ ختم ہوچکا تھا اور مقدر میں جدائی رقم ہوگئی تھی معصب نے خالی خالی آنکھوں سے اس کے بھیگے شہابی روپے کو دیکھا اور نفی میں سر نہ ہلا سکا حالانکہ وہ چاہتا تھا کہ وہ اس کا انتظار نہ دیکھے اسے یاد نہ کرکے اسے بھول جائے۔ اپنی نئی زندگی شروع کرسکے مگر اس کے نازک ہاتھ اس کے ہاتھ پر ٹھہرے تھے وہ اسے مایوس نہ کرسکا۔

"ہاں میں آؤں گا اور اگر لوٹ آیا تو صرف تمہارا ہوکر رہوں گا۔" اس نے اس کے نازک ہاتھوں کو اپنے مضبوط

ہاتھوں میں تھامتے ہوئے اس کی آس کو زندہ رکھا تھا اسے مکمل مایوسی کے اندھیروں میں ڈوبنے سے بچایا تھا اس کے چہرے پر روشنی سی پھیل گئی وہ روتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گئی تھی اور وہ گھر لوٹ آیا تھا۔

رات کی فلائٹ سے وہ اپنی فیملی اور عفرا کے ساتھ آسٹریلیا جا رہا تھا' زندگی کا حسین باب بند ہو چکا تھا اور اب نئی زندگی' نیا ہمسفر' نئی آزمائشیں اس کی منتظر تھیں۔ یہاں آ کر اس نے اپنے آپ کو بزنس سیٹ کرنے میں لگا دیا' عفرا ایک خود پسند' ستائشی اور آزاد خیال مغرور لڑکی تھی' وہ معصب کے ٹوٹے ہوئے دل اور بجھی آنکھوں میں پیار کی جوت جگانے سے زیادہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلنے اور اپنی خوشی دیکھنے کی عادی تھی وہ اس کے بیزار رویے سے اکتا کر اپنی دنیا میں مست ہو گئی۔ اس شادی نے اسے اور خود مختار' آزاد اور بے باک کر دیا تھا۔ وہ اپنی جاب اور دوستوں میں مگن رہتی' اسے معصب اور گھر سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ثمرہ بیگم نے اپنی بہن سے کئی بار عفرا کے حوالے سے بات کی مگر وہ ان کی کوئی تسلی نہ کرا سکیں کیونکہ وہ خود اس کی آزاد روش سے عاجز تھیں۔ گھر کے سکون اور زندگی کی آسانی کے لیے بہتر تھا کہ عفرا کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ انہیں چند مہینوں میں ہی اندازہ ہو گیا کہ نگہت افتخار کو نیچا دکھانے اور تکلیف پہنچانے کے لیے انہوں نے بیٹے کی زندگی کو اپنے ہاتھوں سے برباد کر ڈالا تھا ان کی بھانجی میں گھر بسانے اور شوہر کے دل سے جڑنے کی کوئی صلاحیت نہیں تھی۔ وہ چاہتی تھیں معصب اپنے طور پر عفرا کو کنٹرول کرے مگر معصب نے اپنے آپ کو بزنس کی سرگرمیوں میں مصروف کر لیا تھا۔

گزرتے وقت کے ساتھ پچھتاوے گہرے ہوتے گئے' ملال بڑھتا گیا۔ پوتا' پوتی کی خواہش ان کے دل میں گہری ہوتی گئی اور اس سلسلے میں کئی بار انہوں نے عفرا سے بات کی۔ گھر کے سناٹے اور خاموشی انہیں کاٹنے کو دوڑتے تھے وہ ان کی خواہش پر ہنس دی۔

''اوہ آنٹی...... آپ سارا دن گھر میں بور ہوتی ہیں' سوشل ایکٹیوٹیز میں حصہ لیں۔ مما کی طرف چلی جایا کریں یا پھر ارد گرد اچھی فیملیاں ہیں ان سے رابطہ کر لیں' دوست بنائیں یہی تو زندگی ہے اسے انجوائے کر کے گزاریں۔ ابھی تو میں خود کم عمر ہوں کس طرح کوئی بے بی افورڈ کر سکتی ہوں۔ بچوں کے اتنے مسائل ہوتے ہیں' تنگ کرتے ہیں زندگی پریشان ہو جاتی ہے اور مجھے اپنی زندگی یونہی اچھی لگتی ہے آزاد' مست اور خوشیوں سے بھری ہوئی۔'' اس نے اپنے ریپک کٹنگ میں آگے آئی ریشمی زلفوں کو ہاتھ سے پیچھے کرتے ہوئے اپنا پوائنٹ آف ویو ظاہر کیا تھا۔

''مگر بیٹا...... بچے بھی زندگی کی سچی خوشیاں اور انسان کی وہ دولت ہوتے ہیں جو اللہ نصیب والوں کو عطا کرتا ہے۔'' انہوں نے اپنے طور اسے سمجھانا چاہا۔

''پلیز آنٹی بور نہ کریں مجھے ایسی باتوں سے خوشی نہیں ہوتی اگر بچوں کی ہی خواہش تھی تو آپ کو چاہیے تھا پاکستان میں اپنے بیٹے کی شادی اس لڑکی سے کر دیتیں جس کا غم آپ کا بیٹا اب تک منا رہا ہے۔ میں اتنی ناسمجھ بھی نہیں ہوں کہ آپ کے بیٹے کی بے زارگی اور اکتاہٹ بھرا رویہ سمجھ نہ سکوں۔'' عفرا نے تنفر سے کہا تو وہ لحظے بھر کو خاموش ہو گئیں' سہم گئیں کہیں وہ یہ باتیں معصب کے منہ پر نہ کر دے اور اس کے زخم ہرے ہو جائیں۔

''ایسا کچھ نہیں ہے' وہ تو شروع سے ہی......'' انہوں نے کمزور جواز پیش کرنا چاہا۔

''دیکھیں آنٹی جیسا حساب چل رہا ہے' چلنے دیں۔ میں اپنی زندگی میں خوش ہوں اگر آپ ڈسٹرب کریں گی تو میں معصب سے علیحدگی اختیار کر لوں گی اور آپ جانتی ہیں یہاں یہ سب بہت آسان ہے۔'' وہ کہہ کر چلتی بنی اور انہیں گہری سوچ میں ڈال گئی۔ ابھی تو شادی کو سال بھر بھی نہیں ہوا تھا۔

وہ دنیا کے آگے تماشا نہیں بن سکتی تھیں انہوں نے اپنے ہونٹوں پر چپ کے تالے ڈال دیئے اور معصب کی اولاد کی خواہش کو دبا ڈالا۔ وقت کسی کے لیے رکتا نہیں' گزرتے وقت نے جہاں انہیں اندر سے کمزور کیا تھا وہیں

ان کا طنطنہ بھی ڈھل گیا تھا۔ آج اتنے سالوں میں وہ روشین کی بات کر رہی تھیں' اس خواہش کی بات جو اس کے دل سے جڑی تھی ایک عہد اس نے اپنی ماں سے کیا تھا اور کانٹوں پر چلتے ہوئے اس نے اسے پورا بھی کیا تھا۔ ایک وعدہ انجانے میں ہی سہی وہ روشین سے بھی کر کے آیا تھا جو تقدیر پورا کرنے کے راستے بنا رہی تھی ورنہ تو یہ ناممکن سی بات تھی کہ وہ کبھی پاکستان جاتا اور روشین کو اپنانے کی بات سوچتا۔

''میں نے سنا ہے تم پاکستان جا رہے ہو؟'' دو ہفتے بعد وہ کمپنگ سے اپنے دوستوں کے ساتھ لوٹی تھی' ویسی ہی فریش' حسین اور اکھڑ تیور لیے۔

''تمہیں کیا فرق پڑتا ہے میرے کہیں آنے جانے سے۔'' معصب نے سرسری لہجے میں کہا۔

''مجھے واقعی کوئی فرق نہیں پڑتا تمہارے دوسری شادی کے فیصلے تمہاری دوسری بیوی اور ہونے والے بچے سے۔ میں بھی عنقریب کوئی فیصلہ لینے والی ہوں جس طرح تم اپنی زندگی کی کمی اور ضرورتوں کو پورا کرنا چاہتے ہو اس طرح مجھے بھی ایسے ساتھی کی ضرورت ہے جو میرے مائنڈ اور مزاج کا ہو۔'' وہ صوفے میں دھنستے ہوئے گویا ہوئی۔ معصب کے لیپ ٹاپ پر چلتے ہاتھ رکے تو وہ اسے بند کر کے عفرا کی طرف متوجہ ہوا۔

''تم طلاق چاہتی ہو؟''

''ہاں لیکن پہلے تم فیصلہ کر لو پھر تاکہ میں اپنے گھر والوں کو جنید کے لیے کنوینس کر سکوں ورنہ وہ پہلے سے رونا دھونا مچا دیں گے۔'' عفرا نے بے زارگی سے کہا۔

''میرے کندھے پر بندوق کیوں رکھتی ہو تم تو اتنی لبرل ہو اپنے فیصلے خود کر سکتی ہو کوئی تمہیں فورس نہیں کر سکتا۔'' معصب نے سنجیدگی سے اسے ٹوکا۔

''وہ تو ٹھیک ہے مگر پاپا کا غصہ بہت عجیب و غریب ہے وہ پہلے بھی جائیداد کے حوالے سے فورس کرتے آئے ہیں اور تم جانتے ہو زندگی گزارنے کے لیے پیسے کا ہونا بہت ضروری ہے۔ میں کنگال ہو کر زندگی نہیں گزار سکتی۔''

وہ آزاد معاشرے کی آزاد شہری تھی اور اس کی ساری سوچیں بڑی خود غرض اور مفاد پرست ہوتی تھیں اس میں اس کے ماحول اور تربیت کا بھی ہاتھ تھا اسے قربانی' محبت اور وفا کے معنی نہیں آتے تھے وہ ان کی الف ب سے بھی واقف نہیں تھی' شوہر کو چھوڑنے اس کے دور جانے کا بھی اسے ڈر اور خوف نہیں تھا۔ شاید اس لیے کہ اس رشتے کی خوب صورتی اور محبت کو اس نے کبھی محسوس ہی نہیں کیا تھا۔ وہ دونوں اجنبیوں کی طرح لائف گزارتے آئے تھے اور اب وہ منزل آ چکی تھی جب ان کے راستے جدا ہونے جا رہے تھے تب بھی کوئی فرق پڑنے والا نہیں تھا۔

''تم جو بھی فیصلہ کرو مجھے آگاہ کر دینا' وہی ہوگا جو تم چاہتی ہو۔'' معصب نے اس کی بات مان لی تھی۔

''شکریہ' تم پاکستانی اس معاملے میں بہت اچھے ہوتے ہو' راضی بڑی جلدی ہو جاتے ہو۔'' وہ سکون سے مسکرا رہی تھی جلد ہی اس کے من کی مراد جو بر آنے والی تھی۔ معصب کے دل میں ہلکے سے ملال کا جو احساس تھا وہ عفرا سے بات کر کے جاتا رہا۔ ابھی گھر والے اسے دونوں کے ہی فیصلوں سے بے خبر تھے' ثمرہ بیگم صرف یہ جانتی تھیں کہ بیٹا ان کی آرزو پوری کرنے جا رہا تھا وہ بہو کے ارادوں سے بے خبر تھیں۔

* * *

''آپ نے روشین کا بی ہیویئر نوٹ کیا وہ مجھے فیانسی کیا کچھ بھی نہیں سمجھتی۔ اس سے تو بہتر تھا آپ مایا کے لیے مان جاتیں جو شکل و عقل سب میں اس سے بہتر تھی۔'' عاشر اپنی فیملی کے ساتھ ڈنر پر روشین کو بہت اصرار سے لے کر گیا تھا اور وہ تمام وقت ارشین اور اس کے دو سالہ بیٹے مونی میں ہی لگی رہی تبھی سے وہ جلا بیٹھا تھا۔

''بیٹا آپ کو بتایا تو تھا یہ شادی ایک ڈیل کی طرح ہے اس کو اتنا سر پر سوار کرنے کی ضرورت نہیں ہے' رہ گئی مایا وہ اگر راضی ہو گی تو بعد میں اپنی مرضی پوری کر لینا پراپرٹی حاصل کرنے کے بعد۔'' وہ روشین کے سہارے جائیداد کا ایک بڑا حصہ اپنے بزنس میں شامل کرنے والے تھے۔

مسز افتخار کی دو ہی بیٹیاں تھیں اور وہ دونوں ان کے گھر کی بہو بن جاتیں تو انہیں کتنا مالی فائدہ ہونے والا تھا عاشر اس بات کو سمجھتا نہیں تھا اس وقت بھی وہ چڑ سا گیا۔

''اتنی تو پراپرٹی ہے کیا کرنا ہے اتنے سارے پیسے کا' آپ لوگ رشتے بھی پیسہ دیکھ کر طے کرتے ہیں۔''

''اس سے آنے والے وقت میں تمہارے ہاتھ مضبوط ہوں گے' تم مالی لحاظ سے اسٹرونگ ہوگے ہمارا کیا ہے آج ہیں کل نہیں۔'' انہوں نے ساری بات اس کے کندھے پر رکھی۔

''مما...... میں کم از کم اس طرح نہیں سوچتا روشین کے چہرے پر مجھے صاف انکار لکھا نظر آتا ہے اس کی عدم دلچسپی اور بی ہیوئیر کہیں سے بھی وہ خوش دکھائی نہیں دیتی۔ وہ آج بھی اپنے اس فیانسی کو پسند کرتی ہے جس نے باہر جا کر شادی کرلی تھی۔'' وہ الجھ رہا تھا۔

''کیا فرق پڑتا ہے تم بھی تو مایا کو پسند کرتے ہو اور ویسے بھی یہ پسند' چاہت' شادی سے پہلے تک کی کہانیاں ہوتی ہیں۔ شادی اتنا بڑا چینج ہوتی ہے کہ پھر سب کچھ شوہر اور بچے تک محدود ہوجاتا ہے۔ وہ بھی اپنی زندگی میں ایڈجسٹ ہوجائے گی ایک بار رشتہ مضبوط ہونے دو۔'' مسز ملک سرسری انداز میں گویا ہوئیں۔ انہیں نہ بیٹے کے ارمانوں کی پروا تھی' نہ اس کی پسند ناپسند کا خیال تھا۔ انہیں روشین کی صورت میں جائیداد کا ایک بڑا حصہ ملتا نظر آرہا تھا جس سے وہ دستبردار ہونے کو تیار نہ تھیں۔

''مگر مما میری خوشی' میرے احساسات' جذبات کچھ نہیں' کم از کم آپ بھابی سے کہیں وہ روشین سے بات کریں تاکہ وہ اپنا بی ہیوئیر چینج کرے مجھے اس کا روڈلی انداز اچھا نہیں لگتا۔'' وہ ناراض دکھائی دے رہا تھا۔ مسز ملک نے ''ہوں'' کہتے ہوئے نیوز پیپر آنکھوں کے سامنے کیا تھا' روشین کو لے کر اندر سے پریشان وہ بھی تھیں مگر بظاہر پرسکون رہتی تھیں تاکہ دوسرے پریشان نہ ہوں۔ منگنی کے فنکشن کو اتنے مہینے ہوچکے تھے اپنائیت والی کوئی بات ہی نہ تھی' وہ مسز افتخار سے ملنے جب بھی گئی اول تو روشین گھر پر نظر نہیں آئی اور ایک دو بار ملاقات ہوئی بھی تو سرسری سی۔ عاشر کے خدشات بلاوجہ نہیں تھے' شادی کے لیے انڈراسٹینڈنگ اور محبت کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے اور روشین کے سلسلے میں ایسا کہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے گھر والوں کے آگے اور ان کے فیصلے سے مجبور ہو چپ چپ اداس سنجیدہ سی۔

''بیگم صاحبہ کافی......'' صغراں نے گرم کافی کا مگ ان کے سامنے دھرا تھا' وہ اپنی سوچوں سے چونک سی گئیں۔

''ارشین بی بی اٹھ گئیں۔'' انہوں نے ملازمہ سے پوچھا۔

''جی بیگم صاحبہ۔'' اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔

''ذرا بلا کر لاؤ۔'' انہوں نے پیغام بھجوایا' آخر عاشر کی الجھن کو لے کر انہیں ارشین سے بات تو کرنی تھی تاکہ وہ بہن کو سمجھا سکے اس رشتے میں جس کی بھی مرضی تھی روشین کو اپنے بی ہیوئیر کو چینج کرنے کی ضرورت تھی۔ اب وہ لوگ اتنے بھی گئے گزرے نہیں تھے کہ وہ انہیں نظر انداز کرتی رہے اور وہ اس پر اعتراض بھی نہ کریں۔ ارشین کی کلاس کی ضرورت تھی تاکہ وہ آگے روشین کی کلاس لے سکے' انہوں نے گرم کافی کا گھونٹ بھر کر وجہ اعتراضات شروع کرنے تھے کہ بہو کان دھر سکے' تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ارشین بیٹے کو اٹھائے وہیں چلی آئی۔

''گڈ مارننگ ممی۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا مگر مسز ملک کے تیور برہم ہی رہے وہ ایک بار شروع ہوئیں تو ارشین کو وہاں سے اٹھنا مشکل ہوگیا۔ اس کا چہرہ اتر گیا جس بات کا خدشہ تھا وہ آج ان کی زبان پر آچکا تھا اور ان سب باتوں کی ذمہ دار روشین تھی جس نے اپنے دل کے علاوہ کبھی کسی کے احساسات وجذبات کی پروا نہیں کی تھی۔ کیا تھا اگر وہ رات کے ڈنر میں عاشر سے مناسب رویہ رکھ لیتی اس سے بات کرلیتی' مسکرا لیتی۔ اسے سخت تاؤ آرہا تھا شادی کے ان تین سالوں میں پہلی بار اس کی ساس اس پر برہم ہوئی تھیں' وہ بھی روشین کے نامناسب رویے کی وجہ سے۔ ''کاش میں یہ منگنی نہ کرواتی'' پہلی بار ارشین کو اپنے

Pakistanipoint Waqar Azeem

فیصلے پر پچھتاوا ہوا۔ وہ کمرے میں لوٹی تو کتنی ہی دیر سر پکڑے بیٹھی رہی مسز ملک نے دوٹوک بات کی تھی۔

''اگر روشین کا یہی بی ہیوئیر رہا تو وہ شادی کی ڈیٹس کے لیے سوچیں گی' آیا یہ رشتہ رہنا چاہیے یا نہیں؟'' اب جبکہ تمام تیاریاں ہوچکی تھیں' شادی کا یوں ختم ہوجانا ایک بڑا ایشو بن جاتا کس کس کو جواب دیتے پھرتے اور ان سب کی ذمہ دار روشین تھی اس نے پریشانی وفکر کے عالم میں مسز افتخار کو کال ملائی۔

❁......❁......❁

روشین سے کہہ کرانہوں نے معصب کو بلوایا تھا وہ اس سے دوٹوک بات کرنا چاہتی تھیں تاکہ زندگی کی الجھی ڈور کو سلجھا سکیں اور اب جبکہ وہ گھر آچکا تھا تو اسے دیکھ کران کا سارا غصہ' ناراضگی ساری کدورت جاتی رہی۔ دل دکھ کے پانیوں میں ڈوبتا چلا گیا' وہ کتنا ہنس مکھ اور خوبرو تھا' ان سات سالوں نے اسے نچوڑ ڈالا تھا اس کی آنکھوں کے نیچے حلقے گہرے ہوگئے تھے۔ کلر بھی کافی خراب ہوچکا تھا اس کی صحت پہلے کے مقابلے میں کافی خراب لگ رہی تھی وہ ان کے عزیز بھائی کی نشانی تھا اور اس کی شباہت ان میں بہت ملتی تھی ان کے دل پر جیسے ہاتھ پڑا تھا۔ وہ انہیں آتے دیکھ کراٹھ کھڑا ہوا۔

''کیسی ہیں پھوپی امی؟'' اس نے پیار ونرمی سے ان کے آگے بڑھ کر ہاتھ پکڑے اور گلے لگ گیا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے وہ ان کا خون ان کے بھائی کی اولاد تھا' ثمرہ بیگم کی بے اعتنائی اور دکھ دینے والے رویے نے انہیں دور کردیا تھا' ان کی نفرت نے ان کے درمیان خلیج ڈال دی تھی جسے وہ پاٹنا بھی چاہتیں تو کبھی دور نہ ہوتی۔

''تمہیں یوں دیکھ کر مجھے خوشی نہیں ہورہی' مجھے بہت تکلیف پہنچی ہے۔'' وہ اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دکھ سے بولیں۔

''تم اب کیوں آگئے' اب یہاں کیا رکھا تھا تمہارے لیے؟'' ان کی ساری ناراضگی غصہ اور کدورت افسردگی میں ڈھل گئی تھی جس طرح روشین انہیں عزیز تھی اس طرح کبھی معصب بھی دل سے قریب ہوا کرتا تھا وہ اسے دیکھ کر احساس جرم میں مبتلا ہورہی تھیں۔ کتنے ارمانوں کے ساتھ ان کے بھائی وہاج احمد نے یہ رشتہ طے کیا تھا اور کتنی بے دردی وسفاکی کے ساتھ ثمرہ بیگم کی نفرت نے اسے ختم کرڈالا تھا اور کچھ انہوں نے بھی حالات میں سدھار پیدا کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔

''میں سات سال پہلے اپنی زندگی کی لاش اٹھا کر آسٹریلیا گیا تھا میرا تو سبھی کچھ یہیں رہ گیا تھا۔ میرے خواب' میری تمنائیں' میری محبت اور وہ عشق جو میں روشین سے کرتا تھا' سبھی کچھ تو یہیں کہیں رہ گیا تھا' اس مٹی اسی زمین میں۔'' وہ سوچ کررہ گیا کہہ نہ سکا۔

''آپ نے مجھے بلایا تھا۔'' وہ صوفے پر دراز ہوتے ہوئے بولا تبھی روشین چلی آئی اس کو سپورٹ اور حوصلہ دینے کے لیے' اسے دیکھ کر معصب کے چہرے پر دھیمی مسکان جاگ اٹھی وہ آج بھی اس کی ایسے ہی فکر کرتی تھی جیسے کبھی پہلے کیا کرتی تھی جب نگہت بیگم کسی بات پر اسے ڈانٹنے کے لیے بلواتیں وہ اس کے ساتھ کھڑی ہوکر اس ناراضگی کو جھیلتی تھی۔

''ہم اس مہینے کی بائیس کو روشین کی ڈیٹس فکس کررہے ہیں' اب تم آگئے ہو تو تمہاری فیملی بھی شریک ہوجائے گی۔'' وہ سنبھلتے ہوئے بولیں تو روشین کے چہرے پر تناؤ کی کیفیت چھا گئی ان باتوں کے لیے انہوں نے معصب کو بلوایا تھا' اسے غصہ آنے لگا کیا وہ اپنا انکار انہیں سنا نہیں چکی تھی پھر ان باتوں کی کیا ضرورت تھی اس نے نگہت بیگم کی طرف دیکھا جو پوری طرح اسے نظر انداز کیے ہوئے تھیں۔

''میں...... چاہتا ہوں......'' معصب نے روشین کی طرف دیکھا اور بات کا سلسلہ قائم رکھا۔ ''جو رشتے بڑوں کی ناراضگی سے ختم ہوچکے تھے آپ انہیں پھر سے جوڑ لیں۔'' بڑی مشکل بات تھی جو لمحہ بھر میں اس نے کہہ کر مسز افتخار کو پتھر بنادیا۔ ایک بم تھا جو اس نے ان کے سر پر پھوڑا تھا۔

''تم...... یہ تم کہہ رہے ہو' کیا سب کچھ مذاق سمجھتے ہو۔ سات سال پہلے بنا بتائے سب کچھ سمیٹ کرتم اور تمہاری فیملی یہاں سے جاچکے تھے تم نے ایک اطلاع دینے کی ضرورت بھی گوارا نہیں کی' اب جبکہ روشین اپنی زندگی دوبارہ شروع کرنے والی ہے تو تم یہ کہتے ہو کہ سلسلہ جوڑ لوں جو ختم ہوا تھا۔ کیا شادی بیاہ تم لوگوں کے نزدیک کوئی کھیل تماشہ ہے جب دل چاہا شروع کرلیا جب دل چاہا ختم کردیا اور تمہاری وائف عفرا شاید یہی نام تھا اس لڑکی کا۔ اس کا کیا...... کیا تمہاری زندگی سے جاچکی ہے یا پھر اس کی آڑ میں کوئی نیا سودا کرنا چاہتے ہو؟'' وہ شروع ہوئیں تو انہیں سنبھالنا مشکل ہوگیا' روشین نے ان کے بگڑے موڈ کو دیکھا تو رودی۔

''پلیز مما...... مجھ پر رحم کریں اور معصب کو الزام دینا بند کریں۔ آپ اچھی طرح جانتی ہیں سات سال پہلے وہ یہاں سے اس لیے گیا تھا کہ ممانی جان (ثمرہ بیگم) نے خودکشی کی کوشش کی تھی اور وہ عفرا کو زبردستی اس کی زندگی میں شامل کرنا چاہتی تھیں۔ معصب کیا کرتا' اسے وہی کرنا چاہیے تھا جو اس وقت ٹھیک لگا' اب یہ میرے لیے یہاں آیا ہے اسے مت لوٹائیں۔ میں اس کے بغیر خوش نہیں رہ سکتی پلیز......'' وہ ان کے ہاتھ تھام کررودی۔

''اور عفرا کا کیا...... کیا تم بٹی ہوئی زندگی گزار لوگی؟'' وہ اس کی جذباتیت پر بے بسی سے بولیں۔

''عفرا...... طلاق لے رہی ہے' معصب نے اسے پیپرز بھجوادیئے ہیں۔ یہ دونوں کا فیصلہ ہے میں اس کی ذمہ دار نہیں ہوں۔'' روشین نے مزید کہا۔

''میں جانتا ہوں آپ کے لیے یہ فیصلہ لینا آسان نہیں ہوگا مگر جن رشتوں کی بنیاد خوشی کے بجائے انا کے فیصلوں پر رکھی جائے وہ زیادہ پائیدار نہیں ہوتے میں آپ کو فورس نہیں کروں گا۔ آپ کی خوشی میری خوشی ہے اگر اس بار بھی فیصلہ میرے حق میں نہ ہوا تو میں اسے قسمت سمجھ لوں گا بعض فیصلے مقدر کی رضا کے بھی محتاج ہوتے ہیں۔'' وہ مسکرارہا تھا۔

''میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی...... [illegible] نہیں مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں ہے۔'' [illegible] دروازے کی طرف جاتے ہوئے معصب کو دیکھا اور اس کے پیچھے آئی۔

''کیا تم پھر نہیں آؤگے؟'' روشین کی آواز نے اس کے قدم پکڑے تھے۔

''ان آنسوؤں کو ضائع مت کرو میں کل بھی تمہارا تھا آج بھی ہوں اور جب تک تمہاری محبت میرے دل میں ہے تمہارا ہی رہوں گا۔'' معصب نے نرمی سے اس کے آنسوؤں کو صاف کیا۔

''اب رونا نہیں۔'' اس نے تنبیہہ کی تھی لان کے گلاس ڈور سے اس منظر کو مسز افتخار نے بڑی اذیت کے ساتھ دیکھا تھا اگر وہ معصب کے لیے مان بھی جائیں تو روشین کے اس رشتے کا کیا کرتیں جو عاشر کے ساتھ طے تھا اور شادی کی تیاریاں کی جاری تھیں۔ ارتین کے ساتھ ویسے ہی مسز ملک کے برتاؤ اور سلوک میں فرق آیا تھا روشین کے حوالے کو لے کر وہ اندر سے خاصی ناراض تھیں' وہ کس کس کو جواب دیتی پھرتیں۔ انہیں اس معاشرے اور لوگوں کے درمیان جینا تھا جو نہ جینے دیتے تھے نہ مرنے' بیٹی کی خوشی دیکھتیں تو معصب سے بہتر کوئی نہ تھا مگر معاشرے کے ان لوگوں کا کیا کرتیں جو اس فیصلے کے لیے ان کے اور ان کی فیملی کے دشمن ہوجاتے اگر یہ رشتہ مسز ملک خود ختم کردیں تو بات بن سکتی تھی مگر ہر بار معجزے تو نہیں ہوتے۔ انہوں نے افسردگی ومایوسی سے آسمان کو تکا تھا۔

❁......❁......❁

''سات سال بہت ہوتے ہیں کسی کو آزمانے' پرکھنے اور جیتنے کے لیے' یہ سب صلاحیتیں آپ کے بھانجے میں نہیں تھیں۔ اسے کل بھی اپنی گمشدہ محبت کی ضرورت تھی آج بھی ہے۔'' عفرا کا اس کی زندگی میں کردار نہ ہونے کے برابر تھا۔ ''میں اسٹیپچو بن کر لائف نہیں گزار سکتی' ثمرہ آنٹی کا معصب کی زندگی اور اس پر کنٹرول ہوسکتا ہے مجھ پر نہیں۔ میں کیوں مزید قربانیاں دیتی پھروں ایک ایسے

شخص کے لیے جو مجھے چاہتا بھی نہ ہو جسے میری ضرورت نہ ہو جو میرے وجود سے خوشی محسوس نہیں کرتا۔" اسماء بیگم نے بیٹی کی لن ترانیاں سنیں وہ عنقریب طلاق لینے والی تھی اور اس کے اس فیصلے سے ثمرہ بیگم پریشان ہوگئی تھیں انہوں نے اسے سمجھانے کے لیے بھیجا تھا مگر اس کے ریزن سن کر تھے وہ اسے کیا سمجھاتیں۔

"مگر بیٹا...... معصب بہت اچھا ہے ہر شخص اچھا نہیں ہوتا کوئی دوسرا شخص تمہاری وہ قدر نہیں کرے گا' وہ تمہارے کسی معاملے میں بولتا نہیں ہے' انٹرفیئر نہیں کرتا۔ تم دوستوں اور پارٹیز میں مگن رہتی ہو اپنی لائف جیتی ہو' کبھی اس نے اعتراض نہیں کیا ورنہ مرد بہت بد دماغ ہوتے ہیں۔ خودسر عورت کو پسند نہیں کرتے اور نہ ہی ان کی اتنی آزادی انہیں اچھی لگتی ہے۔" اسماء بیگم نے نرمی سے اس کے ریشمی بالوں کو کندھوں سے پیچھے کرتے ہوئے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے سمجھانے کی کوشش کی۔

"مما مجھے اندازہ ہے کہ مجھے جنید ہاشمی کے ساتھ بہت کمپرومائز کرنا پڑے گا اور وہ میں کرلوں گی کیونکہ کچھ بھی ہو وہ بہرحال مجھ سے پیار کرتا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ عورت ہمیشہ اس مرد کی قدر کرتی جو بے لوث اس سے محبت کرتا ہے اور معصب کے بعد میں یہ جوا مزید کھیلنا چاہتی ہوں اگر خدانخواستہ اس میں ناکامی مقدر بنتی ہے تو پھر مجھے زندگی سے کوئی دکھ نہیں ہوگا۔ یہ میرا اپنا فیصلہ ہوگا آپ مجھے سمجھانے کے بجائے پلیز ثمرہ آنٹی کو سمجھائیں جب روشین کو اولاد کے لیے بہو بنا ہی رہی ہیں تو اسے دل سے بھی تسلیم کرلیں وہ خوش ہوں نا ہوں کم از کم ان کا بیٹا تو اس کے زندگی میں آنے سے خوش ہو ہی جائے گا۔" وہ دھیمے سے مسکرائی۔

"وہ تمہارے ساتھ بھی خوش ہے ہنی۔" انہوں نے آخری کوشش کرنا چاہی۔

"یہ آپ اور ثمرہ آنٹی سمجھتی ہیں مگر ایسا نہیں ہے اگر وہ میرے ساتھ خوش ہوتا تو جنید ہاشمی میری زندگی میں کبھی نہیں آتا۔" اس کے چہرے پر ملال بکھرا تھا۔

"تم چاہو تو فیصلے ابھی بھی تبدیل ہوسکتے ہیں باجی اسے پاکستان سے بلوالیں گی تم بھی جنید کا خیال دل سے نکال دو میں تمہارا علاج کرواؤں گی' اولاد کا کیا ہے لوگوں کے ہاں دس دس سال بعد بچے ہوجاتے ہیں۔" وہ اسے امید کی ڈور تھمارہی تھیں۔

"نہیں ممی...... بات بچے کی نہیں تھی اچھا ہی ہوا سات سالوں میں اولاد کی کوئی ڈور ہمارے درمیان نہیں بندھی ورنہ فیصلہ لینا اور مشکل ہوجاتا۔ میں معصب کے ساتھ مزید بندھ کر نہیں رہ سکتی اسے تکلیف میں دیکھتی ہوں تو مجھے اندر سے دکھ ہوتا ہے میں اس کے لیے کسی مسئلے کا باعث نہیں بننا چاہتی۔ ثمرہ آنٹی بیٹے سے محبت کا دعویٰ کرتی ہیں مگر کبھی بیٹے کے دل کی بات سمجھ نہیں سکیں کہ وہ کیا چاہتا ہے اگر وہ سب سمجھتیں تو میری جگہ روشین اس کی زندگی کا حصہ ہوتی۔ آپ ثمرہ آنٹی کو دوٹوک میرا فیصلہ بتادیں جواب کبھی تبدیل نہیں ہوسکتا بہتر ہے مہر کی رقم اور پراپرٹی میں میرا جتنا شیئر بنتا ہے قانوناً اسے بھیجنے کی تیاری کریں۔" وہ کہہ کر اپنے روم کی طرف غائب ہوئی تھی' اسماء بیگم اس باتوں کو سننے کے بعد اس کے فیصلے سے ایگری تھیں انہوں نے بہن کو کال ملائی اور دوسری طرف ہونے والی بیل سننے لگیں آخر اپنی صفائی میں انہیں کچھ تو کہنا ہی تھا بہتر تھا بیٹی کے بجائے معصب کے رویے اس کے سلوک اور برتاؤ پر روشنی ڈالتی جس کے سبب یہ فیصلہ ہوا تھا تاکہ رشتوں میں ناراضگی کم سے کم ہو انہیں بہن کے آگے شرمندگی نہ ہونا پڑے۔

❁......❁......❁

عاشر بے پروا غیر ذمہ دار اور لاڈ پیار کی وجہ سے بگڑا ہوا تھا مگر وہ اتنا ہاتھوں سے نکل جائے گا انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ اپنے دوستوں کے ساتھ شاپنگ مال میں ڈکیتی کے کیس میں پکڑا گیا تھا بقول اس کے یہ سب کام اس کے دو دوستوں کے پلان کا نتیجہ تھے وہ تو صرف ان کے ساتھ شریک تھا اس کا کسی کو لوٹنے اور دھوکا دینے کا کوئی

پروگرام نہیں تھا مگر گارڈز نے ان لوگوں کو رنگے ہاتھوں پکڑا تھا اس کا دوست فراز تو زخمی بھی ہوا تھا۔ ملک نواز اپنے تعلقات کی بناء پر اسے چھڑوا تو لائے تھے مگر ان کا غم و غصہ کم نہیں ہو رہا تھا انہیں یقین نہیں آرہا تھا۔ ان کے بیٹے نے ان کی عزت اور پوزیشن کو دو کوڑی کا کر ڈالا تھا۔ وہ افتخار مرزا کے ساتھ اہم میٹنگ میں مصروف تھے جب یہ خبر انہیں احمر نے فون پر سنائی وہ معذرت کرکے اس میٹنگ کو چھوڑ کر ارجنٹ تھانے پہنچے تھے پھر ڈی ایس پی کی طنزیہ باتیں اور بے پروائی اور اولاد کی تربیت کی طرف سے غفلت پر ملنے والے لیکچر نے انہیں اور دل برداشتہ' غم ناک کیا تھا وہ گھر آکر کتنی دیر مسز ملک پر غصہ ہوتے رہے' لاڈ و پیار اور بے جا حمایت نے بیٹے کو ہاتھوں سے نکال دیا تھا وہ اس بری خبر پر بھی زیادہ پریشان نہیں تھیں۔

"ڈارلنگ جوانی میں ایسی غلطیاں عام ہوتی ہیں وہ کون سا کرمنل ہے' کہہ رہا ہے ناں کہ اس کے دوست اسے وہاں ساتھ لے گئے تھے اگر وہ ڈرنک نہ کیا ہوتا تو اسے ان کی سازش کا اندازہ ہوجاتا۔ جوان بچہ ہے اب اتنا غصہ بھی اچھا نہیں ہوتا پلیز معاف کردیں اپنا غصہ ٹھنڈا کریں۔" وہ انہیں ٹھنڈا جوس پکڑاتے ہوئے پیار سے بولیں اور آنکھوں سے عاشر کو کمرے میں جانے کا اشارہ کیا۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے بیگم وہ ڈی ایس پی افتخار مرزا کا بہت اچھا دوست ہے تم کیا توقع رکھتی ہو وہ ساری کارروائی اپنے دوست کو نہیں بتائے گا اس سارے معاملے سے عاشر اور روشین کا رشتہ متاثر ہوسکتا ہے۔ افتخار نے جتنی انوسٹمنٹ میرے بزنس میں کی ہے اس پر فرق پڑسکتا ہے مگر تمہیں اور تمہاری اولاد کو اس سے کیا؟ مجھے نقصان ہو یا میں برباد ہوجاؤں تم لوگ اپنی عیاشیوں اور من مانی میں مصروف رہنا۔" وہ تلخی سے کہتے ہوئے گھونٹ بھرنے لگے۔

"سچ پوچھیں تو میں اس رشتے سے مطمئن نہیں ہوں' لڑکی کے مزاج آسمان پر رہتے ہیں اپنے آگے کسی کو کچھ سمجھتی ہی نہیں ہے عاشر بھی اس کے مزاج اور [illegible] بیزار ہے اگر رشتہ ختم کریں گے تو ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا ہمارے لڑکے کے لیے رشتے موجود ہیں انہیں ہی اپنی بیٹی کی فکر ہوگی جس کا یہ دوسرا رشتہ ختم ہوگا ویسے بھی کوئی کم عمر لڑکی تو ہے نہیں۔" وہ بے پروائی سے ساڑھی کا پلو جھٹکتے ہوئے ان کے برابر دراز ہوتے ہوئے بولیں۔

"تمہارے دماغ میں آخر چل کیا رہا ہے پہلے تمہارے ہی اصرار پر یہ رشتہ ہوا تھا' اب تم ہی بے زار ہورہی ہو۔" وہ بیگم کو گھورتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"بات بے زارگی کی نہیں ہے ہر انسان اپنا نفع سوچتا ہے انوسٹمنٹ کرنا چاہتا ہے میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ ارشین کے ساتھ روشین بھی اس گھر میں آجائے گی تو افتخار مرزا کی جائیداد اپنی ہی ہوگی آخر ان کا سب کچھ ان کی دونوں بیٹیوں کا ہی تو ہے مگر اس رشتہ کو لے کر عاشر خوش نہیں ہے پھر اس لڑکی کے بی ہیوئیر سے یہی احساس ہوتا ہے کہ وہ بھی اس رشتہ کو لے کر مطمئن نہیں ہے اگر افتخار مرزا آپ سے عاشر کے حوالے سے کوئی بات کریں تو آپ ساری بات ان کی بیٹی اور اس کے بی ہیوئیر پر رکھ دینا' اب ان کی مرضی ہے وہ رشتہ رکھیں نہ رکھیں ارشین تو اپنے ہاتھوں میں ہے ناں۔" وہ ان کی تسلی کروا رہی تھیں۔

"بے فکر رہیں جو انوسٹمنٹ افتخار مرزا نے آپ کے بزنس میں کی ہے اس پر کوئی آنچ نہیں آئے گی کیونکہ وہ ایک بیٹی کے لیے دوسری بسی بسائی بیٹی کا گھر خراب نہیں کریں گے۔" وہ ان کے پُرسوچ انداز پر مزید بولی تھیں اتنے گھنٹوں بعد انہوں نے کوئی اچھی بات سنی تھی وہ بھی مسز ملک کے منہ سے وہ ان کی ہوشیاری و چالاکی کے شروع سے ہی قائل تھے اب تو مزید گرویدہ ہوگئے تھے۔

"ہوں...... کہہ تو تم بالکل درست ہی رہی ہو میں خوامخواہ وہم پال کر بیٹھ گیا تھا۔" اس بار وہ مطمئن ہوکر مسکرائے تھے' اندر آتی ارشین جو اتنی دیر سے ان کے ڈرامے دروازے کے باہر سے سن رہی تھی' غم و غصے کی کیفیت میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اپنی ساس کی

لالچی فطرت کا اسے اندازہ تو تھا مگر وہ اندر سے اتنی خود غرض اور مفاد پرست ہوں گی اس کا احساس نہ تھا۔ وہ اس کے ساتھ اس کی بہن کو بھی مہرہ بنائے ہوئے تھیں اور وہ ان کی چال کو سمجھ ہی نہ سکی تھی ہمیشہ اسے روشین کے غلط رویے کا احساس رہتا تھا۔ وہ مسز ملک کے آگے شرمندہ رہتی تھی اسے تو پتا ہی نہ تھا کہ عاشر ڈرنک کرنے کے علاوہ اور بھی غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث تھا۔ بیٹی چاہے جتنا بھاری بوجھ ہو کوئی بھی ماں باپ اسے اپنے ہاتھوں بربادی کے سمندر میں نہیں دھکیلتے۔ عاشر کے ساتھ شادی کا مطلب روشین کی زندگی کو تباہ و برباد کر دینا تھا اور وہ اپنی بہن کو جیتے جی نہیں مار سکتی تھی اس نے اپنے ماں باپ کو سچ بتانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

❁……❁……❁

''ممی اب اور کتنے دن آپ اپنے بھانجی کا غم منائیں گی دفع کریں اس قصے کو جب اسے طلاق کا غم نہیں تو آپ کیوں دل خراب کرتی ہیں۔'' جینا ویک اینڈ پر ثمرہ بیگم سے ملنے بچوں کے ساتھ آئی ہوئی تھی' آسٹریلیا آنے کے بعد جب سے انہوں نے معصب کی شادی عفرا سے کی تھی وہیں اچھی فیملی دیکھ کر جینا کا رشتہ بھی کر دیا تھا۔ اب سات سالوں میں جینا کے تین بچے تھے' دو بیٹے ایک بیٹی سمیت اور وہ اپنے بچوں اور شوہر کے ساتھ اچھی زندگی گزار رہی تھی مگر وہ معصب کے معاملے اور ان کے فیصلے سے خوش نہیں تھی۔

عفرا اس کی کزن تھی مگر اس کی روشن اور آزادانہ طور طریقے شروع سے ہی اسے ناپسند رہے تھے وہ اس معاملے میں ثمرہ بیگم کے ساتھ بھائی کو بھی ٹوکتی' سمجھاتی رہتی تھی۔ معصب اس کے معاملے میں بولتا نہیں تھا ثمرہ بیگم اپنے طور پر عفرا کو سمجھاتی یا بہن سے شکایتیں کرتی رہتی تھیں تاکہ وہ اسے سمجھا سکے مگر ہونی ہو کے رہی تھی۔ سات سال بعد اس نے اپنی مرضی کا فیصلہ کرلیا تھا ان کے تمام فیصلوں سے بالاتر ہو کر اپنی مرضی کا سودا کرلیا تھا اور جس بہن پر انہیں اتنا مان' بھروسہ اور یقین تھا انہوں نے معصب پر اس فیصلے کا تمام بار ڈال کر خود بری الذمہ ہوگئی تھیں بقول ان کے معصب اگر اپنی محبت کے غم سے نڈھال تو اسے عفرا دکھائی دیتی اس نے تو کبھی عفرا کو بیوی والی اہمیت دی ہی نہیں۔ اس کے انہی اجنبی رویوں کی وجہ سے وہ اس سے دور ہوتی چلی گئی جس کے باعث یہ فیصلہ وجود میں آیا تھا۔

وہ اسماء بیگم کے گھر بڑے طنطنے کے ساتھ آئی تھیں کہ سمجھا بجھا کر عفرا کو گھر لے جائیں گی مگر بہن کے بدلے تیور اور بھانجی کے اقدام نے انہیں دم بخود کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ بڑی دل برداشتہ ہو کر وہاں سے گھر آئی تھیں پھر انہوں نے پاکستان میں حنا (بیٹی) کو فون کر کے اپنا غم ہلکا کیا۔ بھانجی اور بہن کے خود غرضانہ فیصلے سے آگاہ کیا اور شیئر زاور مہر کی رقم کی بات کی' وہ معصب سے بات کرنا چاہتی تھیں مگر وہ گھر پر نہیں تھا۔ انہیں تکلیف اپنوں کے رویوں سے پہنچی تھی ان کے آنکھیں پھیرنے اور اجنبی بن جانے سے دکھ ہوا تھا' یہ وہ بہن تھیں جن کی خوشی کے لیے انہوں نے اپنے بیٹے کی خوشی پس پشت ڈال دی تھی مگر...... نہیں خود غرضی کا مظاہرہ صرف اسماء بیگم نے نہیں کیا تھا انہوں نے ہر معاملے میں اپنے بیٹے کی خوشیوں اس کی زندگی کو مذاق بنا کر رکھا تھا اپنے بے جا وہمات کا شکار ہو کر وگرنہ ان کے شوہر نے اس کی زندگی کا فیصلہ کر رکھا تھا مگر انہیں نگہت (نند) کی خوشی کب گوارا تھی۔ وہ تو انہیں ناکام و نامراد ناخوش دیکھنا چاہتی تھیں۔ ایک ان کی ناخوش اور نامرادی کے لیے انہوں نے کتنے لوگوں کے دلوں کا خون کیا تھا۔ اپنے مرحوم شوہر کی زبان کا بھی پاس نہیں رکھا تھا۔ تمام گھاٹے کے سودے کیے تھے اپنے بیٹے کی نظروں میں بھی معتبر نہ رہی تھیں اور نہ ہی دوسروں کی نظروں میں ان کی آنکھوں میں نگہت سمیت روشین کا چہرہ بھی گھوم گیا تھا۔

دو تین دن سے وہ اپنا احتساب کر رہی تھیں اور ملال در ملال کا شکار تھیں' جینا کی آمد پر وہ اسے دیکھ کر پھپک پھپک کر رو دیں' کہیں تو دل ہلکا کرنا تھا۔ بیٹے کے ساتھ زیادتی در زیادتی کے احساس نے انہیں پہلی بار ادھ موا کیا تھا' انہیں نڈھال بار اور شدت سے اس کا دل توڑنے اور دل دکھانے کا خیال آیا تھا انہیں روتے دیکھ کر جینا مزید غصہ ہوئی۔

''اب کیوں آنسو بہا رہی ہیں؟ عفرا تو شروع سے ہی ایسی تھی۔ کتنا آپ کو اور معصب کو سمجھاتی تھی کہ اسے تھوڑا کنٹرول کر کے رکھیں مگر مجال ہے کہ آپ اور بھائی سن لیں۔ دیکھ لیں اس کا نتیجہ' اسے طلاق لیتے وقت قطعی افسوس و غم نہ ہوگا بلکہ وہ تو اپنی نئی زندگی کی شروعات کر چکی ہوگی اور آپ یہاں بیٹھی آنسو بہا رہی ہیں۔'' جینا نے ان کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

''مجھے اس بات کا دکھ نہیں ہے کہ عفرا نے یہ فیصلہ کیا' مجھے تو...... مجھے تو معصب یاد آ رہا ہے۔'' وہ اسے اپنے دل میں اترتے دکھ دکھا نہ سکیں۔

''بھائی یاد آ رہے ہیں تو فون پر بات کرلیتیں' آپ کے دل پر جو بوجھ ہے ہوسکتا ہے وہ ان سے بات کر کے ہلکا ہو جاتا۔'' وہ انہیں مشورہ دے رہی تھیں۔

''بعض بوجھ احساس جرم سے لپٹے ہوتے ہیں ان کا وزن کبھی ہلکا نہیں ہوتا۔ میں لاکھ سر پٹخ لوں کیا بیتا ہوا وقت' گزری ہوئی زندگی اور عمر کا جو نقصان ہو چکا ہے کیا یہ درست ہوسکتا ہے' نہیں...... میں معصب کی زندگی کے وہ سات سال نہیں لوٹا سکتی جو میری وجہ سے ایک غلط فیصلے کی نذر ہوگئے۔ میں تمام عمر اپنی انا اور ضد کے پیچھے دوڑتی رہی' بلاوجہ کی بدگمانیوں اور نفرتوں کے حصار میں رہی۔ کبھی اپنے بیٹے کی خوشی اس کے ارمان' اس کے جذبات کا احساس نہیں کیا اور وہ کتنا لائق و فرماں بردار ہے کہ کبھی ماں کے آگے اس نے سر نہیں اٹھایا۔ کبھی اس نے فیصلوں سے اختلاف نہیں کیا' کبھی اس کے منہ سے شکوہ نہیں نکلا۔'' ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

''آپ پھر رو رہی ہیں۔'' جینا پانی لے کر واپس آئی تو ان کے چہرے کو تر دیکھ کر افسردہ ہوگئی۔

''عفرا کے معاملے کو لے کر آپ اتنی اپ سیٹ نہیں ہوسکتیں' کوئی اور بات ہے جو آپ کو پریشان کر رہی ہے مجھے بتائیں' کیا بات ہے؟''

''میں نے اپنے غلط فیصلوں کی وجہ سے اپنا گھر اور ہاتھ دونوں خالی کرلیے ہیں' میں اس بگڑی ہوئی کو کیسے بناؤں۔ زندگی کی تمام ہی ڈوریں الجھ کر رہ گئی ہیں اور جال ہے کہ کستا ہی جا رہا ہے نکلنے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔'' وہ وحشت زدہ ہاری ہوئی عورت لگ رہی تھیں۔

''آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں ممی' آپ کو کسی بات کا پچھتاوا ہے۔'' جینا نے نرمی سے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے پوچھا۔

''میں پاکستان جانا چاہتی ہوں جو رشتے میری ناعاقبت اندیشی کی نذر ہوگئے ہیں میں ان رشتوں کو دوبارہ جوڑنا چاہتی ہوں۔ مر کر تمہارے باپ کے آگے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی' معصب کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ اس کی خوشی کس میں ہے۔'' وہ ٹھان بیٹھی تھیں کہ اس بگڑی ہوئی کو سنوار کر دم لیں گی۔ انہیں خبر ہی نہ تھی کہ جب اللہ فیصلے لکھتا ہے تو پھر انسان لاکھ انکار کرے سر پٹخے اسے تقدیر کے فیصلوں کے آگے سر جھکانا پڑتا ہے اور آج وہ بھی مقدر کو مان گئی تھیں جو انہیں ایک بار پھر اس دروازے پر لے جا رہا تھا جہاں سے بھاگ کر وہ اتنی دور آن چھپی تھیں کہ کبھی پلٹ کر واپس نہیں دیکھیں گی کا سوچا تھا اور انہوں نے سارے اپنی مرضی کے فیصلے کیے تھے مگر کیا تھا کہ ان سات سالوں میں ان کے ہاتھ خالی کے خالی رہے تھے نہ بیٹے کا گھر بس سکا اور نہ دل خوش ہوسکا۔ اب وہ تقدیر کے لکھے پر چلنا چاہتی تھیں جو سب کی مرضی تھی اسے اپنا لینے میں خوش تھیں یہ بات بہت دیر میں سمجھ آئی تھی' ساری کائنات کا انتظام اللہ کے ہاتھ میں ہے اور انسان محض ایک کٹھ پتلی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا اسے ہمیشہ اس کے اشاروں پر حرکت کرتے رہنا ہوتا ہے اس کے فیصلوں پر سر جھکانا ہوتا ہے کاتب تقدیر نے ان دونوں کا ملن لکھ دیا تھا بس وہی تھیں جو اس کی رضا میں راضی نہ ہو پا رہی تھیں مگر آج اپنی ساری پشیمانیوں اور شرمندگیوں کے ساتھ انہوں نے واپسی کا فیصلہ کرلیا تھا اور خوش تھیں جینا نے معصب کا نمبر ملا کر ان کے ہاتھ میں دیا تو وہ بیٹے

کی آواز سن کر رو دیں۔
"معصب میرے بچے میں پاکستان آرہی ہوں۔" دوسری طرف معصب کے وجود میں جیسے کسی نے زندگی دوڑا دی تھی۔

❁ ……❁…… ❁

"تمہیں ملک ہاؤس سے آئے دو ہفتے ہوچکے ہیں اور کتنے دن ان سے ناراضگی رہے گی۔" روشین نے موبی کو سیریلیک کھلاتے ہوئے ارشین نے پوچھا۔
"احمر کہتے ہیں وقتی ناراضگی ہے خود ہی ٹھیک ہوجائیں گے سب' ویسے بھی وہ عاشر کی سرگرمیوں پر پہلے بھی خوش نہ تھے مگر اپنے ماں باپ کے آگے کچھ بول نہیں سکتے تھے مگر شاپنگ مال والے واقعے کے بعد سے انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ عاشر سنبھلنے والا نہیں ہے اس لیے وہ پاپا کے دیئے ہوئے بنگلے کو سیٹ کروا رہے ہیں اس منگنی کے ختم ہونے کے بعد ویسے بھی ہماری اب اس گھر میں گنجائش نہیں رہی خوامخواہ کے اختلافات اور نا اتفاقیوں سے بہتر ہے الگ رہیں۔" ارشین بیٹے کو گود میں لے کر اس کا منہ صاف کرتے ہوئے بولی۔
"میری وجہ سے تم لوگوں کی زندگی ڈسٹرب ہوکر رہ گئی ہے۔" روشین نے بہن کی اداسی کو نوٹ کرتے ہوئے ملال سے کہا۔
"ایسا نہیں ہے اللہ جو کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے شاید اس کا ہی نصیب تھی جس کے لیے سالوں سے بیٹھی تھیں ہمیں ہی سمجھنے میں دیر ہوگئی۔" ارشین نے پیار سے اس کے چہرے پر شرمگیں رنگ بکھرتے دیکھے' معصب کا ذکر اس کے وجود کو روشنی سے بھر دیتا تھا جب سے اس نے سنا تھا عفرا اور معصب کی علیحدگی ہوچکی ہے وہ بھی روشین کے فیصلے سے ایگری تھی اور عاشر کے واقعے کے بعد سے وہ ماں باپ دونوں کا ہی جھکاؤ معصب کی طرف دیکھ رہی تھی۔
ثمرہ بیگم کی ناراضگی کو لے کر وہ اس رشتے سے تھوڑے غافل ہو رہے تھے مگر معصب نے وعدہ کیا تھا کہ وہ انہیں منا کر لے آئے گا۔
"کیا تمہیں یقین ہے معصب انہیں لے آئے گا۔" ارشین نے اپنے دل میں دھڑکتے خدشات کو زبان دی۔
"یقیناً……" وہ پُریقین تھی ایسا ہی اندھا یقین اسے کبھی معصب کے واپس آنے کا بھی تھا اور وہ آ گیا تھا۔
سب نے دیکھا تھا تبھی پورچ میں گاڑی رکی تھی اور نگہت بیگم اور افتخار صاحب پورچ میں گاڑی کھڑی کر کے وہیں آ گئے تھے۔
"اب کیسی طبیعت ہے پاپا؟" روشین ان کا ہاتھ تھام کر فکرمندی سے پوچھ رہی تھی جب سے اس کی منگنی ختم ہوئی تھی وہ ایک فکر' پریشانی میں اس کی طرف سے مبتلا تھے کئی روز سے ان کا شوگر لیول بڑھ گیا تھا اور بی پی بھی ٹھیک نہیں تھا۔ آج بھی وہ بیگم اور بیٹیوں کے اصرار پر ڈاکٹر کے پاس گئے تھے جہاں انہیں بہت سی تاکید اور پرہیز کے ساتھ ڈھیروں دوائیاں لکھ دی تھیں۔
"ڈاکٹر نے کیا بتایا مما؟" وہ فکرمندی سے ان کے بیٹھتے ہی پوچھ رہی تھی افتخار صاحب کا اترا ہوا کمزور چہرہ اسے پریشانی میں مبتلا کر رہا تھا۔
"سب ٹھیک ہے بیٹا تم لوگ خوامخواہ فکریں پال لیتی ہو۔" وہ سب اوکے ہونے کا اشارہ دے رہے تھے حالانکہ ایسا نہیں تھا ڈاکٹر رفعت ان کے فیملی ڈاکٹر اور دوست تھے اور انہوں نے رپورٹیں دیکھ کر انہیں سختی سے اسٹریس لینے کو منع کیا تھا اور خوش رہنے کی تاکید کی تھی مگر خوش رہنا کوئی اپنے ہاتھ میں تو ہوتا نہیں ہے۔ انسان لاکھ چاہے پھر بھی ذہن جالے بنتا رہتا ہے' پریشانیاں اور فکروں سے نکل نہیں پاتا وہ بھی روشین کی منگنی ختم کر کے ایک طرف جہاں پُرسکون ہوگئے تھے وہیں اندر کہیں اس کی شادی کے نہ ہونے کا غم بڑھتا جا رہا تھا۔
صاحب حیثیت ہو کر بھی وہ اس کے نصیب کی خوشیاں اسے دے نہیں پا رہے تھے حالانکہ نگہت بیگم نے ایک بار پھر معصب کے آنے اور رشتے کی بات بتا کر انہیں مطمئن کرنا چاہا تھا۔ دیکھا بھالا لڑکا تھا اور ان کے سالے اور عزیز دوست کا بیٹا خاندانی چپقلشوں کا شکار نہ ہوتے تو شاید ان دونوں کی شادی ہوجاتی تھی مگر تقدیر کو نجانے کیا منظور تھا۔ ہر بار کوئی نہ کوئی رکاوٹ' مسئلہ آڑے آجاتا تھا اس بار یعنی انہوں نے معصب کے آگے یہی شرط رکھی تھی کہ وہ اپنی ماں کو منا کر لے آئے گا تو وہ اس رشتے کے لیے رضامندی دے دیں گے کیونکہ بڑوں کی رضامندی سے ہی رشتے طے ہوں تو انسان آگے بھی خوشیاں سمیٹتا ہے وہ کسی کی ناراضگی کو لے کر اپنے ارمان پورے نہیں کرنا چاہتے تھے اور اب ایک ہفتہ ہوچکا تھا معصب کی طرف سے خاموشی تھی نہ تو کوئی رابطہ ہو پا رہا تھا اور نہ ہی اس نے رابطہ کیا تھا۔
روشین پر نظر ڈالتے تھے تو دل ہولتا تھا' کہیں اس بار بھی ان کی رکھی ہوئی شرط اس کا دل خالی نہ کر دے' اسے مایوس نہ کر دے۔ جب جب اسے دیکھتے تھے وہ اس کی دائمی خوشیوں کے لیے دعاگو رہتے تھے۔ اس وقت بھی وہ مسلسل ان کا دھیان بٹا رہی تھی۔
"آپ آفس کے کام کی طرف سے بے فکر ہوجائیں جب تک آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوجاتی میں شیرازی (منیجر) صاحب کے ساتھ مل کر آفس کے معاملات سنبھال لوں گی۔ آپ گھر پر رہ کر کچھ دن آرام کریں۔" وہ ان کے پہلو سے لگی انہیں ہدایتیں دے رہی تھی' باپ کی بیماری اور اترے ہوئے پریشان چہرے نے اسے ڈسٹرب کر دیا تھا۔
"میں ٹھیک ہوں بیٹا…… ڈاکٹرز تو یونہی مریضوں کو ہولنے کے لیے ڈھیروں دوائیاں لکھ دیتے ہیں اور پرہیز پر ڈال دیتے ہیں۔ آفس کے کام کی طرف سے فکر تھی وہ بھی تمہارے جانے اور سنبھالنے سے دور ہوجائے گی۔ میں احمر کو کال کر کے بلوا لیتا ہوں کچھ دن میری غیر موجودگی میں وہ بھی تمہارے ساتھ آفس سنبھال لے گا تو میں مطمئن ہوجاؤں گا۔" انہوں نے کہتے ہوئے موبائل پر احمر کا نمبر ملایا تو وہ تیار ہونے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اسے معصب کو کال کر کے پتا کرنا تھا آگے وہ کیا

آنچل کی جانب سے ایک ماہنامہ

ماہنامہ
حجاب کراچی

شائع ہوگیا ہے

ملک کی مشہور معروف قلمکاروں کے سلسلے وار ناول، ناولٹ اور افسانوں سے آراستہ ایک مکمل جریدہ گھر بھر کی دلچسپی صرف ایک ہی رسالے میں موجود جو آپ کی آسودگی کا باعث بنے گا اور وہ صرف "**حجاب**"
آج ہی ہاکر سے کہہ کر اپنی کاپی بک کرالیں۔

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں
اور اقتباسات پر مبنی مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

Infoohijab@gmail.com
info@aanchal.com.pk
کسی بھی قسم کی شکایت کی صورت میں
021-35620771/2
0300-8264242

ارادہ رکھتا تھا۔

ایک ہفتہ ہو چکا تھا اس نے کال نہیں کی تھی اس کا نمبر بند آ رہا تھا نجانے پاکستان میں ہی ہے یا...... آسٹریلیا واپس جا چکا ہے۔ ممانی سے بات کی یا وہ ایک بار پھر کچھ اور طے کیے بیٹھی ہیں۔ اس نے مایوسی اور افسردگی کی کیفیت میں ڈریس اٹھایا اور تیار ہونے چل دی۔ وہ احمر کے ساتھ آفس جا کر وہاں کے معاملات سمجھنا چاہتی تھی' وہ اپنی طرف سے افتخار صاحب کو مطمئن کرنا چاہتی تھی تا کہ ان کے چہرے پر پھیلی پریشانی وفکر کم ہو سکے۔

''کہاں ہو معصب......'' وہ تیار ہو کر آئی تو ایک بار پھر اس کا نمبر ملا کر دیکھا اور مایوس ہونے پر اس نے موبائل ایک طرف ڈالتے ہوئے خود سے سرگوشی کی تھی۔

❁......❁......❁

سارا دن ہو چلا تھا آفس کے کاموں میں سر کھپاتے' فائلز نمٹاتے۔ اس وقت بھی وہ میٹنگ اٹینڈ کر کے اپنے آفس روم میں لوٹی تھی چائے آرڈر کر کے بیٹھی تو اس نے ایک بار پھر معصب کا نمبر ملایا' ساری مصروفیتوں میں بھی اس کا دھیان اس طرف لگا رہا تھا۔ وہ کہاں تھا' رابطہ کیوں نہیں کر رہا تھا' اس کی چپ پراسرار تھی تبھی آفس کے گلاس ڈور سے اس نے معصب کو اندر آتے دیکھا اور اپنی جگہ پتھر ہو گئی۔

''کہاں تھے تم؟'' وہ اسے دیکھتے ہی خوشی سے چلائی' معصب اس کی ایکسائٹمنٹ اور خوشی کو دیکھ کر ہنس دیا۔

''یہیں تمہارے پاس اور کہاں ہوتا ہے۔'' وہ ٹیبل پر ہی ٹک گیا۔

''بکو مت' یہاں میں فون کر کے پاگل ہو چکی ہوں کم از کم اطلاع تو دے دیتے۔ کیا تم آسٹریلیا چلے گئے تھے؟'' روشین کی مسرت کے لیے اتنا ہی کافی تھا وہ اس کی نظروں کے سامنے تھا وہ مصنوعی ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے بولی' محبت پر اتنا حق تو اس کا بنتا تھا۔

''جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی' مما از خود پاکستان آ چکی ہیں۔'' وہ بتا رہا تھا ناراضگی اور پشیمانیوں میں ڈوبی کہانی جس کے وہ دونوں ہی کردار تھے۔ سب سے زیادہ دکھ اور انتظار تو انہوں نے ہی جھیلا تھا۔

''معصب تم سچ کہہ رہو ممانی مان گئی ہیں۔'' روشین کی پلکیں خوشی اور مسرت کی خبر سن کر بھیگ گئیں۔

''ہاں' اب کبھی ان آنکھوں کو نم نہیں کرنا جو خوشیاں ہم سے روٹھ گئی تھیں کاتب تقدیر نے انہیں ہمیں واپس لوٹا دیا ہے اور اب کوئی بھی لمحہ زندگی کا تمہارے بغیر ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیے مما اور حنا کو افتخار ہاؤس چھوڑ کر آیا ہوں تا کہ وہ شادی کی ڈیٹس ڈیسائیڈ کریں اور ہم آنے والے دنوں میں طے کریں کہ ہنی مون کہاں گزاریں گے۔'' وہ اس کے کانوں میں سحر پھونک رہا تھا۔

''کیا...... کوئی ہنی مون پر نہیں جا رہا تم فوراً پٹڑی سے اترنے لگتے ہو۔'' روشین مصنوعی آنکھیں نکال کر دروازے کی طرف بڑھی تھی' دونوں کو ہی افتخار ہاؤس پہنچنا تھا جہاں ان کی زندگی کے فیصلے بڑی محبتوں اور دوستانہ ماحول میں کیے جا رہے تھے۔

''ایک بار سارے حقوق ضبط ہونے دو اس کے بعد میں بولوں گا اور تم سنو گی۔'' وہ اس کا بازو تھام کر اسے وارن کر رہا تھا' روشین نے بڑے مان کے ساتھ محبتوں کے سفیر کو دیکھا جس کی آنکھوں کی چمکتی روشنیوں اور چہرے پر پھیلی محبتوں میں وہی بسی تھی اور اسے اپنی خوش نصیبی پر کوئی شک نہیں رہا تھا اس کی زندگی کا سفر بہت خوش گوار اور محبتوں کے ساتھ کٹنے والا تھا' اس نے مسکراتے ہوئے اس کی ہمراہی میں قدم آگے بڑھائے تھے۔

حصہ 6

الفاظ سے مالا مال ہے
کچھ لہجوں کا بھی کمال ہے
یہ تنہائی کا موسم یونہی نہیں دانش
یہ میرے اپنوں کے خلوص کی مثال ہے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

لاہور سے آئے مہمان افگن، شایان، زوبیہ اور فرح آؤٹنگ کا پروگرام بناتے شہرینہ کو بھی زبردستی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں شہرینہ سب سے لاتعلق ایک جگہ جا کھڑی ہوتی ہے افگن اس کی اس حرکت کا بغور جائزہ لیتا ہے تب ہی ٹیپو (شہرینہ کا بھائی) شایان سے کنسرٹ میں چلنے کی بات کرتا ہے لیکن افگن وہاں جانے سے منع کرتا شہرینہ کو غصہ دلا جاتا ہے اور وہ اس کنسرٹ میں جانے پر بضد ہوجاتی ہے تب ہی شایان واپس گھر چلنے کی بات کرتا ہے راستے میں شہرینہ کے موبائل پر اس کے کلاس فیلو زین کی کال آتی ہے جس سے وہ بے تکلفی سے باتیں کرتی افگن کو ناگواری سے دوچار کرجاتی ہے۔ دوسرے دن شہرینہ کو اپنے گروپ کے ساتھ سوئمنگ پریکٹس پر جانا ہوتا ہے تب وہ غصہ سے جھنجلاتی زین سے پک کرنے کا کہتی ہے تب افگن فائقہ بیگم سے شہرینہ کو کالج ڈراپ کرنے کی اجازت لیتا اسے مزید غصہ دلا جاتا ہے وہ کسی بھی صورت اس کے ساتھ جانے کو تیار نہیں ہوتی تب وہ افگن پر غصہ کرتی ساتھ ہی اپنی ناپسندیدگی کا بھی اظہار کرتی ہے جس پر افگن اس کا ہاتھ پکڑ کر سب کے سامنے سے لے جاتا ہے شہرینہ تلملا کر رہ جاتی ہے۔ شہرینہ نے کالج میں ابھی تک کسی کو اپنے نکاح کے حوالے سے نہیں بتایا ہوتا تب کالج میں فریحہ اس سے لاہور سے آئے مہمانوں کا پوچھتی اس کی دوستوں پر نکاح والی بات بھی ظاہر کردیتی ہے جس پر صبا اور حوریہ (کالج فیلو) حیرت کا اظہار کرتی اسے نکاح کی تصویر دکھانے کا کہتی ہیں شہرینہ افگن کی تصویر انہیں نہیں دکھاتی صبا اور حوریہ اس کے ساتھ افگن سے ملنے گھر آجاتی ہیں شہرینہ ان کی وجہ سے سوئمنگ پریکٹس پر نہیں جاسکی تھی فائقہ بیگم حسب پروگرام عثمان صاحب کے ڈرائیور کے پاس کسی انویٹیشن پر جاچکی ہوتی ہیں جبکہ افگن بھی ابھی گھر پر نہیں ہوتا ہے تب شہرینہ انہیں اماں بی سے ملواتی ہے فرح بھی ان سے مل کر خوش ہوتی ہیں۔ افگن گھر آتا ہے تو ملازمہ سے فرح کو اماں بی کے کمرے میں بلاتا ہے صباء اور حوریہ بھی افگن سے ملنے کو بے تاب ہوجاتی ہیں تب شہرینہ انہیں اماں بی کے کمرے میں لے آتی ہے۔ صبا اور حوریہ اماں بی سے اجازت لے کر اپنے گھر رخصت ہوجاتی ہے ہیں۔ فرح شہرینہ سے شاپنگ پر چلنے کا کہتی ہے لیکن وہ اکیلے جانے پر راضی نہیں ہوتی فرح اس سے افگن کے حوالے سے بات کرتی ہے عثمان صاحب سے اماں بی افگن اور شہرینہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں جبکہ عثمان صاحب اس کی پڑھائی کی وجہ سے انکار کردیتے ہیں اماں بی کو ڈر ہوتا ہے کہ کہیں شہرینہ کی ضد اس رشتے میں بگاڑ پیدا نہ کردے لیکن عثمان صاحب اس بات کی گارنٹی لیتے ہیں۔ فرح شہرینہ، زوبیہ اور شایان چاروں شاپنگ کے لیے روانہ ہوجاتے ہیں اور وہیں مال میں افگن سے ان کی ملاقات ہوتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

✿......✿✿......✿

''باقی سب کہاں ہیں؟'' وہ گھبرائی نہیں لیکن افگن کی آنکھوں کا تاثر ایسا تھا کہ وہ ایک دم پوچھ بیٹھی۔

''شایان کے ساتھ دونوں باہر ڈسپلے پر لگی چیزیں دیکھنے گئی ہیں۔'' جواباً افگن نے بھی نارمل لہجے میں جواب دیا تھا۔

''میرا خیال ہے میں بھی چلتی ہوں۔'' وہ اپنا موبائل اور ہینڈ پرس اٹھا کر کھڑی ہوئی۔

''ایک منٹ۔'' افگن نے بے اختیار اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔ شہرینہ نے چونک اور الجھ کر اسے دیکھا۔ افگن مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

''ابھی بیٹھو۔''

''کیوں؟'' شہرینہ نے سختی سے اپنا ہاتھ افگن کے مضبوط ہاتھ سے کھینچ لیا تھا۔ انداز ایک دم سرد اور کٹیلا تھا۔

''بیٹھو گی تو بتاؤں گا ناں۔'' افگن کا انداز تو آج یکسر بدلا ہوا تھا۔ کہاں ہر وقت غصے سے کھا جانے والی نگاہوں سے گھورنے والا اس وقت ایک بالکل مختلف روپ و انداز میں اس کے سامنے تھا۔

''پلیز ہیو یور سیٹ۔'' مسکراہٹ تو جیسے افگن کے ہونٹوں سے چپک گئی تھی۔

شہرینہ کے لیے افگن کا یہ انداز' الفاظ و لہجہ بالکل حیران کردینے والا تھا کہاں وہ اسے دیکھ کر بھر جانے والی اس وقت قطعی مزاحمت نہ کرپائی اور حیران و پریشان ہوکر افگن کی اس کایا پلٹ کو دیکھ رہی تھی۔

''پلیز بیٹھ جاؤ۔'' افگن نے دوبارہ دہرایا تو نہ چاہتے ہوئے بھی وہ بیٹھ گئی۔

''فرمایئے۔'' اس کا انداز بے لچک تھا تیکھے چتون لیے وہ براہ راست گویا ہوئی۔ افگن نے اسے بغور دیکھا۔ خوب صورت تراشیدہ چہرے میں کوئی ایسی بات ضرور تھی کہ وہ چند پل کو ساکت ہوا تھا خمیدہ گھنی تیکھی پلکیں اونچی کھڑی ناک اور تراشیدہ نقوش اس کے جگمگ کرتے حسن میں عجیب سی تابندگیاں تھیں۔ افگن جیسا مضبوط اعصاب کا مالک بندہ بھی ایک پل کو بالکل ساکت ہوا تھا۔ شہرینہ اس کی نگاہوں کی چوری پر اپنی جگہ جزبز سی ہوئی تھی۔ اس نے خود کو لاپروا ظاہر کرنے کے لیے اپنا موبائل سامنے کرلیا۔ وہ افگن سے کسی بھی قسم کے اچھے رویے کی توقع نہیں رکھتی تھی لیکن اس وقت افگن کا نہ صرف مزاج بدلا ہوا تھا بلکہ انداز و اطوار بھی یکسر بدلے ہوئے تھے اور شہرینہ چاہ کر بھی اسے اگنور نہیں کرپارہی تھی۔ اس نے افگن کو نظر انداز کرنے کے لیے شایان کا نمبر ملایا۔

''کہاں ہو تم لوگ۔''

''کیوں کیا ہوا؟'' وہ افگن کو یکسر نظر انداز کررہی تھی۔

''مجھے یہاں اکیلا چھوڑ کر تم تینوں کہاں غائب ہوگئے ہو۔''

''افگن بھائی تو تمہارے ساتھ ہی ہیں ناں۔'' اس نے افگن کو دیکھا وہ ابھی بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ شہرینہ کا چہرہ تمتمانے لگا۔ وہ دبو سی لڑکی تو تھی نہیں جو افگن کے گھورنے پر پزل سی ہوجاتی۔ اس کے اندر ناگواری سی پھیلنے لگی تھی۔ افگن کے لڑائی جھگڑے والے رویے کے بعد ایک دم یہ بدلا انداز شہرینہ کے لیے از حد حیرت کا باعث بن رہا تھا۔

''تم لوگ کہاں ہوں، میرا خیال ہے کہ تم لوگ یہاں لنچ کرنے آئے تھے اور پھر مجھے یہاں تنہا چھوڑ کر تم تینوں رفو چکر ہوگئے۔'' اس نے طنزیہ پوچھا تو دوسری طرف ذیشان بے اختیار ہنسا۔

''لنچ تو ہم باہر ہی کررہے ہیں تم افگن بھائی کے ساتھ انجوائے کرو یہ ہم سب کا پروگرام تھا تمہیں اور بھائی کو ہم نے پھنسایا تھا سو ڈونٹ وری اینڈ انجوائے اٹ۔''

''واٹ......!'' وہ ایک دم حیرت سے گنگ رہ گئی تھی یعنی ان تینوں نے مل کر اسے افگن کے لیے بے وقوف بنایا تھا۔ اس کے اندر ایک دم شدید ابال اٹھا۔

''شٹ اپ۔'' دوسری طرف سے شایان بھی اسی رویے کی توقع کررہا تھا اس نے فوراً کال بند کردی تھی۔

''آپ کو شرم آنی چاہیے اس طرح کی حرکتیں کرتے ہوئے۔'' وہ سخت طیش میں آئی۔

''کیوں...... کیا ہوا؟'' افگن ایک پل کو چونکا۔

''زیادہ بننے کی کوشش مت کریں شایان نے بتایا ہے یہ ان کا پروگرام تھا اور آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، آپ کو سب علم تھا کہ میں آپ کے ساتھ کبھی نہیں آؤں گی سو آپ نے ان لوگوں کو استعمال کرکے مجھے ٹریپ کیا۔'' وہ تو فوراً آؤٹ ہوئی تھی۔ افگن نے ایک گہرا سانس لیا۔

''اگر یہی بات میں تمہارے حوالے سے کہوں کہ تم نے یہ سارا پروگرام ترتیب دیا تھا شایان فرح نے درپردہ تمہارے کہنے پر مجھے یہاں بلایا ہے تو......'' افگن نے سنجیدگی سے کہا تو شہرینہ چونکی ورنہ وہ شدت توہین سے اٹھ کر جانے والی تھی۔

''کیا مطلب۔ بکواس ہے یہ میں کیوں بلاؤں گی آپ کو میرا دماغ خراب نہیں ہوا ابھی تک۔'' وہ شدید برا مان گئی تھی۔ افگن ہنس دیا شہرینہ کو اس کی ہنسی سخت گراں گزری۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم نے مجھے یہاں نہیں بلوایا۔''

''میں کلیئر کرچکی ہوں میں کیوں بلواؤں گی۔''

''تو پھر......'' افگن یک دم سنجیدہ ہوا تھا اس سے بیشتر کہ وہ کچھ اور کہتے ویٹر کھانا لے آیا۔ شہرینہ نے بمشکل خود کو کچھ کہنے سے روک رکھا تھا۔

ورنہ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ اٹھ کر فوراً یہاں سے چلی جائے۔ افگن نے چند پل ویٹر کے کھانا سرو کرنے اور پھر جانے کا انتظار کیا تھا۔

''میں نے تمہیں نہیں بلوایا میری اپنی کلائنٹس کے ساتھ میٹنگ تھی جب شایان کی کال آئی تو میں اسی ہوٹل میں تھا۔ اس نے کہا کہ اِدھر ہی آجائیں مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم بھی ساتھ ہو، خیر ان لوگوں نے کیا پروگرام بنایا اس کا مجھے علم نہیں لیکن میں تمہاری آمد سے بے خبر تھا۔'' افگن نروٹھے پن سے وضاحت کررہا تھا۔ شہرینہ بگڑے تیوروں سے اس کی وضاحت سن رہی تھی۔

''میرا خیال ہے میں چلتی ہوں۔'' شہرینہ نے اپنا پرس اٹھانا چاہا تو بے اختیار افگن نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا یہ دوسری بار ہوا تھا۔ شہرینہ نے الجھ کر اور پھر اس کے بھاری ہاتھ کو دیکھا۔

''میرا خیال ہے کہ پہلے یہ لنچ کرلیں پھر مل کر شایان وغیرہ کی خبر لیں گے۔'' افگن سنجیدہ تھا شروع میں اس کے جو انداز واطوار تھے ان سے بالکل مختلف۔

''لیکن میں......'' وہ پھر الجھی۔

''پلیز شہری بیٹھ جاؤ۔'' افگن کے انداز میں آج ہر چیز ہی بدلی ہوئی تھی ضد کی بجائے فورس کرتا انداز تھا شدت سے افگن کو رد کرنے کی خواہش کے باوجود نجانے کیا ہوا تھا کہ شہرینہ بیٹھ گئی تھی۔ اس نے افگن کے ہاتھ کے نیچے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ وہ لب دبائے گود میں ہاتھ رکھے بیٹھ گئی تھی۔

جس انسان سے بابانگ دہل ڈنکے کی چوٹ پر شدید ترین نفرت کا اظہار کرتی رہی تھی جس کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہ تھی جس سے بات کرنا تو دور کی بات جس کی وہ شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی اس کے ساتھ بیٹھ کر وہ کھانا کھا رہی تھی۔ وہ خود کو کوس رہی تھی اندر ہی اندر لڑ رہی تھی لیکن خود کو یہاں سے جانے کے لیے آمادہ نہ کرپائی تھی۔

''پلیز ٹیک اٹ۔'' افگن نے خود ہی ایک ڈش اٹھا کر اس کی طرف بڑھائی۔ مجبوراً شہرینہ کو اسے لینا پڑا تھا۔ افگن سنجیدہ تھا۔ اس کی آنکھوں میں یا چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔

شہرینہ جو شدید ترین دشمنی کا اعلان کررہی تھی اس نے لب بھینچ لیے تھے اس نے اندر سے شدید ترین ہوتی مزاحمت کے باوجود افگن کے ہاتھ سے ڈش تھام لی تھی۔

وہ کھانا نہیں کھانا چاہتی تھی لیکن وہ کھانا کھا رہا تھا۔ دونوں کے درمیان پھر کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ افگن نے ایک دو بار پھر اسے مختلف چیزیں دی تھیں جسے اس نے خاموشی سے لے لیا تھا شہرینہ نے کھانا مختصر سا کھایا تھا جبکہ افگن نے پُرسکون انداز میں ہر چیز سے انصاف کیا تھا۔ افگن گاہے بگاہے اسے دیکھ بھی رہا تھا جبکہ وہ اپنی ہی سوچوں میں مست سر جھکائے زیادہ تر کھانے سے کھیلتی رہی تھی۔ افگن نے کھانا کھانے کے بعد نیپکن سے ہاتھ صاف کیے تو شہرینہ نے بھی پلیٹ کھسکا دی تھی۔

''آئس کریم یا کوئی سوئٹ ڈش؟'' افگن نے مزید پوچھا تو اتنی دیر سے خود پر جبر کرتی شہرینہ ایک دم بھنائی۔

''میں یہاں آپ کے ساتھ لنچ کرنے نہیں آئی تھی۔'' افگن ہنس دیا۔

''لیکن محترمہ آپ کو اب ماننا تو پڑے گا کہ آپ یہاں میرے ساتھ لنچ تناول فرما چکی ہیں۔'' پہلی بار سارے وقت میں دل جلاتی ہنسی تھی۔ شہرینہ تو ایک دم جل بھن گئی۔

''بے وقوفی ہے میری۔'' خود پر لعنت ملامت کرتی وہ چڑ کر شدید غصے سے بولی۔

''لیکن یہ بے وقوفی ہمارے لیے خوش آئند ثابت ہوسکتی ہے۔'' افگن نے بہت ریلیکس انداز میں کرسی کی پشت سے کمر ٹکائی۔

''غلط فہمی ہے آپ کی' دلوں میں گنجائش نہ ہو تو رشتے بھی پانی کے بلبلے کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔'' وہ پھر اپنی ضد اور انا کے حصار میں سمٹ رہی تھی۔

''رویوں میں گنجائش ہو تو دلوں میں بھی گنجائش نکل آتی ہے پھر رشتے پانی کے بلبلے نہیں رہتے۔'' افگن کے انداز لب ولہجے میں بہت گنجائش نظر آرہی تھی۔

یہ گنجائش اماں بی سے بات کرنے کے بعد افگن کے رویے میں پیدا ہوئی تھی یا بعد میں لیکن افگن اپنی تمام تر ضد، ناپسندیدگی وغصیلے انداز واطوار کو فراموش کیے اس وقت رشتے نبھانے کی بات کررہا تھا۔ یہ یقیناً افگن کی

مغربی اور مشرقی ادب کی منتخب کہانیوں کا مجموعہ

ماہنامہ نئے افق کراچی

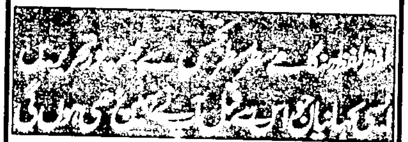

شائع ہوگیا ہے

مغربی ادب سے انتخاب
جرم وسزا کے موضوع پر ہر ماہ منتخب ناول
مختلف ممالک میں چلنے والی آزادی کی تحریکوں کے پس منظر میں
معروف ادیبہ زریں قمر کے قلم سے مکمل ناول
ہر ماہ خوب صورت تراجم دیس بدیس کی شاہکار کہانیاں

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی
خوشبوئے سخن اور ذوق آگہی کے عنوان سے مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

کسی بھی قسم کی شکایت کی صورت میں
021-35620771/2
0300-8264242

ذات میں ایک بہت بڑی تبدیلی تھی لیکن شہرینہ ابھی کسی بھی تبدیلی کا شکار نہیں ہوئی تھی اس کے لیے افگن کے یہ سارے رویے بے معنی تھے۔

''جب بنیادیں ہی کمزور ہوں تو آپ ایک مضبوط عمارت بھلا کیوں کر استوار کر سکتے ہیں جن رشتوں کی جڑیں ہی کھوکھلی ہیں ان کو آپ بھلا ایک تناور درخت بننے کے خواب کیسے دیکھ سکتے ہیں۔'' جواباً وہ پہلے سے زیادہ تلخی سے بولی تھی۔

''ایم سوری میں اب اس سے زیادہ اس ناقابل برداشت ساتھ کو برداشت نہیں کر سکتی پلیز میں اب چلوں گی۔'' افگن کا نرم رویے اس کو کچھ لچک دکھانے پر مجبور کر گئے تھے اب ایک بار پھر وہ اپنے اسی ضدی اور انا پرست خول میں سمٹ گئی تھی۔ وہ کھڑی ہوگئی تھی۔ افگن نے اسے دیکھا۔ اس کا انداز بے لچک تھا لیکن افگن کو اس کے موجودہ رویوں میں مستقبل کے لیے بہت ساری گنجائش دکھائی دے رہی تھیں۔ افگن نے ویٹر کو اشارہ اور بل لانے کو کہا تب تک شہرینہ بے لچک انداز میں کھڑی رہی تھی۔ افگن نے شایان کا نمبر ملایا۔

''ہاں شایان کہاں ہو۔''

''ہم تو کھانا کھا کر نکل آئے تھے اس وقت گھر والے رستے پر ہیں۔''

''شہرینہ کیسے جائے گی۔'' شہرینہ نے اسے خاموشی سے بات کرتے دیکھا۔

''آپ ڈراپ کردیجیے گا۔''

''میں......!'' اس نے شہرینہ کو دیکھا جو اسے دیکھ رہی تھی اس کے دیکھنے پر نظر پھیر گئی تھی۔

''میں کیسے ڈراپ کروں مجھے تو......'' افگن نے پھر شہرینہ کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی ناگواری پھیلی تھی۔ یعنی وہ ان کی گفتگو سے بے خبر نہ تھی۔

''اوکے...... ڈونٹ وری۔'' اس نے کال منقطع کردی۔ ویٹر بل لے آیا تھا افگن نے بل پے کیا اور شہرینہ کے ساتھ باہر نکل آیا۔

''شایان وغیرہ جا چکے ہیں میں ڈراپ کردوں گا۔''

''میں اِدھر سے کوئی کیب لے لوں گی۔'' اس نے اپنے مخصوص بے لچک انداز میں کہا تو افگن نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''میں اپنی عورتوں کو پرائے ڈرائیوروں کی ذمہ داری پر چھوڑنے کا قائل نہیں ہوں۔'' وہ کہہ کر اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا۔ شہرینہ نے لب بھینچ کر اسے جاتے دیکھا۔ دو منٹ بعد وہ گاڑی اس کے پاس لایا اور فرنٹ ڈور کھول دیا تھا۔

''میں نے کہا ناں میں چلی جاؤں گی۔''

''میں رستے میں ساتھ چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہوں، پلیز۔'' افگن بہت سنجیدہ تھا۔

شہرینہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ دونوں میں اب کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ افگن نے چند بار گاہے بگاہے اسے دیکھا تھا۔ وہ باہر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے لاشعوری طور پر مسل رہی تھی۔ افگن نے اس کا یہ ہاتھ آج دو بار تھاما تھا اور دونوں بار نوٹ کیا تھا کہ وہ سرکشی کے بجائے نرمی برتنے پر مجبور ہوئی تھی۔ اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ شہرینہ کو کیسے ہینڈل کیا جاسکتا ہے ضد، نفرت یا غصہ دکھا کر اس کے اندر سرکشی ہی پیدا کی جاسکتی تھی۔ اب افگن کو غم و غصے کی بجائے صبر و تحمل سے کام لینا تھا۔ اور اماں بی کی خاطر اسے یہ سب کرنا ہی تھا کہ شہرینہ عثمان سے رشتہ نبھائے رکھنا اماں بی کی شدید خواہش تھی اور اماں بی کی خواہش کا ہر حال میں احترام کرنا افگن اپنا فریضہ اول سمجھتا تھا۔ اس نے گاڑی میں موجود خاموشی کو محسوس کرتے ریڈیو آن کردیا تھا۔ کوئی فرمائشی شو چل رہا تھا ڈی جے روانی سے بول رہا تھا اور پھر ڈی جے نے کالر کی فرمائش پر غزل لگادی تھی۔ گاڑی میں غزل کے بول گونجنے لگے تھے۔

حسرت ہے تجھے سامنے بیٹھے کبھی دیکھوں
میں تجھ سے مخاطب ہوں ترا حال بھی پوچھوں

مدھر سروں پر کھنکتی آواز گاڑی میں گونجی تو یکسر لاتعلق

کا اظہار کرتی شہرینہ نے بھی پہلو بدلا تھا۔ اس نے گردن پھیر کر انہماک سے ڈرائیور کرتے افگن کو دیکھا ساتھ ہی۔ افگن نے بھی اسے دیکھا اس کے لب ساکت تھے لیکن عجیب سی کشش آنکھوں سے جھلک رہی تھی۔ شہرینہ نے دوبارہ گردن پھیر لی۔ جبکہ گائیک کی آواز نے گاڑی کی خاموشی کو اپنی آواز سے پھر سے توڑ دیا تھا۔

دل میں ہے ملاقات کی خواہش کی دبی آگ
مہندی لگے ہاتھوں کو چھپا کر کہاں رکھوں

شہرینہ نے ہاتھ مسلنا ایک دم بند کردیا اور افگن کی آنکھوں میں موجود مسکراہٹ ایک دم گہری ہوئی تھی۔ یعنی غزل کے بول شہرینہ پر بھی اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

جس نام سے تو نے مجھے بچپن میں پکارا
اک عمر گزرنے پر بھی وہ نام نہ بھولوں

افگن پوری طرح غزل کی طرف متوجہ تھا شعر و شاعری اس پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی لیکن پہلی بار کچھ سننا اچھا لگ رہا تھا۔

تو اشک ہی بن کر میری آنکھوں میں سما جا
میں آئینہ دیکھوں تو ترا عکس بھی دیکھوں
پوچھوں کبھی غنچوں سے ستاروں سے ہوا سے
مجھ سے یہی مگر آکے تیرا نام نہ پوچھوں

شہرینہ مکمل طور پر لاتعلق باہر کی طرف متوجہ تھی اس نے دوبارہ ایک بار بھی اندر کی طرف دیکھنے کی کوشش نہ کی تھی۔

جو شخص کہ ہے خواب میں آنے سے بھی خائف
آئینہ دل میں اسے موجود ہی دیکھوں

ڈی جے نے آواز مدہم کردی لیکن بیک گراؤنڈ میں میوزک چل رہا تھا افگن نے اسے دیکھا وہ اب بھی خاموش تھی۔ چہرہ ابھی بھی کھڑکی کی طرف ہی تھا۔ کچھ دیر بعد گھر آگیا تھا۔ افگن کو ایک ضروری کام تھا اس نے اندر جانے کی بجائے باہر ہی گاڑی کھڑی کی اور ہارن دیا چوکیدار نے گیٹ کھولنا چاہا تھا لیکن اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کردیا تھا، شہرینہ خاموشی سے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی افگن نے اسے گیٹ سے اندر داخل ہوتے دیکھا اور پھر ایک گہرا سانس لیتے دوبارہ گاڑی موڑلی تھی۔

✿......✿✿......✿

وہ اندر آئی تو شایان، فرح اور زوبیہ تینوں اماں بی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ تینوں نے بڑے معنی خیز انداز میں اسے دیکھا تھا اور اس نے جواباً کھا جانے والی نظروں سے۔ اماں بی کی موجودگی کا احساس کرکے وہ ان پر ایک قہر برساتی نگاہ ڈال کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی موبائل اور بیگ غصے سے بستر پر پٹخا اور وہ فریش ہونے کے لیے باتھ روم میں گھس گئی تھی۔ منہ ہاتھ دھو کر کمرے میں آئی تو زوبیہ اور فرح وہاں موجود تھیں۔

''کیسا رہا پھر آج کا دن؟'' زوبیہ نے ہنس کر پوچھا۔

''شٹ اپ۔'' وہ غصے سے بولی تو وہ کھلکھلا کر ہنس دیں۔

''اپنے یہ شٹ اپ کے تیر افگن بھائی پر ہی چلایا کرو وہ ہی گھائل ہوسکتے ہیں ہم پر تو کوئی اثر نہیں ہونے والا۔''

''تم لوگ انتہائی بدتمیز انسان ہو جان بوجھ کر یہ سب کیا تم سب نے۔'' اس نے بہت غصے سے دونوں کو دیکھا۔

''یہ فرح کا آئیڈیا تھا۔'' زوبیہ نے ہنس کر فرح کی طرف اشارہ کیا تو وہ چیخی۔

''مجھے کیوں پھنسا رہی ہو یہ آپ کا اور شایان بھائی کا پلان تھا مجھے خوامخواہ مت گھسیٹیں۔'' زوبیہ ہنس دیں۔

''ہاں تو ہم لوگوں نے کون سا غلط کام کیا ہے شہرینہ میری جیٹھانی ہے اب دو لوگوں کے درمیان صلاح کرائی ہے بلکہ نیکی کا کام کیا ہے شہرینہ کو تو خوش ہونا چاہیے۔'' وہ بھی ڈھیٹ بنی۔

''بکومت انتہائی بری حرکت کی ہے تم سب نے اور تم سے تو مجھے ایسی امید ہی نہیں تھی۔'' وہ غصے سے ناول

صوفے پر پھینک کر خود بستر پر گر گئی تھی۔

"ہائے جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔" جواباً زوبیہ نے تان لہرائی تو اس نے غصے سے ایک زور کا ہاتھ اس کی کمر پر رکھا۔

"ہائے ظالم کیا ہاتھ مارا ہے کہ تھوڑا کمر توڑ کے رکھ دی میری ہائے۔" وہ نتیجتاً لوٹ پوٹ ہونا شروع ہوگئی تھی۔ شہرینہ نے گھورنا شروع کردیا۔ فرح ہنس رہی تھی۔

"تم دونوں دفع ہوجاؤ میرے کمرے سے۔"

"کتنی بے مروت ہو تم اپنے سسرالی رشتہ داروں سے ایسا سلوک کرتے تمہیں شرم نہیں آتی، کوئی لحاظ ہوتا ہے کوئی مروت ہوتی ہے تم تو ہر وقت آنکھیں ماتھے پر رکھے پھرتی ہو۔" زوبیہ نے ایموشنل بلیک میلنگ کرنا چاہی تو شہرینہ نے اپنا سر تھام لیا۔

وہ جس قدر اس رشتے کو لے کر بدظن و بدگمان تھی زوبیہ اسی قدر لائٹ لے رہی تھی۔ گویا اس کے تیور سرے سے نظر ہی نہیں آرہے تھے۔ اور فرح...... اس نے ازحد شکایتی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ فوراً ہنسی روک کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"سوری بھئی میں اس میں شامل نہ تھی یہ تو مجھے وہاں سے نکلنے کے بعد ان دونوں نے بتایا تھا۔" شہرینہ فرح کی وضاحت پر خاموش رہی۔ فرح نے زوبیہ کو دیکھا وہ مسکرائی اور پھر اس نے شہرینہ کا ہاتھ تھام کر اسے بغور دیکھنا شروع کردیا۔

"ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟" شہرینہ نے ٹوکا تو وہ ہنسی۔

"دیکھ رہی ہوں کہ ملاقات کس حد تک کامیاب رہی ہے۔" اس کی آنکھوں میں ابھی بھی شرارت تھی۔ شہرینہ کو ایک دم تاؤ آیا۔

"دفع ہوجاؤ آئی ول شوٹ یو۔" زوبیہ مسکرا کر تکیہ اٹھا کر اس پر انگلیاں بجانے لگی تھیں۔

"تو لاکھ چلے ری گوری تھم تھم کے......" شہرینہ نے بے بسی سے اسے دیکھا زوبیہ کے بارے میں وہ جانتی تھی کہ وہ کافی جولی طبیعت کی مالک لڑکی ہے آنا جان کم ہی ہوتا تھا دو سال بعد کوئی ایک بار ملاقات ہوگئی تو ٹھیک لیکن آج تو وہ رج کے زچ کررہی تھی۔

تو پیا سے مل کے آئی ہے
تب سے نیند پرائی ہے
تو لاکھ چلے ری گوری تھم تھم کے

شہرینہ نے سر تھام لیا۔

"پھر کیا کیا باتیں ہوئیں تم دونوں میں......!" اس نے مزید پوچھا۔

"افکن بھائی نے آئی لو یو تو ضرور بولا ہوگا۔"

"شٹ اپ۔" شہرینہ ایک بار پھر تاؤ میں آئی۔ وہ اس قسم کے مذاق کی عادی نہ تھی جبکہ فرح اور زوبیہ کے لیے یہ کوئی بڑی بات نہ تھی۔

"اوکے...... اوکے......!" زوبیہ نے فوراً ہاتھ اٹھائے۔

"ویسے مزے کی بات بتاؤں میں دل سے چاہتی ہوں کہ تم دونوں کی صلح ہوجائے افکن بھائی اتنے نائس اور اسٹائلش سے انسان ہیں تمہارے ساتھ تو ان کی جوڑی جچتی بھی بہت ہے تم یہ گلے شکوے ختم کرکے ان سے صلح کیوں نہیں کرلیتی۔" وہ اب سنجیدہ ہوئی تھی۔

"میری ان سے کوئی ذاتی محاذ آرائی نہیں ہے لیکن یہ رشتہ نہیں چل سکتا تم لاحاصل کوششیں مت کرو میں ان کے ساتھ کمپرومائز نہیں کرسکتی۔"

"کیا خامی ہے ان میں؟" زوبیہ نے پوچھا۔

"کیا یہ وجہ کافی نہیں کہ میرے اور ان کے نظریات و مزاج میں زمین و آسمان کا فرق ہے ہم کبھی بھی ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔"

"یہ اختلافات و نظریات تمہارے نزدیک نہ حل ہونے والے ہوسکتے ہیں مجھے نہیں لگتا کہ یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کو بنیاد بنا کر تم اس طرح کا شدید ری ایکشن دے رہی ہو۔" جواباً زوبیہ نے اس سے بھی زیادہ شدت سے اس کے نظریات کو رد کردیا تھا فرح خاموش تھی۔

"خاندان کا سب سے اعلیٰ لڑکا تمہارے نصیب میں لکھا گیا ہے تمہیں تو خوش ہونا چاہیے یار۔" شہرینہ ان کے خاموش رہی تھی۔

وہ فائقہ کے سامنے اپنی سوچ بیان کرچکی تھی وہ اب ہر ایک کے سامنے ان سب باتوں کو دہرانا نہیں چاہتی تھی۔ زوبیہ سے ایک لاحاصل بحث کرنے کا اس وقت اس کا قطعی موڈ نہ تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھی اس نے موبائل تھاما اور دروازے کی طرف بڑھی گئی۔

"کہاں چل دیں؟"

"تمہارے ساتھ ایک لایعنی و لاحاصل بحث کرنے سے بہتر ہے کہ میں باہر جا کر لان میں واک کرلوں۔" وہ غصے میں ازحد سنجیدہ ہوچکی تھی۔ زوبیہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"اوکے...... نہیں کرتی اب کوئی بات چلو آؤ اماں بی کو شاپنگ دکھاتے ہیں ابھی تک تمہارے آنے کا انتظار کرنے کی وجہ سے ان کو کچھ بھی نہیں دکھایا۔" وہ فوراً موضوع بدل گئی تو شہرینہ نے بھی ایک گہرا سانس لیا تھا۔

وہ اماں بی سے بھی ازحد متنفر تھی لیکن زوبیہ کے پُرخلوص رویوں کے سامنے وہ خود کو کچھ بھی کہنے سے روک گئی تھی۔ زوبیہ کے لیے اس کی خاموشی بھی غنیمت تھی سو وہ اسے ہمراہ لیے اماں بی کے کمرے کی طرف چل دی تھی۔

❁......❁❁......❁

اگلے دن ٹیپو ہاسٹل چلا گیا۔ شایان اور زوبیہ بھی شمالی علاقہ جات کے لیے روانہ ہوگئے تھے افکن بس ان لوگوں کی وجہ سے رکا ہوا تھا اس نے اپنے چند ایک مزید ضروری امور نمٹائے تھے اور پھر فرح کو ہمراہ لیے وہ لاہور کی طرف روانہ ہوگیا تھا، البتہ اماں بی رک گئی تھی۔ شہرینہ نے افکن کے جانے پر ایک گہرے تشکر کا سانس لیا تھا ورنہ وہ ریز روسی ہوکر رہ گئی تھی۔ عثمان صاحب اور فائقہ کی وہی روز مرہ کی مصروفیات تھیں۔ اماں بی خاموشی سے سب دیکھ رہی تھیں۔ عثمان [illegible] بہت کم آ کر رہی تھیں۔ اگر کبھی آتی بھی تھیں تو [illegible] ایک دو دن کے لیے اب وہ اپنی مرضی سے کچھ عرصے کے لیے رکی تھیں۔ شہرینہ کی بھی پہلے والی روٹین شروع ہوگئی تھی۔ وہ جو مہمانوں کی وجہ سے اپنی سوئمنگ پریکٹس نہیں کررہی تھی اب ہفتے میں ایک دو بار ضرور کررہی تھی کبھی وہ دارالاطفال چلی جاتی جہاں موجود بچوں کا وہ خاص خیال رکھتی تھی۔ اماں بی سے اس کا سامنا بس برائے نام ہوتا تھا اور جب بھی ہوتا وہ پاس بٹھا کر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگ جاتی اور پھر ان کی گفتگو افکن کی ذات پر آ کر رک جاتی تھی۔ وہ افکن کی ذات و صفات پر بلاتکان بول سکتی تھیں۔

شہرینہ اکتانے لگتی اور پھر بہانے سے اٹھ جاتی ہے۔ اماں بی کو اس کی سوچ و نظریات میں کسی بھی قسم کی کوئی مثبت تبدیلی نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ افکن کی جانب سے ابھی بھی اسی طرح بدظن و نالاں تھی افکن کا نام سنتے ہی اس کے تیور کھینچ جاتے تھے۔ اس وقت بھی وہ کالج سے لوٹی تو اماں بی نے پاس بلالیا تھا۔

"شہری بیٹا میری اپنے بابا صاحب سے فون پر بات کرادینا ذرا دو دن ہوگئے ہیں ان سے بات ہی نہیں ہوئی افکن ہی فون کرتا رہتا ہے دو دن سے اس نے بھی کال نہیں کی۔" انہوں نے کہا تو اس نے محض سر ہلا دیا۔

اماں بی کا ابھی کچھ دن مزید رکنے کا پروگرام تھا لیکن وہ فون پر حویلی کی تمام خبر رکھے ہوئے تھیں۔ شہرینہ نے پی ٹی سی ایل سے گاؤں والے حویلی کے نمبر پر کال ملائی تھی تو دوسری طرف کال کسی ملازمہ نے ریسیو کی تھی۔ سلام دعا کے بعد اس نے بابا صاحب سے بات کرانے کو کہا تھا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے انتظار کررہی تھی۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے کچھ پل بعد بھاری مردانہ آواز سنائی دی تو وہ چونکی۔

"کون؟" اس نے آواز پہچاننے کی کوشش کرنا چاہی مگر ناکام رہی تھی۔

''افگن بات کررہا ہوں۔'' دوسری طرف سے جو نام سننے کو ملا تھا اس پر شہرینہ کے لب سکڑ گئے تھے۔
''بابا صاحب کدھر ہیں؟'' اس نے نخوت سے کہا تو دوسری طرف ایک گہرا سانس لیا گیا۔
''کیسی ہیں محترمہ آپ؟'' وہ شاید پہچان گیا تھا۔
''آپ کی توقع کے بالکل برعکس اماں بی نے بابا صاحب سے بات کرنی ہے ان سے بات کرا دیں تو مہربانی ہوگی۔''
''بابا صاحب حویلی میں موجود نہیں ہیں۔'' جواباً افگن نے کہا تو اس نے بغیر کچھ کہے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔
''کیا ہوا؟'' اماں بی اسے ہی دیکھ رہی تھیں اس نے گہرا سانس لیا۔
''بابا صاحب حویلی میں موجود نہیں تھے۔''
''کس سے بات ہوئی؟'' انہوں نے مزید پوچھا۔
''ملازمہ تھی کوئی۔'' ابھی وہ بتا رہی تھی کہ فون بجنے لگا۔ اس نے سی ایل آئی پر نمبر دیکھا حویلی کے نمبر سے کال بیک تھی۔
''کون ہے؟'' اماں بی پوچھ رہی تھیں۔ وہ کال اگنور کرنا چاہتی تھی لیکن اماں بی بڑے امید بھرے انداز میں اسے دیکھ رہی تھیں اس نے کال ریسیو کی۔
''ہیلو۔'' اس کے انداز میں حد درجہ بیزاریت تھی۔
''محترمہ سلام دعا بھی کوئی چیز ہوتی ہے کیا آپ کے ہاں اس چیز کا کوئی رواج نہیں۔'' دوسری طرف سے جتانے والے انداز میں کہا گیا۔
''بگڑے ہوئے لوگوں سے ایٹی کیٹس کی توقع رکھتے ہیں آپ لوگ حیرت ہے۔'' اس کا انداز کٹیلا تھا۔ دوسری طرف افگن مسکرایا۔
''توقع تو ہم اور بھی بہت رکھتے ہیں اب آپ کیا کیا توقعات پوری کروگی۔'' شہرینہ نے تلخی سے سر جھٹکا۔
''اماں بی بابا صاحب سے بات کرنا چاہتی ہیں بہتر ہے کہ آپ ابھی سے بات کرلیں۔'' اس نے ریسیور اماں بی کو تھما دیا اور خود اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

ابھی وہ بستر پر آ کر لیٹی ہی تھی کہ کچھ دیر بعد اماں بی بھی وہیں چلی آئیں۔ دستک دے کر وہ کمرے میں داخل ہوئیں تو شہرینہ اٹھ کر بیٹھی گئی تھی۔ اماں بی نے اسے دیکھا وہ اس کے پاس بستر پر آ بیٹھیں۔
''تمہارے بابا صاحب کو پچھلے دو دن سے بخار ہے دیکھو مجھے ایک بار بھی ان کا حال نہیں پوچھا وہ بھی بیمار ہوں اور میں ان کے پاس نہ ہوں، یہ کبھی ہوا ہی نہیں۔'' وہ افسردہ تھیں انہیں ایک دم بابا صاحب کی یاد ستانے لگی تھی۔
اماں بی سے لاکھ بدظن و ناراض سہی لیکن بابا صاحب کی طبیعت کا سن کر وہ بھی ایک پل کو پریشان ہوگئی تھی۔
''زیادہ طبیعت خراب ہے کیا؟''
''ہاں، افگن بتا رہا تھا کہ دو دن سے بستر سے اٹھے ہی نہیں۔''
''لیکن مجھے تو کہہ رہے تھے کہ وہ گھر پر نہیں ہیں۔''
''ٹالا تھا تمہیں مجھے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔''
''تو اب کیوں بتادیا آپ کو۔''
''میں بار بار پوچھ رہی تھی تو بتادیا اس نے۔''
''تو اب کیا کریں گی۔'' اس نے پوچھا تو انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔
''افگن کو کہہ رہی تھی کہ مجھے آ کر لے جائے۔'' وہ خاموش رہی تھی۔
''فائقہ کو کال ملانا ذرا عثمان تو اب رات کو ہی آئے گا فائقہ کو بتاتی ہوں افگن نے کہا تھا کہ شام تک پہنچنے کی کوشش کرے گا رکے گا نہیں۔'' وہ اب بھی خاموش رہی۔ اس نے خاموشی سے فائقہ کا نمبر ملایا۔
وہ آج بھی کسی کے ہاں گئی ہوئی تھیں اماں بی کو فائقہ کی یہ روٹین ذرا بھی پسند نہ آئی تھیں لیکن وہ ابھی کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تھیں۔ شہرینہ نے کال ملا کر اماں بی کو موبائل دے دیا تھا۔ فائقہ نے خاموشی سے اماں بی سے ساری بات سنی تھی۔
''میں کچھ دیر میں گھر پہنچتی ہوں عثمان کو بھی کال

کردیتی ہوں ان کو کہتی ہوں ٹائم نکال کر گھر کا چکر لگائیں۔'' فائقہ کے کہنے پر اماں بی مطمئن ہوگئیں تھیں۔

کچھ دیر وہ شہرینہ کے ساتھ رہی اور پھر شہرینہ کے پاس حوریہ کی کال آگئی تو وہ اٹھ کر باہر نکل گئی تھیں۔

اماں بی نماز پڑھنے اور پھر اپنا سامان ملازمہ سے پیک کرانے میں لگ گئی تھیں ان کا پروگرام ابھی مزید رکنے کا تھا لیکن بابا صاحب کی وجہ سے ان کو جانا پڑ رہا تھا گھنٹے بعد فائقہ گھر آگئی تھیں۔

''میں نے عثمان کو کال کی تھی وہ بتا رہے تھے کہ انہیں آج ہی کسی ٹور کے سلسلے میں باہر جانا ہے اور آپ جانتی ہیں کہ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی میں ان کے ساتھ ہی ہوں گی۔'' اماں بی نے فائقہ کی بات سنی تو ایک گہرا سانس لیا۔

''کتنے دنوں کا پروگرام ہے؟''

''شاید ایک ہفتے کا۔'' انہوں نے ری لیکس موڈ میں بتایا۔

''شہرینہ ساتھ جائے گی کیا؟'' انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا تو فائقہ نے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں اماں بی وہ گھر میں رہتی ہے مجھے عثمان کے ساتھ جانا پڑتا ہے اس کی اسٹڈی کا حرج ہوتا ہے۔''

''اتنے بڑے گھر میں وہ اکیلی رہتی ہے کیا؟'' اماں بی کو تشویش نے آلیا۔

''اکیلی کہاں اماں بی اتنے ملازمین ہوتے ہیں اِدھر۔'' فائقہ ابھی بھی پُرسکون تھیں جبکہ اماں بی کے اندر کوئی چیز چبھنے لگی تھی۔

''عثمان بھی نہیں کہتا اسے ساتھ لے جانے کو؟''

''وہ خود ہی منع کرتے ہیں شروع شروع میں شہری ساتھ جانے کی ضد کرتی تھی لیکن پھر عثمان کے سختی سے منع کرنے پر وہ مجبوراً راضی ہوگئی اور اب اس حوالے سے بات نہیں کرتی۔ اماں بی کے چہرے پر شدید اضطراب کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔

''اور تم نے بھی عثمان پر زور نہیں دیا کہ اسے ساتھ لے کر جایا کریں۔''

''وہ ان سب باتوں کو دقیانوسی خیال کرتے ہیں پھر شہری ہاسٹل میں رہتی رہی ہے اسے اکیلے رہنے کی پریکٹس ہے عثمان کے برا منانے کی وجہ سے پھر میں نے بھی فورس کرنا چھوڑ دیا تھا۔''

''اتنے بڑے گھر میں صرف ملازمین کے سہارے وہ کیسے رہ لیتی ہوگی۔'' اماں بی کو یہی سوچ کر ہول اٹھنے لگے تھے۔

''اماں بی وہ اب اتنی بھی بچی نہیں ہے کہ ہر وقت اس کے ساتھ رہا کریں وہ میچور اور سمجھدار بچی ہے وہ اب سب حالات کو فیس کرنا جانتی ہے آپ ٹینشن نہ لیں آپ آرام کریں میں ذرا فریش ہولوں پھر پیکنگ بھی کرنی ہے۔'' وہ کہہ کر چلی گئیں۔

اماں بی کے دل میں عجیب سے احساسات پیدا ہورہے تھے۔ عثمان اگر اولاد کو بھول چکا تھا تو فائقہ بھی اس ڈگر پر چل رہی تھیں۔ ان کو شدت سے اس بات کا احساس ہورہا تھا۔ دونوں میاں بیوی اپنی اولاد کے ساتھ مسلسل زیادتی کررہے تھے خصوصاً شہرینہ کے ساتھ۔

ان کا اضطراب بڑھا تو وہ اٹھ کر باہر لان میں نکل آئیں، شہرینہ بیگ اور کی چین لیے گیراج کی طرف بڑھی تھی۔

''کہاں جارہی ہو بیٹا۔'' شہرینہ ان کے پاس رکی۔

''مجھے پریکٹس کے لیے جانا ہے اماں بی۔'' وہ سوئمنگ پریکٹس کے لیے جارہی تھی۔

''وہ تو تم کل بھی گئی تھیں۔''

''جی گیمز کے دن نزدیک آرہے ہیں تو اب ڈیلی بیسز (روزانہ کی بنیاد پر) پریکٹس ہوا کرے گی۔''

''تم اس کھیل میں حصہ کیوں لیتی ہو؟'' وہ پہلے ہی مضطرب تھیں ان کی تشویش اور بڑھ گئی۔

''میں شروع سے ہی ان گیمز میں حصہ لیتی رہی ہوں اماں بی۔''

''اس دن فائقہ بتا رہی تھی کہ عثمان کو اس کھیل میں حصہ لینا پسند نہیں۔''

''ان کو تو شاید اب میرا وجود بھی پسند نہیں ہے۔'' وہ طنزیہ مسکرائی۔

''ایسے نہیں کہتے وہ باپ ہے تمہارا۔'' جواباً وہ خاموش رہی۔

''شام ہونے والی ہے اس وقت جاؤ گی تو واپس کب آؤ گی۔'' ان کا ایک اور سوال تیار تھا وہ متفکر تھیں۔

''اماں بی یہ شہر ہے یہاں آنے جانے کا کوئی ٹائم نہیں ہوتا یہاں ہر ایک کی اپنی ایک لائف اور مخصوص سرگرمیاں ہیں کوئی کسی میں انوالومنٹ شو نہیں کرتا حتیٰ کہ سگے ماں باپ تک کو علم نہیں ہوتا کہ ان کی اولاد کہاں گھوم پھر رہی ہے۔'' اس کا انداز طنزیہ ہوا۔

اماں بی کے دل میں ایک دم شدید لہر سی اٹھی۔ اس کی باتیں اور اس کی آنکھوں کی کیفیت، ہر کوئی کہتا تھا وہ جذباتی ہے، ضدی ہے غصیلی ہے لیکن وہ اتنی تلخ بھی ہے کوئی نہیں جانتا تھا۔

''تمہاری ماں اور باپ باہر جارہے ہیں۔'' اماں بی نے بتایا تو وہ ٹھٹکی لیکن پھر کندھے اچکا دیے جیسے یہ اس کے لیے معمول کی بات ہو۔

''یہ کون سی نئی بات ہے وہ اکثر آتے جاتے رہتے ہیں۔''

''رات میں جانا ہے انہوں نے تم گھر رہ کر ان کے پاس وقت گزارتیں۔'' جواباً شہرینہ استہزائیہ ہنسی۔

''اماں بی آپ بھی بڑے مزے کی باتیں کرتی ہیں ماما پاپا کے سامنے یہ مت کہہ دیجیے گا وہ برا مان سکتے ہیں ان کے بچوں کا ماں باپ سے بس یہی تعلق ہے کہ وہ ان کی ہر بات پر یس پاپا یس ماما کہتے ہیں ان کے پاس اتنا وقت کہاں کہ ان کے بچے ان کے ساتھ وقت گزاریں۔'' اب وہ ہنس رہی تھی۔ الفاظ زہریلے تھے لیکن اس کا لہجہ شگفتہ تھا۔

''پھر بھی بیٹا......''

''اماں بی پلیز مجھے دیر ہورہی ہے پریکٹس شروع ہوگئی ہوگی میں کافی لیٹ ہورہی ہوں۔'' وہ کہہ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

اماں بی نے بہت سنجیدگی سے اسے گاڑی [illegible] دیکھا ان کے دل سے ایک ہوک اٹھی تھی۔

✿......✿✿......✿

وہ لباس بدل کر سوئمنگ ڈریس پہن کر بالکل تیار تھی۔ آج اس کا پریکٹس کے دوران ہی اپنے ہی گروپ کی لڑکیوں سے مقابلہ تھا۔ وہ سب اپنے اپنے پوائنٹ پر پانی میں جمپ لگانے کو بالکل تیار کھڑی تھیں۔ ان کے گروپ میں کل دس لڑکیاں تھیں۔ اور یہ سبھی بہت اچھی سوئمرز تھیں جیسے ہی انسٹرکٹر کا اشارہ ملا تو ان سب نے جمپ کیا تھا۔ ان سب کی پریکٹس بہت اچھی تھی دیکھنے والوں کی کافی تعداد موجود تھی جن میں زیادہ تعداد پلیئرز لڑکیاں تھیں ان کے ریلیٹوز تھے۔ شہرینہ کی پرفارمنس اچھی تھی لیکن آج کی پریکٹس میں ذہنی طور پر کچھ الجھی ہوئی تھی شاید اماں بی سے ہونے والی گفتگو کا اثر تھا یا کیا تھا وہ آج کی پریکٹس کے رزلٹ کے بعد سیکنڈ نمبر پر آئی تھی۔ وہ اپنی ساتھی لڑکیوں سے آج کی پریکٹس پر ہی ڈسکس کررہی تھی۔ جب اس کے انسٹرکٹر نے اسے بلوایا۔

اس کا خیال تھا کہ وہ لباس بدل کر جائے گی لیکن انسٹرکٹر نے فوراً آنے کو کہا تھا وہ لڑکیوں کو وہیں آنے کا کہہ کر اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔ انسٹرکٹر نے اسے دور سے ہی دیکھ کر ہاتھ سے اشارہ کرکے بلایا تھا۔ انسٹرکٹر کے ساتھ ایک اور لڑکا بھی کھڑا تھا۔ وہ جب ان کے قریب پہنچی تو انسٹرکٹر نے اسے اس لڑکے سے ملوایا۔

''شہرینہ ان سے ملو یہ ثقلین نور ہے انٹر کالجیٹ مقابلوں میں بوائز کی جانب سے ہونے والے مقابلوں میں پچھلے سال یہ پہلے نمبر پر آیا تھا اور اس دفعہ بھی امید ہے بوائز کی جانب سے ثقلین ہی جیتے گا۔''

''ہیلو۔'' شہرینہ نے سر ہلایا جبکہ اس لڑکے نے ہاتھ بڑھایا تھا۔ شہرینہ نے اس کا ہاتھ صاف نظر انداز کردیا تھا۔ وہ لڑکا شرمندہ ہوا تھا تاہم اگلے ہی پل اس نے خود کو کمپوز کرلیا تھا۔

"اور ثقلین شہرینہ کا تمہیں بتا چکا ہوں یہ بہت ٹیلنٹڈ گرل ہے بیسٹ سوئمر ہیں امید ہے اپنے کالج کی طرف سے شہرینہ ہی جیتے گی۔" انہوں نے کہا تو شہرینہ رسماً مسکرائی تھی۔

"تھینکیو سر۔"

"آپ دونوں بات کرو میں باقی لوگوں کو دیکھ لوں۔" انسٹرکٹر ثقلین کا کندھا تھپتھپاتے آگے بڑھ گیا تھا جبکہ وہ وہیں کھڑی رہی تھی ثقلین کی نگاہیں اس کے صاف شفاف چہرے پر گویا جم سی گئی تھیں۔ شہرینہ نے بہت ناگواری سے اسے دیکھا۔

"سر بہت تعریفیں کر رہے تھے آپ کی۔" اس نے بات شروع کی۔

"یہ سر کی اعلیٰ ظرفی ہے۔" اس نے نپے تلے انداز میں کہا تو وہ مسکرایا۔ اس کی نظریں شہرینہ کو بہت ناگوار لگ رہی تھیں جواب چہرے سے ہٹ کر اس کا بغور جائزہ لینے لگی تھیں۔

"آپ کو صرف سوئمنگ ہی اچھی آتی ہے یا کسی اور گیمز میں بھی انٹرسٹ ہے۔"

"میں بیڈمنٹن اور رائڈنگ بہت اچھی طرح کر لیتی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"واؤ...... سیم مجھے بھی سوئمنگ کے بعد بیڈمنٹن اور رائڈنگ سے عشق ہے۔" اس کا انداز شوخیانہ تھا۔ شہرینہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"نائس...... ایکسیوزمی مجھے کسی سے ملنا ہے۔" وہ جان چھڑا کر جانے لگی۔

"پھر کب ملاقات ہوگی آپ سے۔" وہ پیچھے سے بولا تو شہرینہ حیران ہو کر رکی۔

"کیوں؟"

"ٹیلنٹڈ لوگوں سے ملنے میں مجھے ہمیشہ خوشی محسوس ہوتی ہے۔" اس نے باچھیں پھیلا کر کہا تو شہرینہ کو وہ انتہائی زہر لگا۔

"بٹ ایم سوری آپ سے مل کر مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے کہ سوئمنگ کے میدان میں اب کیسے کیسے نظر باز لوگ آنے لگے ہیں، اب تو سمجھو اس فیلڈ کا بیڑہ غرق ہی ہو جائے گا۔" وہ منہ پھٹ ہونے کی حد تک صاف گو تھی۔ ہر کوئی اس کی صاف گوئی سے نالاں تھا۔ ایسے میں بالکل اجنبی شخص کے سامنے اس کی برائی بیان کرنا صرف اور صرف شہرینہ جیسی لڑکی کا ہی خاصہ تھا۔

"کیا......!" وہ لڑکا حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا جبکہ وہ کہہ کر رکی نہیں تھی اس لڑکے نے بہت تلخی و سنجیدگی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔

❀......❀❀......❀

افگن شام کے بعد پہنچا تھا۔ اماں بی کو لینے وہ ڈرائیور کو بھی بھیج سکتا تھا لیکن اپنی خواتین کے معاملے میں وہ قطعی رسک نہیں لے سکتا تھا۔ اتفاقاً عثمان فاروق بھی گھر پہنچ گئے تھے۔ کچھ دیر بعد ائرپورٹ کی طرف روانہ ہونا تھا۔ انہوں نے کچھ وقت افگن سے بات کی تھی فائقہ نے کھانا لگوا دیا تھا انہیں ساتھ ساتھ تشویش نے بھی آلیا تھا اماں بی بار بار شہرینہ کا پوچھ رہی تھیں۔ شہرینہ بھی ابھی تک گھر نہیں لوٹی تھی۔ تشویش تو اندر ہی اندر فائقہ کو بھی لاحق تھی تاہم انہوں نے عثمان کے سامنے بات کرنے سے منع کیا تھا۔ انہوں نے فائقہ سے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ اب شہرینہ سوئمنگ میں حصہ نہیں لے گی۔ انہوں نے شہرینہ کو منع بھی کیا تھا لیکن شہرینہ کے سر پر تو ضد سوار تھی وہ جان بوجھ کر محض دونوں کو پریشان کرنے کے لیے ایسا کر رہی تھی اور فائقہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ عثمان کو جب بھی علم ہوگا وہ ضرور برہم ہوں گے اس لیے وہ ابھی تک عثمان کے علم میں آنے نہیں دے رہی تھیں۔ کھانا کھا لیا گیا تھا اماں بی نے دیکھا فائقہ اور عثمان تیار ہونے چلے گئے تھے۔ انہوں نے افگن سے ذکر کیا۔

"اتنی دیر ہوگئی ہے شہری گھر نہیں آئی پہلے تو اتنی دیر کبھی نہیں کی اس نے۔" افگن چونکا۔ اس کو یہی کہا تھا کہ وہ اپنے کمرے میں بند ہوگی۔

"کہاں گئی ہے وہ؟"

"سوئمنگ کی پریکٹس کے لیے جاتی ہے شام سے پہلے آجاتی تھی لیکن آج ابھی تک نہیں آئی۔" افگن کے ماتھے پر سلوٹیں ابھری تھیں۔

"سوئمنگ پریکٹس میں نے تو سنا تھا کہ چچا جان نے منع کر دیا تھا۔"

"وہ کب سنتی ہے ماں باپ کی۔" اماں بی آزردہ ہوئیں۔

"فائقہ سے اس کے بعد بھی ایک دو بار بڑی بحث کی تھی اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ اس کے کاموں میں وہ لوگ انوالو نہ ہوں وہ سوئمنگ میں حصہ لے چکی ہے اب منع نہیں کرے گی۔" افگن نے سنجیدگی سے سنا۔

"چچا کو علم ہے وہ پریکٹس کے لیے جاتی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ فائقہ نے منع کیا تھا کہ عثمان کو علم نہ ہو ورنہ دونوں باپ بیٹی میں تلخ کلامی ہو جائے گی۔" افگن کی بھنویں تن گئیں۔

"خالہ جان کیوں پردے ڈال دیتی ہیں شہرینہ کی سرگرمیوں پر چچا جان کو علم ہونا چاہیے کہ ان کی سر پھری بیٹی کیا کرتی پھر رہی ہے تاکہ وہ اس کے لیے بہتر انداز میں سدباب کر سکیں۔"

"کوئی فائدہ نہیں میں نے اندازہ لگایا ہے کہ شہرینہ یہ سب کچھ ماں باپ کی ضد میں ہی کر رہی ہے۔" افگن نے ایک گہرا سانس لیا۔ اس نے اپنا موبائل نکالا اور شہرینہ کا نمبر ڈائل کرنے لگا لیکن جواب ندارد تھا۔ اس نے کئی بار کوشش کی تھی۔

"کال پک نہیں کر رہی۔" اس نے اماں بی کو کہا تو انہوں نے ملازمہ کو بلوا کر اسے فائقہ کو بلوانے بھیجا تھا۔

"عجیب ماں باپ ہیں بیٹی گھر سے باہر ہے اور ان کو اپنے دوروں کی پڑی ہوئی ہے۔" ان کو دونوں پر از حد غصہ آرہا تھا۔ افگن خاموش تھا۔ دو تین منٹ بعد فائقہ آگئی تو انہوں نے شہرینہ کا پوچھا۔

"میں نے کال کی تھی کہہ رہی تھی کہ وہ دوستوں کے ساتھ بزی ہے فارغ ہوگی تو آجائے گی۔" اماں بی نے بہت سنجیدگی سے بہو کو دیکھا۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ شہرینہ کو نازوں میں پالا گیا تھا لیکن کیا فائدہ ایسے ناز و ادا کا کہ ماں باپ اولاد پر چیک اینڈ بیلنس ہی نہیں رکھ رہے تھے۔

"افگن تم جاؤ شہرینہ کو لے کر آؤ۔" اماں بی نے قطعی انداز میں کہا تھا فائقہ چونکی۔

"اماں بی وہ منع کر چکی ہے تو صاف مطلب ہے کہ وہ اب اپنی مرضی سے ہی آئے گی۔"

"کتنے بے حس ہو تم دونوں ماں باپ۔ جوان بیٹی گھر سے باہر ہے اور تم دونوں کو قطعی پروا ہی نہیں۔"

"ایسی بات نہیں اماں بی آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ ہم اس سے کتنی محبت کرتے ہیں۔"

"کیا فائدہ ایسی محبت کا جس میں اولاد ہی نظر انداز ہو جائے میں دیکھ رہی ہوں تم دونوں کی سرگرمیوں نے ہی شہرینہ کو اس قدر بدمزاج، ضدی اور خودسر بنا دیا ہے ورنہ کچھ سال پہلے تک تو وہ بہت فرماں بردار اور سب

ترک خیال

کچھ پنچھی جھنڈ میں اڑتے ہوں
اور رستہ بھی کچھ مشکل ہو
کچھ دور افق پر منزل ہو
ایک پنچھی گھائل ہو جائے
اور بے دم ہو کر گر جائے
تو
رشتے ناتے پیارے سب
کب اس کی خاطر رکتے ہیں
اس دنیا کی بھی ہے ریت یہی
جو ساتھ رہو تو ساتھ بہت
جو رک جاؤ
تو تنہا ہو

فریحہ شبیر ...... شاہ نکڈز

سے محبت کرنے والی لڑکی تھی۔''

''وہ کسی کی سنتی کب ہے جو اسے سمجھاؤ۔'' فائقہ نے افسردگی سے کہا تو اماں بی نے ایک گہرا سانس لیا۔

''غلطیاں تو تم دونوں سے ہی ہوئی ہیں تم دونوں نے اپنی اپنی جنگ میں اپنی اولاد کو نقصان پہنچایا ہے خصوصاً شہرینہ کو۔'' افگن سنجیدگی سے سب سن رہا تھا۔

''سارے خاندان میں تم دونوں کا بھرم رکھتی پھر رہی ہوں اور تمہاری اولاد کی بقا کے لیے لڑ رہی ہوں جب تم دونوں کو ہی پروا نہیں تو میں اکیلی کیا کرسکتی ہوں۔'' اماں بی آزردہ ہوئیں۔

''اماں بی عثمان کے ساتھ جانا میری مجبوری ہے آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ یہ سب کچھ میں خوش ہو کر شوق سے نہیں کررہی۔''

''لیکن اولاد کی تربیت تمہارا پہلا فریضہ تھا افسوس تم شہرینہ کی تربیت اچھے انداز میں نہیں کرسکیں۔'' انہوں نے صاف گوئی اختیار کی تو فائقہ نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

''اماں بی آپ بھی؟ آپ تو سب جانتی ہیں آپ تو ایسا کچھ نہ کہیں۔'' افگن خاموشی سے دونوں کو دیکھا اور سن رہا تھا۔ اماں بی کا لہجہ اور الفاظ پر وہ بھی چونکا تھا۔

''میں یہاں جتنے دن بھی رہی ہوں سب حالات کا اچھی طرح جائزہ لیا ہے عثمان کی اپنی سرگرمیاں ہیں اور تمہاری اپنی مصروفیات تم دونوں کو علم ہی نہیں کہ اولاد کہاں ہے ایک کو باہر بھیج دیا دوسرے کو ہاسٹل میں چھوڑ دیا ہے اور بیٹی کا علم ہی نہیں۔''

''تو پھر کیا کروں؟ عثمان کے ساتھ ان کی سرگرمیوں میں شامل نہ ہوں تو وہ خفا ہوتے ہیں یہ جتنی بھی ایکٹیویٹیز ہیں وہ مجھ پر ڈال دیتے ہیں ان کی ساکھ اور ان کی عزت برقرار رکھنے کے لیے مجھے یہ سب کرنا پڑتا ہے میں مجبور ہوں، خوشی سے باہر نہیں نکلتی آپ جانتی ہیں مجھے یہ زندگی کبھی پسند نہیں رہی آپ لوگوں نے ہی مجھے اس زندگی میں شامل کیا تھا۔'' وہ بھی تلخی اور غصے سے گویا ہوئی تھیں۔

ان کا لب ولہجہ اور یہ انداز افگن کے لیے بالکل اجنبی تھا۔ افگن نے حیرانی سے ان دونوں کو دیکھا۔

''شہرینہ اس وقت کہاں ہے اس سے پوچھ کر افگن کو بتاؤ وہ جا کر خود لے آتا ہے۔'' اماں بی نے کہا تو فائقہ نے کال ملائی۔

''کہاں ہو، کب آرہی ہو؟''

''ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔''

''تم جانتی تھی آج ہماری فلائٹ ہے، اماں بی بہت پریشان ہیں تم بس جلدی آؤ شہری ایسے مت کرو شٹ اپ شہری اوکے...... اوکے۔ ٹھیک ہے۔'' انہوں نے کال بند کرکے افگن کو دیکھا۔

''وہ ابھی تک سوئمنگ پریکٹس کلب میں ہی ہے وہ کہہ رہی ہے کچھ فرینڈ کے ساتھ گیٹ ٹوگیدر ہے وہ ایک دو گھنٹہ مزید لیٹ آئے گی۔'' انہوں نے سنجیدگی سے کہا تبھی عثمان چلے آئے۔

''فائقہ کہاں رہ گئی ہیں آپ ایک گھنٹے بعد ہماری فلائٹ ہے آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ مجھے لیٹ ہونا قطعی پسند نہیں پلیز جلدی کریں۔'' انہوں نے آکر بہت سنجیدگی سے بیوی کو ٹوکا تو افگن اور اماں بی کے سامنے عثمان کا ٹوکنا فائقہ کی آنکھیں کو نم کر گئی تھیں۔

خود اذیتی میں انہوں نے ہونٹ بھینچ لیے تھے افگن نے بہت دھیان سے سب کچھ دیکھا تھا فائقہ کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے چلی گئی تھیں۔ افگن نے اماں بی کو دیکھا۔ وہ از خود سنجیدہ تھیں۔ افگن نے اپنا موبائل اور کی چین لی اور فائقہ کے کمرے کی طرف آیا تھا دروازہ کھلا ہوا تھا وہ ناک کیے بغیر اندر داخل ہوا۔ لیکن اندر داخل ہو کر ٹھٹک گیا۔ فائقہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی رو رہی تھیں۔

''خالہ جان۔'' فائقہ نے جلدی سے چہرہ صاف کیا۔

''کیا بات ہے؟'' انہوں نے رخ بدلے بغیر

پوچھا۔ فائقہ نے اسے ایڈریس بتا دیا تھا۔ افگن بغور ان کو دیکھ رہا تھا۔

''میں تیار ہو جاؤں، تم شہری کے ساتھ سختی نہیں کرنا وہ پہلے ہی سب سے بدظن ہے پیار سے منا کر لانا پلیز۔'' وہ کہہ کر اپنا لباس لے کر واش روم میں گھس گئی تھیں۔

افگن کے ذہن میں کئی سوالات تھے لیکن یہ وقت ان سوالات کے لیے مناسب نہ تھا۔ وہ ایک طائرانہ نگاہ کمرے میں ڈال کر باہر نکل آیا تھا۔

✿ ✿ ✿

شہرینہ اس وقت اسی لباس میں تھی جو وہ گھر سے پہن کر آئی تھی۔ وہ اس وقت اپنے گروپ کی لڑکیوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھی۔ گھر جا کر بھلا کیا کرتی وہاں تھا کون جسے اس کی پروا ہوتی۔ یہ مختلف گیمز کی پریکٹس کے لیے کافی وسیع پیمانے پر بنایا گیا کلب تھا۔ جس میں ہر گیم کے لیے الگ گراؤنڈ تھا۔ یہاں مختلف گیمز کی پریکٹس کے لیے آنے والی لڑکیوں سے اس کی اچھی خاصی علیک سلیک ہو چکی تھی۔ ماما پاپا نے چلے جانا تھا اماں بی کو لینے افگن آ گیا ہوگا۔ وہ نہ افگن کا سامنا کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی کسی اور کا۔

کچھ لڑکیاں وقت زیادہ ہونے کی وجہ سے جا چکی تھیں اب ادھر تین چار لڑکیاں تھیں جن کو کسی نہ کسی نے لینے آنا تھا۔ شہرینہ اپنی گاڑی میں آئی تھی۔ وہ کلب کے ایک طرف بنے کیفے میں لڑکیوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک طرف کیفٹیریا تھی جہاں کھانے پینے کا معقول انتظام ہوتا تھا۔ وہ لڑکیوں کے ساتھ بزی تھی جب ثقلین نور ادھر آ گیا تھا۔

''ہائے مس شہرینہ۔'' وہ کچھ دیر پہلے والی بے عزتی بھلائے ایک بار پھر سامنے تھا۔

''میں کافی پینے آیا تھا میرے ساتھ کافی پئیں گی۔'' وہ آفر کررہا تھا باچھیں کھلی ہوئی تھیں۔ شہرینہ نے گھورا۔

''ہم یہاں چار لڑکیاں ہیں کیا چاروں کو پلا رہے ہیں۔'' شہرینہ نے سنجیدگی سے کہا تو وہ مسکرایا۔

[illegible]

لو آ گئے وہ دن [illegible]
اور گرمی کی ہوا پنی ہی دھن
سورج کی ہوا پنی ہی تپش
ہر کوئی ہوا پنی زندگی میں مگن
بور ہو جب ہم بہنیں سب
درخت کے سائے میں جب بیٹھیں ہم
لگنے لگے گرمی کم سے کم
کھو جاتی ہیں جب آنچل پڑھنے میں ہم

بشریٰ دراز

''چلیں آپ کی خاطر ان باقیوں کو بھی پلا دوں گا۔'' وہ بھی ڈھیٹ تھا۔ باقی تینوں ہنسنے لگیں۔

''یہ کون ہے؟'' ایک نے پوچھا۔

''بہتر ہے تم ان سے خود ہی پوچھ لو یہ کون ہیں میں تو بس اتنا جانتی ہوں کہ جان نہ پہچان میں تیرا مہمان۔'' اس نے اچھی خاصی بے عزتی کر دی تھی۔ تینوں لڑکیاں کھلکھلا کر ہنسی تھیں ثقلین کو ایک دم انسلٹ فیل ہوئی تھی۔

''آپ اچھا نہیں کررہی آپ میری انسلٹ کررہی ہیں۔'' اس نے کہا تو شہرینہ ہنس دی۔

''حیرت ہے بڑی دیر بعد آپ کو احساس ہوا ہے کہ میں آپ کی انسلٹ کررہی ہوں۔'' شہرینہ سنجیدہ تھی لڑکیوں کی مسکراہٹ ایک دم بڑھی تھی۔ ثقلین کے چہرے پر سرخی پھیلی تھی۔

''آپ اچھا نہیں کررہی، میں نے بس آپ کو کافی کی آفر کی تھی اگر نہیں پینی تو آرام سے انکار کر دیتیں۔'' وہ غصے سے بولا۔

''میں اچھی طرح جانتی ہوں تم جیسے لڑکوں کے ہتھکنڈے پہلے کافی کی آفر، پھر نمبر ایکسچینج کرنے کی ڈیمانڈ اگر لڑکی کمزور کردار کی ہے تو کچھ دیر وقت رنگین کیا پھر یہ جا وہ جا۔'' وہ بہت سنجیدگی سے کھڑی ہو کر اس کو بغور دیکھتے

کہہ رہی تھی۔

''تم مسلسل میری انسلٹ کررہی ہو، تم جانتی نہیں ہو میں تمہارے ساتھ کیا کرسکتا ہوں۔'' وہ اب غصے سے دھمکیوں پر اتر آیا تھا۔

''ہاہا...... بس یہیں تک تمہارا اسٹیمنا تھا جہاں بات نہ بنی تو لڑکیوں کو ڈرانے دھمکانے لگ جاتے ہو بہت اچھی طرح تم جیسے آوارہ بدنظر لڑکوں کو جانتی ہوں تم کیا کرو گے میرے ساتھ تم مجھے جانتے نہیں ہو میں چاہوں تو تمہیں ایک منٹ میں جیل میں بند کرادوں۔'' وہ اس کے سامنے آ کر انگلی اٹھا کر وارن کررہی تھی۔

وہاں اور بھی لوگ موجود تھے۔ سبھی اب ان لڑکیوں کو شہرینہ اور ثقلین نور کو دیکھ رہے تھے۔ عین اس وقت افگن وہاں آیا تھا۔ لیکن شہرینہ اس کی آمد سے قطعی بے خبر تھی۔

''اتنی انسلٹ کافی ہے یا کچھ اور بھی کہوں تمہاری شان میں۔'' اسے یہ لڑکا پہلی نظر میں ہی برا لگا تھا۔

اس کا ماننا تھا کہ برائی کو فوراً ختم کردینا چاہیے اگر اگنور کرو گے تو وہ آپ کے لیے وبال جان بھی بن سکتی ہے۔

''شٹ اپ۔'' جواباً اس نے بہت غصے سے ہاتھ اٹھایا تھا لیکن شہرینہ غافل نہ تھی۔ اس نے اس کا ہاتھ درمیان میں ہی روک لیا تھا۔

''یو آلسو شٹ اپ۔'' اس نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔

''اینڈ بی کیئر فل اگر آئندہ میرے سامنے بھی آئے تو وہ حشر کروں گی کہ جو تم نے خواب میں بھی نہیں سوچا ہوگا۔'' انگلی اٹھا کر وارن کررہی تھی۔ افگن نے بہت سنجیدگی سے آخری سین دیکھا تھا۔

''کیا ہورہا ہے۔'' وہ فوراً پاس آیا تھا شہرینہ نے چونک کر اسے دیکھا جبکہ ثقلین نے شہرینہ کو گھورا تھا۔

وہ لوگوں سے شہرینہ کا بیک گراؤنڈ جان کر آیا تھا۔ اتنے بڑے باپ کی بیٹی سے دوستی کرنا وہ تو ایک دم ہواؤں میں اڑنے لگا تھا۔ اسے علم نہ تھا یہ لڑکی اندرونی طور پر اتنی مضبوط ہے کہ اس کی ایک نگاہ کو اندر تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ وہ تو اسے ایک کمزور سی لڑکی سمجھ کر اس تک آیا تھا لیکن اب تو الٹی آنتیں گلے پڑنے والا حساب ہوا تھا۔

''آپ یہاں؟'' وہ افگن کو دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی انداز میں حیرانی تھی۔

''اماں بی پریشان ہورہی تھیں انہوں نے لینے بھیجا ہے۔''

''میں کوئی چھوٹی بچی نہیں جو وہ پریشان ہورہی تھیں۔'' اس نے ناگواری سے کہا۔

''وہ کس لیے پریشان ہورہی تھیں یہاں آ کر یہ سین دیکھنے کے بعد اچھی طرح اندازہ ہورہا ہے۔'' جواباً افگن نے بھی تلخی سے کہا۔

''شٹ اپ۔'' وہ غصے سے بولی۔

''میں تمہیں لینے آیا ہوں فالتو وقت نہیں ہے میرے پاس جلدی کرو۔'' اس کے شٹ اپ کو افگن نے ذرا بھی اہمیت نہ دی تھی۔

''ہرگز نہیں میں آپ کے ساتھ ہرگز نہیں جانے والی۔'' وہ ماحول اور اردگرد موجود لوگوں کی قطعی پروا نہیں کررہی تھی۔ افگن نے حاضرین پر نگاہ ڈالی۔ سب ہی صورت حال کو مزے سے دیکھ رہے تھے۔ پہلے ثقلین نور سے ہونے والی جھڑپ اور اب ایک دم دوسرے لڑکے کی آمد سے بدل جانے والا منظر نامہ ان کو یقیناً متجسس کررہا تھا۔

''فضول گوئی کی ضرورت نہیں اپنا سامان لو اور جلدی کرو۔'' وہ آواز دبا کر بولا۔

''میں آپ کے ساتھ نہیں جارہی جب میرا دل کرے گا میں خود ہی گھر آجاؤں گی۔'' افگن نے موبائل دیکھا رات کے گیارہ سے بھی اوپر کا ٹائم ہوچکا تھا لیکن اس لڑکی کو قطعی پروا نہ تھی۔

''جلدی باہر آؤ میں پانچ منٹ ویٹ کروں گا ورنہ میں اٹھا کر بھی لے جاؤں گا اور تم جانتی ہو کہ میں بھی تمہاری طرح ہی ضدی ہوں جو کہتا ہوں وہ کرتا بھی ہوں۔'' وہ غصے سے کہہ کر پلٹا اور ثقلین نور کے پاس سے گزرتے رکا۔

''تم جو بھی ہو یہ بات اچھی طرح نوٹ کرلو آئندہ تم شہرینہ کے اردگرد بھی دکھائی دیے تو سیدھے جیل میں بند کرادیے جاؤ گے۔'' وہ اسے کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ شہرینہ نے بہت غصے سے اسے جاتے دیکھا تھا اسے افگن کی آمد کی قطعی امید نہ تھی۔

وہ یہاں بیٹھ بیٹھ کر بور ہوچکی تھی ویسے بھی اسے کچھ دیر بعد واپس گھر چلے جانا تھا لیکن وہ جان بوجھ کر رکی ہوئی تھی۔ وہ غصے سے اپنا بیگ لیے باہر کی طرف آئی تھی۔ کیفے کے باہر افگن سنجیدگی سے اس کا ویٹ کررہا تھا اسے دیکھ کر پُرسکون ہوا جبکہ شہرینہ کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔ شہرینہ نے اس سے کوئی بات نہ کی وہ نہایت باریک بینی سے اردگرد کا جائزہ لیتے اس کے ہمراہ چل رہا تھا وہ پارکنگ تک آئے تھے وہ اپنی گاڑی کی طرف جانے لگی تو افگن فوراً اس کے رستے میں آیا۔

''تم میری گاڑی میں چل رہی ہو۔'' انداز دوٹوک تھا۔ شہرینہ نے نہایت ناگواری و طیش سے دیکھا۔

''میں آپ کے حکم کی پابند نہیں ہو۔''

''بحیثیت زوجہ محترمہ ہونے کے تم اب میرے ہر حکم کی پابند ہو۔'' افگن کا انداز نہایت سنجیدہ اور اپنی حیثیت منوانے والا تھا۔ شہرینہ کے اندر تو جیسے آگ لگ گئی تھی۔

''حیثیت دل سے بنائے گئے رشتوں کی قبول کی جاتی ہے زور زبردستی سے بنائے گئے رشتوں کو دھونس کا نام دیں تو بہتر ہے۔''

''میری حیثیت کو چیلنج مت کرو میرے پاس موبائل ہے جس میں ہمارے نکاح نامے کے امیجز سیو ہیں ہمارے نکاح کی تصاویر بھی موجود ہیں شور شرابہ کرو گی تو نقصان اٹھاؤ گی آرام و سکون سے میری گاڑی میں چل کر بیٹھو تمہاری گاڑی صبح گھر پہنچ جائے گی۔''

''نہیں جاؤں گی کیا کرلیں گے آپ؟'' وہ اب بھی

شام ہونے سے ذرا پہلے......

کبھی اس کوچے میں
کبھی اس کوچے میں
گزرتا ہے دن اپنا
لیکن......
شام ہونے سے ذرا پہلے
میں لوٹ آتا ہوں
اس لیے......
گھر کی دہلیز پر
نہ جانے کب سے
کوئی کھڑا ہوگا
میرے انتظار میں......

خالد ایاز ساحل...... حافظ آباد

غصے میں تھی۔ افگن نے بہت سنجیدگی سے اسے اور پھر اردگرد کے ماحول کو دیکھا پارکنگ ایریا میں ایک دو آدمی اور پارکنگ گارڈ کے علاوہ اور کوئی بھی نہ تھا افگن نے سختی سے اس کا بازو تھاما۔

''تم کیوں چاہتی ہو کہ ہر بار میں تمہارے ساتھ زور زبردستی ہی کروں آرام و سکون سے بات مان بھی سکتی ہو۔''

''میرا بازو چھوڑیں۔'' افگن کے لمس نے گویا آگ سی دہکا دی تھی۔ افگن نے قطعی پروا نہ کی۔ وہ اس کا بازو تھامے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے اس کی مزاحمت یا چیخنے چلانے کی قطعی پروا نہ تھی۔ اس نے فرنٹ ڈور کھول کر اسے وہاں بٹھایا اور خود دوسری طرف آ کر بیٹھا تھا۔

''کیا بدتمیزی ہے آپ میں عزت نفس نام کی کوئی چیز نہیں ہے کیا؟ نفرت کرتی ہوں میں آپ سے۔ شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی آپ کی میری زندگی میں آگ لگا دی ہے آپ سب لوگوں نے مل کر۔'' وہ تو پھٹ پڑی تھی۔ چیخ چلا رہی تھی۔ افگن نے قطعی پروا نہ کی اور سنجیدگی

سے گاڑی ڈرائیور کرنے لگا تھا گاڑی کلب کے احاطے سے نکلی تو افگن نے شہرینہ کو دیکھا تھا وہ کینہ توز نظروں سے گھور رہی تھی۔

''کون تھا وہ لڑکا؟''

''آپ سے مطلب۔''

''کیوں جھگڑ رہی تھیں اس سے۔'' دوسرا سوال کیا۔

''آپ کو جواب دینے کی پابند نہیں ہوں میں۔''

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔'' وہ تو افگن کی زورو زبردستی پر اندر ہی اندر بل کھا رہی تھی۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ افگن سمیت اس کی گاڑی کو بھی آگ لگادے۔

''جواب دو مجھے۔'' انداز تحکمانہ تھا۔

''جو کوئی بھی ہو آپ سے مطلب؟'' وہ غصے سے گویا تھی۔

''چچا جان نے جب سوئمنگ پریکٹس یا گیمز کا منع کردیا تھا تو پھر یہاں کیوں آرہی ہو۔''

''میں حصہ لے چکی ہوں اب پیچھے نہیں ہٹوں گی میں نے ٹھیکہ لے رکھا ہے ہر ایک کی بات ماننے کا جب کسی کو میرے جذبات واحساسات کی قطعی پروا نہیں تو میں کیوں کسی کی پروا کروں جو میرا دل چاہے گا وہ میں کروں گی کسی کو کوئی حق نہیں کہ وہ مجھے منع کرے۔''

''وہ تمہارے والدین ہیں۔''

''مجھے اس رشتے پر افسوس ہے۔'' وہ ترکی بہ ترکی بولی تھی افگن نے بہت دکھ وسنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''تمہیں ہمارا رشتہ قبول نہیں تمہیں اپنے ماں باپ کے ساتھ رشتہ ہونے پر افسوس ہے تمہیں تو شاید اپنی ذات پر بھی افسوس ہے کہ اس دنیا میں کیوں آئی ہو۔'' افگن کا انداز طنزیہ اور شرم دلانے والا تھا لیکن...... شہرینہ کے اندر تو شدید طوفان اٹھے ہوئے تھے۔

''ہاں ہے افسوس اس بات کا نہیں کہ میری ذات اس دنیا میں کیوں آئی اس بات کا ماتم کرتی ہوں کہ ان بے حس اور ناقدر لوگوں کے درمیان کیوں آگئی میں' یہ حیثیت مرتبے اور روپے پیسے میں تول کر سمجھتے ہیں کہ انسانوں کے جذباتی خرید لیے ہیں لیکن کف افسوس ملتی ہوں کہ میں کاش کسی بھکاری کے ہاں پیدا ہو جاتی کم از کم وہ مجھ پر توجہ ومحبت کے چند پل تو نچھاور کرتے۔'' وہ شدید اضطراب کا شکار ہو رہی تھی۔

وہ ایموشنل نہیں ہونا چاہتی تھی لیکن افگن کی بات نے اسے از حد جذباتی کردیا تھا کہتے کہتے آخر میں اس کی آواز رندھ گئی تھی۔ وہ تکلیف واذیت سے کھڑکی سے باہر منہ کر کے بیٹھ گئی تھی۔ اس کے اندر جذباتیت کا ایک منہ زور ریلا تھا جو امڈ نے کو بے تاب تھا۔ وہ افگن جیسے سفاک وبے حس انسان کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی سو بمشکل آنسوؤں کے منہ زور ریلے کو اندر ہی اندر دھکیل رہی تھی۔ اس کے حلق میں کانٹے چبھنے لگے تھے۔ کاش وہ لوگوں کو بتاتی کہ وہ ایسی کیوں ہوگئی تھی، وہ اتنی ضدی وسفاک اور منہ پھٹ کیوں ہوگئی تھی، افگن نے سنجیدگی سے اس کو دیکھا تھا اس کا چہرہ گاڑی کی ہلکی سی روشنی میں بھی دیکھا جاسکتا تھا۔ موج بلاخیز جذبات کا عکس اس کے چہرے پر صاف پڑھا جاسکتا تھا۔

''شہری۔'' افگن نے کچھ توقف کے بعد پکارا۔ اس کی پکار میں عجیب سی کیفیت تھی۔ شہرین کو لگا کہ گویا وہ کسی شدید زلزلے کی زد میں آگئی ہو۔ اس نے سختی سے ہونٹ دانت تلے بھینچ لیے تھے وہ تمام آوازوں، تمام صداؤں کی طرف سے کان بند کر کے بہری بن جانا چاہتی تھی۔

''شہری بات سنو۔'' افگن کا انداز اب دھیما تھا لہجے میں نرمی تھی الفاظ میں اپنائیت تھی۔ شہرینہ ساکت ہوگئی تھی۔ وہ افگن کی طرف سے ایسے لہجے' نرمی اور اپنائیت کی امیدوار نہ تھی۔ افگن نے گاڑی ایک طرف کھڑی کردی تھی۔ بالکل ساکت وسنسان سڑک کے کنارے بالکل اندھیرے میں ان کی گاڑی کھڑی کی تھی۔

''شہرینہ۔'' افگن نے ایک بار پھر پکارا لیکن شہرینہ کے ساکت وجامد وجود میں جنبش تک نہ ہوئی تھی۔ افگن نے اس کا ہاتھ تھاما۔

شہرینہ کو لگا کہ گویا اسے کسی کرنٹ نے چھولیا ہو اس

نے بے اختیار گردن گھما کر اسے دیکھا تھا۔ آنکھوں میں طوفانوں کی سی طغیانی تھی۔ جھلمل کرتی آنکھیں اور ان میں چمکتے صاف وشفاف پانی کے موتی۔ افکن کو لگا گویا اس نے کسی طوفان کا رخ اپنی طرف موڑ لیا ہو شہرینہ کی آنکھیں اور ان سے چھلکتا طوفان، وہ حیرت سے دیکھتا رہ گیا تھا۔

کشتیاں یوں بھی ڈوب جاتی ہیں ناخدا کس لیے ڈراتے ہیں
اک حسین آنکھ کے اشارے سے قافلے راہ بھول جاتے ہیں

افکن بھی شاید رستہ بھول گیا تھا۔

❀......❀❀......❀

"کیا ہوا ہے آپ کو؟" وہ لوگ جہاز میں بیٹھ چکے تھے جہاز اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا۔ عثمان نے نوٹ کیا تھا کہ فائقہ مسلسل گم صم اور سنجیدہ سی تھیں، انہوں نے چند بار پکارا تھا لیکن "ہوں ہاں" سے زیادہ جواب نہیں ملا تھا اب بھی انہوں نے کہا تو وہ سر اٹھا کر شوہر کو دیکھنے لگیں۔

"کچھ پوچھ رہا ہوں میں۔" انہوں نے بغور دیکھا۔ فائقہ کی آنکھیں سرخ تھیں عجیب مضمحل اور آزردہ سا انداز تھا۔ وہ چونکے تھے۔

"کیا ہوا ہے آپ کو؟"

"کچھ نہیں بس سر درد ہو رہا ہے۔" وہ سر جھکا گئیں آہستگی سے جواب دیا تھا۔ عثمان نے انہیں بغور دیکھا۔

"زیادہ طبیعت خراب ہے کیا؟" وہ اہمیت نہیں دینا چاہتے تھے لیکن نجانے کیوں بار بار پوچھ رہے تھے۔

"نہیں ٹھیک ہوں میں۔" بیزار سا انداز تھا۔ انہوں نے خاموشی سے دیکھا۔

"میں دیکھ رہا ہوں کافی ڈسٹرب لگ رہی ہیں آپ۔" انہوں نے پھر کہا تو فائقہ نے دیکھا۔ عثمان کو لگا کہ جیسے ان کی آنکھوں میں عجیب سی چبھن ہو۔

"میں نے کہا ناں کہ میں ٹھیک ہوں آپ اپنے شیڈول پر دھیان رکھیں میری ذات میں دلچسپی لینے کی قطعی ضرورت نہیں۔" انداز میں ایک دم تلخی تھی۔ عثمان کے ماتھے پر سلوٹیں بنی تھیں۔

"یہ کس لہجے میں بات کر رہی ہیں آپ۔" آواز دھیمی اور انداز سرزنش کرنے والا تھا۔

"معذرت چاہتی ہوں لیکن میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں آپ کے سفر میں ہم سفر ہوں یہ میری مجبوری ہے پلیز بار بار مجھے ڈسٹرب مت کریں پلیز میں سکون چاہتی ہوں۔" وہ کہہ کر آنکھیں بند کر گئی تھیں عثمان کے چہرے کے زاویوں میں کھنچاؤ آ گیا تھا۔ انہوں نے برہمی سے اپنے پہلو میں بیٹھی اپنی بیوی کو دیکھا تھا لیکن بیوی آنکھیں موند چکی تھیں۔

"اگر یہ سفر اتنی ہی مجبوری لگ رہا تھا تو انکار کر دیتیں۔" انہوں نے سنجیدگی اور تلخی سے کہا۔ آنکھیں موندھی فائقہ کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ کا عکس لہرایا تھا۔

"کاش انکار کرنا میرے اختیار میں ہوتا۔" آواز دھیمی تھی لیکن عثمان کی ساری حسیات گویا بائیں کان میں سمٹ آئی تھیں ان کو سرگوشی نما الفاظ ہر سمت سے سنائی دیے تھے۔

"آپ تو بہت سارے اختیارات کی مالک ہیں اب کس بات کا رونا ہے۔" ان کی آواز بھی دھیمی تھی لیکن سرگوشی ہرگز نہ تھی۔ جواباً فائقہ خاموش رہی اور فائقہ کی خاموشی عثمان کے اندر ایک طوفان کو دعوت دے رہی تھی۔ ایسا طوفان جو ہمیشہ ہی دونوں کے درمیان شدید تباہی کا سبب بنتا تھا۔

❀......❀❀......❀

تباہی تو افکن کے اندر بھی آئی تھی لیکن یہ تباہی ایسی تھی کہ وہ کسی کو بتا نہیں سکتا تھا۔ اسے اپنے ہاتھ پر شہرینہ کے ہاتھ کا لمس ہمیشہ کے لیے ٹھہرا ہوا محسوس ہوا تھا وہ ساکت جامد تھا اور شہرینہ وہ آنکھوں میں طغیانی لیے افکن کو دیکھتی ایک ایسا طوفان لگ رہی تھی جو افکن کا سب کچھ بہا کر لے جانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

راہِ ہدایت

سلمیٰ فہیم گل

فاصلے ایسے بھی ہوں گے کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا میرے اور وہ میرا نہ تھا
یاد کر کے اور بھی تکلیف ہوتی ہے عدیم
بھول جانے کے سوا اب کوئی چارہ بھی نہ تھا

اس نے ابھی سورۃ التوبہ کی چند آیات کی تلاوت کی تھیں اس کے دوست اس کے گرد بیٹھے تھے اس کی آواز میں اتنی مٹھاس کے ساتھ وقار اور عقیدت والفت اور ایسا دلوں کو جھکڑ لینے والا سوز ہوتا کہ پاس سے گزرتے ہوئے دوسرے اسٹوڈینٹس بھی رک جاتے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں چند لوگ جمگھٹے کی صورت اختیار کر لیتے تھے سب سر جھکائے نہایت عقیدت واحترام سے اس کی تلاوت سنتے اور اسلام کی خوب صورت باتوں سے مستفید ہوتے تھے۔

اس کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ۔ وہ حافظ قرآن تھا بمعہ ترجمہ وتفسیر کے اس نے قرآن اپنے سینے میں محفوظ کر لیا تھا اور لوگوں کے دلوں تک منتقل کرنے کا فن اسے بہت اچھی طرح آتا تھا۔ جب وہ قرآن کی تعلیم حاصل کر کے مدرسے کو خیر باد کہہ رہا تھا تب اس کے استاد محترم نے ایک نصیحت کی تھی اور کہا تھا۔

"حافظ عبداللہ احمد اس کو اپنے دل میں رکھ لو اور کبھی فراموش نہ کرنا یہ تمہارا فرض بھی ہے اور میرا تم پر قرض بھی۔ گو اس قرض کو میں معاف کر دوں گا مگر تم اسے کبھی بھولنا مت۔" ساتھ ہی انہوں نے کہا تھا۔

"عبداللہ بیٹے تم نے پاک کلام کو اپنے سینے میں اتارا ہے اب تمہارا یہ فرض ہے کہ تم لوگوں کے سینوں میں اسے اتارو۔ گو یہ اللہ کے اختیار میں ہے مگر وسیلہ تمہیں بننا ہے دلوں کو بدلنے والا بے شک اللہ تعالیٰ ہے اور سیدھے راستے پر چلانے والا بھی وہی ہے مگر ہر کام کو سرانجام دینے کے لیے اللہ رب العزت نے وسیلے پیدا کیے ہیں اور وہ وسیلہ تمہیں بننا ہے۔ تمہارے دل میں وہ ارادہ اور تمہاری آنکھوں میں وہ چمک ہے جس سے تم دوسروں کو تسخیر کر سکتے ہو۔ یہ ہنر تمہیں آتا ہے۔ بیٹا بہت سے لڑکے آئے میرے پاس پڑھنے۔ قرآن کو پڑھا اسے اچھی طرح سے سمجھا۔ وہ بھی ایک عزم اور ایک عہد کے ساتھ یہاں سے نکلے تھے مگر بہت جلد دنیا داری' زندگی کی چکا چوند نے انہیں ان کے مقصد سے ہٹا کر مایا نگری کی جانب متوجہ کر لیا تھا اور وہ اپنے مطلب کی زندگی جینے لگے۔ تم ایسا ہرگز نہ کرنا۔ اللہ کی یاد کو دل سے فراموش نہ کرنا

اور حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کی پیروی کرتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلنا۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اسلام جیسے خوب صورت اور دائمی مذہب کی تبلیغ کریں۔ لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ اسلام کو مانتے ہیں انہیں اسلام کی تعلیم کیونکر دی جائے۔ ہنہ......'' وہ ہلکے سے مسکرائے تھے۔ عبداللہ بہت غور سے ان کی باتیں سنتا رہا ان کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ گویا اس کی متاع حیات میں شامل ہوتا گیا تھا۔

''ہاں ہمارے اردگرد مسلمان ہیں' اسلام کو مانتے ہیں مگر کیا واقعی انہیں اسلام کی تعلیم اس کے درس کی ضرورت نہیں؟ وہ کلمہ گو ہیں مگر کیا وہ صحیح معنوں میں مسلمان ہیں؟ یہ سوال جو ان کے نزدیک سوال ہی نہیں ہے تم نے ان کے دلوں میں ڈالنا ہے اور پھر انہی سوالوں کا جواب تم نے دینا ہے۔ صرف غیر مذاہب کو اسلام کی طرف بلانا تمہارا مقصد نہیں ہونا چاہیے بلکہ نام نہاد مسلمانوں کو سچا اور پکا ایمان والا بنانا بھی اپنے مقصد کا حصہ بنانا یہی بس یہی چیز ان شاء اللہ تمہاری دنیا و آخرت میں بہتری کی ضمانت ہے۔ جاؤ اور اللہ کے دیے پیغام دین کو پھیلاؤ۔ وہ دین جس کی تعلیمات خود حضور اکرم ﷺ نے دیں ہیں۔ جس روشنی سے تم خود منور ہوئے ہو اس سے دوسروں کے دلوں کو اور زندگیوں کو منور کرو...... اللہ عزوجل تمہارا حامی و ناصر ہو۔'' انہوں نے اس کے کندھے پر دست شفقت رکھتے ہوئے گویا اپنے ہونے کا بھرپور یقین دلایا تھا۔ وہ ان کے پُرنور چہرے کو دیکھتے ہوئے دھیرے سے مسکرایا اور وہاں سے نکل آیا۔

جب وہ درس گاہ سے باہر نکلا تو اپنے محترم استاد کی بات پر غور کرتے ہوئے وہ ایک پل کو کانپ کر رہ گیا تھا یہ سوچ کر کہ کیا وہ بھی یہاں سے جاتے ہی دنیا کی رنگینیوں میں کھو جائے گا؟ کیا واقعی جو علم اس نے حاصل کیا اور وہ لوگوں تک پہنچائے گا یا پھر خود ان کے رنگ میں رنگ جائے گا؟ اپنے ان سوالوں کو وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ دہراتا تھا جواب میں نفی کی گردان سن کر اس کا ارادہ اور مضبوط و مستحکم ہو جاتا تھا۔ وہی عبداللہ اب یونیورسٹی لیول تک پہنچ چکا تھا لوگوں کی اصلاح کا کوئی موقع وہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا اس کی باتوں میں جانے کیسا سحر ہوتا کہ اگر وہ ایک کو سمجھا رہا ہوتا تو کئی لوگ اکٹھے ہو جاتے اور اس کی سچی اور کھری باتوں پر شرمندہ ہوتے تھے اور عمل بھی کرتے تھے۔

''بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک عمل کیے سنت کے مطابق ان کے لیے نعمتوں والی جنتیں ہیں۔'' (سورۃ لقمن ۔ ۸)

اس وقت وہ پورے جوش و خروش کے ساتھ آیات تلاوت کر رہا تھا بند آنکھوں سے بھی وہ جانتا تھا وہاں سننے اور عمل کرنے والوں کی تعداد میں دوگنا اضافہ ہو چکا ہے۔ قرآن کریم فرقان حمید میں جہاں جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو جزا کی خوش خبری سنائی ہے وہاں ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ اسلامی نظریہ حیات میں ایمان نہ تو منجمد ہے اور نہ پوشیدہ۔ نہ ہی کسی طرح معطل ہے۔ ایمان تو ایک زندہ متحرک اور فعال حقیقت کا نام ہے۔ جب ایمان کسی دل پر جکڑ پکڑ لیتا ہے تو پھر متحرک ہو کر عملی شکل اختیار کر لیتا ہے اور انسان کا عمل اور طرز عمل اپنے آثار کی ترجمانی کرتا نظر آتا ہے اور جو لوگ ایمان قبول کر لیتے ہیں تو ان کا ایمان عملی شکل میں متحرک نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نیک اعمال کرنے والے اہل ایمان کو اپنی نعمتوں سے بھری جنتوں کی بشارت دے رہا ہے۔ کہیں اہل ایمان کو یہ نہیں کہا گیا کہ تمہیں صرف جنت کی نعمتوں سے مالا مال کیا جائے گا جنت سے نہیں ہر جگہ نعمتوں سے بھری جنتیں فرمایا گیا ہے یعنی اہل جنت ملنے والی جنت کے وارث و مختار ہوں گے اگر غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ دائمی ٹھکانے اپنے بندوں کو حقوق ملکیت کے ساتھ عطا فرمائے گا یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کتنا بڑا انعام ہے۔ اپنے اہل ایمان اور اطاعت گزار بندوں کے لیے۔'' دراصل اللہ کی اپنے

بندوں سے بے پناہ محبت و شفقت کی نشانی ہے کہ اللہ اپنے اطاعت گزار بندوں سے کس قدر التفات و کرم کا معاملہ فرماتا ہے۔

''میرے اہل ایمان بھائیو! میرا آپ لوگوں سے ایک سوال ہے؟ آپ سب کلمہ گو ہیں۔ اللہ پر یقین رکھتے ہیں کیا ایک یہی بات آپ لوگوں کو مسلمان ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے؟ کیا ایمان کو مضبوط بنانے کے لیے ایک کلمہ پڑھ لینا ہی کافی ہے؟'' اس نے اپنے اردگرد بیٹھے تمام سامعین پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی تو سب کے سر جھکے ہوئے تھے وہ کسی قدر آہستگی سے مسکرایا۔

''نہیں ایمان اختیار کرنا صرف زبان سے ہی نہیں ہوتا بلکہ ایمان اختیار کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ دل کی گہرائیوں اور پورے اخلاق اور نیک نیتی سے وہ تمام اعمال جو ایمان کا تقاضہ ہیں پر عمل کریں ایمان کے لیے ضروری ہے کہ زبان کے ساتھ ساتھ اپنے عمل سے اپنے اختیار سے وہ تمام کام جنہیں کرنے کا حکم دیا گیا ہے کریں اور وہ تمام کام جن سے روکا گیا ہے رکے رہیں یہی ایمان ہے۔''

''عبداللہ بھائی...... مجھے آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے؟'' تبھی سامعین میں سے کوئی بولا۔

''جی سعد' ضرور پوچھو۔ آئی ایم ریئلی آنرڈ کہ مجھ سے کوئی سوال پوچھے اور میں اس کا جواب دے سکوں۔'' وہ طمانیت سے مسکراتے ہوئے گویا ہوا۔

''عبداللہ بھائی میں نے پڑھا بھی اور بہت سے لوگوں سے سنا بھی ہے کہ انسان کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو کتنا ہی فاسق و فاجر کیوں نہ ہو؟ بھلے وہ دنیا جہاں کی بے شمار برائیوں میں ملوث ہو۔ کوئی بھی ایک نیکی جو اس کی اللہ کو پسند آجائے تو وہ اسے بخش دے میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ اگر اتنے گناہ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ بخش سکتا ہے تو یہ نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ اسلام کے باقی ارکان کو پورا کرنا ضروری کیوں قرار دیا گیا ہے؟'' اس کے سوال پر وہ بے ساختہ مسکرایا۔

''اب ایک سوال میں آپ سے پوچھو سعد؟'' اس کے انداز میں جانے ایسا کیا تھا کہ سعد شرمندگی سے سر جھکا گیا اور اثبات میں سر ہلایا۔

''آپ نے ابھی خود کہا کہ جانے انسان کی کون سی نیکی اللہ کو پسند آجائے اور وہ بڑے سے بڑے گناہ گار کو بھی بخش دے۔ میرے بھائی' کیا آپ جانتے ہو کہ اللہ رب العزت کو آپ کی کون سی نیکی پسند آئے گی؟''

''نہیں۔'' اس نے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا۔

''تو پھر کیسے آپ اتنی بڑی بات کہہ سکتے ہو؟...... ہر مومن انسان اسی لیے تو ایمان کے تقاضوں پر پورا اترنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی ایک نیکی کو حاصل کرنے کے لیے ہر مومن انسان کوشاں رہتا ہے کہ جانے کون سی نیکی اللہ کو پسند آجائے؟ اور اجر کے طور پر بخشش نصیب ہو۔ ہم کوئی ایک نیکی کرتے ہیں تو لگتا ہے گویا یہی ایک نیکی کافی ہے اللہ کی پسندیدگی کے لیے؟ مے بی یہی ہو مگر کیا یہ ہے؟ یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا' ہمارا دین بہت آسان ہے اور اللہ رب العزت نے بہت سی آسانیاں عطا کی ہیں مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم غفلت کی نیند سوتے رہیں؟ کیا خیال ہے آپ کا؟ سوچیے گا ضرور کلاس کا ٹائم ہو رہا ہے ان شاء اللہ اگلی نشست میں اس پر وضاحت سے بات ہوگی۔'' گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے اس نے بات کو مختصر کیا اور اٹھ کھڑا ہوا باقی سب نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ وہ سر جھکائے سیڑھیوں کی جانب بڑھ رہا تھا کہ ٹھٹک کر رک گیا۔

خوشبوؤں کا گویا طوفان قریب سے گزرا تھا جو اسے چند پل کے لیے خود سے بھی بیگانہ کر دیتا تھا۔ وہی ہاں وہی مخصوص مہک اس کے نتھنوں سے ٹکرائی تھی اور اسے مدہوش کر گئیں تھیں۔ اس نے سختی سے آنکھیں بند کیں اور استغفار کا ورد کرنے لگا۔ بے ساختہ زبان سے دعائیہ کلمات نکلے تھے۔

''یا اللہ! مجھے کسی بڑی آزمائش میں مت ڈالنا۔ کسی گناہ کا مرتکب نہ کرنا۔ میں بہت گناہ گار ہوں۔ اس کا دل

کسی انجانے خوف سے لرز اٹھا تھا بنا اردگرد دیکھے لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکلتا چلا گیا۔ نظریں اٹھا کر دیکھنے کی زحمت بھی نہ کی تھی پتھر کا ہونے کا احتمال تھا شاید۔

❀......❀......❀......❀

"تم بھاگ کس سے رہی ہو مشی خود سے؟ اپنے منہ زور جذبوں سے یا پھر بقول تمہارے اس داڑھی مین سے؟" حسب معمول اسے گم صم بیٹھے دیکھ کر وہ چڑ کر گویا ہوئی۔

"شٹ اپ حورین...... تم کیوں مجھے ہر بار ڈسٹرب کرنے آ جاتی ہو؟ یونو مجھے ان باتوں سے کوئی مطلب نہیں...... اپنی خود ساختہ سوچوں کو خود تک ہی محدود رکھا کرو۔ تھیسس مکمل کرنے کا اچھا خاصا موڈ بنالیا تھا جانے کہاں سے آ دھمکی ہو۔ سیدھے سبک چلتے ہوئے پانی میں پتھر مارنا ضروری تھا کیا؟" پین پٹختے ہوئے اس نے بیزاری سے کہا۔

"ہنہ...... یہ جو سیدھے سبک چلتے ہوئے پانی میں پتھر پھینکا ہے ناں میں نے اسے اٹھا کر میرے ہی سر پر دے مارو۔ جو جانے کیا کیا الٹا سیدھا سوچ لیتی ہے۔ جو ایک غیر مذہبی لڑکی کو ایک کٹر مذہبی لڑکے کے ساتھ جوڑ بیٹھی ہے۔ چغد جو ٹھہری۔" اس نے گویا اپنے ساتھ ساتھ اس پر بھی طنز کیا تھا۔

"ہاں تو غلط کرتی ہے ناں یہ چغد لڑکی جو چیز ناممکن ہو وہ ممکن کیونکر ہوسکتی ہے۔ دوسروں کا دماغ کھانے کیوں آ جاتی ہے یہ چغد لڑکی؟" اس نے آہستگی سے اسے وارن کیا۔

"لینف مشی، کیوں کررہی ہو ایسے؟ تم اسے بتا کیوں نہیں دیتی کہ تم اسے......؟"

"کہ میں اسے پسند کرتی ہوں؟ ہنہ کتنا بڑا جوک ہے ناں یہ ہے ناں؟" اس نے کسی قدر چڑتے ہوئے اظہار کیا۔

"ہاں اور تم اس سے بڑی جوکر۔" اس نے بھی دوبدو جواب دیا۔

"دس از ٹو مچ حورین، میں بہت ضروری کام کررہی ہوں یار۔ تم یہ کیا لایعنی بحث لے کر بیٹھ گئی ہو مجھے نہیں کرنی اس پر کوئی بات۔" اس نے تقریباً ہزار کوسنے دے کر سمجھایا تھا۔ حورین نے چند لمحے جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا۔

"تمہیں محبت ہے ناں اس سے؟ صرف اسی ایک وجہ کو لے کر تم پیچھے ہٹ گئی ہو۔ ہے ناں؟ وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔" اس کا دل چاہا تھا اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی موٹی سی کتاب اس کے سر پر دے مارے لیکن صبر کے گھونٹ پی کر رہ گئی اور سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"حورین تم جانتی ہو میں اس داڑھی مین......" داڑھی مین کہتے ہوئے اس کے منہ میں دنیا بھر کا زہر گھل گیا تھا۔ "اس سے محبت نہیں کرتی اور نہ ہی کرسکتی ہوں۔ اگر دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہے ناں تو مجھ سے اور اس میں محبت جیسی غلطی ممکن نہیں ہوسکتی میری منزل کوئی اور ہے اس کے راستے کسی اور منزل کی طرف رواں ہیں۔ جس غلط فہمی میں تم مبتلا ہو وہ شاید ایک پل ایک لمحے یا پھر ایک گزرے ہوئے وقت کی جذباتیت تھی اور کچھ نہیں۔ تم خود بھی جانتی ہو کہ تم جو سوچتی ہو وہ بہت غلط ہے۔ اس غلطی کی تم خود بھی گواہ ہو۔" اس کی بات پر حورین نے برا سا منہ بنایا تھا۔

"اگر تم پھر بھی ہمارے بیچ کھڑی ایک واضح اور بہت بڑی دیوار دیکھ کر بھی اسے نظر انداز کررہی ہو تو یہ محض تمہاری کم فہمی کہوں گی پھر کم عقلی اور کچھ نہیں اینڈ ڈیٹس انیف۔" اس نے آخر میں اسے منہ کھولتے ہوئے دیکھ کر کسی قدر سختی سے کہا۔

"اوکے فائن...... آئی ایگری ود یو بٹ یار وہ بہت اچھا اور نائیس مین ہے۔" اس نے گویا آخری کوشش کی۔

"سو واٹ؟ جب عقیدے الگ الگ ہیں تو اچھا یا برا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا؟ اور وہ داڑھی مین ہنہ...... مجھے داڑھی والوں سے جتنی نفرت ہے ناں۔ یہ تمہاری سوچ ہوگی۔" اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے

ہوئے گویا جتایا تھا۔ حورین کو اس کی بات ازحد بری لگی تھی مگر نظر انداز کرگئی۔

"کیا تم اس کی خاطر بدل نہیں سکتی؟" اس نے بے بسی کے عالم میں پوچھا۔

"بٹ وائے...... اگر میں کہوں تو کیا وہ میری خاطر بدلے گا؟ نہیں ناں۔ ہنہ، جب وہ میری خاطر بدل نہیں سکتا تو میں کیوں کسی کی خاطر بدلوں خود کو؟" اس نے تو گویا کڑوے کریلے چبالیے تھے مگر اس کڑوے لہجے میں بھی اس کے دل کا حال عیاں ہورہا تھا مگر مانتی کیونکر؟ بس آنسو پی کر رہ گئی۔

❀......❀......❀......❀

مشال اور عبداللہ دونوں کی ملاقات بس سرسری سی ہوئی تھی ملاقات بھی کیا بس ذرا سا ٹکراؤ تھا جو ان دونوں کے دلوں میں اپنی مہر ثبت کرکے گزر گیا تھا۔ گو اس ٹکراؤ میں عبداللہ نے محض سرسری سا اسے دیکھا تھا جب کہ مشال کی نظر تو اس پر ٹھہر سی گئی تھی اور وہی ایک نظر اس کے دل کی دنیا درہم برہم کرگئی تھی۔ عبداللہ کی اس سرسری نظر میں جانے کیا تھا کہ وہ خود کو بھول گئی جب ہوش آیا جب سچ کا ادراک صحیح معنوں میں ہوا مگر تب تک بہت دیر ہوچکی تھی وہ اپنے دل کے بدلے ہوئے تیور کو تو بدل نہ پائی تھی مگر خود کو پتھر ضرور کرلیا تھا۔ اس کا دل تو گویا کھیلنے کو چاند مانگ رہا تھا مگر وہ چاند قریب ہونے کے باوجود بہت دور تھا اتنا دور کہ اگر وہ اسے چھو لیتی تو خود کی نفی کے مترادف ہوتا اور ایسا وہ مر کر بھی نہ چاہتی تھی۔ اور دوسری طرف عبداللہ تھا۔ جس نے کبھی نظر اٹھا کر کسی نامحرم کو دیکھا تک نہیں تھا۔ کبھی کسی سے بات تک نہ کی تھی اس ایک سرسری سی نظر نے تو گویا قیامت ڈھادی تھی وہ اپنی حدود و قیود کو بڑی اچھی طرح جانتا اور سمجھتا بھی تھا اور وہ ہر ممکن کوشش کرتا کہ وہ جہاں بھی ہو اس کی سوچوں پر حاوی نہ ہو اس نے ہر طرح کی پراگندہ سوچوں کو دل سے نکال پھینکا تھا مگر جب اس کے کلون کی مخصوص مہک اس کے گرد اپنا احساس دلاتی تو وہ ایک پل کے لیے بھول جاتا تھا اور یہ بات کہ دوسرے ہی پل استغفار کا ورد اس کی زبان پر جاری ہوجاتا تھا۔ دونوں الگ الگ کشتیوں میں سوار تھے منزل بھی الگ ہی تھی مشال نے سختی سے اپنی بے لگام سوچوں کو لگام دی تھی مگر......؟

❀......❀......❀......❀

"عبداللہ بھائی آپ کو سر اشرف بلا رہے ہیں۔" ابھی اس نے لائبریری کی جانب قدم بڑھائے ہی تھے کہ جونیئر کلاس کا فہد دوڑتا ہوا اس کی جانب آیا تھا۔

"کیوں خیریت؟" اس نے کسی قدر حیرت سے استفسار کیا۔

"یہ تو مجھے نہیں پتا بس آپ کو بھیجنے کا کہہ رہے تھے۔" اس نے لاعلمی سے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"اچھا چلو میں دیکھتا ہوں۔" اس نے پُرسوچ انداز میں کہا اور لائبریری جانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے مخالف سمت بڑھ گیا۔

"السلام علیکم سر!" وہ آفس کے باہر ہی اسے مل گئے۔

"وعلیکم السلام۔ کیسے ہیں حافظ عبداللہ صاحب؟" ان کا انداز کسی قدر طنزیہ تھا۔

"الحمدللہ سر...... آپ نے مجھے بلایا تھا؟" وہ کسی قدر بے چینی سے گویا ہوا گویا وہ جانتا ہو اسے کیوں بلوایا گیا ہے۔

"آں ہاں۔ میں نے ہی بلوایا ہے آؤ اندر چل کر بات کرتے ہیں۔" انہوں نے بغور اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"عبداللہ میں جانتا ہوں آپ نے اسلام کی مکمل تعلیم حاصل کی ہے آپ کا علم، آپ کے نظریات آپ کی شخصیت پر برابر نظر آتے ہیں ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ لوگوں کو اس کی تعلیم دیں، اسلام جیسے خوب صورت اور آسان دین کی طرف بلائیں لیکن ہم اس کے لیے کسی کو فورس نہیں کرسکتے نہ ہی کسی پر مسلط کرسکتے ہیں ہمیں پتا ہے کہ آپ......"

"بات قطع کرنے کے لیے معذرت خواہ ہوں سر......

مگر میں آپ کی غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں آپ نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ ہم کسی کو فورس نہیں کرسکتے اور نہ ہی کسی پر اپنا دین مسلط کرسکتے ہیں۔ میں نے کبھی کسی کو فورس نہیں کیا سر۔ میں نے جو تعلیم حاصل کی ہے اسے دوسروں تک پہنچانا اپنا فرض عین سمجھتا ہوں جس روشنی کو پانے کی سعی میری تھی اسے میں دوسروں کے لیے بھی چننا پسند کروں گا۔ جہاں تک بات ہے مسلط کرنے کی تو ہمارا دین تو آسانیاں عطا کرتا ہے وہ کسی پر سختی کی اجازت نہیں دیتا۔ میں دوسروں کو تعلیم دیتا ہوں تو یہ میرے آقا سرور کونین احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔ جنہوں نے اشک بہا بہا کر اپنی امت کے لیے آسانیاں طلب کیں۔ ان کے حکم کو بجالانا میرا ہی نہیں بلکہ ہم سب کا فرض ہے۔'' اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے واضح الفاظ میں کہا۔

''میں تمہاری کسی بات' کسی ارادے سے قطعی انکار نہیں کرتا۔ مگر بیٹا آپ بخوبی جانتے ہو کہ یہاں محض مسلم ہی تعلیم حاصل نہیں کررہے بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی ہیں۔ ان لوگوں کو آپ کے طرز عمل پر اعتراض ہے۔ انہیں شکایت ہے کہ آپ انہیں ان کے مذہب ان کے عقیدے سے ہٹانے پر مجبور کرتے ہو انہیں اسلام پر لانے کے لیے فورس کرتے ہو انہیں ان کے مذہب کے بارے میں غلط انفارمیشن دیتے ہو وغیرہ وغیرہ۔''

''میں پھر سے معذرت خواہ ہوں سر۔ یہ آپ کو جس نے بھی بتایا غلط بیانی کی۔ ہوسکتا ہے وہ خود کو غیر محفوظ تصور کررہا ہو۔ میں اپنے دین کو مانتا ہوں۔ اس سے بہت پیار کرتا ہوں اس کو پھیلانا میرا مقصد ہے لوگوں کے دلوں کے زنگ دور کرنا میرا فرض ہے آپ بھی استاد ہیں سر' میں علم رکھتے ہوئے دوسروں کو کیونکر غفلت کی نیند سونے دوں۔ آپ میرے استاد ہیں اور میں دل کی گہرائیوں سے آپ کی عزت کرتا ہوں۔ میں کسی اور سے نہیں آپ سے پوچھتا ہوں سر' آپ علم والے ہیں دوسروں تک اپنا علم پہنچاتے ہیں بھلے آپ کو اس کے پیسے ملتے ہیں نہ بھی ملیں۔ اگر آپ کے پاس علم ہے فطری سی بات ہے آپ اسے دوسروں کے ساتھ [شیئر] کریں گے۔ آپ اپنے علم کو خود تک محدود نہیں رکھ [سکتے]، اس کو پھیلائیں گے تو اس کی چاہ اور بڑھے گی خود [تک] محدود رکھیں گے تو خود کو فنا کردیں گے کیا میں غلط کہہ رہا ہوں سر؟'' اس نے ان سے استفسار کیا۔

''نہیں بالکل صحیح کہہ رہے ہیں آپ۔ مگر آپ میرے نظریے کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں بیٹا' میرا مقصد آپ کو معاذ اللہ دین سے ہٹانا ہرگز نہیں ہے نہ ہی دین کی خدمت سے روکنا ہے۔ آپ جانتے ہیں عبداللہ یہاں ہر طبقے ہر نسل اور ہر عقیدے و مذہب کے اسٹوڈنٹس زیر تعلیم ہیں ہر کسی کے اپنے نظریات اپنی سوچ اور اپنا عقیدہ ہے اگر بہت سے لوگ آپ سے متاثر ہوتے ہیں تو بہت سوں کو اختلاف بھی ہے۔'' وہ اب کے بہت نرمی اور تحمل سے بات کررہے تھے۔

''بقول ان کے کہ وہ یہاں تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں نا کہ اپنے عقیدے کی اصلاح کرنے۔ بیٹے میں نہیں کہتا کہ آپ اپنے علم کو خود تک محدود رکھو۔ آپ دین اسلام کو خوب پھیلاؤ مگر اس یونیورسٹی کے امیج کو بھی برقرار رکھو۔ آئی تھنک یو کین انڈر اسٹینڈ؟'' وہ اس سے گویا متاثر ہوئے تھے پہلے والا طنزیہ انداز ناپید تھا۔

''جی سر میں سمجھ سکتا ہوں۔ گو میں کسی کو فورس نہیں کرتا اور نہ ہی کسی پر اسلام کو مسلط کرنے کی کوشش کرتا ہوں میں لوگوں کو حق کی بات بتاتا ہوں سیدھے راستے پر چلنے کی تعلیم دیتا ہوں۔ اگر لوگ متاثر ہوکر ہمارے دین کو اپناتے ہیں تو وہ اپنے دل کے اطمینان پر اور خود کو پوری طرح دین اسلام کی سمجھ رکھتے ہوئے اپناتے ہیں اگر پھر بھی کسی کو اختلاف ہے تو آپ اسے میرے پاس بھیجیے گا میں حتی الامکان اس کے سوالوں کے جواب دینے کی کوشش کروں گا اور اللہ رب العزت نے چاہا تو مطمئن بھی کروں گا اور سر...... میں جانتا ہوں کہ اس یونیورسٹی میں صرف پاکستانی ہی نہیں اور کنٹریز کے اسٹوڈنٹس بھی زیر تعلیم ہیں میں جانتا ہوں آپ کو کس بات کا ڈر ہے آپ [...]کریں اس درسگاہ پر اس کی تدریس پر اور اللہ کے حکم [سے ا]س ملک پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ ان شاء اللہ۔'' وہ [جا]تے ہوئے پلٹ کر واپس آیا اور انتہائی مستحکم لہجے میں [ا]ن کا بھرپور یقین دلایا تھا۔

❁......❁......❁......❁

وہ نہیں جانتا تھا کون ہے جو اسے اس کے مقصد سے [ہٹ]انے کی کوشش کررہا ہے۔ نہ ہی اس نے جاننے کی سعی کی تھی کیونکہ وہ اپنے مقصد میں اپنے عمل میں پوری نیک [نیت]ی سے اور پوری ایمان داری سے چل رہا تھا اس لیے ایسے میں کوئی کتنی بھی رکاوٹیں کھڑی کرتا اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا جب اس کا پروردگار اس کے ساتھ تھا تو کوئی اسے اس کے مقصد سے نہیں ہٹا سکتا تھا یہ وہ اچھی طرح جانتا تھا۔

❁......❁......❁......❁

''کیا بات ہے جوزف پریشان لگ رہے ہیں کوئی مسئلہ ہے کیا؟''

''آئی ڈونٹ نو عبداللہ بھائی۔ مجھے لگتا ہے میرا دل و دماغ میرے قابو میں نہیں۔ شعوری یا لاشعوری طور پر میں دو حصوں میں بٹ گیا ہوں۔ جہاں میری سوچ بدل رہی ہے وہیں میں اپنے عقیدے سے دور ہوتا جارہا ہوں چرچ جانے کو اور نہ ہی اپنی کمیونٹی کے لوگوں میں بیٹھنے کو دل کرتا ہے۔ ہر چیز سے گویا دل اچاٹ سا ہوگیا ہے میں خود کو ہوا میں معلق پاتا ہوں۔ آگے کنواں اور پیچھے کھائی کے مصداق میں کسی بھنور میں پھنس گیا ہوں۔ مجھے میری کمیونٹی کے لوگ زبردستی چرچ لے جانا چاہتے ہیں وہاں میرا دل نہیں لگتا۔ میرا دل آپ کے دین کی طرف ہمکتا ہے اور وہاں خدشات ہی خدشات ہیں۔ میرا دل اضطراب کے گہرے دلدل میں دھنستا جارہا ہے نکلنا چاہ رہا ہوں پر نکل نہیں پارہا۔ میں اپنے رشتوں سے بہت پیار کرنے والا انسان ہوں مگر میرے اپنے بہت کم ہیں۔ ایک سسٹر ہیں اسے میں نہیں چھوڑ سکتا۔ اس کے باوجود میرے اندر عجیب سی تبدیلیاں رونماں ہورہی ہیں میرے لوگوں کے ساتھ اختلافات بڑھتے جارہے ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا اس کا حل کیا ہے؟'' وہ بہت افسردہ تھا۔

''میرا خیال ہے میں جانتا ہوں تمہاری اضطرابی کیفیت ایسی کیونکر ہے تمہیں چین کیوں نہیں مل رہا؟ میرے دوست میں بہت نیک نیتی اور ایمان داری سے تمہیں مشورہ دینا چاہوں گا اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو؟'' اس نے بڑھے ڈھکے چھپے انداز میں اس تک بات پہنچائی۔

''وائے ناٹ عبداللہ بھائی...... میں اپنے اندر کی گھٹن ختم کرنا چاہتا ہوں۔ کسی بھی طرح سے میں بہت مشکل میں ہوں۔ آسانی چاہتا ہوں۔'' اس نے تیزی سے کہا۔

''یہ لو جوزف۔'' یہ وہ خوب صورت صحیفہ ہے جس میں ہر انسان کے ہر سوال کا جواب پوشیدہ ہے بھلے وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ آسان ہو یا پیچیدہ۔ ہر طرح کی آسانیاں ہیں اس میں۔ اس کا مطالعہ کریں پھر بھی [...] نہ آئے تو میرے پاس آنا میں ان شاء اللہ آپ کے ہر سوال کا جواب دوں گا۔''

''لیکن یہ تو......؟'' وہ ہچکچایا۔

''ہاں...... یہ ہمارا کلام پاک ہے۔ یہ وہ خوب صورت صحیفہ ہے جو ہمارے نبی آخرالزماں سید کونین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا تھا۔ جوزف کچھ اسٹوڈنٹس اعتراض کررہے ہیں کہ میں لوگوں پر اپنا دین مسلط کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ہنہ...... میں آپ کو فورس نہیں کررہا اور نہ ہی آپ پر کچھ مسلط کررہا ہوں۔ آپ نے اپنی دلی کیفیت بیان کی میں نے حل پیش کردیا۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے اس پر عمل کرو یا نہ کرو۔'' اس کی ہچکچاہٹ پر اس نے وضاحت سے جواب دیا۔ وہ کافی دیر چپ بیٹھا رہا۔ عبداللہ کا ہاتھ بڑھا ہوا تھا۔ اسے بہت دیر تک چپ بیٹھا دیکھ کر اس نے کتاب والا ہاتھ پیچھے کرلیا اور اپنے سینے سے لگالیا۔ چند پل اس کے پُر سوچ چہرے کو دیکھا اور آگے بڑھ گیا۔

''ایک منٹ عبداللہ بھائی۔'' اس کی پکار پر وہ یکلخت رکا۔

''میں...... میں اس کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن......'' وہ کسی قدر ہچکچاہٹ کا شکار تھا۔ عبداللہ سمجھ سکتا تھا۔ اپنے عقیدے سے ہٹ کر کسی کے مذہب کو اپنانا آسان کام نہیں تھا۔

''میں آپ کی ہچکچاہٹ سمجھ سکتا ہوں جوزف۔ لیکن کچھ باتیں ہیں جو میں آپ کو کہنا چاہوں گا۔ بلاشبہ ہدایت اللہ کی جانب سے ہے۔ وہی انسان کو سیدھے راستے پر لاسکتا ہے۔ عقیدے و فرقے ہم لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں ورنہ خدائے یکتا نے تو اپنا پیغام سرعام ہر کسی تک پہنچادیا ہے۔''

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ قرآن پاک کی سورۃ محمد ﷺ کی آیت نمبر پانچ سے لے کر سات تک میں لکھا ہے۔''

اس بار اس نے بڑے یقین کے ساتھ کتاب اس کی جانب بڑھائی تھی۔

''لیکن عبداللہ بھائی...... مجھے یہ پڑھنی نہیں آتی۔'' اس نے کسی قدر بے بسی سے کہا۔

''یہ نسخہ اردو و انگلش میں ہے۔ تم اسے بہت آسانی سے پڑھ بھی سکتے ہو اور سمجھ بھی سکتے ہو بس دل سے کوشش کرنا۔'' اس کے کندھے پر گرم جوشی سے ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے وثوق سے گویا ہوا تھا۔

✿......✿......✿......✿

''او گاڈ یہ شخص...... جب دیکھو جہاں دیکھو محفل جمائے بیٹھا نظر آتا ہے۔ دل کرتا ہے سر پھاڑ دوں۔'' وہ ابھی ابھی کینٹین میں حورین کے ہمراہ آئی تھی۔ حسب معمول عبداللہ اسٹوڈنٹس کے جھرمٹ میں ان کے سوالوں کے جواب دیتا نظر آیا۔ اسے دیکھتے ہوئے مشال نے دل ہی دل میں کہتے ہوئے دانت کچکچائے تھے۔ اس کی یہ حرکت حورین سے چھپی نہ رہ سکی تھی۔

''تمہیں جب اس کی پروا نہیں ہے تو پھر اپنا دل کیوں جلاتی ہو۔'' تبھی چیئر گھسیٹتے ہوئے استہزائیہ کہا۔

''دل جلاتی ہوں......؟ وہ بھی اس مولانا کے لیے۔ مائی فٹ۔'' اس نے نخوت سے سر جھٹکا۔

''تمہاری جوتی بھی تمہاری طرح بڑی اکڑو اور کٹھور ہے۔ کمبخت مانتی نہیں؟'' اس نے خاصے محظوظ انداز میں دیکھا۔

''ہنہ...... یہ تو میری جوتی کے برابر بھی نہیں اور تم کہتی ہو کہ......''

''اسٹاپ اٹ مشی...... بی ہیو یور سیلف تمہارے دل میں اس کے لیے جو بھی ہو وہ ایک طرف مگر وہ ایک اچھا انسان ہے۔ تم کیونکر اسے اس سطح پر لے آئی ہو؟ زبان پھسل جاتی ہے مگر اتنی بھی پھسلنے مت دو کہ بعد میں تمہیں بھی ندامت ہو۔ تم وقت کے لوٹنے کا انتظار کرو اور وہ پلٹ نہ سکے۔ کیونکہ گزرا وقت کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔ آئی ایم سوری بٹ مجھے تمہاری یہ بات بہت بری لگی۔'' اس کی بات حقیقتاً اسے انتہائی ناگوار گزری تھی تبھی اپنی دوست کو کھری کھری سنادی تھی۔

''ہنہ...... تمہیں تو بری لگے گی بھئی۔ آفٹر آل تمہارا بھائی بند جو ٹھہرا۔'' اس کی بات پر اس نے کسی قدر نخوت کا مظاہرہ کیا۔

''جی ہاں بالکل...... میرے لیے یہ آنر کی بات ہے کہ وہ میرا بھائی بند ہے۔'' وہ کسی قدر فخریہ انداز میں گویا ہوئی۔ مشال نے استہزائیہ کندھے اچکائے تھے۔

''عبداللہ بھائی...... قرآن پاک میں خواتین کے پردے کے بارے میں بڑے واضح الفاظ میں فرمایا گیا ہے جب کہ آج خواتین پردہ تو درکنار پورا لباس بھی زیب تن کرلیں تو غنیمت ہے۔ جہاں کسی کو چادر اوڑھے دیکھ لو اسے دقیانوسیت' کنزرویٹو جیسے القابات سے نوازا جائے گا۔ اب تو گویا دوپٹے کے نام پر ایک باریک سا ٹکڑا اور لباس کے نام پر دھجیاں سی لٹکی دکھائی دیتی ہیں۔ ایسے میں کون سی پاک باز عورتیں ہیں جو پاک باز مردوں کو ملیں

گی؟ سمجھنے سے قاصر ہوں؟'' عفان جو ارد گرد لڑکیوں کو بے ہودہ لباس پہنے دیکھ رہا تھا وہیں حورین خود کو دیکھ کر سمٹ سی گئی تھی جب کہ باقی لڑکیوں نے گویا ناک پر سے مکھی اڑائی تھی۔

''بات یہ ہے عفان...... کہ جہاں برائی ہو وہاں اچھائی بھی ہوتی ہے۔'' اس کی بات پر عفان نے یونہی سرسری نظر اس کی بات کو جھٹلانے کی خاطر کینٹین میں موجود لڑکیوں پر دوڑائی تھی جہاں بس نام کے کپڑے پہنے لڑکیاں بیٹھی تھیں۔ وہیں عبائے پہنے حجاب لیے بھی لڑکیاں بیٹھی دکھائی دی تھی۔ وہ اپنی کہی بات پر قدرے شرمندہ سا ہوا تھا۔

''یہ دنیا یونہی تو قائم نہیں ہے یہاں بدی کے ساتھ نیکی بھی ہے۔ برائی ہے تو اچھائی بھی ہے۔ اگر ارادے ناپاک ہیں تو ارادے نیک بھی۔ یہ اللہ باری تعالیٰ کی بہت بڑی مصلحت ہے۔ اللہ رب العزت نے انسان کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ اگر وہ اپنی رسی کو دراز کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کا انجام نہیں ہونا۔ یہ مصلحت ہی تو ہے کہ وہ انسان کو وقت دے رہا ہے اس کے سدھرنے کا انتظار کررہا ہے۔ شاید آپ میں سے کسی کی نظروں سے یہ بات گزری ہو کہ جب کوئی انسان نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے اسے فوراً لکھ لیتے ہیں جب کہ بدی کو لکھتے ہوئے وہ ذرا تاخیر سے کام لیتا ہے کہ شاید اب توبہ کرلے۔ اسلام کا علم بلند ہونا ہے ان شاء اللہ۔ یونہی تو اللہ نے اسے مشعل راہ قرار نہیں دیا۔''

''ہنہ......'' مشال نے اس کی بات پر ناگواری سے ہنکارا بھرا تھا۔

''بھئی ہم نے تو سنا ہے پردہ آنکھ کا ہونا چاہیے۔ وہ کیا خاک پردہ ہوگا جو چہرے پر نقاب چڑھائے نظریں غلیظ لیے پھرے۔'' ان کی باتیں سنتی ایک لڑکی نے کسی قدر تمسخرانہ انداز میں کہا۔ جو خود شرٹ کے نام پر گز بھر کپڑا لیے بیٹھی تھی۔ سب لڑکوں نے مڑ کر اسے دیکھا۔

''اللہ اکبر...... ایک بات کہوں بی بی۔'' اس نے نظریں جھکائے ہوئے اسے بہت تحمل سے مخاطب کیا تھا۔ اس کے بی بی کہنے پر اس لڑکی نے برا سا منہ بنایا تھا۔

''اللہ رب العزت نے حضرت آدمؑ حضرت حواؑ کو بے پردہ کرکے اور پھر انہیں پردے کا احساس دلا کر ہمارے لیے ایک بات واضح کردی تھی کہ پردے اور بے پردگی میں کیا فرق ہے۔ آنکھوں کی پاکیزگی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ (استغفار) بے پردہ یا بغیر کپڑوں کے پھریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عقل و شعور دیا ہے اور زندگی گزارنے کے لیے باقاعدہ طور پر ایک قاعدہ و قرینہ بتلایا ہے۔ اگر ایمان کے لیے عمل' نماز کے لیے وضو' نیت کے لیے تقویٰ ضروری ہے تو جسم ڈھکنے کے لیے کپڑے لازم و ملزوم ہیں۔ اگر آج انسان نے کپڑے کو جدید فیشن کا نام دے کر اسے پورے سے آدھا یا آدھے سے بھی کم کردیا ہے تو یہ اس کی غلط سوچ کا عمل ہے آپ خود سوچئے جہاں مردے کے لیے کفن میں اتنا کپڑا درکار ہوتا ہے (حالانکہ ایک مردے کو کیا خبر کہ وہ کپڑے میں ہے یا بغیر کپڑوں کے پڑا ہے) تو زندہ انسان جو تمیز بھی رکھتا ہو اور عقل و شعور بھی۔ اسے پردے اور بے پردگی کا احساس نہ ہو تو ڈوب مرنے کا مقام ہے یہ۔ میں تو کیا کوئی بھی اس بات سے اتفاق نہیں کرے گا کہ اگر آنکھ کا پردہ ہے تو پردے کی کیا ضرورت۔ یہ ایک شدید قسم کی غلط فہمی ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں ہدایت دے اور ان خود ساختہ غلط فہمیوں سے نکلنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔''

اس کی سچی اور کڑوی باتیں سن کر حورین شرمندہ سی خود میں سمٹی بیٹھی رہی اور پہلی بار مشال کو گویا سانپ سونگھ گیا تھا۔ مگر وہ ڈھٹائی سے گردن اکڑائے بیٹھی تھی۔ اس کے وجود کے گرد تنا ہوا انا کا خول مزید سخت ہوگیا تھا۔

✿......✿......✿......✿

''ہاہاہاہاہا......''

''اسٹاپ اٹ مشی...... یہ کوئی مذاق نہیں۔'' اسے اس کا تمسخرانہ قہقہہ انتہائی ناگوار گزرا تھا۔ تبھی نخوت سے گویا

ہوئی تھی۔

''ریئلی......'' کسی قدر طنزیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

''آنسٹلی اسپیکنگ حورین' اس وقت تم مجھے کسی جوکر سے کم نہیں لگ رہی ہو؟'' وہ بغیر لگی لپٹی رکھے گویا ہوئی۔

''ہنہ تمہیں تو لگے گا ہی لیکن میں خود کو...... ہوں......''

''ہاں۔'' اس نے گہرا سانس لیا تھا۔ ''بہت پُرسکون محسوس کررہی ہوں۔''

''او...... تو مولانا صاحب کی باتیں دل پر لے لیں ملانی نے؟'' اس نے تمسخرانہ کہا۔

''دل پر لیتی تو شاید کبھی اس حلیے میں نظر نہ آتی۔'' اس نے خود کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''مجھے تو سمجھو ایک ایسا دیا مل گیا ہے جس کی روشنی میں' میں صرف اس راستے کو دیکھوں گی جو مجھے سچی اور دائمی منزل تک پہنچائے گا۔ اللہ کا شکر ہے اس میں مجھے بہت زیادہ تاخیر نہیں ہوئی۔''

''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آج سے تمہارے اور میرے راستے الگ الگ ہیں۔ کیونکہ اب تمہاری اور میری منزل الگ ہے۔'' اس کی بات پر اس نے نہایت سخت اور کھردرے لہجے میں استفسار کیا تھا۔ حورین نے کسی قدر چونک کر اس کی جانب دیکھا اور حیرت سے گویا ہوئی۔

''کیوں......؟''

''کیونکہ میرا کسی مولانا یا کسی مولانی ٹائپ لوگوں سے کوئی رشتہ نہیں بن سکتا۔''

''اگر تم مجھ سے دوری رکھنا چاہو تو میں بھی تم سے قطع تعلق کرنا چاہوں گی۔''

''اور ہاں ایک بات اور اب مجھے اس مولانا سے گھن آنے لگی ہے جس نے مجھ سے میرا بہت کچھ چھین لیا ہے ایک تم رہ گئیں تھیں تمہیں بھی...... آئی ریئلی ہیٹ ہم۔''

''یہ تمہاری غلط فہمی ہے مشال۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تم نے یہ خود ساختہ......''

''واٹ ایور مس حورین زیدی...... گڈبائے۔'' کچھ بہت سخت کہنا چاہتی تھی لیکن جانے کیوں کہہ نہیں پائی اور نخوت سے سر جھٹکتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

حورین نے بڑے تاسف سے اسے جاتے ہوئے دیکھا اور دل ہی دل میں اس کی ہدایت کے لیے دعا بھی کی تھی۔

❁......❁......❁......❁

''یا اللہ...... میری مدد فرما۔ میں نہیں جانتا میرا دل کیونکہ ایک نامحرم کی جانب کھنچتا ہے میں جانتا ہوں میرا مقصد کچھ اور ہے میں یہ بھی جانتا ہوں تو نے ہر ذی روح کو جوڑے کی صورت میں پیدا کیا ہے میں نہیں جانتا تو نے میرا جوڑ کس کے ساتھ رکھا ہے مگر میرا دل ایک نامحرم کی جانب کھنچتا ہے۔ میں نہیں چاہتا میں اپنے مقصد کو بھول کر کسی اور لاحاصل چیز کے پیچھے بھاگوں۔ اے میرے ربِ کائنات میری مدد فرما' بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔'' وہ اس کے خیال کو ہر ممکن طور پر اپنے ذہن و دل سے نکال دینا چاہتا تھا مگر جونہی وہ کہیں آس پاس محسوس ہوتی نئے سرے سے اس کی سوچ پر حاوی ہونے لگتی تھی۔ اب اس نے اس سے بات کرنے کی ٹھان لی تھی۔ اگر وہ اس کا مقدر ہے تو اسے عملی جامعہ پہنایا جائے اگر نہیں تو اس کے خیال کو اپنے اردگرد بھٹکنے بھی نہ دے۔

❁......❁......❁......❁

''عبداللہ بھائی...... عبداللہ بھائی......!'' وہ نماز پڑھنے کے لیے یونیورسٹی سے ملحقہ مسجد کی جانب بڑھ رہا تھا جب جوزف نے بڑے جوش سے پکارتا ہوا اس کی جانب آیا تھا۔ اس نے کسی قدر حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے اپنے قدم روکے تھے۔

''کیا بات ہے جوزف......! خیریت تو ہے؟''

''میں بہت دیر سے آپ کو ڈھونڈ رہا تھا۔ کہیں جارہے تھے کیا؟'' بھاگنے کے باعث اس کی سانسیں پھولی ہوئی تھیں۔

''ہاں میں نماز پڑھنے جارہا تھا۔ کیوں کوئی کام

تھا کیا؟''

''جی عبداللہ بھائی مجھے آپ سے بہت ضروری کام تھا ایک ضروری بات کرنی تھی۔ عبداللہ بھائی میں نے قرآن کریم کا مطالعہ کیا ہے۔ بے شک جیسا آپ نے بتایا تھا میں نے اسے اس سے بڑھ کر پایا ہے۔ میرے ہر سوال کا جواب مجھے ملا ہے میری ہر مشکل حل ہوگئی ہے میں جان گیا ہوں کہ میں کیونکر چین نہیں پارہا تھا۔ میرے مضطرب دل کو گویا قرار آنے لگا ہے۔ میں جب جب اسے پڑھتا ہوں لگتا ہے جیسے روئی کے گالوں کی طرح ہلکا پھلکا ہوگیا ہوں۔ میں جب اس کا مطالعہ کرنے بیٹھتا ہوں اسے چھوڑنے کو دل نہیں کرتا۔ چرچ جانے کو تو میرا پہلے بھی دل نہیں چاہتا تھا اب تو بالکل ہی چھوڑ دیا ہے۔ ہر وہ کام چھوڑ دیا ہے جس کی اس کتاب میں مخالفت کی گئی ہے۔ میرا دل اس کتاب کی جانب کھنچتا ہے۔ جب تک اس کا مطالعہ نہ کرلوں میں مضطرب رہتا ہوں۔ عبداللہ بھائی میں اس ہدایت کے راستے پر ہمیشہ کے لیے چلنا چاہتا ہوں آپ میری مدد کیجئے پلیز۔'' وہ بہت پُرجوش تھا۔ اس کے چہرے پر مسرت و طمانیت کے کتنے ہی رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ عبداللہ کے چہرے پر بہت خوب صورت مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

''کیوں نہیں میرے بھائی۔ اسلام کے دروازے تو ہر وقت ہر کسی کے لیے کھلے رہتے ہیں۔ اگر آپ پوری ایمان داری اور دل کی مکمل رضامندی کے ساتھ اس کو اپنانا چاہتے ہیں تو میں ہر قدم آپ کے ساتھ ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اپنے کئے گئے عہد سے پھریں گے نہیں۔ آپ کو یقین دینا ہوگا کہ یہ محض آپ کی جذباتیت تو نہیں......؟ کہ خدانخواستہ کل آپ کی کمیونٹی والے آپ پر دباؤ ڈالیں تو دوبارہ آپ واپسی کے راستے پر نکل جائیں۔ آپ کو سوچ سمجھ کر......؟''

''میں نے بہت سوچ سمجھ کر پوری ایمان داری سے اور دل کی مکمل رضامندی کے ساتھ یہ فیصلہ کیا ہے عبداللہ بھائی مجھے اسلام قبول کرنا ہے۔ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ مجھے کسی کا کوئی ڈر نہیں۔ اگر موت آتی ہے تو بے شک آئے مگر شرط یہ ہے کہ ایمان پر ہو۔'' وہ بھرپور یقین اور اعتماد سے گویا ہوا تھا۔ آنکھوں میں انوکھی سی چمک تھی۔ عبداللہ طمانیت سے مسکرا دیا تھا۔

''تو پھر آجاؤ فلاح کی طرف' آؤ اللہ کے گھر چلتے ہیں ایمان کی ایک اور شمع روشن کرنے کے لیے۔ اس سے اچھی اور بھلا کیا جگہ ہوگی۔'' اس کے کندھے پر گرم جوشی سے ہاتھ رکھتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

❁......❁......❁......❁

''تم جانتے ہو جوزف' تم نے کیا کردیا ہے؟ کچھ ہوش ہے تمہیں کہ تم نے کتنی بڑی غلطی کردی؟ جانتے ہو اگر کسی کو علم ہوگیا تو کیا حشر ہوگا تمہارا؟ ایک پل میں تمہاری گردن دھڑ سے الگ کردی جائے گی۔ جانتے ہو کس طوفان کا سامنا کرنے کے لیے خود کو تیار کیا ہے تم نے؟ جانتے ہو کہ......؟''

''ہاں جانتا ہوں میں' اچھی طرح خبر ہے مجھے۔ اپنے ناپاک دل کو اور زبان کو کفر و شرک سے پاک کرچکا ہوں۔ تمہیں کیا خبر کہ میں نے کس راستے پر قدم رکھا ہے۔ ہدایت کے اس راستے پر جو پھولوں سے مزین ہے۔ پاؤں اگر کانٹوں پر بھی پڑے تو تکلیف نہ ہوگی۔''

''جانتی ہو؟ میں اس وقت جب اسلام قبول کررہا تھا۔ کلمہ پڑھتے ہوئے گواہی دے رہا تھا کہ ہاں میں گواہی دیتا ہوں اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ عبادت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے اور محمد ﷺ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ تب مجھے لگ رہا تھا کہ میں دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہوں۔ جو غفلت و گمراہی کی گہری دلدل سے نکل کر ہدایت و مستقیم جیسے راستے پر نکل آیا ہو۔ تمہیں کیا خبر کہ تم لوگ کس راستے کے مسافر ہو؟ اس راستے کے جس کی کوئی منزل نہیں۔ جس میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے منزل کی تلاش میں خود کو کھودو گے مگر منزل لاحاصل ہوگی۔ کبھی منزل تک پہنچ نہیں پاؤ گے۔ مجھے مت روکو کہ میں ہدایت پاچکا ہوں۔ ہاں اگر خود کو بدلنا ہے

تو کہو؟'' وہ بڑے آرام وتحمل سے گویا تھا۔ اس کی آخری بات پر اس نے ناگواری سے اس کی جانب دیکھا۔

''ہنہ...... میں جیسی ہوں بہت خوش ہوں تم خود کی خبر رکھنا۔ کہیں ہدایت کے راستے پر چلتے چلتے گم ہی نہ ہوجانا۔'' اس نے دھمکی آمیز لہجے میں بہت کچھ جتایا تھا۔

''مجھے اب کوئی پروا نہیں مجھے سوائے اللہ عزوجل کے کسی سے کوئی ڈر نہیں ہے کوئی کچھ بھی کہے کچھ بھی کرلے میں ثابت قدم رہوں گا ان شاء اللہ العظیم۔ اللہ کی پاک ذات میرے ساتھ ہے۔'' اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نڈر انداز میں پورے یقین و وثوق کے ساتھ کہا تھا۔ وہ کتنے ہی پل حیرت سے گنگ کھڑی رہی تھی۔

''جوزف......'' وہ جارہا تھا۔ اس نے بے ساختہ اسے پکارا تھا۔ وہ رکا اور بے ساختہ اس کی جانب مڑا۔

''جوزف نہیں عبدالرحمٰن مائنڈ اٹ۔'' اس کی تصیح کرتے ہوئے وہ وہاں سے چلا گیا۔

''کیا اتنا آسان ہوتا ہے رشتوں کو چھوڑ دینا؟'' اپنے بھائی کو جاتے ہوئے دیکھ کر اس نے سوچا تھا۔ وہ بھائی جس کے سوا اس کا دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ دونوں بہن بھائی یک جان دو قالب ہوا کرتے تھے۔ وہی بھائی آج کس راستے پر نکل گیا تھا اسے تنہا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ رشتوں کو چھوڑنا اتنا آسان ہے کیا؟ اس نے آہستگی سے آنسوؤں سے بھرے گال صاف کیے اور واپس مڑ گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

اس نے سوچ لیا تھا آج وہ اس سے بات کرکے رہے گا۔ ''اس'' وہ جس کا نام تک نہیں جانتا تھا ''وہ'' جو اس کے مقصد کے بیچ میں آکر اپنا آپ یاد دلاتی تھی۔ ''وہ'' جو اگر لاحاصل تھی تو وقتی چھلاوا سمجھ کر بھول جائے اگر نصیب تھی تو اپنے عقد میں لے آئے۔ آج اس نے آر پار کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

''ایکس کیوزمی عبداللہ بھائی۔'' وہ ابھی اس کی تلاش میں ہی نکلا تھا تبھی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ ذرا پلٹ کر دیکھا۔ عبائے میں ملبوس چہرے پر حجاب لیے مکمل پردے میں جانے وہ کون تھی اس نے اسے پکارا تھا۔

''جی محترمہ کہیے؟'' اس نے جھکی جھکی نظروں سے استفسار کیا۔

''میں حورین ہوں آپ سے ایک سال جونیئر ہوں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔''

''شکریہ مگر کس بات کا؟'' وہ کسی قدر حیرت سے گویا ہوا۔

''اتنے سارے لوگوں کو آپ نے سیدھے راستے پر لگا دیا ہے۔ گناہوں کی دلدل میں دھنسے ہوؤں کو نیکی کی تعلیم سے آراستہ کیا ہے۔ انہیں میں سے ایک میں بھی تھی۔ تھی تو مسلمان مگر محض نام کی۔ قرآن شاید بچپن میں ایک آدھ بار پڑھا ہو بعد میں کبھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ نماز کی جانب تو گویا دھیان ہی نہ دیا اور پردہ عزت ونسوانیت وغیرہ کا تو کوئی تصور ہی نہ تھا اور نہ ہی کسی نے کبھی روک ٹوک کی گھر کا ماحول ہی ایسا تھا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے آپ کو وسیلہ بنا کر میرے جیسے کئی نام کے مسلمانوں کو حقیقتاً مسلمان بنا دیا ہے۔ میں نے شکریہ ادا کرنا تھا کہ میں نے آپ سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ آپ جب درس دیتے تھے تو بہت سے اسٹوڈنٹس نا چاہتے ہوئے بھی سنتے تھے اور غیر ارادی طور پر ہی سہی عمل بھی کرتے تھے وہی غیر ارادتاً عمل ارادتاً ہوئے تھے انہی میں سے ایک میں بھی ہوں۔ محض نام کی مسلمان نہیں۔ الحمدللہ ایک سچی اور پکی مسلمان۔ بہت بہت شکریہ عبداللہ بھائی بہت بہت شکریہ۔'' وہ تشکر سے لبریز لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

وہ کیا کہتا اس نے تو گویا اپنا مقصد پالیا تھا۔ جس مقصد کے لیے وہ درس گاہ سے نکلا تھا وہ کامیابی کی منزل طے کرتا جارہا تھا۔ اپنے مقصد کی تکمیل ہوتے دیکھ کر وہ تصور میں ہی اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوگیا تھا۔ آنکھیں اس پاک پروردگار کی مہربانی پر نم ہوگئی تھیں۔

''میرا شکریہ ادا کرکے مجھے گناہ گار مت کریں حورین بی بی۔ شکریہ ادا کرنا ہے تو اس رب کا کریں جس نے مجھے کہنے کی توفیق دی اور آپ کو عمل کرنے کی۔ پاک پروردگار کا شکر ہے کہ ہم کامیاب ٹھہرے۔''

''جی بالکل۔'' اس نے آنکھوں کے نم گوشے صاف کرتے ہوئے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

تب ہی وہی محسوس مہک ان کے اردگرد پھیل گئی تھی۔ عبداللہ اور حورین دونوں نے ایک ساتھ اس سمت نظریں دوڑائیں تھیں۔ بلاشبہ وہ وہی تھی ان دونوں کو دیکھ کر لمحے بھر کو رکی تھی۔ ان دونوں کو اکٹھے دیکھ کر اس نے جانے کیوں سینے پر صلیب کا نشان بنایا تھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتی وہاں سے چلی گئی۔ اسی پل عبداللہ کی نظریں اس کی جانب اٹھی تھیں اور وہ بک دک کھڑا رہ گیا۔ اسے اچانک ایسا لگا جیسے وہ ہوا میں معلق ہوگیا ہو۔ دل یکایک پھیل کر سمٹا تھا۔ یہ کیا ہوگیا' یہ کیونکر ہوا؟

''مشال مشی رکو......'' دوسری جانب حورین نے اسے آواز دی تھی مگر وہ رکی نہیں بھاگتی ہوئی دور نکل گئی تھی۔

''مس حورین......'' عبداللہ نے اسے پکارا۔

''جی......'' وہ چونک کر مڑی۔

''یہ......یہ کون؟'' وہ پوچھتے پوچھتے ہکلا سا گیا۔

''یہ مشال ہے میری بہت اچھی دوست ہے مگر مسلمانوں کے سخت خلاف ہے۔ اسے لگتا ہے مسلمز لوگوں کو غلط انفارمیشن دیتے ہیں لوگوں کو اپنی معاذ اللہ چکنی چپڑی باتوں سے گمراہ کرتے ہیں ظالم ہیں جبر کرتے ہیں خواتین کے حقوق کی باتیں تو کرتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے رشتوں کو توڑ دیتے ہیں پاگل...... یہ کیا جانے اسلام ہی تو رشتوں کو جوڑنے کا درس دیتا ہے۔ جوزف اس کا بھائی ہے جو الحمدللہ مسلمان ہے یہ مسلمانوں سے سخت نفرت کرتی ہے بھائی نے اسلام قبول کیا تو اس کو بھی چھوڑ گئی۔ بالکل تنہا ہوکر رہ گئی ہے بہت اچھی تھی لیکن ان فورچونیٹلی کرسچن ہے مولوی ٹائپ لوگوں سے سخت نفرت کرتی ہے جب سے جوزف عبدالرحمٰن بنا ہے تب سے تو اور زیادہ اور آپ سے تو......'' تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے وہ ادھوری بات کہہ کر رہ

ماہنامہ
حجاب
کراچی
شائع ہوگیا ہے

ملک کی مشہور معروف قلمکاروں کے سلسلے وار ناول، ناولٹ اور افسانوں سے آراستہ ایک مکمل جریدہ گھر بھر کی دلچسپی صرف ایک ہی رسالے میں موجود جو آپ کی آسودگی کا باعث بنے گا اور وہ صرف ''**حجاب**''
آج ہی ہاکر سے کہہ کر اپنی کاپی بک کرالیں۔

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں
اور اقتباسات پر مبنی مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

Infoohijab@gmail.com
info@aanchal.com.pk

کسی بھی قسم کی شکایت کی صورت میں
021-35620771/2
0300-8264242

گئی ایک نظر بت بنے عبداللہ کو دیکھا اور فوراً پلٹ گئی۔

"یہ کیا ہوا؟ کب اور کیسے ہوگیا؟ اس کے دل میں صنف مخالف کا خیال آیا اور آیا بھی تو کس کا ایک کرسچن لڑکی کا؟ اس کا مقصد لوگوں کو صراط مستقیم پر چلانا تھا ایمان کی شمع لوگوں کے دلوں میں روشن کرنا تھا اور وہ کون تھی؟ لوگوں کو گمراہی کی جانب لے جانے والی۔ مذہب اسلام سے نفرت کرنے والی حق بات سننے والوں کو ظالم و جابر کہنے والی۔"

وہ تو ایک خاص مقصد کو لے کر چل رہا تھا پھر درمیان میں کیا کیوں ایسا خیال اور کیسے آ گیا؟ وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

"یہ کیسی آزمائش و مصلحت تھی اللہ تعالیٰ کی؟ وہ اسلام کی سب سے بڑی مخالف نکلی۔ داڑھی والوں سے نفرت کرتی تھی اپنے بھائی کو چھوڑ دیا کہ اس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اپنی بیسٹ فرینڈ سے نفرت کرنے لگی کہ وہ اسلام کے اصولوں پر پوری اترنے کی کوشش کرنے لگی تھی اس نے سر اشرف کو اس کے خلاف کرنے کی کوشش کی کہ وہ اسے تبلیغ سے روکیں۔ کئی لوگ اس کے خلاف ہوگئے تھے صرف اس کے بھڑکانے کی وجہ سے۔ مگر وہ خود کہاں تھی؟ کوئی اس کی باتوں میں نہ آیا تھا۔ سب حق کی سچائی کو مانتے تھے۔ وہ شر پھیلاتی رہی اور تنہا رہ گئی اور عبداللہ......" اس نے ہر بات کو پس پشت ڈال کر ایک ہی بات سوچی تھی۔

وہ اسلام کا پیروکار تھا اسلام کے سارے اصولوں پر پورا اترنے کی کوشش کرتا تھا خود عمل کرتا اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا تھا مگر یہ کیا کہ جس کے بارے میں دل نے گواہی دی وہی اس کی اتنی بڑی مخالف نکلی۔ یہ کیسے اور کیونکر ممکن ہوگیا

ہنہ، کیوں ممکن نہیں ہوسکتا؟ وہ مالک ہے جو چاہے جیسا چاہے کرے۔ اسے بھلا کون روک سکتا ہے۔

لیکن ہاں اللہ کو روک تو کوئی نہیں سکتا مگر اس کی مصلحت کو سمجھنے کی کوشش تو کرسکتا ہے۔ اگر اللہ نے ایک غیر مذہب لڑکی کا خیال اس کے دل میں ڈالا ہے تو کوئی وجہ اور کوئی نہ کوئی مصلحت تو ہوگی اس کی؟

"ہاں......" وہ مشال تھی اور مشال روشن ہو تو اس کی روشنی دور دور تک پھیل جاتی ہے تو پھر وہ کیونکر اندھیروں میں رہے روشنی ہی اس کا بھی مقدر بنے گی ان شاء اللہ العظیم اور پھر عبداللہ نے تو روشنی پھیلانے کا بیڑا اٹھایا تھا جب وہ لوگوں کے دلوں میں اسلام کی شمع روشن کرسکتا تھا تو اگر اس کا خیال اس کے دل میں رب نے ڈالا تو وجہ تو صاف تھی۔

"ہاں......" وہ طمانیت سے مسکرایا تھا۔ آسمان کی جانب چہرہ کرکے تشکر سے آنکھیں موندھی تھیں۔

"ہاں...... میرے مولا میں جان گیا تیری مصلحت۔ مشال کو مشکل ہی ہونا چاہیے۔"

کیونکر اندھیروں کو روشنی دور کرتی ہے ناکہ روشنی اندھیروں میں گم ہو۔ مجھے اس روشنی کو پھیلانا ہے اس سے پہلے کہ راستے مزید تاریک ہوجائیں اور لو مدھم پڑ جائے اس نے ایک بھرپور عزم کے ساتھ اپنے نئے مشن کا آغاز کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا اسے یقین تھا اگر اللہ اس کے ساتھ ہے تو وہ کامیاب ٹھہرے گا۔ وہ جانتا تھا یہ بہت بڑی آزمائش تھی مگر اسے ثابت قدم رہنا تھا اور رہے گا ان شاء اللہ اسے اس بات کا مکمل یقین تھا کیونکہ اس کا مالک اس کا پاک پروردگار اس کے ساتھ تھا۔

اس کی باتوں کو بھلا دیں یہ ممکن ہی نہیں ہے
اس نے جو بھی کہا، رونما ہونے کو ہے
اس کے چہرے کی اداسی سے ہی ظاہر ہے محسن
جیسے وہ ایک بار پھر مجھ سے جدا ہونے کو ہے

سنہری زمین سونے کی طرح چمک رہی تھی، آسمان پر بادل ٹکڑیوں کی صورت ہوا کی شرارتوں سے ادھر سے اُدھر بہک رہے تھے۔ دور سے ریت اڑتی دکھائی دی اور پھر گھوڑے کی ٹاپوں کی آوازیں قریب آنے لگیں۔ آواز تیز ہوتی اس کے بالکل قریب آ کر رک گئی اس نے گھڑ سوار کی سنہری آنکھوں کو دیکھا اور پھر دیکھتا رہ گیا، آنکھیں تھیں یا کوئی طلسم کدہ......

اس گھڑ سوار نے، باقی چہرہ دستی رومال سے ڈھکا ہوا تھا۔

گھڑ سوار نے ایک لمحے کے لیے اس کے مسمرائز وجود کو اچنبھے سے دیکھا اور گھوڑے کی لگام ڈھیلی کردی۔ گھوڑا تیزی سے زمین پر پیر پٹخ کر آگے بڑھا۔ سنہری وادی میں سنہری ریت اڑ کر اس کے لباس اور چہرے کو ڈھانپ گئی تھی لیکن وہ خود گھڑ سوار کے سنہری لہراتے بالوں کو دیکھ رہا تھا۔ دھند کا سنہری گولا گھڑ سوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا گیا اور آخر کار غائب ہوگیا۔

وہ بے اختیار چونکا اور اسے آوازیں دینے لگا وہاں کوئی

ہوتا تو سنتا۔ وہ افسوس سے نفی میں گردن ہلانے لگا' آنکھیں بند کرکے اس نے منہ سے مٹی جھاڑی' اس کا سانس رکنے لگا تھا ایسا لگتا جیسے صدیوں کا سفر بنا رکے پیدل طے کرآیا ہے۔ آنکھیں کھولیں اور حیرانی سے یہاں وہاں دیکھنے لگا منظر یک لخت تبدیل ہوگیا تھا۔ جگ سے گلاس میں پانی ڈال کر ایک ہی سانس میں غٹا غٹ پورا گلاس خالی کردیا' سینے کو ہاتھ سے مسلتا ہوا وہ دل کی دھڑکن کی رفتار کم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ کچھ افاقہ نہ ہوا تو اس نے اٹھ کر کھڑکی کھول دی' سرد ہوا کے جھونکے کمرے میں آنے لگے تو گھٹن کا احساس کچھ کم ہونے لگا۔ وہ واپس آکر لیٹنے کا ارادہ ترک کرکے برقی قمقموں سے سجی سیاہ چادر دیکھنے لگا جن کے درمیان دودھیا روشنی سے چمکتا چاند' سیاہ چادر کا دلکش ترین حصہ معلوم ہورہا تھا۔

''یہ خواب میری جان لے کر چھوڑے گا۔'' چاند کو بغور دیکھتے وہ زیر لب بڑبڑایا۔

''سنہری نیند سے کس نے مجھے بیدار کر ڈالا
دریچہ کھل رہا تھا خواب میں دیوار کر ڈالا''

''گڈ مارننگ بابا۔'' وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے زوار خان سے خوش دلی سے بولی۔

''گڈ مارننگ بابا کی جان...... جلدی سے آؤ' آج تمہاری مما دال والے پراٹھے پکارہی ہیں۔ ہم دونوں مل کر تمہاری مما کو ٹف ٹائم دیتے ہیں۔'' آخری جملہ انہوں نے اونچا کہا تاکہ کچن میں ناشتا تیار کرتی شگفتہ بھی سن لیں۔

''ارے واہ...... مما میں تو آج پورے دو پراٹھے کھاؤں گی۔'' اس نے بلند آواز سے کہا' اگلے ہی پل شگفتہ چنگیری ہاتھ میں تھامے کچن سے برآمد ہوئیں۔

''گڈ مارننگ مما۔'' مما کا لفظ اس کے حلق میں ہی دب کر رہ گیا۔ شگفتہ خائف نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں اس کی نظریں بے اختیار ہی اپنے حلیے کی طرف ہوئیں۔ ایک نظر خود پر ڈال کر اس نے زبان دانتوں تلے دبائی اور مدد طلب نظروں سے زوار خان کی جانب دیکھنے لگی۔

''لے آؤ بھئی ناشتا' سخت بھوک لگ رہی ہے۔'' زوار خان بولے تو شگفتہ نے پٹخنے والے انداز میں ایک ہاتھ میں پکڑی چنگیری اور دوسرے میں دہی والا ڈونگا میز پر رکھا۔ زور سے رکھنے کی وجہ سے دہی ڈونگے کے کنارے سے چھلکنے لگا' وہ ہونٹ دبا کر مسکراہٹ روکنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ زوار خان کی گھنی مونچھوں تلے لب مسکرانے کو مچل رہے تھے۔

''منگنی ہوگئی ہے اس کی' کوئی طور طریقہ' ادب وآداب' پہننے اوڑھنے کا سلیقہ کچھ نہیں ہے اسے۔ دیکھئے حلیہ اس کا۔ اللہ کا غضب میری تو کوئی سنتا ہی نہیں۔'' شگفتہ اس کے سفید کپڑوں پر رنگ برنگے دھبے دیکھ کر غصہ سے کھول رہی تھیں۔

''سوری مما...... وہ رات پینٹنگ مکمل ہوئی تو شدید نیند آرہی تھی' میں ایسے ہی سوگئی۔''

''ارے چپ کرو' رات سوگئی تھیں جیسے پہلے تو اپسرا بن کر رہتی ہو۔ میں بتارہی ہوں اس کی حرکتوں کی وجہ سے اتنی مشکل سے منگنی ہوئی ہے اگر کسی دن اس کے سسرال والوں نے اسے اس حلیے میں دیکھ لیا ناں تو یہ رشتہ ختم ہوجائے گا۔'' وہ انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے زوار خان کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''بس بھی کرو شگفتہ...... صبح صبح بچی کے پیچھے پڑگئی ہو' کیا کمی ہے میری بیٹی میں' بس یہ کہ خود سے بے پروا ہے۔ آج کل ایسی لڑکیاں ملتی کہاں ہیں' جس نے میری بیٹی سے شادی کرنی ہے اسے لے کر جانا ہے' اسی طرح لے کر جائیں۔ میں نہیں چاہتا میری بیٹی خود کو مار کر نئی زندگی کا آغاز کرے۔'' زوار خان پیار بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولے۔

''حد ہوگئی ہے' اب ڈھنگ کا پہننے اوڑھنے میں خود کو مارنا کہاں سے آگیا۔ دونوں باپ بیٹی بھی کمال کرتے ہیں' مجھے ٹھیک ہوتے ہوئے بھی ہمیشہ غلط ثابت کردیتے ہیں۔'' پیر پٹختے ہوئے شگفتہ کچن تک بولتی ہوئی گئی تھیں' وہ کچن میں داخل ہوئی ہی تھیں کہ دونوں نے اپنی روکی ہوئی

ہنسی کو باہر آنے کا راستہ فراہم کیا۔

''کیوں ماں کو پریشان کرتی ہو' ان کی بات مان لیا کرو۔ آپ کے بھلے کے لیے ہی تو کہتی ہیں۔'' انہوں نے اس کی پلیٹ میں پراٹھا رکھ کر دہی اس کی طرف بڑھایا۔

''آپ کو بھی ایسا لگتا ہے کہ میں ایسا جان بوجھ کر کرتی ہوں؟'' وہ کچن کی طرف دیکھ کر ذرا اونچی آواز میں بولی پھر زوار خان کے ذرا قریب ہوئی۔

''ویسے کیا آپ کو لگتا ہے ایسا حلیہ سوچ سمجھ کر بنایا جاسکتا ہے۔'' زوار خان کے لبوں پر مسکراہٹ رینگنے لگی' یہی تو وہ چاہتی تھی شگفتہ کچن سے باہر آرہی تھیں۔ دونوں ہی خود کو ایک دوسرے سے بے نیاز ظاہر کرتے ہوئے ناشتے پر جھک گئے تھے۔

''سنئے میڈم شاہین۔'' وہ نیلی جینز پر نیلی اور سفید گول دامن والی اونچی کرتی پہنے ہوئے تھی۔ گلے میں جارجٹ کا ڈائی کیا ہوا دوپٹہ تھا' اس کی بے تحاشا گوری رنگت پر یہ رنگ بہت جچ رہا تھا۔ گھٹنوں تک آتے سونے کی تاروں سے چمکتے بال ڈھیلی سی پونی میں جکڑے ہوئے تھی۔ پیچھے سے آتی پکار نظر انداز کرکے وہ آگے بڑھ گئی۔

''اچھا یہ دیکھئے آپ کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے اب تو معاف کردیں۔'' اب کے آواز بالکل قریب سے آئی تھی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی زحمت تک گوارا نہ کی۔

''شاہین...... میں بہت پریشان ہوں۔'' لہجہ رندھا ہوا تھا وہ ایک جھٹکے سے پیچھے مڑے۔

''کیا ہوا عفی، کیوں پریشان ہو؟'' اس کی آنکھوں میں نمی تیرتی دیکھ کر وہ یک دم پریشان ہوئی۔

''چلو یہاں بیٹھو' یہ لو پانی پیو اور بتاؤ ایسی کیا بات ہے' جس نے اتنی اچھی عفت کی آنکھوں میں آنسو بھر دیئے۔'' شاہین اس کا ہاتھ پکڑ کر یونیورسٹی کے ایک پُرسکون گوشے تک لے آئی تھی' بیگ سے پانی کی بوتل نکال کر پکڑائی اور بے چینی سے اس کے بات شروع کرنے کا انتظار کرنے لگی۔

''تم جانتی ہو ناں کہ جب سے بھیا کا یہاں ٹرانسفر ہوا ہے یہاں [illegible]
نے پانی پی کر [illegible]
بات شروع کی۔

''ہاں بالکل' جانتی ہوں بلکہ میں اور بابا تو اکثر ان کی تعریف بھی کرتے ہیں اور ان کے حوصلے کو داد دیتے ہیں کہ اس قدر پُرفتین دور میں بھی وہ ایمان داری سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں لیکن ہوا کیا ہے کیا کسی نے ان کی ایمان داری پر شک کیا ہے؟'' شاہین نے نرمی سے ایک ہاتھ اس کے شانے پر رکھ کر دوسرے سے اس کا ہاتھ نرمی سے تھام لیا۔ عفت کی آنکھوں میں مچلتی جھلملاہٹ دیکھ کر اسے خدشہ تھا کہ کہیں پانی بند توڑ کر سیلاب کی صورت اختیار نہ کرلے۔

''بھیا کو کئی روز سے مسلسل دھمکیاں مل رہی ہیں کہ ہمیں بھتہ سرگرمیوں کا دوبارہ آغاز کرنے دیا جائے ورنہ ہم تمہارا اور تمہارے گھر والوں کا بہت برا حال کریں گے۔ سب بہت پریشان تھے' اسی لیے میں چاہنے کے باوجود تمہارے گھر نہ آسکی' مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ میں اتنی پریشانی میں تمہارے گھر آنے کی اجات مانگتی۔'' بلآخر عفت کی آنکھوں سے موتی ٹوٹ کر بکھرنے لگے اور اس نے ہچکیوں کے درمیان بات مکمل کی۔

''اچھا ٹھیک ہے' میں سمجھ گئی ہوں اب پریشان نہ ہو۔ اچھے لوگوں کے ساتھ اچھا ہی ہوتا ہے۔'' عفت کو دلاسہ دیتے ہوئے اسے خود اپنی آواز اجنبی لگ رہی تھی۔ اس سے پہلے عفت کے والد کو بھی پولیس آفیسر کے فرائض دیانت داری سے نبھانے کی وجہ سے' انجان لوگوں نے انجان سمت سے آنے والی گولیوں کا نشانہ بنادیا تھا۔ عفت اور گھر والوں کا واحد سہارا اب ان کا بھائی ہی تھا جو اس گھر کا واحد کفیل بھی تھا۔

''منہ دھولو پھر کلاس میں چلتے ہیں' اللہ بہتر کرنے والا ہے ان شاء اللہ کچھ غلط نہیں ہوگا۔'' شاہین نے پانی کی بوتل ایک بار پھر اس کی طرف بڑھائی۔

''کتنی تکلیف دہ بات ہے کہ جو لوگ ایمان داری سے

فرائض انجام دیتے ہیں ان کے راستے میں سینکڑوں کانٹے بچھائے جاتے ہیں۔ ہزاروں روڑے اٹکائے جاتے ہیں' جینا دشوار کردیا جاتا ہے' زمین ان کے لیے تنگ کردی جاتی ہے صرف اس لیے کہ وہ حرام سے بچنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف جو لوگ اپنے وطن' لوگوں بلکہ خود اپنی ذات سے بھی مخلص نہیں ہوتے ان کو معاشرہ عیش وآرام کی زندگی فراہم کرتا ہے' دنیا ان کی مٹھی میں مقید ہوتی ہے اور ایمان دار پولیس آفیسران کے قدموں تلے کھڑے ہوتے ہیں جنہیں وہ جب چاہیں مسل کررکھ دیں۔''

❁......❁......❁

''بات تو واقعی پریشانی کی ہے' اللہ بچائے آج کل اپنے ایمان کی حفاظت کرنا کتنا مشکل ثابت ہوتا ہے۔'' زوار خان شامین کی زبانی ساری بات سن کر رنجیدہ ہوگئے تھے۔ شگفتہ سفری بریف کیس تھامے اندر داخل ہوئیں اور پھر الماری سے زوار خان کا ایک سوٹ نکال کر اس میں رکھ کر ان کی ضروری چیزیں اکٹھی کرنے لگیں۔

''کہیں جارہے ہیں بابا؟'' شامین نے شگفتہ کو ان کا بیگ تیار کرتے دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں بیٹا...... سلمان کے پاس جارہا ہوں اپنے آبائی گھر اس کے نام منتقلی کے کاغذات پر دستخط کرنے۔ کل ذرا فرصت تھی تو سوچا آج شام نکل جاتا ہوں تاکہ کل رات تک واپس آجاؤں۔'' زوار خان نے اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں اسے بات سمجھائی۔

''سلمان کاکا کے گھر؟'' شامین نے منہ ٹیڑھا کیا اور پھر اشارے سے زوار خان سے پوچھنے لگی کہ میں بھی ساتھ چلوں؟ شگفتہ کی اس طرف پشت تھی لہٰذا وہ اسے اشارہ کرتے دیکھ نہ سکیں' زوار خان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''کب تک جانا ہے بابا؟'' شامین کے چہرے پر بھی شرارتی مسکراہٹ پھیلنے لگی۔ شگفتہ نے اس کی کھنکھناتی آواز پر پیچھے مڑ کر دیکھا' وہ جوان لڑکی کو کسی کے بھی گھر رات کے لیے بھیجنے کی قائل نہ تھیں چاہے وہ گھر شامین کے چچا کا ہی کیوں نہ ہو۔ شامین کو سلمان خان کے گھر جانا اس لیے پسند تھا کہ وہ ایک دور دراز علاقے کے باسی تھے۔ کھلا' بیابان' پہاڑی علاقہ اسے ہمیشہ سے بہت پسند تھا جب بھی زوار خان وہاں جاتے' شامین کی ہمیشہ کوشش رہتی کہ وہ بھی ساتھ جائے لیکن شگفتہ اکثر اسے روک لیا کرتی تھیں۔

''بس یہی کوئی ایک گھنٹہ تک' آپ جلدی سے تیار ہوکر آجائیں۔'' شگفتہ کی خشمگیں نگاہوں کو نظر انداز کرکے انہوں نے سائیڈ ٹیبل سے کتاب اٹھا کر چہرے کے سامنے کرلی تھی۔

''جوان لڑکی ہے کوئی اونچ نیچ ہوگئی تو ساری عمر بھگتتے رہیے گا' اوپر سے آپ کے میسی گوٹھ میں حالات کس قدر خراب ہیں آپ جانتے ہی ہیں۔'' شگفتہ نے الماری کا پٹ زور سے بند کیا۔

''میرا وہاں زیادہ دن قیام کا ارادہ نہیں ہے' کل رات تک ہم واپس آجائیں گے۔ ہر وقت کی بے جا روک ٹوک سے بچی کو پریشان مت کیا کرو۔ میں کوئی غیر نہیں باپ ہوں اس کا' کبھی اس کا برا نہیں چاہوں گا۔'' رسان سے کہتے ہوئے زوار خان نے کتاب سائیڈ پر رکھی اور شگفتہ کا نکالا ہوا سوٹ اٹھا کر واش روم کی طرف بڑھ گئے' شگفتہ اندر ہی اندر کھولنے لگی تھیں۔

❁......❁......❁

نواب شمیر خان کی دو اولادیں تھیں' زوار خان اور سلمان خان۔ زوار خان شہر پڑھائی کے لیے آئے تو ساتھ ہی فارغ وقت میں اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے ایک درزی کے پاس کپڑے سینا شروع کردیئے کیونکہ ان کے گھر کے حالات اتنے اچھے نہ تھے کہ گھر والے ان کے تعلیمی اخراجات کا بوجھ اٹھا سکتے۔ اس فن میں طاق ہوگئے تو جانے ان کے دل میں کیا آن سمائی کہ اپنی ایک چھوٹی سی دکان کھول لی۔ خلوص دل اور نیک نیتی سے جو بھی کام کیا جائے اس میں کامیابی ضرور ملتی ہے یہی زوار خان کے ساتھ ہوا ان کی چھوٹی سی دکان سے شروع کی گئی محنت چند

سال بعد ملک کے صف اول کے ڈیزائنر کپڑوں کی شاپ بن گئی۔ شگفتہ زوار کی چچازاد تھیں، شادی کے بعد بزنس کے سلسلے میں ان کا اکثر قیام شہر میں ہی تھا لہٰذا وہ شگفتہ کو بھی شہر لے آئے۔ شگفتہ ویسے ہی گوٹھ کے ماحول میں خوش نہ تھیں۔ شہر آ کر ان کا دل واپس جانے کو کرتا ہی نہ تھا اسی لیے خوشی غمی کے موقع پر جایا کرتی۔

زوار خان بھی ان کے خیالات جان کر زیادہ اصرار نہیں کیا کرتے تھے، شاہین شادی کے چھ سال بعد زوار خان اور شگفتہ کی زندگی میں بہار بن کر اتری تھی۔ شاہین کے بعد اللہ نے ان دونوں کو مزید دو اولادوں سے نوازا لیکن وہ دونوں ننھے معصوم اس دنیا میں گنتی کی چند سانسیں پوری کرنے ہی آئے تھے۔ شاہین ماں باپ کی توجہ کا مرکز تھی شگفتہ کی پوری کوشش تھی کہ شاہین سگھڑ، سلیقے مند، باشعار، مشرقی لڑکی کے سانچے میں ڈھلے لیکن زوار خان کے لاڈ پیار نے ان کی اس خواہش کو پورا نہ ہونے دیا تھا۔ اکلوتی اور باپ کی حد سے زیادہ لاڈلی ہونے کا وہ بھرپور فائدہ اٹھایا کرتی تھی۔

زوار خان کے دوسرے بھائی سلمان خان کی چار اولادیں تھیں، دو بیٹے ضمیر خان اور نور خان اور دو بیٹیاں شائستہ اور شاہدہ۔ سلمان خان اپنے آبائی گھر میں ہی مقیم تھے۔ شاہین جو ہمیشہ اکیلی رہی تھی، گوٹھ میں جا کر ہمیشہ خوش ہوتی تھی، اس بہانے اسے اپنے کزنز کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع بھی مل جایا کرتا تھا۔

❁......❁......❁

چاند کی روشنی شفاف پانی میں چمک رہی تھی۔ اس نے جھیل کے کنارے سے ایک پتھر اٹھا کر پانی میں پھینکا، پانی میں ارتعاش پیدا ہوا، گول دائرے میں سنہری سیال پھیلتا ہوا کنارے تک آیا تھا پھر ہلچل آہستہ آہستہ کم ہوتے ہوئے ٹھہر گئی تھی۔ سنہری جھیل پگھلے ہوئے سونے کی طرح چمکنے لگی، قریب ہی تھا کہ وہ اس جھیل کے فسوں میں گرفتار ہو جاتا۔ اچانک دور سے آتی آواز نے اس کا دھیان بٹا دیا، وہ آواز کی سمت مڑا آواز اب قریب آنے لگی تھی۔

گھوڑے پر یقیناً کوئی گھڑسوار تھا، سوار تھا وہ بے قراری سے گھوڑے کی سمت بخودی میں چلنے لگا۔ چاند کی روشنی میں منظر قریب ہوا تو اور واضح ہو گیا حسب معمول گھڑسوار نے نقاب کیا ہوا تھا۔ گھڑسوار کی آنکھوں سے نکلتی سنہری کرنیں اسے اپنے سحر میں جکڑنے لگیں، سنہری آنکھوں میں اجنبیت نمودار ہوئی۔ گھوڑا ایڑھ لگا کر آگے بڑھ گیا، وہ نڈھال سا وہیں بیٹھ گیا۔ دل بے چین ہونے لگا، اسے کھو دینے کے احساس نے اس کی طاقت سلب کر لی تھی۔ وہ بری طرح ہانپنے لگا، اس کی سانس رکنے لگی تو اس نے پوری طاقت لگا کر گہرا سانس لینے کی کوشش میں حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ آنکھ کھل گئی تھی اس نے گلاس کو زحمت دیئے بنا منہ کو لگا کر ایک ہی سانس میں ساری بوتل خالی کر دی۔

"مجھے ایسا لگتا ہے میرے خوابوں میں ایک ہی منظر سمٹ کر رہ گیا ہے۔ میری ہر کیفیت، سوچ اور ہر لمحے پر سنہری عکس غالب آنے لگا تھا۔" سر پر ہاتھ پھیرتا وہ خود کلامی کر رہا تھا۔

❁......❁......❁

"اتنے چھوٹے سے ہاتھ ہیں تمہارے، اتنی بڑی روٹیاں کیسے پکا لیتی ہو؟" شاہین نے مرعوب ہو جانے والے انداز میں شاہدہ سے پوچھا۔ وہ کچھ دیر قبل ہی گوٹھ پہنچے تھے اور اب رات کا کھانا کھا رہے تھے، چاچی کے یہ بتانے پر باقی کھانا شائستہ اور روٹیاں شاہدہ نے پکائی ہیں وہ کافی حیران ہوئی تھی۔ یہاں گوٹھ میں تقریباً ہر گھر میں مٹی کا تندور تھا، شہر کے مقابلے میں یہاں خواتین کافی بڑی روٹی پکایا کرتی تھیں۔

"روٹی پکانا لڑکی کے لیے کون سا مشکل کام ہے، عورت تو چولہا چوکھا کرتے ہی سجتی ہے۔ میں نے تو اپنی بیٹیوں کو ہر کام کرنا سکھایا ہے تاکہ کل بیاہ کے بعد میری ناک نہ کٹوادیں۔" شاہدہ خجل ہو کر مسکرانے لگی تھی لیکن چچی ناک سکوڑتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئیں۔ سلمان چچا نے ماتھے پر تیوری چڑھاتے ہوئے ان کی طرف دیکھا، زوار خان نے شاہین کی جانب نظر کی تو شاہین طنز نظر انداز

کرتے ہوئے ایسے کھانا کھا رہی تھی جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

"بہت مزے دار کھانا تھا، اسپیشلی بریانی اور تلا ہوا گوشت کھا کر مزا ہی آ گیا۔" زوار خان نے کھانا کھا کر تعریف کی۔

"بابا......" شرمین نے معنی خیز انداز میں انہیں مخاطب کیا۔

"آپ اب ناانصافی کر گئے ہیں۔" زوار خان اور سلمان خان حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ شاہدہ اور شائستہ چچی جان کے ساتھ کمرے سے باہر چلی گئی تھیں۔

"کیسی زیادتی؟" زوار خان نہ سمجھنے والے انداز میں بولے۔

"آپ نے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے پکی بڑی بڑی روٹیوں کی تعریف تو کی ہی نہیں۔" وہ شرارت سے مسکرائی زوار خان اور سلمان کاکا بے اختیار ہنس دیئے۔

"بہت سعادت مند بچی ہے، اللہ اس کے نصیب اچھے کرے۔" کاکا نے قالین سے اٹھتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"کاکا...... ایک بات کرنی تھی آپ سے؟" شاہین ان کا ہاتھ پکڑ کر فوراً کھڑی ہوئی اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگی کہ کہیں چچی نہ آ رہی ہوں۔

"ہاں بیٹا بولو، کیا کہنا ہے؟" وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"میں بتاتا ہوں۔" زوار خان مسکرائے۔

"میری بیٹی کو یقیناً شاہو چاہیے ہوگا، پچھلی مرتبہ اس نے نور خان کو گرا دیا تھا اس کے بازو اور ٹانگ پر کافی زخم آئے تھے۔ اس پر ہماری بھابی صاحبہ نے اعلان کیا تھا کہ وہ آئندہ شاہین کو شاہو کے قریب بھی نہ جانے دیں گی۔"

زوار خان شرارت سے مسکرائے تھے۔ سلمان کاکا مسکراہٹ روکنے کی کوشش کرتے ہوئے شاہین کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگے۔

"میں نے نہیں گرایا تھا نور جان نے خود ہی ضد لر کے بیٹھنا چاہا تھا اور جب گھوڑے نے رفتار پکڑی تو ڈر کر چھلانگ لگا دی تھی۔" شاہین نے منہ بسورا۔

"کل صبح تو کچہری میں ضروری کام سے جانا ہے۔ دوپہر کے بعد ڈیرے پر چلیں گے۔" سلمان کاکا نے ہنستے ہوئے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا۔

"یاہو......" شاہین نے زوار خان کی طرف دیکھتے ہوئے مکا ہوا میں لہرایا۔

❁......❁......❁

"کیسی ہو عفی؟" صبح اس کی آنکھ کھلی تو بابا اور کاکا زمینوں کی طرف چلے گئے تھے وہیں سے انہوں نے کچہری جانا تھا۔ منہ ہاتھ دھو کر اس نے لباس بدلا اور سب سے پہلے عفی کو فون ملایا۔

"ٹھیک ہوں تم سناؤ کیسی ہو، یونیورسٹی جانا ہے آج؟" دوسری جانب سے عفت کی مضمحل سی آواز سنائی دی۔

"میں بابا کے ساتھ آئی ہوئی ہوں، آج رات تک ہم واپس آ جائیں گے۔ کل یونیورسٹی آؤں گی، میں نے سوچا تمہیں بتا دوں کہیں میرا انتظار کر کے بور نہ ہوتی رہو۔"

"میں اب کچھ دن یونیورسٹی نہیں جاؤں گی اصل میں بھائی کسی کیس کے سلسلے میں شہر سے باہر گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ ان کے آنے تک میں یونیورسٹی نہ جاؤں بلکہ انہوں نے چھوٹے بھائی اور مما کو بھی بلا ضرورت باہر جانے سے سختی سے منع کیا ہے۔" عفت کی آواز رندھی ہوئی تھی، شاہین کے چہرے پر بھی پریشانی کے سائے منڈلانے لگے تھے۔ باہر سے چچی کی آتی آواز پر اس نے دوبارہ فون کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے عفت سے اجازت چاہی اور فوراً باہر کی طرف لپکی کہ چچی طنز کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتی تھیں۔

❁......❁......❁

ناشتے سے فارغ ہو کر وہ شائستہ کے پاس چلی آئی، وہ برتن اکٹھے کر کے انہیں دھو رہی تھی۔ شاہین موڑھا کھینچ کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔

’’یہاں اوران کے گھر کے رہن سہن میں کتنا فرق تھا۔ کہاں چمکتا خوب صورت باورچی خانہ اور کہاں کھلے آسمان تلے لکڑیاں جلا کر کھانا پکانا اور پھر اس کائی زدہ چھوٹے سے غسل خانے میں برتن دھونا۔‘‘ شاہین دل ہی دل میں موازنہ کررہی تھی۔

’’سلمان کاکا کے پاس اب پیسوں کی کمی تو نہیں پھر بابا نے جتنی زمین یہاں خریدی سب پر کاشت کا منافع چچا کوٹل رہا ہے اس کے باوجود کاکا نے رہن سہن بدلنے کی کوشش نہیں کی۔‘‘ ذہن میں ایک اور سوچ ابھری تھی۔

’’شائستہ......‘‘ شاہین نے اسے پکارا‘ سیدھی سادی شائستہ بہت کم بولتی تھی۔ سہمی سہمی سی رہتی‘ شاہین اسے دیکھ کر عجیب سے احساس میں گھر جایا کرتی تھی۔

جانے کیوں لڑکیوں کو ہمیشہ خاموش رہنا ہی سکھایا جاتا ہے‘ حق بات کہنے کی اجازت بھی نہیں دی جاتی۔ چچی جان نے ہر وقت کی ڈانٹ ڈپٹ سے معصوم کلیوں کو کھلنے سے پہلے ہی مرجھانے پر مجبور کردیا تھا‘ اس کے برعکس نور خان اور ضمیر خان پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ تھی۔ بہنوں سے چھوٹا ہونے کے باوجود وہ بہنوں کا ذرا لحاظ کرنا نہ جانتے تھے‘ کوئی چٹیا کھینچ کر بھاگ رہا ہے تو کوئی منہ چڑا کر اس پر ستم یہ کہ ان کو چچی جان کی پوری حمایت حاصل ہوتی۔

’’جی باجی......‘‘ شائستہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ سرخ ڈھیلے لباس میں وہ سیاہ اونی شال چہرے کے گرد لپیٹے بہت پاکیزہ لگ رہی تھی۔ شاہین نے بسکٹی اور سبز امتزاج کا گرم سوٹ پہن رکھا تھا اور شانوں کے گرد ہم رنگ شال لپیٹی ہوئی تھی شہر کی نسبت یہاں سردی زیادہ محسوس ہورہی تھی۔

’’تمہارا کبھی دل کھول کر ہنسنے بولنے کا دل نہیں کرتا‘ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تمہارا کوئی کام کرنے کا جی نہ چاہے‘ تم پر کبھی سستی نہیں چھائی؟ میں نے جب تمہیں دیکھا ہمیشہ ایسے ہی دیکھا جیسے کئی روبوٹ سے کہیے اٹھ جاؤ اور وہ کھڑا ہوجائے اور اسے کہیں بیٹھ جاؤ تو وہ فوراً تعمیل بجالائے۔ تم اس معمول سے اکتاتی نہیں ہو؟‘‘ شاہین نے کتنے کئی سالوں سے دل میں دبی بات آخر آج کہہ ہی دی تھی۔

’’مورجی کہتی ہیں‘ اچھی لڑکیاں حکم کی تعمیل بجالاتی ہیں‘ اگر کبھی انہیں کوئی دکھ ستائے تو واویلا نہیں مچاتیں بلکہ صبر سے اسے برداشت کرتی ہیں اور مورجی کہتی ہیں عورتیں کمزور ہیں انہیں مرد کو اپنا حاکم تسلیم کرلینا چاہیے اور باجی عورت تو ازل سے ہی گھر سنبھالتی آئی ہے۔ اس میں نیا کیا ہے؟ کل تک مورجی یہ سب کام کرتی تھیں آج میں اور شاہدہ کرتے ہیں۔ یہ تو ہماری ذمہ داری ہے جو ہمیں ادا کرنی ہی ہے۔‘‘ پرات دھو کر شائستہ نے ٹوکری میں رکھی برتن دھل گئے تھے‘ وہ انہیں اٹھا کر صحن کے اس کونے کی جانب چل دی جہاں ان کا کھانا پکتا تھا۔ خاموش ڈری سہمی شائستہ اتنی بھی خاموش ثابت نہ ہوئی تھی۔ شاہین کہنا چاہتی تھی کہ میں یہ سب نہیں جاننا چاہتی‘ میں تو بس تمہارے اندر بستی لڑکی کے خالص خیالات اور سوچ جاننا چاہتی ہوں جو تمہارے ماحول اور آس پاس کے رویوں نے چھین لی ہے لیکن وہ کہہ نہ سکی اور خاموشی سے شائستہ کو دیکھنے لگی۔

❁......✿......❁

دوپہر کا کھانا سب نے ایک ساتھ ہی کھایا تھا‘ کاکا اور بابا نے کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کیا اور پھر تازہ دم ہوکر وہ ڈیرہ کی طرف چل دیئے۔ شائستہ اور شاہدہ شاہین کے اصرار کے باوجود ساتھ نہ آئی تھیں‘ شاہین نے اس بات کا قطعی برا نہ منایا تھا۔ جانتی تھی کہ چچی جان کو اپنی بیٹیوں کا اس کے ساتھ زیادہ میل جول پسند نہیں‘ نور خان اور ضمیر خان انہیں آتا دیکھ کر خود ہی ان کی طرف بڑھ آئے اور سلام کیا۔

’’آپ لوگ کب آئے؟‘‘ ضمیر خان نے پوچھا۔

’’شام کو آئے تھے‘ تم تو کافی بڑے ہوگئے ہو۔‘‘ شاہین نے ہلکی سی چپت اس کے سر پر لگائی‘ وہ دونوں شاہین سے چھ سات سال چھوٹے تھے‘ اسی طرح شائستہ اور شاہدہ شاہین سے بالترتیب دو اور چار سال چھوٹی تھیں۔

’’تم لوگ رات کو یہیں رہتے ہو؟‘‘ شاہین نے پوچھا‘ زوار خان اور سلمان خان پیپل کے گھنے پیڑ تلے بچھی چارپائی پر بیٹھ گئے تھے۔ وہ بکریوں کے غلے کے پاس بیٹھ کر بکری کے بچے کو پیار کرنے لگی۔

’’جی باجی پہلے ابو یہاں سوتے تھے‘ اب میں اور ضمیر خان یہاں سوتے ہیں۔‘‘ نور خان نے اینٹوں سے بنے چولہے میں آگ سلگائی تھی‘ غالباً چائے پکانے کی تیاری تھی۔

’’اچھا اسی لیے کل سے تم لوگ نظر نہیں آئے۔‘‘

’’تھکاوٹ اتنی تھی کہ رات جلدی سوگئی پھر صبح کاکا اور بابا تو کچہری چلے گئے‘ میں نے سوچا تم لوگ میرے اٹھنے سے پہلے زمینوں پر چلے گئے ہوگے۔‘‘ وہ رسان سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی اور ڈیرے پر بنے کمرے کی پچھلی جانب آ گئی جہاں شاہو کھڑا تھا۔ شاہین نے مسکراتے ہوئے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا‘ گھوڑا آہستہ سے ہنہنانے لگا۔ شاہین نے اس کی لگام تھام کر رسّی کھولی اور اس طرف آ گئی جہاں سلمان خان اور زوار خان بیٹھے تھے۔

’’بابا آپ چائے پئیں میں کچھ دیر تک آتی ہوں۔‘‘ وہ ذرا اونچی آواز میں بولی۔

’’دھیان سے جانا بیٹا بلکہ ضمیر خان کو ساتھ لے جاؤ۔‘‘ زوار خان نے اثبات میں گردن ہلائی تو سلمان کاکا نے آواز لگائی۔

’’نہیں کاکا‘ میں اکیلی ہی جارہی ہوں جلدی آجاؤں گی۔‘‘ شاہین کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

’’ارے جانے دو سلمان‘ میری بیٹی بہت ہمت والی ہے‘ آجائے گی۔‘‘ زوار خان کی آواز کانوں میں آئی تو شاہین کا دل باغ باغ ہوگیا‘ یہ باپ کا دیا ہوا اعتماد ہی تو تھا کہ وہ کچھ بھی کرلیتی تھی ورنہ وہ بھی عام لڑکیوں کی طرح دبو سی لڑکی ہوتی۔

رکاب میں پیر رکھ کر وہ گھوڑے پر بیٹھ گئی‘ گھڑسواری میں وہ ماہر تھی۔ جب اور جہاں اسے موقع ملتا وہ اپنا یہ شوق ضرور پورا کیا کرتی تھی۔ گھوڑا تھوڑا سا ہی دوڑا تھا کہ کچی زمین کی وجہ سے دھول اڑنے لگی۔ اس نے باگ کھینچ لی شاہو ہنہناتا ہوا رک گیا۔ شولڈر بیگ (جو اس نے ٹیڑھا کرکے پہنا ہوا تھا) سے رومال نکالا اور ناک اور منہ پر سے سر کے پیچھے لے جاکر باندھ لیا اور شال شانوں کے گرد لپیٹ لی۔ باگ ڈھیلی کردی‘ شاہو پھر سے دوڑنے لگا۔

شام کے سائے لمبے ہوتے ہوتے ختم ہوگئے‘ سورج کنارے سے اترنے لگا تھا۔ بادل کی ٹکڑیاں رنگ بدل رہی تھیں‘ منظر اتنا مبہوت کردینے والا تھا کہ شاہین کب‘ کتنی دور آ گئی اسے اندازہ ہی نہ ہوسکا۔ کافی دور نکل جانے کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ اس بیاباں علاقے میں بہت دور آ گئی ہے بے شک وہ بہت بہادر تھی لیکن فطری احساس تھا کہ اسے تھوڑا سا ڈر محسوس ہوا۔ اس نے لگام کھینچی‘ شاہو چند قدم دوڑنے کے بعد رک گیا‘ وہ حیران گئی سامنے عجیب سا شخص کھڑا تھا اس نے سیاہ کرتا اور سیاہ اور سفید لکیروں والی دھوتی پہن رکھی تھی۔ گلے میں موٹی سنہری چین چمک رہی تھی تو پیروں میں کھڑاؤ جوتا پہن رکھا تھا۔ ہاتھوں میں رنگین دھاگے بندھے ہوئے تھے اس کا جائزہ لینے کے بعد شاہین کی نظریں اس کے چہرے پر ٹھہریں۔ سیاہ گھنی خم دار مونچھیں‘ بالوں میں تیل لگایا ہوا تھا۔ آنکھوں میں بے تحاشا سرمہ جو پھیل کر اس کی آنکھوں کو خوف ناک بنا رہا تھا۔ سرخ ڈور والی عجیب سی آنکھوں سے وہ شاہین کو یک ٹک دیکھے جارہا تھا۔ شاہین کو جانے کیوں اس چہرے میں کسی کی مشابہت لگ رہی تھی چند لمحے ہی لگے تھے جب اسے اس عجیب سے انسان کی نظروں سے وحشت محسوس ہونے لگی۔ اس کے ماتھے پر ناگواری کی لکیریں نظر آنے لگیں‘ اگلے ہی پل وہ گھوڑے کا رخ موڑ کر واپسی کا سفر اختیار کرچکی تھی۔

❁......✿......❁

شاہین اور زوار خان اسی رات ہی واپسی کے لیے نکلے تھے اور علی الصبح جب روشنی پوری طرح چھائی بھی نہ تھی گھر پہنچ گئے۔ ان کے پاس ڈبلی کیٹ چابی تھی‘ اس لیے وہ دونوں شگفتہ کو پریشان کیے بنا خود ہی گھر کے اندر داخل ہوگئے۔

’’بابا......‘‘ شاہین کی رگِ شرارتی پھڑکی‘ زوار خان نے اس کی طرف نظر کی جو لاؤنج کی اوپری جالیوں کی طرف نظر جمائے بیٹھی تھی۔

’’وہ جو روشنی نظر آرہی ہے‘ وہ دیکھیں جو قریشی

صاحب کے گھر سے آرہی ہے۔'' شاہین زوار خان کے ذرا قریب ہوئی۔

''آپ بھی وہی سوچ رہی ہیں جو میں سوچ رہا ہوں۔'' زوار خان آنکھیں گھماتے پوچھ رہے تھے' دونوں کی آنکھوں میں چمک سی نظر آنے لگی۔

''چلو ہوجائے پھر۔'' وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھے' شاہین ان کے پیچھے تھی۔

''جیتنا تو میں نے ہی ہے۔'' شاہین کی آواز میں دبا دبا جوش تھا۔

''آرام سے' ہٹلر کے آنے سے پہلے کام کرنا ہے۔'' زوار خان نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی۔

''ٹھاہ ٹھاہ......'' کچھ منٹوں بعد فضا میں گولیاں چلنے کی آواز گونجی۔ ساتھ ہی باہر کچھ ٹوٹ کر گرنے کی آواز آئی۔ شاہین نے موبائل کی ٹارچ پہلے روشن کی ہوئی تھی' وہ دوڑتی ہوئی گولی کی سی رفتار سے گھر سے باہر بھاگی۔ زوار خان نے کمرے کی کھڑکی بند کرلی' پردہ البتہ پیچھے ہی ہٹا ہوا تھا۔ قریشی صاحب کے گھر کے باہر ایک ہیولہ زمین سے کچھ اٹھا رہا تھا' قریشی صاحب کے گھر کی روشنیاں ایک ایک کرکے روشن ہونے لگیں۔ وہ ہیولہ تیزی سے زوار خان کے گھر کی طرف آ گیا' شگفتہ فائرنگ کی آواز سن کر پہلے تو خوف زدہ ہوئیں پھر ڈرے سہمے انداز میں آواز کی سمت کا اندازہ لگا کر اس طرف بڑھنے لگیں۔

''آپ کب آئے اور یہ آواز کیسی تھی؟'' زوار خان کو شاہین کے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا دیکھ کر شگفتہ حیرانی سے بولیں۔

''کچھ دیر پہلے ہی آئے ہیں' ہم نے سوچا تمہاری نیند کیا خراب کرنی اسی لیے ڈبلی کیٹ چابی سے لاک کھول لیا۔'' وہ رسان سے بولے' شاہین واپس آ گئی تھی' اس کا چہرہ تمتما رہا تھا ماں کو دیکھ کر اس نے ایک ہاتھ پشت پر موڑ لیا۔

''اور یہ آواز کیسی تھی؟'' رازمینہ مشکوک نظروں سے دونوں کو باری باری دیکھ رہی تھی ان کی نظریں صوفے پر پڑی بندوق پر جا رکیں۔

''اور تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟'' شاہین کا پشت کی طرف موڑا ہوا ہاتھ ان کی نظر میں آ گیا تھا۔

''میرے ہاتھ میں موبائل ہے۔'' وہ آگے والا ہاتھ اوپر کرکے دکھاتی الماری کی طرف بڑھی اور پیچھے والا ہاتھ بھی آگے کرلیا۔

''میں دوسرے ہاتھ کی بات کررہی ہوں' اس میں کیا ہے؟'' شاہین کے بڑھتے قدم رک گئے۔ زوار خان نے سر پر ہاتھ پھیرا' شاہین واپس مڑی اور ہتھیلی کھول دی۔

''میں پوچھ سکتی ہوں اتنی صبح اس کی کیا ضرورت تھی؟'' وہ کڑے تیوروں کے ساتھ پوچھ رہی تھیں۔

''میں بتاتا ہوں۔'' زوار خان نے شاہین کو اپنے پیچھے کیا۔

''ادھر آؤ۔'' وہ شگفتہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑکی کی طرف لے آئے اور گردن موڑ کر شاہین کو منظر سے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ کھڑکی کا شیشہ کھولا' صبح کی روشنی اب پوری طرح پھیل چکی تھی۔ قریشی صاحب کے گھر کے چند افراد باہر کھڑے اِدھر اُدھر کا جائزہ لے رہے تھے۔

''قریشی صاحب......!'' زوار خان نے ہانک لگائی' وہ لاٹھی ٹیکتے ان کی کھڑکی کے عین نیچے آ کر کھڑے ہوگئے۔

''اللہ خیر کرے' یہ کیسی آواز تھی؟'' وہ پریشانی سے پوچھ رہے تھے' شگفتہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے انہیں دیکھنے لگیں۔

''ارے معلوم نہیں کون بدتمیز بلب اور کھڑکی کا شیشہ توڑ گیا' آواز تو فائرنگ جیسی تھی لیکن یہاں آس پاس کسی گولی کا خول تک نہ ملا۔ اللہ کا غضب صبح صبح نیند خراب کردی' رات کو میں دیر سے سویا تھا' سوچا صبح دن چڑھے اٹھوں گا مگر کسی بدتہذیب نے اٹھا دیا۔ تم تو جانتے ہو زوار خان' ایک بار آنکھ کھل جائے پھر اچھی نیند آنا بہت مشکل ہوتا ہے۔'' قریشی صاحب حسب عادت بولنا شروع ہوگئے' ایک بار بولنا شروع ہوجاتے تو ان کو خاموش کروانا ناممکنات میں سے تھا۔

''شکر ہے قریشی صاحب کوئی جانی نقصان نہیں ہوا' شام کو ملتے ہیں۔'' زوار خان نے بلند آواز سے کہہ کر کھڑکی

بند کردی اور شگفتہ کی طرف متوجہ ہوئے جن کے تیور ذرا بھی اچھے نہ تھے۔

''دیکھو بھئی' سب کو علم ہے قریشی صاحب اس عمر میں بھی صبح کی نماز تک نہیں پڑھتے بقول ان کے ان کی آنکھ نہیں کھلتی۔ اس لیے میری اور شاہین کی شرط تھی کہ جو قریشی صاحب کو اٹھا سکے گا وہ جیت جائے گا۔ میرا نشانہ تو ضائع ہوگیا یہ کمال تو شاہین کا ہے۔'' زوار خان کمرے کے گول گول چکر کاٹتیں شگفتہ کی جانب دیکھنے سے احتراز برت رہے تھے۔

''آخر کب سدھریں گے آپ' آپ کو احساس کیوں نہیں ہوتا کہ جوان لڑکی ہے۔ کل کو اسے پرائے گھر بھی جانا ہے ایسی حرکتیں اس کی زندگی برباد کرسکتی ہیں' بجائے اسے سمجھانے کے آپ اس کا ساتھ دیتے ہیں۔'' وہ شدید ناراضگی کے عالم میں بول رہی تھیں۔

''لاحول ولاقوۃ اللہ نہ کرے' جو کبھی ایسا ہو۔ کیا اول فول بولے چلی جا رہی ہو۔'' زوار خان کے ماتھے پر بل واضح ہونے لگے' شگفتہ غصے میں دروازہ کھول کر پیر پٹختی ہوئیں باہر نکل گئیں۔ زوار خان ان کے پیچھے ہی باہر نکلے انہیں ڈر تھا کہ شاہین کی شامت نہ آ جائے۔ لاؤنج کے دروازے پر پہنچ کر شگفتہ نے ایک نظر زوار خان کی طرف دیکھا اور واپس کمرے کی طرف چلی گئیں' زوار خان لاؤنج میں داخل ہوئے شاہین صوفی پر بے سدھ سو رہی تھی۔ اس کا بازو صوفے سے نیچے لٹک رہا تھا' زوار خان گھٹنے کے بل قالین پر بیٹھ گے۔ نرمی سے اس کا بازو اٹھا کر اس کے سینے پر رکھ دیا' شاہین نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں اور شرارت سے ایک آنکھ دبائی۔

''سونے کی ایکٹنگ بھی اچھی کرلیتی ہوں ناں؟'' وہ بھی دھپ سے باپ کے پاس قالین پر پائنتی جما کر بیٹھ گئی۔

''بہت اچھی لیکن ہوم منسٹر صاحبہ شدید غصے میں ہیں' اس لیے اگلے ایک ہفتے کے لیے تمام سرگرمیاں بند کرنی ہوں گی۔'' وہ سرگوشی والے نداز میں اسے ایسے بتا رہے تھے گویا کوئی بہت اہم بات کررہے ہوں۔

''پورا ایک ہفتہ' اچھا ٹھیک ہے ویسے بابا مجھے لگتا ہے مما ٹھیک کہتی ہیں۔'' اس نے اپنی خوب صورت آنکھیں گول گول گھمائیں۔

''اچھا کیا ٹھیک کہتی ہیں آپ کی ماما' ہمیں بھی بتائیے۔'' ایک ہاتھ کی کہنی صوفے پر رکھ کر وہ بہت اسٹائل سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''یہی کہ مجھے بگاڑنے میں سو فیصد آپ کا ہاتھ ہے۔'' بات پوری کرکے آخر میں شاہین نے منہ کو حسب عادت ٹیڑھا کیا۔ زوار خان خاصے سنجیدہ نظر آنے لگے۔

''واقعی ٹھیک ہی تو کہتی ہیں آپ کی ماما......اب آپ ہی بتائیے ایک سے بھلے دو ناں' بس میں نے سوچا اکیلے کیا بگڑنا' ساتھ ہی اپنی شہزادی کو بھی بگاڑ لیتے ہیں۔'' باپ بیٹی دونوں کے چہروں پر ایک دوسرے کے لیے ان گنت پیار کے رنگ تھے۔

❁......❁......❁

''کہاں کی تیاری ہے؟'' کرتے کی آستینوں کے کف فولڈ کرتی وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتی نیچے آ رہی تھی جب شگفتہ کی آواز گونجی۔

''یونیورسٹی جانا ہے۔'' وہ ماں کے قریب آ کر بولی۔

''جب کہ میں رات کو بتا بھی چکی تھی کہ آج شام کو عامر اور اس کی والدہ آ رہی ہیں۔'' شگفتہ بگڑے تیوروں سے کہنے لگیں۔

''مجھے یاد ہے مما......میں ان کے آنے سے پہلے آ تو جاؤں گی آج عفت بہت دنوں بعد یونیورسٹی آ رہی ہے۔ آپ جانتی ہیں ناں ہم کتنے دنوں سے ملے نہیں اگر وہ آج نہ آتی تو سچ میں میں بھی نہ جاتی۔'' شاہین اتنی عاجزی سے بولی تھی کہ شگفتہ کا دل موم ہوگیا تھا۔

''اچھا چلو ٹھیک ہے لیکن یہ تم نے پھر سے لڑکوں والا کرتا پہن لیا' لڑکیوں پر بھلا ایسے کپڑے اچھے لگتے ہیں؟ تم سدھر کیوں نہیں جاتیں؟'' وہ ایک بار پھر بگڑے تیور لیے بولیں۔

"اوہ مما پلیز واپس آ کر تبدیل کرلوں گی' آپ جانتی ہیں مجھے رنگ برنگے کپڑے پہن کر اپنا آپ چنبیلی محسوس ہونے لگتا ہے۔" شاہین نے اپنی ملازمہ کا نام لیا جو ان دنوں گاؤں گئی ہوئی تھی۔

"کیا برائی ہے چنبیلی میں؟ لڑکی تو لگتی ہے نا' ایک تم ہو پھیکا چہرہ' سادے کپڑے شلجم جیسی لگتی ہو وہ بھی چھیلا ہوا۔" شاہین گلاس میں جوس ڈال کر پی رہی تھی' شگفتہ کی مثال پر اسے اچھو لگتے لگتے رہ گیا۔

"اچھا مما چلتی ہوں اور فکر نہ کریں جلدی واپس آجاؤں گی۔" صوفے پر رکھا بیگ اور بکس اٹھاتے وہ جلدی سے باہر کی طرف بڑھی' مبادا شگفتہ پھر سے کوئی لیکچر نہ شروع کردیں۔

"ایک منٹ رکو۔" شاہین ٹھٹک کر رک گئی۔

"آج فضلو تمہیں چھوڑنے جائے گا اور واپسی پر بھی وہ ہی تمہیں لینے آئے گا۔" شگفتہ کہتے ہوئے فضلو (چنبیلی کا شوہر) کو اٹھانے کے لیے انیکسی کی جانب بڑھ گئیں۔

"لیکن مما اس کی کیا ضرورت ہے' میں ہر روز خود ہی ڈرائیونگ کرتی ہوں پھر آج ایسا کیا ہوگیا ہے جو آپ فضلو انکل کو بلانے چلی ہیں۔" شاہین جھنجلانے لگی کبھی کبھی شگفتہ واقعی نہ سمجھ میں آنے والے کام کیا کرتی تھی۔

"ضرورت ہے کیونکہ تمہارا کیا بھروسہ تمہیں واپسی پر کسی دوست کو خون دینا یاد آجائے۔ کسی کی والدہ کی عیادت یاد آجائے' شاپنگ یاد آجائے یا پھر کسی بزرگ کو سر راہ کھڑے دیکھ کر اسے گھر تک پہنچانا یاد آجائے اور ہم یہاں بیٹھے تمہاری راہ تکتے رہیں۔" شگفتہ نے پیچھے مڑ کر شاہین کو اس کی ساری حرکتیں چند جملوں میں یاد کروادی تو شاہین کا جی سر پیٹ لینے کو چاہا۔

❀...❀...❀

شاہین عفت کے ساتھ یونیورسٹی کے دروازے سے باہر نکلی تو پارکنگ کی جانب اسے اپنی گاڑی فوراً ہی نظر آگئی تھی۔ اس نے عفت کو ڈراپ کرنے کی پیشکش کی لیکن وہ نہ مانی' عفت کا گھر پیدل پندرہ منٹ کی مسافت پر تھا لہٰذا وہ پیدل ہی آیا جایا کرتی تھی۔ شاہین گاڑی میں بیٹھی ہی تھی کہ اس کی نظر یونیورسٹی کی پچھلی جانب جانے والی گلی کے نکڑ پر پڑی وہ ساکت و جامد سامنے دیکھنے لگی۔ فضلو نے گاڑی اسٹارٹ کی جب شاہین نے کہا۔

"فضلو انکل...... وہ میری دوست عفت ہے نا' جو ابھی میرے ساتھ کھڑی تھیں۔" شاہین عجیب سے انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"جی چھوٹی بی بی آپ کی ایک ہی تو دوست ہے کئی بار آپ کو ان کے گھر چھوڑنے گیا ہوں' جانتا ہوں انہیں۔" فضلو نے متانت سے جواب دیا۔

"میرا موبائل غلطی سے اس کے پاس رہ گیا' آپ پلیز اس سے لادیں گے' وہ گیٹ کے پاس ہی کھڑی ہے۔" شاہین نے اتنی بے چارگی سے کہا کہ فضلو انکل فوراً دروازہ کھول کر اترے۔

"جی ابھی لایا۔"

"فضلو انکل......" وہ چند قدم ہی چلے تھے جب شاہین کی آواز آئی وہ حیرانی سے مڑ کر اسے دیکھنے لگے۔

"موبائل میرے پاس ہے' میں ایک ضروری کام سے جارہی ہوں۔ مما بابا سے کہنا میری کامیابی کے لیے دعا کریں۔" شاہین نے موبائل والا ہاتھ اونچا کرکے دکھاتے ہوئے گاڑی زن سے بھگائی اور یہ جا وہ جا۔ بے چارے فضلو کو جب تک بات سمجھ میں آئی شاہین وہاں سے جاچکی تھی۔

"اللہ پوچھے آپ کو چھوٹی بی بی' اب بڑی بی بی کے قہر سے مجھے کون بچائے گا۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے جیب سے موبائل فون نکال کر زوار خان کا نمبر ملانے لگے تاکہ انہیں شاہین کے نئے کارنامے کے بارے میں بتاسکے۔

❀...❀...❀

"حد ہوتی ہے بے وقوفی کی بھی' تمہیں اسی لیے بھیجا تھا کہ ایسا کچھ نہ ہو اب بتاؤ مہمان آنے والے ہیں اور وہ شہزادی صاحبہ رفوچکر ہوگئیں۔" شگفتہ آگ بگولہ ہورہی تھیں۔

"وہ بی بی مجھے لگا شاہین بی بی کا موبائل واقعی عفت بی بی کے پاس رہ گیا ہے اسی لیے۔"

"بس کرو اب یہ کہانی' تمہیں اترنا ہی تھا تو گاڑی کی چابی لے کر اتر جاتے پر تمہیں اتنی عقل بھی نہیں۔ اب کھڑے کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو جاؤ جا کر یہ چیزیں بازار سے لے کر آؤ۔" غصے میں کھولتی شگفتہ نے ہاتھ میں پکڑی لسٹ اور پیسے فضلو کو پکڑائے۔

"بری بات ہے یہ شگفتہ...... غصے میں سامنے والے کا دب کرنا نہیں بھولنا چاہیے اگر وہ ہمارا ملازم ہے تو کیا آپ اسے انسان سمجھنا ہی چھوڑ دیں گے۔" زوار خان پُرسکون لہجے میں بولے۔

"مجھے آپ پر حیرت ہوتی ہے' کیسے باپ ہیں؟ آپ کی بیٹی عین اس دن جس دن اس کے سسرال والوں نے آنا ہو کہیں غائب ہوجاتی ہے' کبھی سوچا ہے آپ نے؟" شگفتہ تاسف سے بولیں۔

"میری بیٹی میرا مان ہے شگفتہ اور جو باپ اپنی بیٹیوں کو یقین اور اعتبار کا تاج پہنا کر جینا سکھاتے ہیں ان کی بیٹیاں کبھی ڈگمگاتی نہیں ہیں۔ شان سے جیتی ہیں' باپ کا سر جھکانے کا باعث نہیں بنتی اور منگنی کے بعد دوبار ہی تو اس کے سسرال والے آئے ہیں دونوں ہی بار جو ہوا وہ اتفاق تھا پلاننگ نہیں مجھے یقین ہے اب بھی کوئی بہت اہم کام ہوگا ورنہ وہ کہیں نہ جاتی۔" زوار خان کے لہجے میں اپنی بیٹی کے لیے عقیدت واحترام اور مان کے سارے رنگ شامل تھے۔

"مسز زوار...... کیا شاہین کو علم نہیں تھا کہ آج ہم اور سلیم شاہ بھی آپ کے ہاں آرہے ہیں یا پھر آپ کی بیٹی اکثر ایسے ہی گھر سے باہر رہتی ہے؟" مسز غفار شاہ نے چائے میں چینی مکس کرتے ہوئے مسٹر غفار اور اپنے بیٹے سلیم شاہ کو دیکھتے ہوئے بہت چبھتے ہوئے انداز میں ایک ہی بات چند منٹوں میں تیسری بار پوچھی تھی۔

"دیکھئے غفار صاحب ہم اس سے پہلے بھی آپ کو بتاچکے ہیں کہ ہماری بیٹی بے پروا نہیں ہے۔ بہت سمجھ دار ہے بغیر کسی ضروری کام [illegible] زوار خان کو ان کا انداز سخت چبھا تھا' [illegible] پہلو بدل رہی تھیں۔

"اور مما پچھلے ایک ڈیڑھ گھنٹہ سے شاہین کا نمبر بھی مسلسل مصروف ہے۔" سلیم شاہ نے کان سے موبائل ہٹا کر لقمہ دیا۔

"ویسے یہ تو حیرت کی بات ہے کیونکہ شاہین عام لڑکیوں کی طرح ہر وقت موبائل سے نہیں چپکی رہتی بلکہ وہ تو ضروری کام کے علاوہ موبائل استعمال ہی نہیں کرتی۔" زوار خان حیرت سے کہہ رہے تھے۔

"یہی تو میں کہنا چاہ رہا ہوں انکل...... میں نے باہر ملنا چاہا اس نے ہر بار انکار کیا کہ اسے ہوٹلنگ' گھومنا پھرنا پسند نہیں۔ میں نے رات کو بات کرنا چاہی تو اس کے اصولوں کے خلاف تھا' دن میں اس کے پاس میرے لیے وقت نہیں تھا۔ تین ماہ ہوگئے منگنی کو لیکن آج تک ہماری بات حال چال پوچھنے سے آگے نہ بڑھ سکی اور اس میں سارا قصور شاہین کا ہے۔ میں خاموش رہا' مجھے لگا شادی کے بعد سب ٹھیک ہوجائے گا دوبار مما آئیں اور دونوں بار شاہین کو ضروری کام پیش آگئے۔ آج میں اپنی اہم میٹنگ چھوڑ کر اسے دیکھنے کے لیے یہاں آیا اور اسے پھر سے کوئی ضروری کام یاد آگیا لیکن آج میں شاہین کا انتظار کروں گا انکل اس سے پوچھ کر ہی جاؤں گا کہ وہ چاہتی کیا ہے۔" سلیم شاہ بغیر کسی لحاظ کے بولا' زوار خان کے ماتھے پر ناگواری کی لکیریں نمودار ہوئیں اور وہ کرسی پیچھے کرتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔

❀...❀...❀

شگفتہ نے شاہین کے کمرے سے اس کی ڈائری میں موجود ہر نمبر پر فون کرلیا تھا' کہیں سے کوئی مثبت جواب نہ ملا تھا۔ رات کے نو بجنے والے تھے اور شاہین کا کوئی اتا پتا نہ تھا۔ پریشانی اور تفکر سے شگفتہ کی آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں' بیٹی کے سسرال والے گھر میں بیٹھے تھے اور بیٹی غائب تھی۔ اب تو اس کا موبائل بھی بند تھا۔

''یا اللہ مدد کر تُو جانتا ہے میری بیٹی معصوم ہے وہ ایسی نہیں ہے جیسا یہ لوگ سمجھ رہے ہیں۔ خدایا میری عزت رکھ لے میری بیٹی کو اپنی حفظ و امان میں رکھنا۔ اسے خیر و عافیت سے گھر پہنچانا آمین۔'' شگفتہ نماز کے بعد دل گرفتہ ہوکر دعا مانگ رہی تھیں۔

''کاش وہ صبح ہی اسے جانے نہ دیتیں تو ایسا ہوتا ہی نہیں۔'' ایک آہ ان کے دل سے نکلی' جائے نماز لپیٹتے ہوئے آنسو ان کے گالوں پر لڑھک آئے تھے۔ زوار خان نے اچنبھے سے ان کو دیکھا۔

''کیا بیوقوفی ہے یہ شگفتہ' کیا تم اپنی بیٹی کو جانتی نہیں؟ آج تک کب' کہاں' کس موڑ پر اس نے ہمیں خود پر افسوس کرنے کا موقع دیا۔ مانا کہ وہ میری لاڈلی ہے' بچپنا ہے' ہم شرارتیں کرتے ہیں لیکن میں اپنی بیٹی کے ساتھ ہوں۔ وہ کسی غلط راستے پر قدم رکھ ہی نہیں سکتی بس یہ دعا کرو کہ وہ کسی مشکل میں نہ ہو۔'' زوار خان شگفتہ کا ہاتھ تھام کر کہہ رہے تھے' سچ تھا کہ تاخیر اتنی ہوگئی تھی کہ اب ان کا بھی دل گھبرانے لگا تھا۔ باہر جاکر الٹی سیدھی باتیں سننے کی ہمت نہ تھی کہ ضبط کا یارانہ ختم ہوسکتا تھا۔

''اسی وقت کا ڈر تھا مجھے' جانتی ہوں اپنی بیٹی کو۔ ایک ماں سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے لیکن خدانخواستہ کوئی اونچ نیچ ہوگئی تو دنیا کو کیا جواب دیں گے۔'' شگفتہ رندھے لہجے میں کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔

''ہاں بھئی مسز زوار...... کوئی خیر خبر' کوئی اتا پتا؟'' وہ لاؤنج میں داخل ہوئیں تو بظاہر بہت پریشانی سے پوچھنے والی مسز غفار اندر سے کتنا زہر بھر کر بیٹھی تھیں' شگفتہ اچھی طرح سمجھ رہی تھیں۔

''نہیں بہن...... بس دعا کریں اللہ تعالیٰ سب بہتر کرے۔'' گہرا سانس لے کر وہ ان کے مقابل صوفے پر بیٹھ گئیں۔

''ویسے میں تو سو باتوں کی ایک بات کہوں گی مسز زوار' اگر پہلے ہی بیٹی کی لگام کس کر رکھی ہوتی ناں تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔ کیا پتا کب' کہاں اور کس سے ملنے جاتی رہی ہے۔'' انہوں نے زہر خند لہجے میں بات مکمل کی۔

''کہنا کیا چاہ رہی ہیں آپ؟'' شگفتہ کا ضبط اب جواب دینے لگا تھا۔

''ارے وہی کہنا چاہ رہی ہوں جو آپ سمجھ رہی ہیں' جب آپ کی بیٹی کی مرضی شامل ہی نہ تھی تو ہم سے رشتہ جوڑا ہی کیوں تھا؟'' وہ ہاتھ نچاتے ہوئے بولیں۔

''آپ حد سے بڑھ رہی ہیں مسز غفار' آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ آپ کسی کے کردار پر انگلی اٹھائیں۔'' شگفتہ نے سخت لہجے میں کہا۔

''اور آپ کی بیٹی کو تو پورا حق پہنچتا ہے کہ منگنی میرے بیٹے سے کرے اور عشق اور رنگ رلیاں کسی اور کے ساتھ منائی رہے۔'' میک اپ زدہ خوب صورت چہرہ لہجے سے زیادہ بدصورت اور کریہہ نظر آنے لگا تھا۔ غفار شاہ اور ان کا بیٹا سلیم شاہ خاموشی سے بیٹھے تھے گویا سب ان کی ایماء پر ہی کیا جارہا ہو۔

''جارہے ہیں ہم...... ارے ہم تو سمجھے بڑے لوگ ہیں' اکلوتی بیٹی ہے' میرے بیٹے کے بھاگ کھل گئے۔ ان کرتوتوں کا تو ہمیں اندازہ ہی نہ تھا۔ ہمیں آپ جیسے اونچے لیکن گرے ہوئے لوگوں سے تعلق ہی نہیں رکھنا۔'' مسز غفار کھڑی ہوگئیں۔

''کیا کہہ رہی ہیں بیگم...... سوچ سمجھ کر بولیے۔'' غفار شاہ کو سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکلنے کا ڈر ستانے لگا۔

''ضرور جائیے' شوق سے جائیے اور نہیں جائیں گی تو ہم دھکے دے کر آپ کو نکلوا دیں گے لیکن اس سے پہلے دیکھنا نہیں چاہیں گی کہ میری بیٹی اس وقت کہاں ہے؟'' ایک شان تفاخر کے ساتھ زوار خان لاؤنج میں داخل ہوئے' شگفتہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگیں۔ وہ ٹی وی کی طرف بڑھے' ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کیا اور مطلوبہ چینل آن کرکے صوفے پر بیٹھ گئے۔

''بریکنگ نیوز...... شاہین نامی یونیورسٹی طالبہ کی بہادری نے دہشت گردوں کا ایسا گروپ گرفتار کرنے میں پولیس کی مدد کی ہے جس کو پکڑنے کے لیے پولیس

دوسال سے چھاپے مار رہی تھی۔'' نیوز کاسٹر بول رہی تھی اور سب خاموشی سے ساکت و جامد ٹیلی وژن اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔

''بہادر طالبہ نے اپنی دوست جس کا نام عفت بتایا جارہا ہے کو یونیورسٹی کے کونے سے انجان شخص کے زبردستی گاڑی میں بٹھانے کے منظر کو دیکھ کر' اپنی گاڑی میں اس کا پیچھا شروع کیا اور ساتھ ہی پولیس کو فون کرکے مدد طلب کرلی۔ ایس پی اسد خٹک نے جو اس سے پہلے بھی مجرموں کے خلاف کافی سرگرم تھے ان سے موبائل فون پر مسلسل دو گھنٹے رابطہ رکھا' بتایا جارہا ہے کہ مجرموں کو ان کا پیچھا کیے جانے کا علم ہوگیا تھا اس لیے وہ جان بوجھ کر شہر سے دور ایسی جگہ اپنی گاڑی لے گئے جہاں آبادی نہ تھی۔ ذہین طالبہ نے خطرے کا احساس ہونے پر فون بند کرکے جی پی ایس آن کرلیا اور فون کو گاڑی کے محفوظ خانے میں رکھ دیا جس کی مدد سے پولیس شامین اور عفت نامی طالبہ تک پہنچ گئی۔ شامین نے آج یہ ثابت کردیا کہ لڑکیاں کسی سے کم نہیں۔ جن مجرموں کو پکڑنے کے لیے پولیس سرگرداں تھی وہ قوم کی ایک بہادر بیٹی نے اپنی بہادری سے گرفتار کروا دیئے۔ آیئے ناظرین آپ کو لائیو پریس کانفرنس دکھاتے ہیں جہاں ایس پی اسد خٹک آج کی کارروائی کے بارے میں مزید تفصیلات سے آگاہ کریں گے۔'' اسکرین پر درجنوں مائیک نظر آنے لگے' کیمرہ ایک جگہ رک گیا' اب اسکرین پر تین چہرے نمایاں تھے اسد خٹک' عفت اور شامین کا۔

''یا اللہ تیرا شکر ہے۔'' شگفتہ نے بے ساختہ شکر کا سانس لیا۔

''مسٹر اینڈ مسز غفار...... اتنی تفصیل کافی ہے ناں' یا مزید تفصیل میں جانا چاہتے ہیں' اگر ہر باپ اپنی بیٹی کو یہ احساس دلائے کہ اس کی بیٹی' اس کا بیٹا ہی ہے تو پھر ایسی بیٹیاں جنم لیتی ہیں' اب آپ جاسکتے ہیں۔'' سینے پر ہاتھ رکھ کر انہوں نے خوشی سے دھڑکتے دل کو قابو کرکے' کم ظرف لوگوں کو ان کا اصل یاد کروادیا تھا۔ اب کہنے سننے کو بچا ہی کچھ نا تھا' وہ تینوں خاموشی سے نکلتے چلے گئے۔ زوار خان اور شگفتہ کی نظریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں' دونوں کی نگاہیں اظہار تشکر سے نم تھیں' اللہ نے نا صرف ان کی لاج رکھ لی تھی بلکہ ان کی بیٹی کو قوم و ملک کی سلامتی کے لیے مثال بنادیا تھا۔

''آپ کو اتنے خطرناک گروہ کا پیچھا کرتے وقت ڈر محسوس نہیں ہوا تھا۔''

''ڈر...... تو کہیں نہ تھا بس ایک لمحہ لگا تھا یہ سوچنے کو کہ اگر آج میری دوست کے ساتھ کچھ غلط ہوگیا تو اس میں' میں بھی برابر کی حصہ دار ہوں گی۔ بس ایک لمحے کی سوچ نے مجھ سے یہ فیصلہ کروالیا۔ اب میں عمر بھر پچھتاوے کے بجائے احساس تفاخر کے ساتھ جی سکتی ہوں۔''

ملک کے نامی گرامی نیوز چینل کا رپورٹر شامین کا انٹرویو ریکارڈ کررہا تھا جو راتوں رات ملک بھر میں بہادری کی عملی مثال بن کر مشہور ہوگئی تھی۔

''آپ کیا سمجھتی ہیں آپ کی اس مضبوط شخصیت کے پیچھے آپ کے والدین کی کتنی محنت شامل ہے۔''

''میں آج جہاں کھڑی ہوں اور جو کچھ بھی ہوں سب اپنے ماں باپ کی بدولت ہوں۔ میری مما نے جہاں مجھے اچھی مشرقی بیٹی کا کردار نبھایا وہیں میرے بابا نے مجھے کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ میں ان کی بیٹی ہوں۔ انہوں نے مجھے ہمیشہ بیٹوں کی طرح مان دیا' اسلحہ' ڈرائیونگ' گھڑ سواری' سائیکلنگ' مارشل آرٹ اور ہر وہ فن سکھایا جو زندگی گزارنے کے لیے اور مضبوط شخصیت بننے کے لیے ضروری ہے۔ مجھے فخر ہے کہ میں ان عظیم ماں باپ کی بیٹی ہوں۔'' شامین بات کرتے ہوئے آبدیدہ ہوگئی تھی' گفتگو کے درمیان کچھ وقفہ آیا تھا' شامین نے پانی کا گلاس پیا اور اگلے سوال کا جواب ریکارڈ کروانے کے لیے پھر سے تیار ہوگئی۔

''ہمارے ناظرین کو کیا پیغام دینا چاہیں گی۔''

''میں والدین سے بس اتنا کہنا چاہوں گی کہ آپ کی

بیٹیاں کسی بھی فیلڈ میں پڑھنا چاہیں' آگے جانا چاہیں تو ان کا ساتھ دیں۔ ان کو کمزور نہ بنائیں انہیں ہر پل یہ احساس نہ دلائیں کہ وہ صنف نازک ہیں۔ احتیاط ضروری ہے لیکن مشکل وقت کے لیے ان کو تیار کروائیں۔ ایک لڑکا مارشل آرٹ سیکھ سکتا ہے تو ایک لڑکی کیوں نہیں حالانکہ مردوں کے اس معاشرے میں اس کی زیادہ ضرورت تو لڑکیوں کو ہے۔ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو مضبوط بنائیں تاکہ میری طرح ہر بیٹی اپنے باپ کے یقین کو فخر ثابت کرے اور سب بیٹیوں سے' بہنوں سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہم کسی سے کم نہیں۔ ہم وہ سب کرسکتی ہیں جو ہم چاہتی ہیں۔ میں آپ سب کو ایک بات بتانا چاہتی ہوں' آج سے کچھ عرصہ قبل ایک سڑک پر بہت سے لوگ اکٹھے تھے میں نے گاڑی روک کر اتر کر دیکھا تو ایک کالج یا اسکول کی طلبہ سڑک پر تڑپ رہی تھی' کوئی موٹر سائیکل سوار اس سے بری طرح ٹکرایا تھا وہ تو فرار ہوگیا لیکن لڑکی کو اٹھانے والا کوئی نہیں تھا۔ جب میں نے پوچھا کہ ''سب تماشہ دیکھ رہے ہیں' کوئی اسے اسپتال کیوں نہیں پہنچا رہا؟'' تو جانتے ہیں کیا جواب آیا؟ ''یہ کہ ہم میں تو پولیس کے چکروں میں پڑنے کی ہمت نہیں۔'' چند لوگوں کی مدد سے میں نے اسے گاڑی میں بٹھایا اور اسپتال پہنچایا اور وہ مرد جنہیں ہم سب بہادر اور غیرت مند کہتے ہیں ان کے اندر ایک سسکتے مریض کو اسپتال پہنچانے کی ہمت نہ تھی۔ اس دن میرے بابا نے مجھے سینے سے لگا کر شاباشی دی تھی۔ میرے اچھے کام کو سراہا' مجھے احساس دلایا کہ میں ان بزدل مردوں سے زیادہ ہمت رکھتی ہوں جن کی غیرت صرف اپنے گھر کی عورتوں کے لیے جاگتی ہے۔ بتانے کا مقصد یہی تھا کہ ہم لڑکیاں عام نہیں' کمزور نہیں ہیں اگر کمی ہے تو صرف اعتماد کی۔ جس دن ہم میں خود اعتمادی پیدا ہوگئی ہم دنیا کا ہر مشکل ترین کام بھی سرانجام دے سکتے ہیں۔'' شامین نے فرط جذبات میں طویل جواب دیا' رپورٹر اس کے جواب سے بے حد متاثر نظر آرہا تھا۔ زوار شاہ اور شگفتہ کی آنکھیں اپنی بیٹی کے حسین چہرے کو تک رہی تھیں' دل پیار کے جذبات سے لبریز تھا۔

''کیا بات ہے مما...... آپ کافی پریشان لگ رہی ہیں؟'' شامین نے شگفتہ سے پوچھا۔

''میں بھی کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں آپ بیٹھے بیٹھے کہیں کھو جاتی ہیں' کوئی پریشانی ہے کیا؟'' زوار خان نے چائے کا سپ لے کر کپ میز پر رکھا۔

''شامین کے لیے بہت پریشان ہوں۔'' وہ ہولے سے بولیں۔

''میرے لیے......! لیکن میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔'' شامین نے اچنبھے سے پہلے ماں اور پھر باپ کی جانب دیکھا۔

''اس کی منگنی ٹوٹ گئی اور آپ جانتے ہیں ناں کہ جب کسی لڑکی کی منگنی ٹوٹ جائے تو معاشرہ اس کو الٹا سیدھا رنگ دے لیتا ہے اور ایسی لڑکی کی شادی ہونا مشکل ہوجاتا ہے بس اسی لیے......'' شگفتہ کے لہجے سے پریشانی نمایاں تھی۔

''اوہ کم آن شگفتہ...... ہمیں تو شکر ادا کرنا چاہیے کہ ان کم ظرف لوگوں کی اصلیت ہم پر جلد کھل گئی۔ ہم کسی بڑے نقصان سے بچ گئے اور تم اس پر بھی ایشو بنا کر بیٹھ گئی ہو' میری شامین کی قسمت اللہ نے یقیناً بہت اچھی لکھی ہے۔ دیکھنا بہت جلد ہمیں اس کے لیے اسی کے جیسا بہادر' خوب صورت اور دل سے محبت کرنے والا لڑکا ضرور مل جائے گا۔'' آخری جملہ ادا کرتے ہوئے زوار خان نے شامین کی طرف شرارتی مسکراہٹ اچھالی' وہ شرما گئی۔

''ارے واہ' عفت تم کب آئیں؟ یہ میری گناہ گار آنکھیں کیا منظر دیکھ رہی ہیں' عفت اور میرے غریب خانے پر......'' شامین تولیے کو سر پر لپیٹتی واش روم سے باہر نکلی تو عفت اس کے بیڈ پر بیٹھی کتاب ہاتھ میں لیے اسی کا انتظار کررہی تھی۔

''کیسی ہو؟'' عفت والہانہ انداز میں اس کے گلے

لگ گئی۔
''میں اچھی ہوں تم سناؤ؟'' شامین نے پوچھا۔
''اور میں تم سے بھی اچھی۔'' عفت کے جواب کے بعد دونوں کا بے ساختہ قہقہہ فضا میں جلترنگ پھیلاتا لاؤنج تک پہنچا۔
''تم یہاں کیسے آئیں؟ مجھے فون کردیا ہوتا میں ڈرائیور کو بھیج دیتی۔ تمہارے ان سڑیل' سنجیدہ اور مصروف بھائی کے پاس تمہیں یہاں لانے کا وقت نہیں ہوتا باقی دنیا کا ہر کام وقت پر کرلیتے ہیں۔'' شامین عفت کو چھیڑتی ہوئی بولی۔
''کیا کہا سڑیل' سنجیدہ...... '' عفت نے آنکھیں دکھائیں۔ ''میرے بھیا لاکھوں بلکہ کروڑوں میں ایک ہیں۔ لڑکیاں ان کی وجاہت سے متاثر ہوکر مکھیوں کی طرح ان کے گرد بھنبھناتی ہیں لیکن میرے بھیا کسی کو گھاس تک نہیں ڈالتے۔'' عفت نے شان تفاخر سے گردن اکڑاتے ہوئے کہا۔
''تو لڑکیاں کون سا بکریاں ہیں جو وہ گھاس ڈالیں تو منہ مارنا شروع کردیں۔'' شامین نے چہرے پر آتی مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔ عفت نے کشن اٹھا کر زور سے اس کی جانب پھینکا جسے شامین نے کمال مہارت سے پکڑلیا۔
''ایک بات بتاؤں؟'' عفت نے نگاہیں گھماتے ہوئے ایک ہاتھ تھوڑی کے نیچے رکھ کر کہا۔
''دو بتاؤ۔'' شامین نے کشن گود میں رکھ کر دونوں کہنیاں اس پر ٹکائیں اور دونوں ہاتھوں کے درمیان چہرہ ٹکالیا۔
''مجھے یہاں ازخود اسد خٹک صاحب لے کر آئے ہیں۔''
''جاؤ جاؤ...... کسی اور کو بے وقوف بنانا' میں نہیں مانتی یہ بات۔'' دونوں ہاتھ چہرے سے ہٹا کر گود میں رکھے۔
''اچھا یقین بعد میں کرنا پہلے ذرا یہ بتاؤ پچھلے ماہ اس دور دراز علاقے میں کیا کرنے گئی تھیں۔'' عفت نے پوچھا۔
''دور دراز علاقے میں......'' شامین نے ایک پل سوچا۔
''اچھا وہاں' وہ ہمارا آبائی علاقہ ہے میرے چاچا جی وہاں رہتے ہیں لیکن تمہیں کیسے علم ہوا؟ میں نے تو تمہیں شاید نہیں بتایا تھا؟'' شامین نے حیرانی سے پوچھا۔
''اور تم نے وہاں گھڑسواری بھی کی تھی۔'' عفت نے جواب دیئے بنا دوسرا سوال جڑ دیا۔
''ہاں لیکن تم کیسے جانتی ہو؟'' اب کی بار شامین الجھی۔
''گھڑسواری کے وقت تم نے منہ اور ناک رومال سے ڈھکے ہوئے تھے لیکن بال کھلے اور آنکھیں نظر آرہی تھیں؟'' عفت نے تیسرا سوال کیا۔
''لیکن تم یہ سب اتنی تفصیل سے کیسے جانتی ہو یہ سب تو صرف میں جانتی ہوں۔'' وہ بے حد حیران ہوئی۔
''پھر تم نے وہاں ایک بدمعاش ٹائپ شخص کو دیکھا۔''
''بدمعاش ٹائپ نہیں بدمعاش ہی تھا وہ' توبہ کیسی عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں اچھی خاصی بہادر ہوں لیکن اس پل خوف زدہ ہوگئی تھی' خبیث انسان......'' شامین نے دانت کچکچائے۔
''تمیز سے بات کرو ورنہ مکا ماردوں گی۔'' عفت نے ہوا میں ہاتھ لہرایا۔
''بڑی مرچیں لگ رہی ہیں کہیں وہ بدمعاش تمہارا کریلے جیسا بھائی تو نہیں تھا۔'' شامین اپنے بچاؤ کے لیے کشن ہاتھ میں تھامے ذرا پیچھے ہوئی۔
''وہ میرے بھائی ہی تھے اور جن دنوں تم وہاں گئی تھی انہیں دنوں بھائی ایک کیس کے سلسلے میں حلیہ بدل کر وہاں گئے تھے اور وہ شخص جسے تم بدمعاش کہہ رہی ہو میرے وجیہہ خوبرو بھائی ایس پی اسد خٹک تھے۔ تم پر دل ہار بیٹھے اس دن سے' تم ان کے خوابوں پر اپنا قبضہ جمائے بیٹھی ہو۔ جب وہ نفری کے ساتھ مجھے بچانے پہنچے تو ان مجرموں نے میرے ساتھ تمہیں بھی یرغمال کرکے باندھ لیا تھا۔ بھائی نے ایک نظر تمہاری آنکھوں میں دیکھ کر تمہیں پہچان لیا اور بعد میں سب مجھے بتادیا۔ میں نے سوچا لڑکی پسند آہی گئی ہے تو تاخیر کیسی لہٰذا میں امی جان اور بھائی کے ساتھ آج تمہیں اپنی بھابی بنانے کی خوش خبری سنانے آئی ہوں۔ میں بہت خوش ہوں تمہارے آنے سے ہمارے گھر کی رونق کو چار چاند لگ جائیں گے۔'' عفت خوش دلی سے اسے ساری بات بتارہی تھی۔ شامین گنگ تھی' کوئی شخص ایسے بھی کسی کے عشق میں مبتلا ہوسکتا ہے کیا، وہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔
''میں اب باہر جارہی ہوں' تم ذرا جلدی آجانا۔ آنٹی (شامین کی مما) نے تمہیں بلانے بھیجا تھا اور میں یہاں باتیں کرنے بیٹھ گئی۔'' عفت شامین کی کیفیت سمجھ رہی تھی اس لیے اسے تنہائی دے کر خود باہر چلی گئی۔ شامین عجیب سے احساس میں گھر گئی تھی' ایسی حالت تو جب نہ ہوئی تھی جب اس کی منگنی ہوئی تھی شاید سچے جذبات اور احساسات خود اپنا آپ منوالیتے ہیں۔

❀......❀......❀

سب کو چائے دے کر وہ خود لان میں آگئی' اسد خٹک کی والہانہ نظریں اسے سب کے سامنے محجوب کررہی تھیں حالانکہ وہ نگاہیں اس کا پوسٹ مارٹم کررہی تھیں نہ ہی جان بوجھ کر اسے دیکھا جارہا تھا۔ وہ بس بے اختیار سی نظریں تھیں' جن کو خود پر محسوس کرکے زندگی میں پہلی بار شامین کو گھبراہٹ محسوس ہورہی تھی۔
اسد کی امی نے بھی بہت پیار سے اس کا ماتھا چوما تھا' عفت کی والدہ شاید شگفتہ سے اس کے ڈرائنگ روم میں آنے سے پہلے ہی بات کرچکی تھیں۔ جب ہی تو ان کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا' چاہے جانے کا احساس شامین کی رگوں میں اتر کر اسے عجیب سے احساس سے آشنا کررہا تھا۔ میٹھا میٹھا اور دل نشیں احساس اس کے دل کی دھڑکن بڑھا رہا تھا۔
لان کے جھولے پر بیٹھ کر اس نے ایک گہرا سانس لیا' سرخ اور سیاہ امتزاج کے کرتے کے نیچے اس نے سیاہ

ماہنامہ
حجاب
کراچی
شائع ہوگیا ہے
ملک کی مشہور معروف قلم کاروں کے سلسلے وار ناول، ناولٹ اور افسانوں سے آراستہ ایک مکمل جریدہ گھر بھر کی دلچسپی صرف ایک ہی رسالے میں موجود جو آپ کی آسودگی کا باعث بنے گا اور وہ صرف **''حجاب''**
آج ہی ہاکر سے کہہ کر اپنی کاپی بک کرالیں۔
اس کے علاوہ
خوب صورت اشعار منتخب غزلوں
اور اقتباسات پر مبنی مستقل سلسلے
اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق
Infoohijab@gmail.com
info@aanchal.com.pk
کسی بھی قسم کی شکایت کی صورت میں
021-35620771/2
0300-8264242

اسکرٹ پہن رکھی تھی جواس کی ملائی جیسی نرم وملائم رنگت پر خوب جچ رہی تھی۔ گلے میں سیاہ اور سرخ دوپٹہ تھا' ہلکے سے گیلے کھلے سنہرے بال ہوا میں شرارتوں سے اِدھراُدھر بہک رہے تھے۔

''کل شب اس دھرتی پر میں تھا یا چاند تارے تھے
اک منظر تھا تنہا میں چاروں اور سنہرے رنگ''

گمبھیر آواز قریب سے آئی تو شامین نے گھبرا کر گردن موڑ کر دیکھا ایس پی اسد خٹک مسکراتے ہوئے گھوم کر سامنے آ گئے تھے۔

''وہاں چل کر بیٹھیں۔'' اسد خٹک نے سفید کرسیوں کی جانب اشارہ کیا اور اس جانب چل دیا۔ شامین کسی معمول کی طرح اس کے پیچھے چلی آئی' کرسی پر بیٹھ کر اسد خٹک نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔

''میں بہت عام سا انسان ہوں' محبت کیا ہے نہیں جانتا۔ فلمی باتیں کرنا مجھے نہیں آتیں' محبت کا اظہار بھی نہیں کرنا آتا بس اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ کل سال کے آغاز سے قبل میں آپ کے ساتھ کا یقین اپنے ہمراہ چاہتا ہوں۔ میں بلند و بانگ دعوے کرنا نہیں جانتا لیکن ایک وعدہ کرتا ہوں زندگی میں آپ کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کروں گا اور آپ کی خوشی کی خاطر اگر کہیں خود کو بدلنے کی ضرورت پیش آئی تو آپ کی توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا۔ آپ کی آنکھوں کی سنہری روشنی کی لو کبھی ماند نہ پڑنے دوں گا۔'' شامین نے ایک نظر اسد خٹک کے چہرے کی جانب دیکھا جو سیاہ پینٹ شرٹ میں فواد خان لگ رہا تھا اور پھر فوراً نظریں جھکالیں۔

''تو پھر میں ہاں سمجھوں؟'' اسد خٹک نے میز پر کہنیاں رکھ کر ذرا آگے ہوتے ہوئے شرارت سے پوچھا۔ شامین کو سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دے۔

''جو میرے مما بابا کو منظور ہوگا وہی میرا فیصلہ ہوگا۔'' وہ ہولے سے بولی۔

''آپ کے بابا کی اجازت سے ہی آج آپ کے گھر آیا ہوں اور آپ کی مما کی اجازت سے یہاں آپ کے پاس۔ اب کہیں اس عام سے شخص کو اپنا جیون ساتھی بنانا پسند کریں گی۔'' وہ گمبھیر لہجے میں کہتا شامین کے دل کے سارے تار چھیڑ گیا تھا۔

''مجھے زندگی گزارنے کے لیے ایک ایسی جیون ساتھی کی تلاش تھی جو باہمت' نڈر اور خود اعتماد بھی ہو۔ آپ کو گوٹھ میں دیکھا تو حیران رہ گیا' چور اچکوں اور مجرموں کے ڈر سے جہاں لڑکیاں باہر نہ نکلتی تھیں وہاں آپ ویرانے میں گھڑ سواری کررہی تھیں اور اکیلے...... پھر آپ کی سنہری نگاہوں نے مجھے اپنا اسیر بنالیا۔ ان کے سحر سے نکلا نہ تھا کہ ان سنہری چمکتی لمبی تاروں نے مجھے جیسے جکڑ ہی لیا۔ حیران تھا کہ یہ کیا ہوگیا' وہاں دوبارہ گیا لیکن آپ کا نشان تک نہ ڈھونڈ پایا۔ ناامید ہوگیا پھر وہ ہوا جو سوچا ہی نہ تھا' عفت کو بتایا تو علم ہوا آپ تو انگیجڈ ہیں' بہت دکھ ہوا پھر قسمت کا ساتھ دیکھئے دوسرے ہی دن علم ہوا کہ وہ خود غرض لوگ سچی' کھری اور بے غرض لڑکی کو کھو چکے ہیں' جانتی ہیں ایسا کیوں ہوا؟'' وہ جو ایک ٹرانس کے عالم میں اس کی باتوں میں کھوسی گئی تھی اسد خٹک کے سوال پر اس نے بے اختیار نفی میں گردن ہلائی۔

''ایسا اس لیے ہوا کہ نئے سال کے آغاز پر صبح کی سنہری کرنیں اس نوید کا اعلان کریں کہ شامین کو اسد خٹک کی زندگی میں سنہری خواب کا سنہری عکس بن کر اترنا ہے۔'' شامین بلش ہوکر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''مما آواز دے رہی ہیں۔'' اسد خٹک کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

سورج افق میں ڈوبنے کو تیار تھا' چاند آہستہ آہستہ منزل کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اسد خٹک کے لبوں پر دلفریب مسکان تھی اور نظروں سوچوں میں سنہری خواب کی جگہ سنہری عکس نے لے لی تھی۔

اب کے سفر ہی اور تھا اور ہی کچھ سراب تھے
دشت طلب میں جا بجا، سنگ گراں خواب تھے
حشر کے دن کا غلغلہ، شہر کے بام و در میں تھا
نگلے ہوئے سوال تھے اگلے ہوئے جواب تھے

''یہ اب ہم میں نہیں رہے۔'' میرے کان سے ٹکراتی یہ آواز کسی اجنبی شخص کی تھی جو یقیناً ڈاکٹر تھا۔

''بے وقوف آدمی میں زندہ ہوں اور تمہاری آواز سن سکتا ہوں۔'' میں نے چیخ کر کہنا چاہا لیکن آواز میرے حلق میں ہی کہیں دب گئی باوجود چاہ کر میں اپنے ہاتھ کو جنبش دینے میں ناکام ہوگیا یہاں تک کہ میری آنکھوں کے پپوٹوں نے بھی اٹھنے سے انکار کردیا شاید میں پلک بھی نہیں جھپک پارہا تھا اور یہ میری بے بسی کی انتہا تھی۔ میں زندہ تھا لیکن اپنی زندگی کا کوئی بھی ثبوت دینے میں ناکام اور یقیناً یہ ہی میری موت تھی مجھے امید تھی کہ چند لمحوں یا گھنٹوں بعد مجھے نہلا دھلا کر کفنا دیا جائے گا پھر شاید قبر میرا ٹھکانہ ہو۔ ایک زندہ انسان کا ٹھکانہ قبر' یہ تصور ذہن میں آتے ہی میرے جسم میں ایک جھرجھری سی دوڑ گئی۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا تھا زندگی کی کئی ناکام خواہشیں میرے سامنے آن کھڑی ہوئیں اور میں بے کل ہوگیا۔

''کیا...... دماغ تو نہیں خراب آپ کا۔'' میرے کان سے ٹکرانے والی یہ روتی ہوئی آواز میری بیٹی وردہ کی تھی جو مجھے زندگی کی نوید سنا گئی۔

''آپ میرے زندہ باپ کو مردہ قرار دے رہے ہیں۔'' وہ رو رہی تھی۔

میں جو ساری زندگی اپنے گھر والوں کے ساتھ نارمل رہا آج احساس ہوا کہ میرے بچے مجھ سے کس قدر محبت کرتے ہیں۔ وردہ کی آواز سن کر جیسے میرے اندر زندگی کی امنگ کروٹیں لے کر بیدار ہوگئی۔

''ہاں میری بچی میں زندہ ہوں اور یہ ڈاکٹر پاگل ہے۔'' میں یہ کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہ پایا۔

''پلیز ڈاکٹر آپ میرے بھائی کے دل کو پریس کرکے پمپنگ کریں مجھے پورا یقین ہے کہ یہ زندہ ہیں۔'' اگلی آواز میری بہن رومی کی تھی یعنی میرے اپنے یہ جانتے تھے کہ میں زندہ ہوں اور اس پل ان کی محبت کے احساس نے میرے اندر جینے کی خواہش کو کئی گناہ بڑھا دیا تھا۔

''یہ سب بے کار ہے میڈم...... ہماری مشین ہمیں

یہ بتا رہی ہے کہ شعیب صاحب کے دل کی دھڑکن رک چکی ہے یعنی ان کے دل نے کام کرنا چھوڑ دیا اور ان کا ہارٹ فیل ہوگیا ہے۔'' ڈاکٹر کی بات سنتے ہی میں نے غور کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ کچھ دیر قبل تیزی سے بولنے والی دل کی مشین کی آواز اب بند ہوچکی تھی یعنی میں مر گیا تھا اوہ میرے اللہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ موت کے کچھ گھنٹوں تک انسان اپنے پیاروں کی آواز سن سکتا ہے۔ وردہ اور رومی کی روتی ہوئی آواز سن کر بے بسی کے شدید احساس نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا جب یک دم ہی کسی نے میرے سینے پر زوردار مکے مارنا شروع کردیئے ساتھ ہی رونے کی ہلکی ہلکی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''پلیز محترمہ خود کو سنبھالیں انہیں ایسے اذیت مت دیں۔'' شاید کوئی مجھے مارنے والی کو روک رہا تھا مگر یہ کیا میرے دل پر پڑنے والی مسلسل ضربیں مجھے تکلیف کا احساس دلا رہی تھیں اور اسی تکلیف کے باعث میرے منہ سے ایک ہلکی سی آواز نکلی شاید وہ کھانسی کی آواز تھی۔

''دیکھا میں نے آپ سے کہا تھا ناں کہ یہ زندہ ہیں۔'' میری وہ ہلکی سی آواز بھی سن لی گئی اور وردہ کی کپکپاتی آواز نے مجھے زندگی کا احساس ایک بار پھر شدت سے دلایا۔

''پھوپو جلدی سے ایمبولینس بلائیں ہم انہیں کراچی لے کر جائیں گے۔'' پھر میری بہن اور بیٹی مجھے ایمبولینس میں تین گھنٹے کے سفر کے بعد کراچی کے ایک اسپتال لے آئیں جہاں مجھے وینٹیلیٹر میں ڈال دیا گیا روزانہ مجھے چیک کرنے کے لیے آنے والے ڈاکٹر کی مایوس کن آواز مجھے یہ احساس دلاتی تھی کہ میرا بچنا مشکل ہے مگر جب میرے اپنے میرے پاس آتے تو ان کیا آواز میرے کان کے ذریعے زندگی کا احساس بن کر میرے دل کے اندر اتر جایا کرتی۔

میں جانتا تھا کہ میں زندہ ہوں یہ بھی یاد تھا کہ کچھ دنوں کے بعد میری بڑی بیٹی رابیل کی شادی تھی جس کا دعوت نامہ دینے ہی میں اپنی فیملی کے ساتھ گاؤں گیا تھا جہاں اچانک دل میں ہونے والی شدید تکلیف نے مجھے اس حال تک پہنچا دیا تھا مگر افسوس میرا بدن فی الحال مردہ ہوچکا تھا سوائے میرے دماغ کے جسم کا کوئی حصہ کام نہ کر رہا تھا اور ایسے میں میرے گھر والے کسی معجزے کے منتظر تھے' رات میری بیٹی وردہ میرے پاس ہوتی جو میرے کان کے قریب سارے دن کی روداد سنا کر یہ چاہتی کہ میں اسے کوئی مشورہ دوں مگر میں چاہ کر بھی اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دے سکتا تھا اور شاید اسی بے بسی میں میری آنکھوں کے گوشے سے بہتا ہلکا پانی میری پیاری بیٹی کو نظر آجاتا جسے وہ پیار سے اپنی پوروں میں سمیٹ لیتی اور پھر سب کو بتاتی کہ بابا نے میری بات سن لی اور بہتے آنسوؤں کے ساتھ مجھے جواب بھی دیا۔ میری آنکھ سے بہتا پانی اس پل میرے خاندان کے لیے جس خوشی کا باعث تھا وہ شاید میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا۔ وردہ کے جاتے ہی صبح کی ڈیوٹی دینے میری بیوی آجاتی' سمیرا میری سیدھی سادھی اور محبت کرنے والی بیوی جس نے ہر خوشی اور غم میں میرا ساتھ نبھایا۔ بے شک میرا رویہ اس کے ساتھ جیسا بھی رہا وہ میری ہمدرد ہی تھی مجھے اچھی طرح یاد تھا وہ وقت جب مجھ پر اپنے ادارے کی جانب سے کرپشن کا جھوٹا الزام لگایا گیا جس کی پاداش میں میں نے کئی سال کورٹ کے دھکے کھائے اور ایک وقت ایسا بھی آیا جب میری ساری جمع پونجی ختم ہوگئی تو سمیرا نے اپنا سارا زیور بیچ دیا اور پھر اللہ کے فضل و کرم سے میں بے گناہ ثابت ہوکر اپنی نوکری پر بحال ہوگیا لیکن ان دو سال میں سمیرا نے جس طرح میرا ساتھ دیا وہ شاید میری زندگی کا حاصل تھا جس نے میرے دل میں سمیرا کی قدر کو کئی گنا بڑھا دیا تھا۔

سمیرا صبح آئی سی یو آتے ہوئے شاید اپنے ساتھ قرآن شریف لے کر آتی تھی یا پھر اسے کچھ سورتیں زبانی یاد تھیں جو بھی تھا وہ آتے ہی میرے کان کے

قریب اپنی میٹھی آواز میں آہستہ آہستہ قرآنی سورتوں کا ورد کرتی جو میرے دل کو اتنا بھلا محسوس ہوتا کہ جی چاہتا وہ ایسے ہی میرے سرہانے بیٹھ کر یہ خوب صورت بول میری سانسوں میں اتارتی رہے مگر دوپہر تک اس کی ڈیوٹی ختم ہوجاتی۔ میرا دل چاہتا وہ سارا دن میرے سرہانے بیٹھی رہے میں اسے محسوس کرتا رہوں مگر یقیناً ایسا ناممکن تھا کیونکہ میرے بغیر گھر کی ساری ذمہ داریاں اس کے ناتواں کندھوں پر آن پڑی تھیں' شادی والا گھر تھا جہاں یقیناً مہمان بھی موجود ہوں گے اور پھر میری کمزور دل بچی رابیل جو وردہ کے بقول میری بیماری کے بعد سے رو رو کر بستر سے جا لگی تھی اسے بھی سمیرا نے ہی سنبھالنا تھا۔ سمیرا گھر جاتی تو اس کی جگہ ڈیوٹی دینے میری سب سے چھوٹی بیٹی نمرہ نے بھی تو آنا تھا جس کی چہچہاتی چڑیوں جیسی آواز جانے کہاں گم ہوگئی تھی اب تو وہ جب بھی آتی میرے لیے کوئی اچھی سی کتاب لاتی جسے وہ میرے کان کے قریب بیٹھ کر پڑھا کرتی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ میں کتابیں پڑھنے کا کس قدر شوقین ہوں کہ ان میں گم ہوکر اکثر اپنے بچوں کو بھی بھلا دیتا تھا۔ میری پسندیدہ کتاب پڑھتے پڑھتے جب اس کی آواز رندھ جاتی تو میرا دل بھر آتا اور میں بھی اس کے ساتھ رو دیتا' ایسے میں مجھے احساس ہوتا آج تک اتنے سال میں اللہ کے ساتھ اپنے گھر والوں سے بھی غافل رہا' اپنی نوکری اور نجی مصروفیت میں الجھ کر ان لوگوں کو پورا وقت نہ دے سکا جو آج اپنا سب کچھ چھوڑ کر میرے پاس بیٹھے تھے شاید میری جگہ سمیرا ہوتی تو میں کبھی بھی اپنی مصروفیات ترک کرکے اس کے لیے اپنے دن کے پانچ سے چھ گھنٹے ضائع کرتا اور اپنے بجائے کوئی نرس پیسوں پر رکھ دیتا یہ احساس دل میں پیدا ہوتے ہی میری آنکھیں بھر آئیں اور شاید ان کے گوشے بھی گیلے ہوگئے کیونکہ اسی پل نمرہ کی سسکتی ہوئی آواز میرے کان سے ٹکرائی۔

''پلیز بابا آپ روئیں مت' بابا آپ ٹھیک ہوجائیں گے' اس [illegible] تھا' میں پوچھنا چاہتا تھا [illegible] جانتا تھا میرے لب یہ الفاظ ادا [illegible] اس لمحہ بے بسی کا شدید احساس میری رگوں میں [illegible] اور میں نے چاہا کہ اپنے جسم کے گرد لپٹی ساری نلکیاں اتار کر پھینک دوں' ایسی اذیت ناک زندگی سے بہتر وہ موت تھی جو ہر احساس کو ختم کردیتی اسی پل میرے کان سے ایک آواز ٹکرائی' روزمرہ سنائی دینے والی روبوٹ جیسی آواز یقیناً میرے ڈاکٹر کی تھی۔

''اتنے دنوں میں پہلی بار ہم نے ان کے ہاتھ کی انگلیوں کو لرزش کرتے دیکھا ہے ویل ڈن مسٹر شعیب...... ہمیں یقین ہے آپ کی وِل پاور جلد ہی آپ کو زندگی کی جانب کھینچ لائے گی۔''

اوہ تو نلکیاں کھینچنے کی دلی خواہش نے میرے ہاتھوں میں لرزش پیدا کی تھی مطلب میں اگر کوشش کرتا تو شاید حرکت کرسکتا تھا اس خیال کے دل میں پیدا ہوتے ہی جیسے ایک نئی طاقت میرے جسم میں بھر گئی اور رات وردہ کے آنے کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ واحد ہستی ہے جو رابیل کی شادی کے حوالے سے کوئی بات مجھ تک پہنچائے گی۔

❀......❀......❀

''پلیز انکل...... جب تک میرے والد گھر نہیں آتے ہم شادی نہیں کرسکتے۔'' وردہ کی ٹھوس آواز مجھے ہوش کی دنیا میں کھینچ لائی۔ میں نے سر اٹھا کر سامنے کھڑی اپنی اٹھارہ سالہ بیٹی کو دیکھا جو اُن چند دنوں میں اپنی عمر سے کئی گنا بڑی دکھائی دے رہی تھی اور سچ تو یہ ہے کہ میرا حوصلہ بھی وردہ ہی تھی۔

''مگر بیٹا...... ہم ولیمہ کی ساری تیاری کرچکے ہیں ویسے بھی شادی کا اپنے وقت پر ہوجانا ہی بہتر ہے اور میں چاہوں گا کہ کل شام ہم چند مہمانوں کے ساتھ آکر نکاح کی رسم ادا کریں میرا مطلب سادگی سے گھر پر ہی نکاح کرنے کا ہے۔'' کرنل صاحب نے آہستہ آواز

میں وردہ کو اپنا مدعا سمجھانا چاہا۔
''وہ تو سب ٹھیک ہے انکل مگر اس حوالے سے رابیل اور میرے بابا کے کچھ خواب ہوں گے اور ہم کیسے یہ حق رکھتے ہیں کہ دوسروں کی آنکھوں کے خواب نوچ دیں جب تک وہ دونوں اجازت نہیں دیں گے سادگی سے نکاح نہیں ہوگا۔''
''آپ کی ساری باتیں اپنی جگہ ٹھیک ہیں بیٹا مگر پھر بھی صفی اللہ بھائی جو کہہ رہے ہیں وہ غلط نہیں ہے۔ رابیل سے تو ہم پوچھ سکتے ہیں مگر بھائی صاحب کیسے ہماری مدد کریں گے۔'' کرنل صاحب کی بات سن کے میری نندروحی آگے بڑھی جبکہ میں تو اس لمحہ کچھ بھی کہنے کی صلاحیت کھو چکی تھی۔
''ٹھیک ہے انکل میں آج رات اپنے بابا سے مشورہ کرلوں پھر آپ کو جواب دوں گی۔'' وردہ کی پُراعتماد آواز نے سب کو چونکا دیا۔
''مگر بیٹا وہ بیمار ہیں آپ کو کیا مشورہ دیں گے' آپ نے جو مشورہ کرنا ہے اپنی والدہ سے کریں بلاوجہ شعیب صاحب کو پریشان نہ کریں۔''
''آپ فکر نہ کریں انکل' مجھے امید ہے بابا میری ضرور رہنمائی کریں گے۔'' سب کے سمجھانے کے باوجود وردہ کا یقین اپنی جگہ اٹل تھا اور اسی یقین کے ساتھ وہ رات اسپتال جانے کی تیاریوں میں مصروف ہوگئی۔

❁......❁......❁

''بابا...... کرنل انکل کہہ رہے ہیں کہ رابیل کا سادگی سے اسی تاریخ کو نکاح کردیا جائے جو آپ نے فکس کی تھی۔'' وردہ آہستہ آواز میں میرے کان کے قریب منمنائی' رابیل کی شادی میرے مردہ جسم میں زندگی کی رمق بن کر دوڑ رہی تھی یہ ہی وجہ تھی شاید جو میں اب تک زندہ تھا میں سننا چاہتا تھا کہ آگے وردہ کیا کہتی ہے مگر وہ تو جیسے یہ جملہ کہہ کر آگے بولنا بھول گئی ہو اس کی خاموشی میری بے چینی میں اضافہ کررہی تھی میں پوچھنا چاہتا تھا کہ اس صورت حال میں رابیل کیا چاہتی ہے' سمیرا کا فیصلہ کیا ہے؟ مگر افسوس لاکھ چاہ کر بھی میں یہ الفاظ اپنی زبان سے ادا نہ کرسکا کچھ چاہتے ہوئے بھی آپ بول نہ پائیں اپنا مدعا اپنے پیاروں تک نہ پہنچا سکیں اس سے زیادہ بے بسی میرے نزدیک کچھ نہیں ہوسکتی میں شاید بے بسی کی آخری حدوں تک پہنچ چکا تھا اس احساس نے میری آنکھوں کے گوشوں کو ایک بار پھر سے بھگو دیا۔
''اوہ بابا پلیز آپ روئیں مت' میں نے کہہ دیا ہے جب تک میرے بابا گھر واپس نہیں آتے ہم رابیل کا نکاح نہیں کریں گے آخر ہمارے گھر کی پہلی خوشی آپ کے بغیر کیسے مکمل ہوسکتی ہے۔ ہم اس وقت تک انتظار کریں گے جب تک آپ خود چل کر اپنی بیٹی کو رخصت نہ کریں۔''
''آہ......'' میرے بہتے آنسو وہ کہہ گئے جو میں نہیں کہنا چاہتا تھا مگر افسوس اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا میں چاہتے ہوئے بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ رابیل کی شادی اسی دن کردی جائے جس دن کی ہم سب نے تیاری کررکھی تھی مگر اب میں کیا کرتا کیسے وردہ کو سمجھاتا کہ میرے آنسوؤں کا مفہوم وہ نہیں ہے جو وہ سمجھ رہی ہے۔
مگر وہ تو شاید مطمئن ہوگئی تھی رابیل کا نکاح ہوجائے اور وہ رخصت ہوکر اپنے گھر جائے جہاں طلحہ کی شکل میں خوشیاں اس کی منتظر تھیں مگر اب ایسا ممکن نہ رہا تھا سوائے اللہ کی ذات کے جو میرا مدعا وردہ تک پہنچا سکتی اس کے ساتھ ہی مجھے پوری شدت سے۔ اللہ یاد آیا جسے اپنی مصروفیت میں یاد کرنے کا کبھی مجھے وقت ہی نہ ملا یہاں تک کہ اس عالم فراموشی میں بھی میرا پورا دھیان اپنے بچوں' رابیل کی شادی' اسپتال کے اخراجات اور نوکری کی جانب رہا...... اللہ۔'' بے ساختہ میرے خاموش لبوں سے نکلا اور پورے جسم میں جیسے سنسنی سی دوڑ گئی اور اس کے ساتھ ہی تکلیف کی ایک شدید لہر نے میرے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا لمحہ بہ

لمحہ بڑھتی تکلیف نے جیسے مجھے بے حال کردیا اور اتنے دنوں میں پہلی بار میں مکمل طور پر اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا یا شاید موت کی دیوی مجھ پر مہربان ہوگئی تھی۔ لمحہ بہ لمحہ اندھیری کھائی میں گرتے ہوئے جیسے مجھے کسی نے نرم ہاتھوں سے سنبھالا' میں نے دیکھا سامنے ایک سفید پوش بزرگ کھڑے خاموشی سے مجھے دیکھ رہے تھے اور پھر کسی نے مجھے دونوں جانب سے پکڑ کر بٹھا دیا اور میں نڈھال سا اپنا گرتا وجود سنبھالے بیٹھا رہا۔
''تمہارا نام؟'' کسی نے گونج دار آواز میں سوال کیا بہت کوشش کے باوجود مجھے سوال کرنے والا دکھائی نہ دیا۔
''محمد شعیب۔'' نجانے کتنے دنوں بعد آج میری زبان نے یہ دو لفظ ادا کیے۔
''تم کون ہو؟'' میرا جواب پھر وہ ہی تھا۔
''یہ تو تمہارا نام ہے' تمہاری پہچان کیا ہے؟''
''میری پہچان......؟'' میں سوچ میں پڑ گیا۔
''میں ایک باپ ہوں اور شاید ایک عورت کا شوہر بھی۔''
''ان سب کے علاوہ تم ذاتی حیثیت میں کون ہو؟''
''انسان۔'' بے ساختہ میرے منہ سے نکلا۔
''انسان کے علاوہ؟''
''انسان کے علاوہ......'' میں بڑبڑایا۔
''تمہارا دین کیا ہے؟''
''میرا دین......'' یہ تو بہت آسان سوال تھا میں نے جلدی سے جواب دینا چاہا مگر الفاظ ایک بار پھر کہیں گم ہوگئے میں سوچ میں پڑ گیا۔
''میرا دین کیا تھا...... میں کون تھا؟''
''پانچ نمازوں کے نام بتاؤ۔'' مجھے خاموش دیکھ کر اگلا سوال کیا گیا۔
''مغرب' مغرب' مغرب......'' بے اختیار میرے منہ سے یہ لفظ کئی بار نکلا وجہ شاید یہ تھی کہ یہ وہ واحد نماز تھی جسے میں باقاعدگی سے ادا کیا کرتا تھا اور فجر میری نیند کی نذر ہوجاتی۔ ظہر اور عصر [illegible] ہوجاتی اور عشاء تک میں بہت تھک جاتا تھا
''تمہارا رب کون ہے؟''
''میرا رب......'' ہولے سے میرے لبوں سے نکلا اور میں بے ساختہ رو دیا۔
''بھلا کوئی اپنے رب کو بھی بھول سکتا ہے ایک وہی تو ہے جو دکھ اور تکلیف میں سب سے زیادہ یاد آتا ہے بے شک وہ ذات واحد ہم سب کا سہارا ہے۔'' میں روتا رہا تھا اور کہتا رہا تھا۔
''اللہ...... اللہ...... میرے اللہ' میرے اللہ......''
بے اختیار کسی نے میرے پاؤں کے انگوٹھے کو چھوا۔
''بابا...... بابا......'' نمرہ کی خوشی سے کپکپاتی آواز جیسے ہی میرے کانوں سے ٹکرائی بے ساختہ میں نے اپنی بند آنکھیں کھول کر دیکھا وہ میرے پاؤں کے پاس کھڑی رو رہی تھی جبکہ میرا پورا وجود مشینوں میں جکڑا تھا' اسے متوجہ کرنے کے لیے میں نے آہستہ سے اپنے پاؤں کو حرکت دی وہ چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی میری کھلی آنکھیں دیکھتے ہی جیسے اس پر شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔
''بابا...... بابا زندہ ہیں...... میرے بابا زندہ ہیں۔''
وہ بے اختیار چیخ رہی تھی جب اس کی آواز سن کر تیزی سے ایک نرس کمرے میں داخل ہوئی اور مجھے جاگتا دیکھ کر الٹے پاؤں واپس بھاگی' میں دنیا میں واپس آگیا تھا اور جانے کتنے دنوں کی میری اذیت ناک خاموشی ختم ہوگئی تھی۔ میرے آس پاس کھڑے ڈاکٹرز اسے ایک معجزہ قرار دے رہے تھے جبکہ میں جانتا تھا کہ ابھی میرا وقت باقی تھا' اس دنیا میں ابھی مجھے سانس لینا تھا یہ ہی وجہ تھی جو میں واپس لوٹایا گیا ہوں۔ مجھ جیسے گناہ گار شخص کی پکار اللہ نے سن لی اور مجھے مہلت دے دی گئی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی جن میں حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں شامل تھے اب میں جلد از جلد وردہ سے ملنا چاہتا تھا اس سے بات کرنا چاہتا تھا اسے سمجھانا

چاہتا کہ رابیل کی رخصتی کرنل صاحب کے کہنے کے مطابق کردی جائے۔

❀……❀……❀

گھر کے لان میں منعقد ہونے والا یہ چھوٹا سا فنکشن بخیر وخوبی انجام پایا تھا' باپ کی صحت اور اپنی شادی کی خوشی رابیل کے معصوم اور خوب صورت چہرے پر روشنی بن کر جھلک رہی تھی جبکہ شعیب کی غیر موجودگی میں میری بہادر بیٹی وردہ نے ہر ذمہ داری بحسن و بخوبی انجام دی اور نمرہ اپنی بہن کی شادی ادھوری چھوڑ کر اسپتال شعیب کے پاس جاچکی تھی کیونکہ میری بیٹیاں اس حال میں اپنے بابا کو ایک سیکنڈ بھی تنہا چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھیں میں ان ہی خیالوں میں گم تھی جب رومی نے آ کر میرا کندھا ہلایا۔

''بھابی کرنل صاحب رخصتی کا کہہ رہے ہیں اور ساتھ ہی ہم سب یہ چاہتے ہیں کہ یہ رخصتی اسپتال سے شعیب بھائی کے سامنے ہو۔''

''مگر یہ کیسے ممکن ہے؟'' میں جیسے اپنے خیالوں سے چونکتے ہوئے بولی۔

''بالکل ممکن ہے ہم نے اسپتال کی انتظامیہ سے بات کرلی ہے زاہد اور علی اس وقت نمرہ کے ساتھ اسپتال میں ہی ہیں اب آپ جلدی کریں شعیب بھائی وہاں ہمارا انتظار کررہے ہیں۔'' رومی کی بات سنتے ہی میں جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر ہمارا یہ قافلہ بہت جلد اسپتال پہنچ گیا جہاں خوشیوں کے سائے تلے رابیل رخصت کردی گئی اور ٹھیک دو دن بعد اس کا ولیمہ اسی ہوٹل میں انجام پایا جہاں کرنل صاحب نے بکنگ کروا رکھی تھی۔

❀……❀……❀

''امی……'' میں تکیے کے سہارے بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھی جب وردہ میرے پاؤں کے پاس آن بیٹھی۔

''آج کا دن ہمارے لیے دنیا کا سب سے قیمتی دن ہے' ہے ناں امی۔''

''ہاں بیٹا……میرے اللہ کا کرم ہے جو اس نے ہم گناہ گاروں پر اپنا رحم فرمایا۔''

''میں نے آپ سے کہا تھا ناں کہ بابا مجھے ضرور مشورہ دیں گے اور ان کے مشورہ کے بنا میں کوئی کام نہ کروں گی' دیکھیں ایسا ہی ہوا۔''

''ہاں بیٹا تمہارے اس بھروسہ اور یقین کو اللہ نے ٹوٹنے نہیں دیا۔''

''کیونکہ میرا اس پر یقین پختا تھا اور میں جانتی تھی کہ وہ خود پر بھروسہ کرنے والوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔''

وردہ سچ کہہ رہی تھی یہ حقیقت ہے کہ آپ جب کوئی کام اپنے رب پر بھروسہ کرکے شروع کرو تو رب آپ کے یقین اور بھروسہ کو کبھی ٹوٹنے نہیں دیتا۔ پندرہ دن کی سخت اذیت اور تکلیف کے بعد آج کی رات ہمارے لیے سکون کی رات تھی بے شک اس شادی کے حوالے سے کی جانے والی ہماری ساری تیاریاں دھری کی دھری رہ گئیں وہ لاکھوں روپیہ جو ہم نے اپنی عزت بڑھانے کے لیے اس شادی پر ضائع کرنا تھا شعیب کے صدقہ کے طور پر جانے کتنے غریبوں کے کام آیا' ان پندرہ دنوں میں جانے کتنے گھروں کے چولہے اس رقم سے جلے بلاشبہ وہ رقم اسی طرح خرچ ہونی تھی اس روپیہ پر ان ہی لوگوں کا حق تھا ہمارے ہاتھوں جن تک وہ پہنچ گیا بے شک میرے رب کے فیصلے بہترین ہوتے ہیں۔

ہیں سب فیصلے قدرت کے

صباء یونس قریشی

گھری نیند اور نرم گرم بستر میں نجانے کیا چیز گاہے بگاہے میری میٹھی نیند کو بے چین کیے دے رہی تھی' میں نیند سے بوجھل وزنی پپوٹے وا کرنے کی سعی لاحاصل کرتی اور پھر نیند کی گہری وادی میں اتر جاتی مگر دھیرے دھیرے کانوں کے راستے کوئی دل کو مٹھی میں دبوچ لینے کی مانند دھیمی دھیمی سی آواز' نیند کو گہرائی میں جانے سے بچالیتی۔

اب میری آنکھیں بہت حد تک کھل چکی تھیں' یخ بستہ رات' مہیب احساسات کو منجمد کرتا سناٹا' ایسے میں یہ آواز جس نے میری انتہائی گہری نیند کو بڑے دلار سے اچاٹ کیا تھا۔ اب غور کرنے پر سمجھ میں آیا تو میری ماں کی وہ سسکیاں تھیں جو دبانے کی کوشش میں وہ ہلکان ہوئے جارہی تھی۔ میں کیا کرسکتی تھی سوائے اس کے کہ خاموشی سے سوتی بن جاؤں تاکہ کم از کم میری ماں کھل کر رو تو لے۔ کم از کم ایک بار ہی ان کے اندر سے یہ دکھ نکل جائے۔ آہ……! یہ خوف کہ ہم بہن بھائی اٹھ جائیں گے اور اپنی ماں کے آنسو دیکھ کر ہم کمزور پڑ جائیں گے ہماری ماں کو سکھ سے رونے بھی نہیں دیتا' جانے کیوں میری آنکھوں کے کونوں سے گرم سیال پھسل کر میرے چہرے کو بھگونے لگا۔

یہ کوئی بہت پرانی بات تو نہیں تھی کہ میری ماں بھی فخر سے سر اٹھا کر جیا کرتی تھی……ہاں اس بات کو زیادہ عرصہ تو نہیں گزرا تھا کہ ہمارا گھرانہ ایک مکمل گھرانہ تھا مگر ملک کے بدلتے حالات' جگہ جگہ دہشت گردی نے ہم پانچ بہن بھائیوں سے ہماری پدرانہ شفقت کو چھین لیا تھا۔ آخر کیوں یہ لمبی لمبی بندوقیں تھامنے والے بھول جاتے ہیں کہ یہ گوشت پوست سے بنے انسانوں کی بستی ہے۔ آخر یہ کیسے فراموش کردیتے ہیں کہ ان کی اس بندوق کے ایک تپتے انگارے سے بسا بسایا آشیانہ اجڑ جاتا ہے اور کتنے بڑے بڑے محلوں کی شہزادیاں سڑک پر آجاتی ہیں۔ آخر انہیں کون سمجھائے کہ اللہ کا فرمان ہے کہ ''مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں'' پھر یہ کیسی جنگ ہے جس کی نہ کوئی وجہ ہے نہ کوئی سبب۔

کتنی سہاگن بیوہ ہوئیں؟
کتنی ماؤں نے اپنے لعل کھوئے؟
کتنی بہنوں نے بھائیوں کو کھویا؟
کتنی بیٹیاں باپ کی شفقت کو ترس گئیں؟
کتنی امیدیں پاش پاش ہوئیں؟
کتنے سپنے تار تار ہوئے؟
کتنی خواہشات ریزہ ریزہ ہوئیں؟

بھلا کون جواب دے گا مجھے ان سوالوں کا؟ میری ماں اب بھی سسک رہی تھی یقیناً ان کا مصلیٰ سجدے کی جگہ سے تربتر ہوچکا ہوگا۔ آج صبح بھی میرے پوچھنے پر میری ماں کہے گی (اپنی سوجھی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر)

''شاید کچھ گر گیا تھا رات کو آنکھ میں اب تک جلن ہورہی ہے۔ میں عرق گلاب ڈال لوں گی آنکھوں میں' تم بے فکر ہوکر جاؤ۔''

''ہائے…… یارب! یہ ماں کا جگر تُو کس مٹی سے بناتا ہے؟''

اوہ…… کہاں تو میں اپنی ماں کی سسکیوں سے تڑپ رہی تھی اور اب یہ میری سسکیاں میری ماں کو بے چین نہ کردیں' میں نے اپنا دوپٹہ اپنے منہ میں اڑس لیا مگر ماں تو ماں ہوتی ہے شاید میری ماں کو بھی اندازہ ہوگیا تھا کہ کوئی اس کی سسکیوں کو سن رہا ہے۔ وہ دبے قدموں اپنے مصلے سے اٹھی اور سوئچ بلب کی مدھم روشنی جلا کر باری باری ہم سب بہن بھائیوں کے قریب آئی۔ میرا تو دل حلق میں آنے لگا کہ آج میری بے اختیاری میری ماں پر یہ بھید عیاں کردے گی کہ میں اس کی آہوں' اس کی سسکیوں اور اس کی تڑپ کی امین ہوں۔ امی نے جھک کر سب سے پہلے میرے سب سے چھوٹے بھائی ہادی کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ کتنی دیر جھک کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی رہیں اور

اپنی آنکھوں کو پونچھتی رہیں کہ کوئی قطرہ چھلک کر اس کے ننھے شہزادے کی نیند نہ خراب کردے۔

آہ...... یہ مائیں کیا ہوتی ہیں؟ کہاں سے یہ محبت کا چشمہ ان کے اندر پھوٹتا ہے اور سدا جاری و ساری ہی رہتا ہے۔ خود دکھ جھیل کر اولاد کو سکھ دینے کا حوصلہ سوائے ماں کے اور کہیں نظر نہیں آتا۔ میں نے بڑی احتیاط سے اپنے منہ کے اندر سے اپنا دوپٹہ نکالا اور اپنا چہرہ بڑی احتیاط سے صاف کیا کہ امی کو پتا نہ چلے کہ اس کے رب کے علاوہ اس کے دکھ میں اس کی بیٹی بھی شریک ہے مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب امی نے کہا۔

''ایمل بیٹا...... مجھے معلوم ہے کہ آپ جاگ رہی ہو' اٹھو شاباش پانی پیو اور وضو کرکے دو نفل ہی ادا کرلو دل کو سکون ملے گا۔'' ہادی کے بعد عدی کو چومتے ہوئے ماں نے میری جانب دیکھے بغیر کہا۔

مجھے حیرت تو ہوئی مگر میں نے کہا ناں کہ یہ مائیں دنیا میں موجود ہر رشتے سے بلند ہیں۔ میں چپ چاپ بستر سے نکلی اور ایک دم گرم بستر سے نکل کر ٹھنڈ میں نکلتے ہی مجھے جھرجھری سی آگئی مگر ابھی میں مکمل طور پر سردی کی جھرجھری کو محسوس بھی نہیں کرپائی تھی کہ میری ماں نے اپنی گرم شال اپنے اوپر سے اتار کر میرے اوپر ڈال دی تھی۔

آہ...... مجھے کوئی تو بتائے کہ یہ ماں کیا ہوتی ہے؟ یہ ماں کہاں سے یہ جذبات لے کر آتی ہے مگر یہ کہنے سننے کی بات ہوتی تو بھلا ماں کا مقام اتنا بلند اور اتنا پائیدار ہوتا؟ خیر میں وضو کرکے مصلے پر کھڑی ہوگئی۔ سلام پھیرا تو جانے کہاں سے ڈھیروں آنسو چھلک آئے' ایسی بات نہیں کہ میں بہت کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کررہی ہوں۔ میرے رب کا کروڑ ہا شکر ہے کہ میں لاکھوں نہیں کروڑوں لوگوں سے بہتر زندگی بسر کررہی ہوں۔ ضروریات زندگی سے لے کر آسائشات زندگی تک سب میرے پاس موجود ہے مگر جو احساس چین نہیں لینے دیتا وہ یہی ہے کہ آخر میرے بابا جانی کا کیا قصور تھا؟ آخر کیوں ان کو بے وجہ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا؟ مگر اب یہ دکھ صرف میرا نہیں ہے بلکہ وطن عزیز میں موجود ہر دوسرے گھرانے کا ہی دکھ ہے کہ بے وجہ' بے سبب کسی کا باپ چھین لیا گیا' کسی کا بیٹا تو کسی کا بھائی یا پھر کسی کا شوہر......

کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ بابا کو آخری لمحات میں ہماری کتنی یاد آئی ہوگی؟ اور کبھی خیال آتا ہے کہ آخری لمحات میں بابا کیا سوچتے ہوں گے کہ میں کیسا باپ ہوں کہ ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند ہونے سے پہلے اپنے بچوں کو بھی نہیں دیکھ سکا...... یا شاید بابا سوچتے ہوں کہ اے کاش! مجھے موت میرے گھر میں آتی' وہ آخری لمحات پوری زندگانی سے زیادہ مشکل ہوتے ہیں پتا نہیں' بابا جانی نے کس طرح ان لمحات کو صدیوں کی مانند محسوس کیا ہوگا؟

میں اپنی ماں کو دیکھتی ہوں تو دنگ رہ جاتی ہوں کہ کس قدر بلند حوصلہ اور باہمت عورت ہے میری ماں یا شاید حالات نے میری ماں کو اس قدر مضبوط کردیا۔ مجھے وہ دن بھی اچھی طرح یاد ہے کہ جب امی نے بابا سے بوتیک کا کام کرنے کی اجازت طلب کی تھی مگر بابا جان مان ہی کے نہ دیئے تھے۔ ہر بار جب امی پوچھتیں تو کہتے کہ ''میں جو ہوں کمانے والا'' مگر امی بارہا بابا جانی کو بتاتیں کہ وہ صرف اپنا شوق پورا کرنا چاہتی ہیں' اپنی صلاحیتیں' اپنا ہنر آزمانا چاہتی ہیں مگر بابا نہ مانے۔

امی ذہنی طور پر ڈسٹرب رہنے لگیں' کئی دن تو بابا سے ناراض بھی رہیں پھر ایک دن بابا جانی نے امی کو خوب ستایا' ایسے جیسے نئی نئی شادی ہوئی ہو' نیا نویلا جوڑا ہو۔ حد تو یہ ہوئی کہ امی بھی نئی نویلی دلہن کی مانند شرما رہی تھیں پھر بابا ہم سب کو گھمانے لے گئے' اس دن پورا شہر ہم نے کھنگال ڈالا' وہ دن کتنا حسین تھا خوشیوں' محبتوں' مسکراہٹوں اور کھلکھلاہٹوں کے سنگ مگر وہ سب عارضی تھا اور ذرا سے وقت کے لیے تھا مگر یہ وقت تو جیسے ہماری زندگیوں میں ٹھہر سا گیا تھا۔

دن رات میں کون سا لمحہ ایسا نہیں ہوتا جب بابا جانی

شدتوں سے یاد نہ آتے ہوں مگر وہ تو اس جگہ چلے گئے تھے جہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں آیا البتہ ہر ایک کو وہاں جانا ہے میرا دل چاہتا ہے کہ کوئی معجزہ ہو اور میرے بابا جانی میرے سامنے ہوں۔

کتنے خوب صورت اور خوب سیرت تھے میرے بابا جانی' پانچ بچوں کے بابا ہونے کے باوجود بھی اتنے ہینڈسم تھے کہ لڑکیاں رک رک کر دیکھتی تھیں۔ میں کیسے بیان کروں کہ میرے بابا جانی کیا تھے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ میں بیان کر ہی نہیں سکتی مگر جو لوگ ایسے کسی بھی سانحے سے گزرے ہیں وہ بن کہے ہی سب سمجھتے ہیں مگر مجھے پھر بھی یہی لگتا ہے کہ اس دنیا میں سب سے بڑا غم میرا ہے۔ سب سے بڑا ظلم میرے ساتھ ہوا' میرے اختیار میں ہو تو میں ساری دنیا کے اسلحہ کو آگ لگادوں یہ چند روزہ زندگی تو محبتیں بانٹنے اور محبتیں سمیٹنے کے لیے ہے۔

ابھی کل ہی کی تو بات ہے کہ جب گھر میں میری پسند کی کوئی چیز نہیں پکتی تھی تو بابا کو پہلے سے معلوم ہوتا تھا۔ رات دکان سے آتے ہوئے میرے لیے کبھی کباب' کبھی لیگ پیس' کبھی چکن شامی' کبھی تکہ بوٹی' کبھی زنگر...... غرض کہ جب میری پسند کی کوئی چیز نہ پکتی تو بابا رات کو آتے ہوئے کچھ نہ کچھ ضرور لاتے تھے اور مجھے اتنا یقین ہوتا تھا کہ بابا میرے لیے کھانا لائیں گے کہ میں رات گیارہ' بارہ بجے تک انتظار کرتی تھی اور بابا خود گھر میں پکا کھانا کھاتے اور میں ان کا لایا ہوا بازار کا کھانا کھاتی۔ لیکن آج میرے بابا اس دنیا میں نہیں ہیں' اب مجھے ہر وہ چیز کھاتے ہوئے جو مجھے پسند نہیں تھی بابا بہت یاد آتے ہیں۔ اب پتا نہیں کیوں میں ہر چیز کھالیتی ہوں' وجہ تو مجھے خود بھی نہیں معلوم' بس اب تو لگتا ہے کہ زندگی کسی طرح گزر جائے کوئی احساس قریب سے بھی نہ گزرے مگر میری ماں دنیا کی ایک عظیم ماں ہے' وہ ہم پانچوں بہن بھائیوں کا دامن خوشیوں سے بھر دینا چاہتی ہے۔

[illegible]
آخری سالگرہ بابا نے بہت ا[illegible] کو گھمانے لے گئے' اتنا گھومے پھرے کہ ایک ہفتے تک پیروں میں درد رہا اور پھر بابا نے بڑے رومانوی انداز میں امی کو شادی کا گفٹ دیا تھا' گفٹ بھی بڑا انوکھا سا تھا۔ بہت سی رقم اور امی کی بوتیک کی اجازت...... بابا نے بڑی محبت سے امی کا ہاتھ تھام کر کہا تھا۔

''میں تمہیں اداس نہیں دیکھ سکتا۔ میں اپنی خوشی سے تمہیں اپنا شوق پورا کرنے کی اجازت دے رہا ہوں۔''

اس دن امی کتنا خوش تھیں شاید کوئی بھی اندازہ نہیں کرسکتا اور امی کو اتنا خوش دیکھ کر بابا کا تو سیروں خون بڑھ رہا تھا' وہ شام وہ رات ہماری زندگی کی آخری اس قدر حسین لمحوں سے مزین رات تھی اور کون جانتا تھا کہ آگے قدرت کو کیا منظور ہے؟

امی نے ایک کمرہ خالی کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ کمرہ شہر کی ایک بہترین بوتیک شاپ کی شکل اختیار کرگیا۔ یہ امی کا شوق بھی تھا اور کچھ قدرت نے صلاحیتوں سے نوازا تھا' مہینوں نہیں دنوں میں امی کی بوتیک کا شمار شہر کی بہترین اور نامور بوتیکس میں ہونے لگا اور میری ماں نے اپنے وعدے کے مطابق بابا کو اور ہم سب کو پہلے سے بھی بڑھ کر توجہ دی۔ یہ بوتیک کا تجربہ ہم سب کے لیے بالکل نیا تھا' ہم نے بہت کچھ دیکھا اور سیکھا روزانہ رات کو بیٹھ کر امی بابا کو سارے ڈیزائن دکھاتیں اور خوب باتیں کرتیں بلکہ اب تو بابا بھی بڑھ چڑھ کر مشورے دینے لگے۔ میں نے اپنے والدین سے یہ ہنر سیکھا کہ خود سے وابستہ ہر رشتے کو خوش رکھو' بابا نے امی کی خاطر سارے خاندان کی باتیں سنیں مگر مجال ہے کبھی امی کو باتوں باتوں میں بھی احساس دلایا ہو کہ ان کی وجہ سے یہ سب سننا پڑتا ہے۔

بس وہ دن بھی ایک عام سا دن تھا جب ایک انجانے نمبر سے کال آئی۔ ہم سب شام کی چائے پی کر بیٹھے ہی

تھے امی کال ریسیو کرتے ہی حواس باختہ نظر آنے لگیں میں نے امی کو پکڑ کر بٹھایا اور پانی پلایا اور پھر پوچھا کیا ہوا ہے؟ تو امی نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بس یہی بتایا۔

''تمہارے بابا دہشت گردی کا نشانہ بن گئے۔ پتا نہیں کہاں کہاں گولیاں لگی ہیں۔'' اور انہوں نے رونا شروع کردیا اور چند لمحے میں وہ ہوش وحواس سے بے گانہ ہوچکی تھیں۔

میری امی بابا کی محبت بڑی مثالی تھی' اس وقت میری کیا کیفیت تھی میں بیان نہیں کرسکتی اگر کوشش کروں بھی تو شاید ناکام ہی رہوں۔ وہ وقت اگرچہ زندگی کا سب سے کٹھن وقت تھا مگر وہ جذبات سے نہیں حواس سے کام لینے کا وقت تھا اور میں نے سب سے پہلے اپنے دادا ابو اور چچاؤں کو اطلاع دی اور پھر اپنے ماموؤں کو ابھی میں نے فون بند کرکے رکھا بھی نہیں تھا کہ تایا ابو آگئے۔ ان کی آنکھیں نم تھیں مگر اس وقت تو وہ ہمت واستقامت کے پہاڑ بنے ہوئے تھے۔ ادھر امی کو بے ہوش ہوئے کافی ٹائم ہوچکا تھا' تایا ابو نے مجھ سے سب سے پہلے وہ نمبر لیا جس نمبر سے کال آئی تھی پھر رضا بھائی کو کال کرکے بلایا جو اسی سال اپنی پڑھائی مکمل کرکے ڈاکٹری کی سیٹ سنبھال چکے تھے۔

تایا ابو تو چلے گئے تھے' رضا بھائی بھی اس دن گویا ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوکر پہنچے تھے۔ امی کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا' انہوں نے فوری ٹریٹ منٹ دی' امی کو تقریباً آدھے پونے گھنٹے کے بعد ہوش آیا تھا۔ ہوش میں آتے ہی امی نے سب سے پہلے بابا کا ہی پوچھا تھا۔ امی کے اصرار پر رضا بھائی نے تایا ابو کو فون کیا اور فون کان سے لگائے لگائے وہ کمرے سے باہر چلے گئے تھے۔ ہم پانچوں اگرچہ اس وقت امی کے پاس تھے مگر ایک حرف تسلی بھی ایک دوسرے کو نہ دے سکتے تھے۔ عبدالہادی اور عدی تو ابھی چھوٹے ہی تھے' ایہا آٹھویں میں تھی اور مہک میٹرک کررہی تھی اور میں ایف اے کی اسٹوڈنٹ تھی۔

بہرحال اس وقت خاموشی بھی جیسے سائیں سائیں کررہی تھی' تھوڑی دیر بعد رضا بھائی اندر آئے تو جانے کیوں میرا دل بہت زور سے دھڑکا تھا اگرچہ انہوں نے خود کو نارمل رکھنے کی بھرپور کوشش کی تھی مگر ضبط کی انتہا کو چھوتی ان کی آنکھیں لال انگارہ ہورہی تھیں' ان کا سرخ وسفید رنگ زرد ہورہا تھا۔ ایک انہونی کے احساس سے میرا دل یک دم سمٹا تھا' اس لمحے جیسے میرا دل میرے کانوں میں دھڑک رہا تھا۔ میں چاہ کر بھی رضا بھائی سے کچھ نہ پوچھ سکی' امی نے کپکپاتے لبوں سے پوچھا تو انہوں نے مختصراً یہی کہا۔

''چچی...... چاچو گھر آرہے ہیں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔'' جس انداز سے کہہ کر رضا بھائی کمرے سے نکل گئے تھے' لمحے کے ہزارویں حصے میں میرا دل سکڑا اور پھیلا تھا اور میرا وجود مٹی کے ڈھیر کی مانند دیوار کے سہارے دھیرے دھیرے زمین بوس ہورہا تھا۔ جو حالات بتارہے تھے میں اس پر یقین کرنا نہیں چاہتی تھی مگر جو حقیقت میں وقوع پذیر ہوچکا تھا وہ واپس نہیں لوٹایا جاسکتا تھا اور تھوڑی دیر بعد تایا ابو' دادا ابو' دونوں چاچو اور سارے ماموؤں کے ساتھ میرے بابا گھر آگئے مگر...... میرے بابا اپنے قدموں پر نہیں ان کے کندھوں پر آئے تھے۔

ایک قیامت تھی جو اس لمحے برپا ہوئی تھی۔ کیسے ہم لوگ خود کو یقین دلاتے کہ صبح ہنستے مسکراتے' صحت مند اپنے قدموں پر چل کر گھر سے جانے والے ہمارے بابا اب کیونکر اور کس جرم کی پاداش میں دوسروں کے کندھوں پر سوار ہوکر آئے ہیں۔

جب اللہ رب العزت نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ذمہ روح قبض کرنے کا کام لگایا تو انہوں نے عرض کیا تھا کہ ''یا اللہ! اس طرح تو آپ کی سب مخلوق مجھ سے نفرت کرے گی' مجھے برا بھلا کہے گی اور موت کا ذمہ مجھے ٹھہرائے گی۔'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ''نہیں' آپ کو کوئی کچھ نہیں کہے گا کیونکہ ہم ہر کسی کی موت کا کوئی نہ کوئی سبب بنادیں گے۔ کوئی بیمار ہوگا تو موت کا سبب بیماری ہوگی' کوئی مسافر ہوگا تو موت کا

سبب کوئی حادثہ ہوگا۔''

سوچتی ہوں کہ کتنا درست سوال کیا تھا حضرت عزرائیل علیہ السلام نے اگر بابا جانی بیمار ہوتے یا جہاز کریش ہوجاتا یا کشتی پانی میں ڈوب جاتی تو شاید دل کو سکون آجاتا مگر یہاں تو ان کو بے سبب گولیوں سے بھون دیا گیا تھا' چھلنی کردیا گیا تھا ان کا وجود......

جب پہلی کال آئی تھی تو وہ ہسپتال سے تھی اور ان کا کہنا تھا کہ بازو میں ایک دو گولیاں لگی ہیں مگر یہ تو وہاں جاکر پتا چلا کہ ظالموں نے وجود کا کوئی حصہ نہیں چھوڑا بغیر کسی وجہ کے...... کوئی بتائے کہ صبر آئے تو کیسے آئے؟

کئی دن تک تو امی کو ہوش نہیں آیا' ہم بہن بھائیوں پر عجیب دہشت وخوف طاری رہا مگر وقت سب سے بڑا مرہم ہے اگرچہ زخم بھر جاتے ہیں مگر نشان چھوڑ جاتے ہیں۔ ہر بدلتے موسم میں زخم ہر نئے سرے سے دکھتا ہے' یہی حال ہمارے غم کا ہے۔ میری ماں صبر واستقلال کا پیکر ہے' شروع میں اپنوں نے ہی بڑے گہرے گہرے زخم لگائے مگر ہر زخم سے بڑا زخم بھر ہی جاتا ہے' ہم چپ کرکے سہہ جاتے۔ بابا کا کاروبار تو اپنے ابو اور بھائیوں کے ساتھ تھا وہاں سے بھی آئے دن یہ پیغام آنے لگے کہ کاروبار کے حالات ٹھیک نہیں' آئے دن گھاٹے کا پیغام۔ بہت جلد ہم سب بہن بھائی شعور کی منزلیں طے کرگئے تھے۔

❁......❁......❁

پہلے سب کو اعتراض تھا کہ امی نے بوتیک کیوں بنایا پھر ابو کے بعد سب کا اصرار تھا کہ اب گھر میں بیٹھ جاؤ' اگرچہ میری ماں کی بہت کم عمری میں شادی ہوئی تھی مگر دنیا کے داؤ پیچ وہ سمجھنے لگی تھی۔ پھر ایک دن دادا ابو' تایا اور دونوں چاچو امی کے پاس آئے' کافی دیر بیٹھ کر گئے' ان کی آمد کا مختصر مقصد یہ تھا کہ زید اب دنیا میں نہیں رہا۔ اس کا دکان میں کاروبار میں حصہ تھا مگر کیونکہ اس کی جگہ اب کوئی کام نہیں کررہا لہٰذا اس کا شیئر بہت کم ہوچکا ہے۔ عدی اور ہادی کو دکان پر بھیجا جائے' امی نے فی الحال چپ سادھ لی۔ ابھی ہادی آٹھویں جماعت میں تھا' امی ابھی سے اس پر اس قدر بوجھ لادنا نہیں چاہتی تھیں اور امی ان سب لی چالیں سمجھ رہی تھیں کہ ان کی نظر بوتیک پر ہے کہ جب یہاں سے امی کمارہی ہیں تو وہاں سے حصہ کیوں دیں مگر میرے بی اے کرتے ہی امی کو میری شادی کی فکر لاحق ہوگئی۔ وہ جلد از جلد میری شادی کردینا چاہتی تھیں' انہوں نے رشتوں کی جیسے چھان پھٹک شروع کی ویسے ہی تایا ابو رضا بھائی کے لیے دست دراز ہوگئے اور اس وقت امی صرف یہ سن کر خاموش ہوگئیں کہ تایا ابو صرف بابا جانی کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے سوال کررہے ہیں جس وقت تایا ابو اسپتال پہنچے تو بابا اس وقت آخری سانسیں لے رہے تھے۔ بس تایا ابو کو دیکھ کر بابا اتنا بولے۔

''بھائی...... میری ایمل کو اپنی بیٹی بنا کے رکھنا' میں نے ہمیشہ رضا کو اپنا بیٹا سمجھا ہے۔'' پہلے تو امی کافی دن خاموش رہیں پھر ماموں کے پاس گئیں تو ماموں نے اس بات کی تصدیق کردی تو امی نے بلا حیل وحجت ہاں کردی۔

❁......❁......❁

اب میری منگنی کو چار ماہ ہوگئے ہیں' ہم بھی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھے اور لڑکے والے بھی مگر امی مجھے گھر میں فارغ اس لیے نہیں بیٹھنے دینا چاہتیں کہ فارغ دماغ شیطان کا گھر ہوتا ہے اس لیے انہوں نے مجھے بی ایڈ کرنے کو کہا۔

❁......❁......❁

کچھ غم ایسے ہوتے ہیں جو سالوں بعد بھی تازہ رہتے ہیں حالانکہ اب تو بابا کو اس دنیا سے گئے کئی سال ہوگئے ہیں مگر آج جب میری شادی کی تاریخ مقرر ہوئی تو پتا نہیں کیوں مجھے لگا کہ دنیا کی سب سے زیادہ بے بس اور مجبور اور ترسی ہوئی لڑکی میں ہوں۔ اس شدت سے آج بابا یاد آئے کہ امی پر بھی بھید کھل ہی گیا کہ ان کی سسکیوں کی امین میں ہوں۔ میری منگنی طے ہوتے ہی یہ فیصلہ طے پایا تھا کہ بابا کا حصہ رضا کے نام منتقل کردیا جائے تاکہ ایمل کی زندگی محفوظ ہوجائے مگر کوئی میرے دل سے پوچھتا کیا

میرے باقی بہن بھائیوں کو تحفظ نہیں چاہیے تھا؟ مگر امی نے مجھے سمجھایا کہ اللہ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے‘ مصلحت ہے چلو اس بہانے مجھے ایک بیٹی کے تحفظ کا تو یقین رہے گا‘ باقیوں کے وسیلے بھی اللہ خود بنادے گا اور بوتیک کا کام تو ویسے بھی بابا کی زندگی میں ہی خوب ٹھیک ٹھاک چل پڑا تھا۔

❁......❁......❁

میری شادی کی تاریخ طے ہونے پر جہاں امی بہت خوش تھیں وہیں اندر ہی اندر بہت اداس بھی تھیں مگر ایک رات جب سب چھوٹے بہن بھائی سوگئے تو امی نے مجھے اپنے پاس بلا کر بہت پیار کیا اور مجھے گلے لگا کر بہت روئیں‘ بس اتنا کہا۔

”بیٹا...... سب سے زیادہ اس دنیا میں بے وفا زندگی ہے‘ مجھے اپنی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ آپ کو اتنی جلدی اس بندھن میں باندھنے کی وجہ یہی ہے کہ اپنے بہن بھائیوں کو اپنے پروں میں سمیٹ لینا۔“ جس دن میری رخصتی تھی‘ اس دن میری ماں کی خوشی دیدنی تھی۔ نم آنکھوں کے ساتھ بار بار وہ میری بلائیں لے رہی تھی۔

آج میں ایک اچھی پُرآسائش زندگی بسر کررہی ہوں۔ رضا اتنے اچھے ہیں کہ الفاظ میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں‘ سوچتی ہوں کہ اللہ نے والدین کو کیسی دوراندیش سوچ سے نوازا ہوتا ہے۔ اپنی وفات کے آخری سال بابا نے خوشی سے امی کو بوتیک کی اجازت دی اور ایک سال میں ہی اس بوتیک کا ڈنکا بجنے لگا اور آخری لمحات میں اپنی بیٹی کے مستقبل کا بھی بندوبست کر گئے اور آج بابا کے آبائی کاروبار سے زیادہ امی کا بوتیک کماتا ہے۔ امی نے اپنے ساتھ اس کام میں مہک اور ایہا کو لگایا ہے‘ ابھی بھی رات کو کسی پہر آنکھ کھلتی ہے تو لاشعور کے کسی خانے میں صدائیں گونج اٹھتی ہیں کہ آخر میرے بابا کا کیا قصور تھا؟ اگر آج بابا زندہ ہوتے تو وہ میرے میکے آنے کے منتظر ہوتے؟ اگر بابا زندہ ہوتے تو امی کی بوتیک ان کی ضرورت اور مجبوری نہ بنتی پھر سوچتی ہوں کہ یہ بھی قدرت کے عجیب فیصلے ہیں کہ میری ماں کو دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے محفوظ و مامون بنایا اگر بابا کی زندگی میں ہی امی کو یہ شوق نہ ہوتا اور وہ یہ قدم نہ اٹھاتیں تو آج ہمارا معاشرے میں کیا مقام ہوتا؟ جو قریبی رشتہ بابا کے انتقال کے بعد امی پر طرح طرح کی باتیں بناتے تھے‘ آج وہی رشتہ دار امی کو رشک بھری نظروں سے دیکھتے کیونکہ اس سال امی کی بوتیک کو ملک کی سب سے بہترین بوتیک کا حکومت کی طرف سے ایوارڈ ملا ہے۔

اگرچہ یہ احساس ہر کروٹ پر بے چین کردیتا ہے کہ ہم سے ہماری پدرانہ شفقت چھین لی گئی مگر رب العالمین کی محبت پر نہال ہونے کو جی چاہتا ہے کہ اس نے اپنے سوا کبھی کسی کا محتاج نہیں کیا۔ بابا نے تو جانا تھا مگر اللہ نے ہمیں کسی بھی لحاظ سے تنہا نہیں چھوڑا تھا۔ آج جو میری سسرال میں عزت ہے اور میری بہنوں کے شہر کے اعلیٰ نامور گھرانوں سے رشتے آرہے ہیں تو اس کی وجہ محض رب کا فیصلہ ہے جو اس نے ہمارے حق میں ایک نعمت لے کر کئی نعمتیں دے کر کیا ہے‘ یہ بات مجھے بہت سال بعد سمجھ آئی ہے۔

کیا میں نے سالوں بعد ہی سہی ٹھیک سمجھا کہ ”ہیں یہ فیصلے قدرت کے“ کہ کبھی وہ لے کے آزماتا ہے اور کبھی دے کے اور مجھے اس دن نے دونوں طرح آزمایا تو دونوں طرح نوازا بھی۔ ہے ناں عجیب اس کے فیصلے؟ کسی کے شوق کو نہ صرف اس کا وسیلہ بنادیا بلکہ اس کی عزت وآبرو اور تحفظ اور بقاء کا بھی سامان کردیا۔

کیا ہم نے کبھی سوچا کہ ہمارا شوق ہمیں کہاں لے جائے گا؟ یا شوق و جذبات ہمارے اندر کیوں جنم لیتے ہیں؟

❁

بنامِ دسمبر

اقرا حفیظ

گزر جاتا ہے یوں تو سارا سال مگر
سنو! نہیں کٹتا مگر تنہا دسمبر

حدت کا زور ٹوٹا تو جاڑے نے آہیں بھریں‘ اکتوبر‘ نومبر اور پھر دسمبر...... جب سردی شدت اختیار کرگئی اور موسم سرما کی پہچان ”ماہ دسمبر“ نے شمسی سال 2017ء کی آغوش میں قدم رکھا پھر یک لخت نگاہیں گزشتہ مہینوں کی جانب متوجہ ہوئیں جو مصبوطی کے ساتھ فضاؤں میں اپنے پَر پھیلا کر اڑ چکے تھے اور یوں زیست کا یہ قافلہ سال کی اختتامی منازل کو طے کرتا سال نو کی دہلیز پر دستک دینے لگا تھا۔

ماہ دسمبر سال کا وہ مہینہ ہے جو فطرت کے ڈھیر سارے خصائص اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ موسم کی خنکی‘ جذبات و احساسات کی یکسوئیت‘ پکوانوں کی چاشنی اور لطافت‘ رُت کی حقیقی زندگی میں مداخلت‘ سابقہ مہینوں کی شیریں و تلخ یادیں‘ شاعری کا موضوع‘ کسی سے بچھڑنے کا احساس۔ موجودہ برس کو ہمیشہ کے لیے الوداع کہنا‘ نئے سال سے متعلق بندھنے والی امیدیں‘ کچھ کھونے کا افسوس‘ کچھ پانے کی جستجو اور بعض اوقات کچھ دل سوز واقعات ایک ایسا احساس دسمبر ہیں جو کبھی شادمانی کا سماں برپا کرتا ہے تو کبھی آنکھوں کی نگری کے سرمگیں سحاب برسانے میں پیش پیش ہے۔ باوجود اس کے دسمبر سال کا وہ بارہواں حصہ ہے جو باقی مہینوں سے قدرے منفرد ہے اور اسی انفرادیت کی بدولت ماہِ دسمبر بہت سے لوگوں کی پسند بھی ہے تو بہت سوں کی ناپسند بھی۔ چلئے چلتے ہیں اس کی انفرادیت پر ہلکا پھلکا مباحثہ کرنے۔

دسمبر میں سردی کی شدت عروج پر ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اس کی آمد کا احساس ہوتا ہے۔ لہو کو جما دینے والی یخ بستہ اور زمستانی ہوائیں اکثر ہمارے جذبات کو بھی قلفی کی مانند جما دیتی ہیں اور حقیقت میں اسی موسم میں سورج کی کڑکڑاتی دھوپ ساون میں رم جھم کی طرح محبوب ہوتی ہے۔

اس مہینے کے آتے ہی موسم سرما کی مناسبت سے پکوانوں کی تیاریاں ہوتی ہیں تو وہیں دسمبر کی ٹھٹھرتی شاموں میں گرما گرم سموسوں‘ پکوڑوں‘ جلیبیوں اور دیگر سوغاتوں کی خوشبو فضا کو مہکا دیتی ہے۔ راتوں کو آگ سلگا کر اس کے گرد بیٹھنا‘ خشک میوہ جات کے مختلف ذائقے محسوس کرنا اور اہل خانہ سے مستی و مذاق نہایت ہی دل افروز احساس ہوتا ہے۔

سال کے باقی گیارہ مہینے جب ماضی بن جاتے ہیں تو یہ دسمبر محتسب بن کر ان کی یاد میں پل پل ہمیں احتساب کے کٹہروں میں لاکھڑا کرتا ہے کبھی موجودہ باب میں ہونے والی ناکامیوں سے آئندہ کے لیے ایک نیا سبق یافتہ عزم پختہ ہوتا ہے اور حاصل ہونے والی کامیابیاں دل کی شادگی کے معاً حوصلہ افزائی کا خیمہ نصب کیے جاتی ہیں۔ کبھی بسر کردہ اوقات پر آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں ہوتا ہے تو کبھی پنکھڑی ایک گلاب کی سے ہونٹ بے ساختہ تبسم زدہ ہوجاتے ہیں۔

ماہ دسمبر کی شامیں دلگیریت اور فرحت کا حسین امتزاج ہوتی ہیں‘ جب ڈھلتے آفتاب کی کرنیں ایک اجنبی سی غمناک کیفیت طاری کرتی ہیں اور ان کے ملگجے میں دل کے گوشوں سے امنگوں کے جگنو طائرانہ پرواز کی راہیں طلب کرتے ہیں۔ ان شاموں میں ٹیرس میں پڑی کرسی پہ دراز ہوکر ڈوبتے سورج کا منظر آنکھوں میں مقید کرتے ہوئے ہاتھوں میں چائے کا مگ تھامے چند لمحوں بعد گھونٹ لینا ایک ناقابلِ تسخیر تجربہ ہے۔ یہ لمحات کچھ ایسے ہوتے ہیں جیسے کائنات پس و پیش تھم سی گئی ہو‘ ہواؤں میں اڑانیں بھرتے طیور بادلوں کی طرح مسخر ہوچلے ہوں لیکن تپش و نور بھرا خورشید ساکت میخوں یعنی پہاڑوں کے دامن کی کشش سے ان میں گھرتا چلا جائے۔ یہ بہت دلکش نظارہ ہوتا ہے لیکن میں یہ بھی نہیں بھولوں گی کہ جس قدر یہ شامیں دل کو مانوس کرتی ہیں شاذ و نادر یہ اسی قدر

جانگسل اور غمگین بھی ہوتی ہیں۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ دسمبر کی آمد سے شاعر کے الفاظ کو بھی جلا ملتی ہے، قلم انواع و اقسام کے جذبے قرطاس پر بکھیرتا ہے اور شاعر اپنے من کے بار نازک صفحوں پر اتارتا ہے کبھی جذبوں کو برستے ابر میں بھگو کر الفاظ کا روپ دے کر کاغذ نم کردیتا ہے تو کبھی دھوپ کی ملائمت سے دل کی حسین نگری کے باغات سمیٹ کر قلم کی روشنائی میں بھر دیتا ہے۔ مختصر دنوں اور طویل راتوں کے یہ 31 ایام شاعر کے احساسات پر کس طرح حاوی ہوتے ہیں اس کی چند مثالیں ذیل میں پیش کرتی ہوں۔

ایک شاعر دسمبر کو ماہِ حزن جانتا ہے اور پھر خود کو اس قیاس سے بے اثر ظاہر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

مجھے فرق نہیں پڑتا دسمبر تیرے آنے سے
خوش رہنا میری فطرت ہے مجھے موسم سے کیا مطلب؟

لیکن ایک اور شاعر (پہلے شاعر کے مطابق ماہ حزن کو) غمگسار بتاتا ہے۔

رات بھی، چاند بھی، دسمبر بھی
مل گئے کتنے غمگسار مجھے

ان شاعروں کو تو بہانہ چاہیے اپنے خیالات کی ناؤ کاغذ کے سمندر میں بہانے کا اسی لیے ایک اور شاعر دل میں بسی محبت کو یوں بیان کرتا ہے۔

دسمبر تیرے آنے سے
دسمبر تیرے جانے سے
بدلتا اب نہیں کچھ بھی
وہ سارے موسموں کے ساتھ
میرے دل میں بستا ہے

ان شعراء کے تفکر بھرے اشعار نے میرے اندر کی شاعرہ کو جاگر کیا تو اس شاعرہ (مابدولت) نے بھی کچھ ایسا ہی کلام تخلیق کیا۔

کبھی مجھ کو ہنساتا ہے کبھی مجھ کو رلاتا ہے
کبھی مرہم رکھے دل پر کبھی وہ دل دکھاتا ہے
کبھی اظہار کرتا ہے کبھی آنکھیں چراتا ہے
کبھی ملنے کو آ جائے کبھی میلے بناتا ہے
کبھی انصاف کرتا ہے کبھی وہ ظلم ڈھاتا ہے
بیاں کیسے کروں اس کو؟
میں سمجھی ہی نہیں اس کو
کہ سایہ ہے وہ بادل کا
کہ چندا ہے یا تارا ہے
نہیں سمجھی سبب اس کی
طبیعت کہ جس میں ایک
ذرے کی مانند بھی
ہے ثبات نہیں
بالکل دسمبر کی طرح

دسمبر میں رونما ہونے والے کچھ حقائق ایسے بھی ہیں کہ جن کی یاد ہمیں دل گرفتہ کردیتی ہیں۔ دل میں کسک اٹھتی ہے جب ایسے من افگار واقعات کا گوشوارہ سوچ کی گلیوں میں گشت کرتا ہے جو دسمبر میں واقع ہوئے تھے۔ 46 سال پہلے 16 دسمبر 1971ء کو ایک سنسنی خیز لڑائی کے بعد ارض پاک کا مشرقی بازو جدا ہو کر بنگلہ دیش بنا۔ یہ سانحہ بھی ناقابل فراموش ہے جس نے بہت سی زندگیوں اور ملک کی بنیادوں کو لرزانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ اسی تاریخ کو سن 2014ء میں ہونے والا دنیا کی تاریخ کا سیاہ ترین واقعہ آرمی پبلک اسکول میں واقع ہوا جس میں پاکستان کے مستقبل کے عظیم معمار وحشی درندوں کا نشانہ بنے (ہمیں یقین ہے کہ ان کا خون رائیگاں نہیں جائے گا ان شاءاللہ) پھر اس تکلیف دہ واقعہ کے زخم ابھی تازہ تھے کہ اگلے دسمبر اس وطن کی نوجوان نسل کو باچا خان یونیورسٹی میں ہدف بنایا گیا (ہمارے شہدا ہمارا فخر ہیں)۔

27 دسمبر 2007ء میں لیاقت باغ میں ہونے والے دھماکے نے بھی دسمبر کی تاریخ میں دور رس اثرات چھوڑے۔ پچھلے سال 7 دسمبر کو پیش آنے والے فضائی حادثہ بھی دسمبر کی تاریخ کو فگار کرتا گیا۔

یہ تو بڑے اور نمایاں واقعات ہیں اس کے علاوہ بھی سال کے الوداعی حصے نے مختلف لوگوں میں درد اور آنسو

بکھیرے ہیں اور شاید بلکہ یقیناً انہی مغموم سانحات کا اثر لیتے ہوئے ایک شاعر کہتا ہے کہ......

اجڑے ہوئے لوگوں کو اجاڑے ہے دسمبر
اس ماہ ستمگر کو حیا کیوں نہیں آتی

ایک اور شاعر دور حاضر پر لوگوں کی بے حسی کا ملکہ کوہسار میں دسمبر کا سا نقشہ کھینچتا ہے۔

احساس کے جھونکے ٹھنڈے ہیں
اک برف ہے ان کے سینوں میں
اس شہر کے بسنے والوں میں
ہر شخص دسمبر لگتا ہے

''دسمبر کتنا بُرا مہینہ ہے'' جو شاعر نہ ہو وہ اپنی دلبرداشتگی کا اظہار کچھ ایسے ہی سادہ الفاظ میں کرتا ہے کوئی جو بھی کہے لیکن میں کہتی ہوں......

سنو دسمبر!
میرے من کی حسین یادیں
تمہی سے وابستہ ہیں
کہیں سے پختہ
تو کہیں خستہ ہیں
پر پھر بھی تم
میرے خوابوں کی بستی کو سجاتے ہو
مجھے حقیقت کا آئینہ بھی دکھاتے ہو
اسی لیے شکریہ دسمبر!

حقیقت تو یہ ہے کہ سال کے بارہ مہینے ہی اگر عافیت سے بیت جائیں تو بہت پیارے لگتے ہیں۔ ہم دسمبر کو نحوست سے بھرپور کہنے سے قبل اتنا تو سوچ لیں کہ اس وطن کے بانی عظیم راہبر اسی مہینے میں پیدا ہوئے تھے۔ بات یہ نہیں کہ دسمبر دھرتی پر مصائب اپنے ساتھ لاتا ہے بس کبھی کبھار ''دال سے دسمبر اور دال سے دلگیر'' کی سرحدیں آپس میں مل جاتی ہیں۔ یوں تو سب مہینے اپنے اندر بہت سی خصوصیات سمائے ہوئے ہیں لیکن ماہ دسمبر اختتامی مہینہ ہونے کے باعث کئی زائد خواص کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

رب کائنات سے دعا ہے کہ اس ماہ دسمبر کوئی ایسا افسوسناک واقعہ پیش نہ آئے کہ سانحات کی فہرست میں ذرہ برابر بھی طوالت آئے اور اللہ تعالیٰ آنے والے سال 2018ء کو ہمارے لیے امنگوں سے بھرپور خیر و عافیت والا بنائے آمین ثم آمین۔

ستاروں سے چمکتے گیسو
دل کی موج پر بجتے ہیں
جب شانوں پر بکھرتے ہیں
اور آنکھوں میں سلگتے ہیں
مانند ان گھٹاؤں کی
جو من کی بستی میں گھر کر
زوروں سے برستی ہیں
آکاش کی بلندی کو
مس کرتا یہ چاند سا چہرہ
ابریشم سے من کا ساتھی
لب پر گیت سجاتا ہے
اس کی یادوں کی کلیاں
یہ دل خوب کھلاتا ہے
جب موسم میں خنکی آئے
اور نس نس میں خون جمائے
بے بس دل میں ہوک اٹھے
کیسے وہ ان کو بتلائے؟
کہ آ جاؤ میرے من کے مہماں
یادوں کی شمع بجھ جائے
اشکوں کی نیساں رکے
یادوں کا طوفان رکے
کیسے کہہ دوں کہ تم آؤ
دسمبر لوٹ آیا ہے
اب نہ مجھ کو تڑپاؤ کہ
دسمبر لوٹ آیا ہے

(از خود)

ہومیو کارنر

طلعت نظامی

مرض کے اسباب

Disease کی تعریف:۔ یہ لفظ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ 'Dis' Dis صحت کے حالت کی نفی کرتا ہے اور Ease کے معنی اطمینان یا سکون کے لیے جاتے ہیں یعنی بے سکونی اور بے اطمینانی بابائے ہومیوپیتھی ڈاکٹر ہنیمن کے مطابق جب قوت حیات کو کمزور کرنے والے عناصر نہ ہوں اور قوت حیات کا جسم پر پورا کنٹرول ہو تو ایسی حالت کو صحت کہتے ہیں۔ صحت کی حالت میں انسان کا دل غیر محسوس طریقے سے دھڑکتا ہے' سانس کی آمدورفت بغیر رکاوٹ کے جاری رہتی ہے' خوراک' کھانا سب نارمل طریقے پر ہوتا ہے اور ایسے بھی کوئی تکلیف واقع نہیں ہوتی لیکن جب دل کی دھڑکن کا احساس ہونے لگے یا سانس میں تیزی یا گھٹن کا احساس ہو یا کھانا کھانے کے بعد کوئی غیر معمولی علامت سامنے آئے' جب غیر ارادی عضلات اور نظاموں میں ابتری پیدا ہو جانے کی وجہ سے علامات سے ان کا اظہار ہونے لگے تو ایسی حالت کو صحت کی خرابی کہتے ہیں۔

اسباب مرض (Etilogy)

ایٹیالوجی سے مراد اسباب مرض کا علم ہے' اسباب مرض سے مراد وہ حالت جس کی وجہ سے جسم انسانی کی قدرتی افعال میں خرابی پیدا ہوجائے اور انسان مختلف تکالیف میں مبتلا ہوجائے جسے ہم مریض کہتے ہیں۔

اقسام:۔ جدید طبی نقطہ نظر میں بیماری کی دو بڑے اسباب ہیں۔

1۔ داخلی اسباب (EndoGonousCauses)

2۔ خارجی اسباب (ExogenousCauses)

1۔ داخلی اسباب یا اندرونی اسباب

مرض کے اندرونی اسباب سے مراد وہ اسباب مرض ہیں جو کہ انسانی جسم کے اندر موجود ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

غذائیت کی کمی

پانی (Water) اگر غذا میں پانی کا عنصر کم ہو تو قبض اور نظام ہضم کی خرابی کی شکایت رہتی ہے اور پانی جسم سے فضلات خارج کرتا ہے۔

نشاستہ (Carbohydrats)

نشاستہ سے 85% توانائی حاصل کی جاتی ہے اس غذائی عنصر کی کمی سے جسمانی خلیات کو صحیح طور پر توانائی کی مقدار نہیں ملتی جس کی بنا پر ایسا فرد کوئی کام صحیح طور پر نہیں کرسکتا اور کمزوری کا شکار رہتا ہے۔

لحمیات (Protein)

لحمیات کی کمی سے عضویاتی اور جسمانی ساخت متاثر ہوتی ہے اور جسم میں موجود اعضاء لحمیات کی کمی کی بناء پر کیمیائی عوامل اور Enzymes کی کمی کا شکار ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے اعضاء کے افعال میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے۔

چکنائی (Lipids)

اس کی کمی سے جوڑوں کی شکایت' قبض اور پھیپھڑوں کی تپ دق کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور چکنائی کے زیادہ استعمال سے شریان موٹی ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے بلڈ پریشر بھی ہوجاتا ہے اور جسم بہت زیادہ موٹا ہوجاتا ہے۔

حیاتین (Vitamins)

حیاتین کی کمی سے اعصابی امراض جیسے (Beri Beri) بیری بیری اور خون کی کمی (Anemia) پیدا ہوجاتے ہیں۔

نمکیات (Minerals)

نمکیات کی کمی سے جسم (Dehydration) یعنی پانی کی کمی کا شکار ہوجاتا ہے جس کی بنا پر خون کے دباؤ کا کم ہونا بھی لو بلڈ پریشر' بھوک کا ختم ہوجانا' چکر' قبض' پیشاب کی مقدار میں کمی Oligurea اور پیشاب میں جلد کی شکایت پیدا ہوجاتی ہے۔

دفاعی نظام کی خرابی

انسانی جسم میں دوسرے جانداروں کی مانند ایک نظام بیرونی جراثیموں اور نقصان پہنچانے والے عوامل سے محفوظ رکھنے کا ہے۔ یہ نظام خون کے سفید جسیموں WBS اینٹی باڈیز پر مشتمل ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس نظام میں کچھ اس طرح خرابیاں واقع ہوتی ہیں جن کے محرکات پیدائشی یا بیرونی بدن ہوسکتے ہیں جسے بلڈ کینسر (Leukemia) وغیرہ۔

دوران خون کی خرابی

اس سے مراد نظام قلب اور شریانوں کی بیماریاں ہیں یعنی دل کے فعل میں خرابی (Heart Failure) گردوں کے خون صاف کرنے کے عمل میں کمی بیشی یعنی (Filttration) وغیرہ۔

ان تمام امراض کا خارجی عوامل سے تعلق ضرور ہے لیکن انہیں بہرحال بیماریوں کے اندرونی اسباب میں شمار کیا جاتا ہے۔

عمر (Age)

کسی مرض کی تشخیص میں عمر کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے' عمر کے مخصوص حصوں میں افراد کو کچھ غیر معمولی چیزوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مثلاً عورتوں کو 45 یا 50 سال کی عمر کے بعد حیض Menses نہیں آتے' ایسا کسی بیماری کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ عمر کے اس حصے میں

حیض کا بند ہونا ایک فطری عمل ہے۔

تپ دق Tuberculo Sis کسی بھی عمر کے افراد کو ہوسکتا ہے لیکن ایک نوجوان آدمی جس کو کھانسی اور کھانسی کے بعد بلغم میں خون آنے کی شکایت ہو تو اس مرض میں مبتلا ہوسکتا ہے کیونکہ اس نوجوان کو پھیپھڑوں کے سرطان کا شکار نہیں سمجھا جاسکتا کیونکہ یہ مرض عام طور پر 60 سے 65 سال کی عمر کے بعد لاحق ہوتا ہے۔

نمونیا زیادہ تر نوزائیدہ بچوں کو لاحق ہوتا ہے۔

جنس (Sex)

بعض بیماریوں کا تعلق جنس سے ہوتا ہے یعنی امراض عورتوں اور بعض مردوں میں پائے جاتے ہیں اس کی بنیادی وجہ سیکس کروموسومز کا کسی وجہ سے متاثر ہونا ہوتا ہے۔ سیکس کروموسومز کو X اور Y کی علامتوں سے ظاہر کیا جاتا ہے' نر سیکس کروموسومز X-Y اور مادہ X-X ہوتے ہیں۔ مرد کے X کروموسومز کسی خرابی کا شکار ہوں تو ممکن ہے کہ ایسے مرد کی پیدا ہونے والی بیٹی کسی مرض کا شکار ہو اگر Y کروموسومز متاثر ہوجائے تو پیدا ہونے والا لڑکا مخصوص مرض کا شکار ہوگا۔

اس طرح اگر عورت کے X-X کروموسومز کسی خرابی کا شکار ہوجائیں تو پیدا ہونے والا لڑکا یا لڑکی کسی مخصوص بیماری کا شکار ہوں گے۔

ذیابیطس شکری (Diabetus Millitis)

یہ سیکس کروموسومز کی خرابی کی بناء پر واقع ہوتی ہے۔

ہیموفیلیا (Haemophilia)

زخم سے خون بند نہ ہونے کی شکایت کو ہیموفیلیا کہتے ہیں۔ ہیموفیلیا نر جنس میں پائی جاتی ہے کیونکہ X کروموسومز متاثر ہونے کی وجہ سے ہیموفیلیا ہوتا ہے۔

X کروسومز کے متاثر ہونے کی وجہ سے عورتوں میں فولاد کی کمی (Iron Defi,iency Anamia) اور نگلنے میں تکلیف ہوتی ہے اس کے علاوہ پتے کی بیماری (Gall Bladder Disease) بھی عورتوں میں عام پائے جاتے ہیں مثلاً پتے کی پتھری' پتے کا سرطان وغیرہ۔ اس کے برعکس گردے میں پتھری کی بیماری مردوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ جگر کا کینسر (Hepatic Cancer) عام طور پر مردوں اور دل کے پیدائشی المرض (Artrial Sepatal defect) یا Ventricular Septal defect پائے جاتے ہیں۔

جسمانی ودماغی حالت

مریض کی جسمانی ساخت مرض سے ایک خاص تعلق رکھتی ہے' دبلے پتلے افراد زیادہ تر تپ دق Tuber Culosis کا شکار ہوتے ہیں لیکن موٹے یا فربہ جسم والے افراد ذیابیطس جیسے امراض میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ موٹی خواتین زیادہ تر پتے کی خرابی اور ذہنی انتشار کا شکار ہوتی ہیں جبکہ دبلے پتلے جسم کی عورتیں نفسیاتی دباؤ یا لو بلڈ پریشر میں مبتلا ہوتی ہیں' موٹے افراد زیادہ تر ہائی بلڈ پریشر Hypertension کا شکار رہتے ہیں۔

مزاج (Temperament)

مزاج سے مرد مریض کی وہ کیفیت جسے رموی' بلغمی' صفراوی' لمفاری' گھٹیاوی کہتے ہیں۔ مرض کے اثرات کو قبول کرنے کی استعداد دراصل مزاج سے ہم آہنگ ہوتی ہے مثلاً ٹھنڈے موسم میں مریض تکلیف اٹھاتا یا گرمی میں مریض کی تکالیف کم ہوجانے سے مراد یہ ہوتا ہے کہ مریض کے مزاج میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔

موروثی یا وراثت (Heredity)

کچھ امراض ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتے رہتے ہیں' یہ سیکس کروموسوم کی وجہ سے منتقل ہوتے ہیں مثلاً کسی خاندان میں دمہ یا ٹی بی کا مرض رہا ہے تو یہ ممکن ہے کہ اسی خاندان کے کسی دوسرے فرد جس میں قوت مدافعت کم ہو اور وہ اس مرض یعنی ٹی بی میں مبتلا ہوجائے' اسی طرح بواسیر' شریانوں کے امراض یا دل کی بیماریاں یا خون کی بیماری یا آنتوں کی کسی بیماری میں موروثی طور پر مبتلا ہوسکتے ہیں۔ دل کی بیماریوں میں فشار خون' اختلاج القلب یا دل کا تیزی سے دھڑکنا' لو بلڈ پریشر وغیرہ کسی شخص یا عورت کو موروثی یعنی وراثت میں مل سکتے ہیں۔

نسل (Race)

جہاں امراض کا تعلق دوسرے عوامل سے ہوتا ہے' وہاں امراض کا تعلق کسی مخصوص نسل سے بھی ہوتا مثلاً جبڑے کا سرطان' افریقی باشندوں میں' یورپ کے لوگوں میں آنتوں اور معدہ کا سرطان عام طور پر پایا جاتا ہے اس کے برعکس ایشیائی باشندوں میں تپ دق اور جوڑوں کی بیماریاں عام ہیں' پاکستان کے شمالی علاقوں میں کوڑھ Leprosy زیادہ لوگوں میں پائی جاتی ہے۔

پیشہ اور رہن سہن

داخلی اسباب مرض میں رہن سہن اور پیشہ کا گہرا اثر ہوتا ہے مثلاً ایسی جگہ پر رہائش جس کی فضا صحت کے لیے نامناسب ہو اور روشنی کا ناقص انتظام ہو' تھوڑی جگہ میں یا چھوٹے مکان میں زیادہ افراد رہتے ہوں۔ دوسری طرف ایسے پیشے مثلاً کان کنی' روئی کے کارخانے میں کام کرنے والے افراد زیادہ تر پھیپھڑوں کے امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔

بیاضِ دل

میمونہ رومان

کوثر خالد جڑانوالہ...... فیصل آباد

یہ کیسی پیار کی تاثیر ہے اب
تیرا آنچل میری زنجیر ہے اب

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

جانے کیوں وصل کا موسم نہیں آنے دیتا
جانے کیا اس کے خزانے میں کمی آتی ہے
درد کا کوئی تو رشتہ ہے قلم سے نعمان
لفظ لکھتا ہوں تو آنکھوں میں نمی آتی ہے

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

دل گیا تھا تو یہ آنکھیں بھی کوئی لے جاتا قاسمی
میں فقط ایک ہی تصویر کہاں تک دیکھوں

ارم کمال...... فیصل آباد

راہوں پر نظر رکھنا' ہونٹوں پر دعا رکھنا
آ جائے کوئی شاید دروازہ کھلا رکھنا
احساس کی شمع کو کچھ اس طرح جلا رکھنا
اپنی بھی خبر رکھنا اس کا بھی پتا رکھنا

تبسم بشیر عروسی...... شاہ سوار

زندگی تم نے مجھے قبر سے بھی کم جگہ دی ہے
پاؤں پھیلاؤں تو دیوار سے سر لگتا ہے

صبا زرگر' ذکاء زرگر...... جوڑہ

یہ کس نے ہم سے لہو کا خراج پھر مانگا
ابھی تو سوئے تھے مقتل کو سرخرو کر کے

یاسمین کنول...... پسرور

جس کو معلوم نہیں منزل مقصود اپنی
کتنا بے کار ہے اس شخص کا چلتے رہنا

اقراٗ فاطمہ...... میلسی

الفاظ سے مالا مال ہے
کچھ لہجوں کا بھی کمال ہے

یہ تنہائی کا موسم یونہی نہیں دانش
یہ میرے اپنوں کے خلوص کی مثال ہے

عاصمہ عبدالمالک...... راولپنڈی

بے وجہ تو نہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

سونی علی...... ریشم گلی مورو

پلکوں پر چراغوں کو سنبھالے ہوئے اٹھنا
اس ہجر کے موسم کی ہوا تیز بہت ہے

تابی کھرل...... فیصل آباد

کبھی ہم بھیگتے ہیں چاہتوں کی تیز بارش میں
کبھی برسوں نہیں ملتے کسی ہلکی سی رنجش میں
بہت سے زخم ہیں دل میں مگر اک زخم ایسا ہے
جو جل اٹھتا ہے راتوں میں لو دیتا ہے بارش میں

ملک غزالہ عالم...... کلورکوٹ

میں اپنی ماں کی کہانی کو تب سمجھ پائی
جب اس کے لفظ مقدر نے مجھ پر دہرائے

روشی وفا...... ماچھیوال' وہاڑی

روز و شب جو بھی ملے ہم کو نرالے ہی ملے
نہ کٹی رات ستم کی' نہ اجالے ہی ملے
یہ وطن ایسا شجر ہے کہ ظفر جس کو
بیشتر لوگ جڑیں کاٹنے والے ہی ملے

سمیرا سواتی...... بھیر کنڈ

روشن ہوئی اس سے' اسی سے بکھر گئی
شبنم کو آفتاب سے نسبت عجیب تھی
دل میں نہ رہ سکے' جو کہیں تو کہی نہ جائے
امجد شکست دل کی حکایت عجیب تھی

طیبہ خاور سلطان...... عزیز چک' وزیر آباد

دل کی خاموشی پر مت جا
راکھ کے نیچے آگ دبی ہے

ملالہ اسلم...... حاصل پور

آج کا وعدہ یاد رکھنا
دل کا دروازہ کھلا رکھنا

مہوش ظہور مغل...... گوپی پور

نہیں نگاہ میں منزل تو جستجو ہی سہی
نہیں وصال میسر تو آرزو ہی سہی

انیلا طالب...... گوجرانوالہ

دکھ تو یہی ہے اس سے کنارہ نہیں ہوا
جو شخص لمحہ بھر بھی ہمارا نہیں ہوا
میں کیا کسی کے ساتھ چلوں گا تمام عمر
میرا تو اپنے ساتھ بھی گزارا نہیں ہوا

شبنم کنول...... پاپا نگری' حافظ آباد

یہ سال بھی اداس رہا روٹھ کر گیا
تجھ سے ملے بغیر دسمبر گزر گیا
جو بات معتبر تھی سر سے گزر گئی
جو حرف سرسری تھا دل میں اتر گیا

علیشبہ نور...... بھیر کنڈ

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

جازبہ عباسی...... مری

تجھ سے لفظوں کا نہیں
روح کا رشتہ ہے میرا
تُو میری سانسوں میں تحلیل ہے
کسی خوشبو کی طرح......

وقاص عمر...... بنگڑ نو' حافظ آباد

ہجر کی رات ڈھل گئی محسن
اب تو دل سے کہو سنبھل جائے

ثناء رسول ہاشمی...... صادق آباد

یہی عنوان کرم ہے تو زہے لطف و کرم
سانس چلتی ہے تو چلتے رہیں نشتر تیرے
میں تیرا عذر ستم مان تو لوں گا لیکن
اس طرح اور بھی کھل جائیں گے جوہر تیرے

عائشہ اکرم...... وہاڑی

دردوں سے آشنائی ہوئی تو محسوس ہوا
بے پروائی کا زمانہ تو اک پروانہ تھا

پارس شاہ چکوال

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

محسن عزیز حلیم...... کوٹھا کلاں

جنگ لڑنی پڑتی ہے اپنے زور بازو پہ
زندگی کے میدان میں معجزے نہیں ہوتے

سونیا نورین گل...... دندہ شاہ بلاول

وہ جنگل کے پھولوں پر کیوں مرتا ہے
اس کو اچھے لگتے ہیں ویرانے کیوں
محسن جب بھی چوٹ نئی کھا لیتا ہوں
دل کو یاد آتے ہیں یار پرانے کیوں

حنا گل...... کوٹھا کلاں

جرم صرف عشق تھا ناں
تو سزائے موت دیتے یہ تنہائی کیوں

ایس این شہزادی کھرل...... جڑانوالہ

اپنے لیے بس ایک محبت ہی بہت ہے
ہم سے کوئی بھی غلطی ہو دوبارہ نہیں کرتے
جب تک وہ سلامت ہے عداوت کا مزا ہے
دشمن کو کبھی جان سے مارا نہیں کرتے

رابعہ عمران چوہدری...... رحیم یار خان

تیری ہر بات محبت میں گوارا کر کے
دل کے بازار میں بیٹھے ہیں خسارہ کر کے
میں وہ دریا ہوں کہ ہر بوند بھنور ہے جس کی
تم نے اچھا ہی کیا مجھ سے کنارہ کر کے

biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

تندوری ران

اشیاء:

بکرے کی ران	ایک عدد
لہسن پیسٹ	دو چائے کے چمچے
باربی پیسٹ	چار چائے کے چمچے
سیاہ مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
سرکہ	دو چائے کے چمچے
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
تیل	حسب ضرورت
کوئلہ	ایک درمیانہ ٹکڑا

ترکیب:

ران کو اچھی طرح صاف کر کے گہرے کٹ لگا کر اس پر نمک، لال مرچ پاؤڈر اور سرکہ مکس کر کے ملیں اور آدھے گھنٹے تک میرینیٹ ہونے کے لیے رکھ دیں۔ اب اس پر باربی کیو سوس، لہسن پیسٹ اور سیاہ مرچ پاؤڈر لگا کر مزید دو گھنٹے تک میرینیٹ ہونے کے لیے رکھ دیں۔ پتیلی میں تھوڑا سا تیل درمیانی آنچ پر گرم کریں اور میرینیٹ کی ہوئی ران اس میں ڈال کر بیس سے پچیس منٹ ہلکی آنچ پر ڈھک کر پکائیں۔ جب گولڈن ہو جائے تو چولہا بند کر دیں۔ کوئلہ دہکا کر دم لگا دیں۔ منفرد تندوری ران تیار ہے تندوری نان کے ساتھ تناول فرمائیں۔

عائشہ اسلم.....اورنگی ٹاؤن کراچی

آلو مچھلی کے رول

اشیاء:

انڈے	دو عدد
مچھلی	آدھا کلو
آلو	آدھا کلو
نمک اور کالی مرچ	حسب ذائقہ
لیموں کا رس	ایک کھانے کا چمچہ
پیاز	دو عدد
آئل	حسب ضرورت
ڈبل روٹی	سلائس دو پیس

ترکیب:

مچھلی دھو کر بھاپ دیں۔ گل جانے پر ٹھنڈا کر کے کانٹے نکال دیں۔ ایک پیالے میں پیاز کا عرق، کالی مرچ اور لیموں کا رس ڈال دیں۔ آلو اُبال کر اس کے چھلکے اُتار لیں اور پھر مرکب میں گوندھیں۔ حسب ذائقہ نمک بھی ڈال دیں اور انڈوں کو پھینٹ لیں، ڈبل روٹی کے پیس کو پیس لیں۔ مچھلی کا آمیزہ دو کھانے کے چمچے کے برابر کر کے اس کے مرکز میں آمیزہ رکھیں جب تمام رول تیار ہو جائیں تو اس کو انڈے میں ڈبو کر ڈبل روٹی کے پیس کی کوٹنگ کر کے آئل میں تل لیں۔ ہلکا براؤن ہونے پر اُتار لیں۔ مزیدار آلو مچھلی کے رول تیار ہیں۔

ارم صابرہ.....تلہ گنگ

گاجر کی برفی

اشیاء:

گاجر	آدھا کلو (چھیل کر کش کر لیں)
دودھ	آدھا کلو
چینی	آدھا کلو یا حسب ذائقہ
گھی	150 گرام
زعفران	آدھا چائے کا چمچہ

ترکیب:

فرائنگ پین میں ایک کھانے کا چمچہ گھی ڈال کر اس میں گاجر فرائی کریں۔ ایک پتیلی میں دودھ اور چینی ڈال کر گاڑھا ہونے تک پکائیں گاڑھا ہونے پر اس میں فرائی شدہ گاجر بھی ڈال دیں اور اتنا پکائیں کہ جمنے لگے۔ اب اس میں بقیہ گھی اور زعفران ڈال دیں اور چولہا بند کر دیں۔ جس ٹرے میں جمانا مقصود ہو اس میں پہلے برش کی مدد سے گھی لگا لیں اور برفی کا آمیزہ اس میں ڈال دیں۔ ٹھنڈا ہونے پر حسب خواہش ٹکڑے کاٹ لیں۔

جویریہ ضیاء.....کراچی

فش سینڈوچ

اشیاء:

مچھلی	250 گرام
مایونیز	ایک کپ
مسٹرڈ پیسٹ	ایک کھانے کا چمچہ
سلاد پتا، ٹماٹر سلائس	حسب ضرورت
کھیرا (چوپ کیا ہوا)	دو کھانے کے چمچے
نمک، سفید مرچ پاؤڈر	حسب ذائقہ
Capers	ایک کھانے کا چمچہ
ڈبل روٹی	ایک عدد

ترکیب:

مچھلی کو اُبال کر کھال اور کانٹے الگ کر کے باریک چوپ کر لیں۔ اب اس میں مایونیز، نمک، سفید مرچ پاؤڈر، مسٹرڈ پیسٹ، کھیرا اور کیپرز چوپ کر کے مکس کریں۔ اب سلائس پر سلاد پتا رکھ کر مچھلی کا مکسچر پھیلائیں اور ٹماٹر رکھ کر دوسرا سلائس رکھ کر کنارے کاٹ لیں اسی طرح سارے سینڈوچز بنا لیں اور پسند کے مطابق سلائس کاٹ کر سرو کریں۔

صباء ایشل.....بھاگووال

چکن نوڈلز سوپ

اشیاء:

چکن کے ابلے ریشے	1/2 کپ
نوڈلز (ابال لیں)	1/2 کپ
مرغی کی یخنی	چار کپ
لیموں	ایک عدد
ہری پیاز (کاٹ لیں	1/4 کپ

نمک، سویا ساس، چلی ساس، حسب ذائقہ۔

ترکیب:

یخنی میں نوڈلز اور مرغی کے ریشے ڈال کر دو تین منٹ ابال لیں پھر چولہے سے ہٹائیں اور اس میں اجینو موتو اور لیموں کا رس ڈالیں پھر سوپ ڈش میں نکال لیں، ہری پیاز کے کٹے ہوئے پتوں سے گارنش کریں، سویا ساس سرکہ ساتھ میں رکھیں، اینڈ ڈیئر سدرہ کرن آپ نے نوڈلز کی ترکیب پوچھی اور میں نے موسم سرما کی وجہ سے نوڈلز کے سوپ کی ترکیب لکھ دی ہے تاکہ جب ٹھنڈی یخ سردیوں میں ٹھٹھرتی ہوئی تم میرا بتایا ہوا چکن نوڈلز سوپ بنا کر پیئو گی تو آئم شیور کہ مجھے ڈھیر ساری دعائیں دو گی۔

اریبہ منہاج.....ملیر کراچی

گاجر کا جوس

اشیاء:

گاجر (کش کی ہوئی)	ایک کلو
دودھ	آدھا کلو
چینی	تین چار کھانے کے چمچ
پستہ (پسا ہوا)	ایک چٹکی
بادام (پسا ہوا)	آدھی چٹکی
کشمش	چھ دانے

ترکیب:

ایک کلو گاجر کش کر کے جوسر مشین میں ڈال دیں پھر اس میں پستہ، بادام، کشمش کے دانے اور دودھ چینی ڈال کر اچھی طرح دو تین چکر میں گرینڈ کریں پھر اسے گلاس میں ڈال کر اس کی اوپر والی سائیڈ پر اسٹابری کے ٹکڑے کو دو حصوں میں کاٹ کر سجاوٹ کر دیں اور مزے دار گاجر کا جوس تیار ہے۔

سدرہ شاہین.....پیرووال

مٹر تہاری

اشیاء:

مٹر	آدھا کلو
چاول	ڈھائی کلو
نمک	حسب ذائقہ
ادرک لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
آلو	تین سے چار عدد

پیاز	دو عدد درمیانی
ٹماٹر	دو عدد درمیانے
لال مرچ پسی ہوئی	ایک کھانے کا چمچ
پسا ہوا	دھنیا ایک چائے کا چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
چکن پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
کوکنگ آئل	چار کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

مٹر کے دانوں کو دھو کر چھلنی میں رکھ لیں، پیاز اور ٹماٹر کو باریک کاٹ لیں آلوؤں کو چھیل کر دو ٹکڑے کر لیں چاولوں کو دھو کر بیس منٹ کے لئے بھگو کر رکھ دیں۔ پین میں تیل ڈال کر پیاز کو سنہری فرائی کر لیں پھر اس میں ادرک لہسن ڈال کر فرائی کریں۔ لال مرچ، دھنیا، ہلدی اور ٹماٹر ڈال کر اتنی دیر فرائی کریں کہ ٹماٹر اچھی طرح گل جائیں آلو ڈال کر ہلکا سا بھونیں اور آدھی پیالی پانی ڈال کر ہلکی آنچ پر گلنے رکھ دیں۔ آلو گل جائیں تو مٹر اور چاول ڈال کر بھونیں، پھر تین پیالی گرم پانی میں چکن پاؤڈر ڈال کر اچھی طرح ملائیں اور اسے چاولوں پر ڈال دیں۔ ڈھک کر درمیانی آنچ پر پکائیں اور جب پانی خشک ہونے پر آجائے تو چاولوں کو الٹ پلٹ کر کے ہلکی آنچ پر دم پہ رکھ دیں۔ گرم گرم تہاری کو ڈش میں نکال کر دوپہر کے کھانے پر اچار اور رائتے کے ساتھ پیش کریں۔

نزہت جبین ضیاء......کراچی

کشمیری چائے

اشیاء:۔

کشمیری چائے کی پتی	2 کھانے کے چمچ
چھوٹی الائچی	6 عدد
دار چینی	ایک ٹکڑا
سوکھا دودھ	4 کھانے کے چمچ
تازہ دودھ	ایک پیالی
چینی	3 چمچ
پانی	6 پیالیاں

خشک میوے (کٹے ہوئے)	حسب ضرورت

ترکیب:۔

دیگچی میں پانی ابالیں۔ ململ کے کپڑے میں پتی باندھ لیں اور پوٹلی کو پانی میں ڈالیں پھر الائچیاں اور دار چینی ڈال کر پکائیں۔ جب پانی چار پیالی رہ جائے تو اس میں تازہ دودھ، سوکھا دودھ اور چینی ڈال دیں۔ اسے اچھی طرح مکس کر کے پکائیں یہاں تک کہ رنگ گلابی ہو جائے۔ پھر خشک میوے ڈال کر پیش کریں۔

نیلم پری......میرپور آزاد کشمیر

''مچھلی کے کٹلس''

اشیاء:۔

رہو مچھلی	ایک کلو
بسکٹ یا ڈبل روٹی کا چورا	دو کھانے کے چمچے
سرکہ	آدھی پیالی
گرم مسالہ	ایک کھانے کا چمچہ
انڈے	دو عدد
کوکنگ آئل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

مچھلی کو ابال کر اس کے چھلکے اور کانٹے وغیرہ نکال دیں، خوب صاف کرنے کے بعد پانچ منٹ پانی میں رہنے دیں، اب گرم مسالہ نمک، ہلدی، بسکٹ کا چورا اور سرکہ ملا کر مچھلی میں ملا دیں اور اس کے کٹلس بنالیں، کٹلس انڈے میں ڈبو کر کوکنگ ائل میں تل لیں۔

ماورا طلحہ......گجرات

بادام کا حلوہ

اشیاء:۔

بادام	آدھا کلو (بھگو کر چھلیں اور پیس لیں)
شکر	حسب ذائقہ (پیس لیں)
دودھ	آدھا کلو
زعفران (گرم کر کے کوٹ لیں)	اور پھر گرم دودھ میں بھگو دیں
الائچی	چار عدد (تھوڑی سی شکر ملا کر پیس لیں)
گھی	ایک کھانے کا چمچ
چاندی کے ورق	دو عدد بڑے

ترکیب:۔

تھوڑا سا ٹھنڈا پانی چھڑک کر شکر، بادام اور زعفران کا ملیدہ بنالیں اور تھوڑا تھوڑا دودھ ملا کر ہلاتے جائیں اب یہ مکسچر ایک برتن میں ڈال کر ہلکی آنچ پر اتنا پکائیں کہ وہ گاڑھا ہو جائے۔ الائچی کو گھی میں بھونیں اور خوشبو آنے پر حلوے میں ملا دیں۔ اب پانچ منٹ تک پکنے دیں ساتھ ہلاتے جائیں۔ ٹھنڈا ہونے پر ایک پلیٹ میں نکال لیں اور چاندی کے ورق سے سجالیں۔

حنا کامران......چیچہ وطنی

مچھلی کے ٹکڑے

اشیاء:۔

رہو یا سنگھاڑا مچھلی	آدھا کلو
سرسوں کے بیج	ایک تولہ
نمک	حسب ضرورت
سرخ مرچ	8 تا 10 عدد
سبز مرچ	10 تا 12 عدد
ہلدی	ذرا سی
سرسوں کا تیل یا گھی	ایک پاؤ

ترکیب:۔ مچھلی کو نمک لگا کر دھو لیں اور اس کے پتلے پتلے ٹکڑے اس طرح کاٹیں کہ درمیان سے کانٹا نکل جائے۔ سرسوں کے بیج نمک مرچ اور ہلدی سب ملا کر باریک پیس لیں اور سبز مرچ کاٹ لیں اب مچھلی کے ٹکڑوں پر پسا ہوا مصالحہ مل دیں اور مچھلی کے ٹکڑوں سے دوگنا کیلے کا پتہ لیں اس پر مچھلی کے ٹکڑے رکھ کر اس پر تیل یا گھی کے دو بڑے چمچ ڈال دیں اور ہری مرچ ڈال کر اس کو گول گول لپیٹ لیں اوپر سے دھاگہ باندھ دیں اب کسی برتن کے منہ پر باریک ململ کا کپڑا باندھ دیں جب پانی خوب پکنے لگے تو اس کپڑے پر مچھلی کے ٹکڑے کیلوں کے پتوں سے بندھے ہوئے رکھ دیں کچھ دیر پکنے کے بعد پتے گل جائیں تو اتار لیں ورنہ پڑا رہنے دیں اور گلنے پر اتار لیں اب اس کو سلائس کی طرح کاٹ لیں اور [illegible] انہیں لیموں ڈال کر [illegible] لذیذ مچھلی ہوگی خود بھی کھائیں اور [illegible] اور مجھے دعائیں دیں۔

حنا اشرف......لوٹ [illegible]

شکر قند کی کھیر

اشیاء:۔

شکر قند	آدھا کلو
شکر	آدھا کلو
چاندی کے ورق	دو عدد
سبز الائچی	چار پانچ عدد
دودھ	ڈیڑھ کلو
کیوڑہ	کھانے کے دو چمچ
پستہ	حسب ضرورت
بادام	حسب ضرورت

ترکیب:۔ سب سے پہلے شکر قند چھیل کر ٹکڑے کر لیں۔ ایک پتیلی میں دودھ گرم کر کے اس میں شکر قند کے ٹکڑے ڈال دیں۔ آنچ دھیمی رکھیں۔ پھر سبز الائچی ڈال کر برابر کفگیر چلاتی رہیں۔ جب دودھ گاڑھا ہونے لگے تو اس میں شکر شامل کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد کیوڑہ ڈال دیں۔ مکمل گاڑھی ہونے پر چولہے سے اتار لیں۔ باؤل میں کھیر نکال کر اوپر سے پستے بادام کی ہوائیاں چھڑک کر چاندی کے ورق لگائیں اور فریزر میں رکھ دیں۔ ٹھنڈی ہونے پر مزیدار کھیر تناول فرماتے ہوئے ہمارے سگھڑاپے کی داد دینا مت بھولئے گا۔

سمعیہ عثمان......ملتان

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

خوب صورت عروسی لباس سے دلہن کو سجائیے

جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں مگر ان جوڑوں کے اس اہم ترین دن پر پہننے کے لیے جوڑا زمین پر تیار ہوتا ہے اور دلہن کے عروسی جوڑے کی چمک دمک‘ شان وشوکت دیکھنے والی ہوتی ہے جو اسے باقی سب سے ممتاز کرتی ہے۔ آج کل ایک موسم چھایا ہوا نظر آتا ہے مطلب شادیوں کا موسم۔

شادی پر سب سے اہم کام عروسی ملبوسات کی تیاری ہوتی ہے‘ چند سالوں سے عروسی ملبوسات میں حیرت انگیز جدت آگئی ہے‘ اب ان پر تلے‘ سلمٰی‘ ستاروں‘ موتیوں کے ساتھ ریشم‘ کرسٹل بیڈز ورک اور کندن کا کام کیا جاتا ہے اور ایسے اسٹون لگائے جاتے ہیں جن کی چمک دور سے ہی آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے اگر رنگوں کا جائزہ لیا جائے تو مہندی پر کچھ لڑکیاں پیلے رنگ کا لباس پہنتی ہیں اس کے علاوہ امبر گولڈ‘ شاکنگ پنک اور سبز‘ رائل بلو پر سلور کامدانی‘ براؤن اور سبز پر کو پر کامدانی فیشن میں ہیں۔ بارات کے لیے آج بھی سرخ اور میرون کے شیڈز فیشن میں ہیں ان کے ساتھ کنٹراسٹ کامدانی رنگ ہوتا ہے۔ سرخ یا میرون کے ساتھ ہلکا سبز‘ براؤن‘ گولڈن‘ سلور کا امتزاج لگتا ہے۔

بارات پر گہرا رنگ پہننے کی وجہ سے ولیمہ کے لیے زیادہ تر لڑکیاں ہلکے رنگ کو ترجیح دیتی ہیں‘ سی گرین کے ساتھ سلور‘ کریم‘ پیچ‘ آف وائٹ اور گرے ان ہیں اب الغرض ہر رنگ میں دلہن کا لباس بنتا ہے۔ کوئی ایک رنگ میں عروسی لباس پسند کرتی ہیں اور کچھ دو یا دو سے زیادہ رنگوں کے پہنتی ہیں۔ عروسی ملبوسات‘ شیفون‘ ساٹن‘ سلک راسلک‘ آرگنزا سے تیار کیے جاتے ہیں۔ یہ لہنگے‘ شرارے‘ غرارے‘ میکسی‘ شلوار قمیص‘ لمبی قمیص کے ساتھ چوڑی دار پاجامے‘ پشواز پاجامے یا شلوار کے ساتھ‘ ٹراؤزر کے ساتھ قمیص اور انارکلی فراک وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔

جب سے بوتیک کا آغاز ہوا ہے گویا ایک جہان دریافت ہوگیا ہے ایسے خوب صورت عروسی ملبوسات تیار ہورہے ہیں کہ ہر لڑکی کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ان بوتیک سے اپنے عروسی ملبوسات خریدے اب نہ صرف شادی کے دن کا جوڑا بلکہ مایوں اور مہندی کے جوڑے بھی اہتمام سے تیار کروائے جاتے ہیں۔ ہر دلہن کی خواہش ہوتی ہے اس کے عروسی ملبوسات منفرد اور خوب صورت ہوں اس کے لیے ضروری نہیں کہ بہت مہنگے بوتیک سے خریدے جائیں لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ قیمتی ملبوسات اچھی شہرت کے حامل دکان داروں سے خریدیں تاکہ اس پر لگا ہوا میٹریل پائیدار ہو۔

موسم سرما میں بالوں کی حفاظت

موسم سرما کی آمد کا آپ کو اس طرح بھی پتا چل سکتا ہے کہ جب آپ اپنے بالوں کو ہاتھ لگائیں گی تو آپ کو ایسا محسوس ہوگا جیسے آپ کے بال دھول اور گرد وغبار سے اٹے ہوئے ہیں۔ اس موسم میں بال ناریل کے ریشے کی طرح اکڑنے لگتے ہیں اور آپ کی کھوپڑی کسی پیاسی اور خشک زمین کی طرح نظر آنے لگتی ہے اس کی وجہ سے کھوپڑی میں خارش ہونے لگتی ہے اور بالوں کے دیگر مسائل بھی جنم لینے لگتے ہیں۔

یہ سب تب ہوگا جب آپ سرد موسم میں بالوں کی مناسب دیکھ بھال نہیں کریں گی‘ اس موسم میں بالوں پر اسپیشل توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے اور وجہ یہ ہے کہ سرد موسم میں ہوا میں نمی کا تناسب کم ہوتا ہے اور بال اور کھوپڑی بری طرح متاثر ہوتی ہے‘ نتیجہ میں بال کھردرے اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتے ہیں اور اسی تناسب سے کھوپڑی کی جلد بھی متاثر ہوتی ہے۔

یہ آپ پر ہے کہ آپ بالوں میں نمی کی کمی نہ ہونے دیں اور اگر آپ موسم سرما سے لطف اندوز ہونا چاہتی ہیں تو پھر اپنے بالوں پر خصوصی توجہ دیں۔ اس حوالے سے سب سے اچھی بات یہ ہوگی کہ گھریلو نسخہ جات کو اپنایا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو۔ ان میں چونکہ ساری قدرتی اشیا شامل ہوتی ہیں‘ اس لیے ان کا کوئی سائیڈ ایفیکٹس نہیں ہوتا اور بازار پروڈکٹس کے مقابلے میں زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ ان پر اخراجات بھی بہت کم آتے ہیں مختصر یہ کہ ہر لحاظ سے قابل عمل ہیں۔

ایووکیڈ‘ مایو کنڈیشنز

اجزاء:۔

انڈے (سفیدی پھینک دیں)	دو عدد
مایونیز	ایک چھوٹا جار
آدھا	ایووکیڈو

طریقہ

ایک بڑے پیالے میں ایووکیڈ کو کچل دیں اور اس میں انڈے کی زردی شامل کرلیں اس کے بعد اس میں مایونیز بھی ملادیں اور سب کو اچھی طرح مکس کرلیں۔ اس کنڈیشنز کو بالوں مین جڑوں سے شروع کرکے بالوں کی نوک تک لگائیں۔ لگانے کے بعد پلاسٹک ریپ کی مدد سے سر کو ڈھانپ لیں اس کے اوپر گرم اسٹیم کیا ہوا تولیہ رکھیں‘ پچیس منٹ کے بعد سادہ پانی سے سر کو دھولیں۔

بے رونق بالوں میں چمک لائیں

بالوں میں چمک پیدا کرنے کے لیے ایک ایسا جادوئی نسخہ موجود ہے جو بالوں کو دیرپا رنگت عطا کرتا ہے۔

ایک کھانے کا چمچہ مہندی‘ ایک لیموں کا رس‘ ایک عدد انڈا‘ تھوڑی سی کافی شامل کرکے پھینٹ لیں ایک گھنٹے تک یہ آمیزہ بالوں میں لگا رہنے دیں۔ پانی میں ایک چمچہ گلیسرین ملا کر ابال لیں‘ ٹھنڈا ہونے پر اس سے بالوں کی جڑوں پر مساج کیجیے آخر میں ہلکا گرم تولیہ بالوں میں لپیٹ کر آدھے گھنٹے بعد دھولیں۔ یہ نسخہ خشک بالوں کے لیے غیر معمولی حد تک مفید ہے۔ بالوں کی ملائمت‘ چمک اور خوب صورتی لوٹ آئے گی‘ بالوں کی سکری سے بھی نجات حاصل ہوگی۔

چقندر کے پتوں میں بھی فولاد کثرت سے پایا جاتا ہے‘ چقندر کھائیں اور اس کے پتوں کو ابال کر ٹھنڈا ہونے پر اس پانی سے سر دھولیں‘ سر کی جلد پر جمی خشکی سکری ختم ہوجائے گی۔

سردیوں کی مناسبت سے میک اپ کریں

سردیوں میں میک اپ کرتے وقت اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ اس موسم میں ہوائیں بہت ٹھنڈی اور سخت ہوتی ہیں اور ہم اسی مناسبت سے گہرے رنگ کے لباس اور سادہ لباس زیب تن کرتے ہیں۔ گرمیوں میں ہم ہلکے پھلکی اور سادہ لباس زیب تن کرتے ہیں مگر [illegible] سب کچھ اس کے برعکس ہوتا ہے‘ سردیوں کا میک اپ [illegible] کی مناسبت سے ہونا چاہیے اور بھاری ملبوسات اور گہرے رنگ سے بھی اس کی ہم آہنگی ہو۔ اس کا مطلب ہوا کہ آپ ہلکا فاؤنڈیشن ایک طرف رکھ دیں گی اور ایسا موئسچرائزر اور فاؤنڈیشن لگائیں گی جن کی بنیاد تیل پر ہو یعنی آئل بیسڈ‘ اسی طرح آئی میک اپ بھی نیالا ہوجائے گا اور بھنوؤں کی رنگت اور شیڈ میں بھی تبدیلی آجائے گی۔

سرد موسم میں میک اپ کا آغاز آئل بیسڈ موئسچرائزر سے ہونا چاہیے جو موسم کی سرد ہواؤں سے جلد کو محفوظ رکھتا ہے اور خشک ہونے نہیں دیتا۔

رات کو قدرے بھاری موئسچرائزر استعمال کرنا چاہیے جس میں وٹامن ای اور جلد کو تر وتازہ رکھنے کے اجزا بھی شامل ہوں۔ اسے غسل کرنے کے فوراً بعد لگانا چاہیے تاکہ جلد کی نمی جلد کے اندر ہی رہ جائے۔ میٹ (نیالا) فاؤنڈیشن سرد موسم کے لیے بہترین ہے‘ آنکھوں کا میک اپ آپ کے لباس کی مناسبت سے ہو۔ سردیوں میں عموماً آنکھوں کے نیچے حلقے سے بن جاتے ہیں ان کو ہلکے زرد رنگ کی آئی کریم کے ذریعے ماہرانہ انداز میں چھپایا جاسکتا ہے۔

گرمیوں میں جلد زرد ہوتی ہے مگر سردیوں میں ایسا نہیں ہوتا ہے‘ سرد موسم میں میک اپ ایسا ہو کہ اس سے جلد کی ٹون اور فنشنگ میں اور اضافہ ہو۔ گرمیوں میں چہرہ کھلا ہوتا ہے اور اس کی وجہ دھوپ ہوتی ہے جس میں وٹامن ڈی ہوتا ہے جو جلد کے لیے مفید ہے مگر سردیوں میں دھوپ کی کمی ہوتی ہے مطلب جلد کو ذرا زیادہ توجہ اور ٹوئنگ کی ضرورت ہوتی ہے اور میک اپ کو لائٹ رکھنا ہوگا۔ بنیادی اصول یہ ہے کہ میک اپ فاؤنڈیشن کا شیڈ آپ کی جلد کے ٹون سے ایک درجہ لائٹ ہو تبھی آپ کی جلد روشن نظر آئے گی۔

نیرنگِ خیال

ایمن وقار

غزل

شب غم میں مسلسل اسی سوچ میں مفرور تھی
تو نے چاہا تھا مجھے یا تھا دھوکا نظر کا
تُو اب بدل بھی لے راہ تو کیا فائدہ؟
مجھے تو لگ ہی گیا سُن! روگ عمر بھر کا
یوں تو مرہم بھی رکھا بہت تیری یادوں نے
پر گھاؤ بھرتا ہی نہیں جگر کا
عمر تمام کرنی ہے فراق میں اس کے
رخ کیا ہے اے دل تُو نے کدھر کا
ہوگئی پتھر میں زخموں کو سہتے سہتے
کچھ یوں آزمایا اس نے ضبط جگر کا

حمیرا قریشی..... حیدرآباد

کالج کی لڑکی

کیا حسن وشاداب تیرے
نخرے ہیں لاجواب تیرے
پڑھنے سے کہیں بڑھ کر زیادہ
فیشن ہیں جناب تیرے
پیریڈ بھی ہر بنک کرے تُو
کینٹین میں ہروقت رہے تُو
آئی سی ایس انجوائے کرے تُو
میڈیکل انجینئرنگ پر ناز کرے تُو
لائبریری سے تیرا عشق مثالی
ناولوں کی الماری خالی
میم کی ڈانٹ ڈپٹ بھی تم پر
اثرانداز نہیں ہونیوالی
ہیئر اسٹائل تیرا روز نیا ہے
آنکھوں کے گرد تیرے کاجل لگا ہے
انگلی میں رنگ اور کلائی میں چوڑیاں
ہاتھوں پر مہندی کا ڈیزائن بنا ہے
بنک ذرا چیک کرتے جائیں
موبائل، میک اپ آئینہ کاجل
اور چند کتابوں کے علاوہ
ہر رسالہ جس میں پائیں
رزلٹ بڑا شاندار ہے تیرا
اردو میں تو پاس ہے لیکن
انگلش میں اسٹار ہے تیرا
واہ فیشن کیا کمال ہے تیرا

لیلیٰ رب نواز..... ودھیوالی، بھکر

خواب

میں لکھنے لگا ہوں اپنی کہانی
ایک شام تھی بہت ہی سہانی
چل رہی تھی ٹھنڈی ہوا
دل کررہا تھا اپنی من مانی
پھر گرنے لگیں بارش کی بوندیں
پتوں نے بھی کی ہوا سے چھیڑ خوانی
میں چل رہا تھا سڑک کنارے
دیکھی اک لڑکی دیوانی
ہنستی آنکھیں بکھرے بال
چہرے پر بارش کا پانی
میں دیکھتے دیکھتے کھو سا گیا
میں اس کو دینے ہی لگا تھا آواز
کھل گئیں میری آنکھیں بھی ساتھ
میں تو دیکھ رہا تھا خواب
کیا لڑکی تھی اور کیا تھا اس پر شباب
دل سے یہ ہے نکلی صدا
کاش مجھے وہ مل جائے لڑکی
اُف.....
یہ برستی بارش کی بوندیں
اور ٹھنڈی ہوا ظالم
تیری یادوں کی گہرائی میں
مجھے پھر سے دھکیل رہی ہے

فہد علی عباسی..... کوٹ نجیب اللہ

نظم

دسمبر کی ان سرد شاموں میں
ہوا کے جھونکے جب بالوں کو بکھیرا کرتے ہیں
مجھے تم یاد آتے ہو
جب اپنے ٹھٹھرتے ہاتھوں سے تم
میرے گالوں کو چھوا کرتے تھے
اب سردی کی ان سرد شاموں میں
نہ تم پاس ہوتے ہو
نہ ٹھٹھرتے ہاتھوں سے میرے گالوں کو چھوتے ہو
مجھے تم یاد آتے ہو......
ہر چیز مجھے میسر ہے
مگر تم پاس نہ ہوتے ہو
اندھیری رات میں اکثر
جب نیند روٹھ جاتی ہے
پھر تمہاری یاد ستاتی ہے
میں چاہ کر بھی سو نہ پاتی ہوں
مجھے تم یاد آتے ہو......
ہوا کے سرد جھونکوں سے
تمہاری خوشبو لپٹ کر آتی ہے
سانسوں میں بس سی جاتی ہے
مگر.....تم لوٹ کر نہ آتے ہو
مجھے تم یاد آتے ہو......
سرد ہوا کا اک جھونکا
جب ہولے سے پاس سے گزرتا ہے
احساس تمہارا ہوتا ہے
آنچل میرا الجھاتا ہے
تمہاری یاد دلاتا ہے
مگر.....تم ساتھ نہ ہوتے ہو
مجھے تم یاد آتے ہو
مجھے تم یاد آتے ہو
نہ جانے کیوں؟
مجھے تم یاد آتے ہو

لاریب ملک..... مخدوم پور پہوڑاں

[illegible]

تم کیسی باتیں کرتے ہو
تم اونچے شملے والے ہو
تم ایوانوں کے مالک ہو
تم امن کی بستی والے ہو
تم بلٹ پروف کے عادی ہو
تم کیا جانو
جب گولی سینہ چیرتی ہو
جب آگ لگی ہو تن من کو
جب انمٹ خون کی بوندوں سے
دیوار و در بھی رنگتے ہوں
تب کیسے آہ نکلتی ہے
تب کیسے سانس اٹکتی ہے
تم کیا جانو
تب کیسے موت سسکتی ہے
تم نازک دل بے خبروں کو
معلوم نہیں ان لمحوں میں
کس کس نے ماں کو پکارا تھا
چند گنی چنی ان سانسوں میں
"بابا" کو کس نے بلایا تھا
تم کیا جانو
تم صبر کی تلقین کرتے ہو
یہ دہشت کس کو کہتے ہیں؟
جب ماں کی گود میں لاشہ تھا
جب کفن میں باپ کا لاڈلا تھا
جب بے بس بے کس بھائی نے
قبر میں بھائی اتارا تھا
تب کیسے دھرتی لرزی تھی
تب کیسے فلک بھی لرزا تھا
تم کیا جانو
یہ لفظ جو دہشت گردی ہے
یہ قاتل ہے ان خوابوں کا
تعبیر میں جن کے خون ملا

یہ ظالم جابر دہشت گردی
اپنے پہلو میں موت لیے
جب اتری تھی اس مکتب پر
تم کیا جانو
تم اونچے شملے والے ہو
تب کتنی مائیں ننگے سر
کیسے بھاگی آئی تھیں
اور کیسے خالی ہاتھ گئیں
جب ماں کی دعا بے مول گئی
جب باپ کے آنسو خاک ہوئے
تب کیسے فلک یہ رویا تھا
تب کیسے سورج تڑپا تھا
تم کیا جانو
تم ایوانوں کے مالک ہو
تم صبر کی تلقیں کرتے ہو؟
جب ماں کا بیٹا چھن جائے
جب باپ کا بازو کٹ جائے
جب بہن کا بھائی کھو جائے
جب درد بھی آنسو روتا ہو
جب ظلم بھی اپنے معافی پر
شرمندہ منہ چھپا جائے
تم کیا جانو
جب آنکھیں موت ہی تکتی ہوں
جب کان میں موت کا قہقہہ ہو
جب قلم کتاب اور بستے والے
تڑپ تڑپ کر مر جائیں
تب کیسے چیخ نکلتی ہے
تب کیسے روح بلکتی ہے
تب کیسے آنسو گرتے ہیں
تب کیسے آہیں بھرتے ہیں
تم صبر کی تلقین کرتے ہو
تب صبر بھی کیسے آتا ہے؟

سلمیٰ صفی طرب.....ٹمن

لوٹ آئے.....!

اسے کہنا
کہ.....
گر خطا ہوئی ہو جو
معاف کر دے تو
مگر اتنا تو نہ تڑپائے
شک کی آگ میں نہ خود کو جلائے
ہم تو وہیں ہے اس کے
جو کل تھے اس کے
دسمبر بھی بیت گیا آخر
دسمبر بیت اس برس کا بھی جائے گا آخر
ہے کچھ مشترک نہیں بھی
ہے کل کا درد آج بھی
اسے کہنا
گر پوچھ سکے تو ضرور پوچھے
ڈھلتے دن کے سائے سے
ڈھلتی چاند کی کرنوں سے
بن بادل برسات سے
کوئل کی آوازوں سے
ٹوٹتے شیشے کی کرچیوں سے
اڑتے غبار کی دھولوں سے
پانی کی لہروں سے
بجتے ڈھول کی تھاپوں سے
دسمبر کی تلخ ہواؤں سے
جنوری کی دھوپوں سے
جو گزری ہے جو گزرے گی
بن اس کے رتوں سے
اسے کہنا
لوٹ آئے
جو کہنا ہے گلہ وہ کہہ دے
جو دل میں ہے بات بتا دے
وگرنہ پھر
دے دیں گے صفائی اپنی

کر کے اختیار خاک نشینی
پھر کون سنے گا
پھر کون دیکھے گا
پھر کون کہے گا
تم سے.....
بس اتنا یاد رکھنا
کہ.....
جانے والے کہاں آتے ہیں
بس ہاتھ پچھتاوے رہ جاتے ہیں
اسے کہنا
تم آ جانا
پچھتاوے بننے سے پہلے تک
سانسوں کی ڈوری اٹکنے سے پہلے تک
اسے کہنا تم مشہد لوٹ آنا
انتظار میں ڈوبی آنکھوں کے بند ہونے سے پہلے تک
اسے کہنا
لوٹ آئے
ہاں
بس.....
لوٹ آئے.....

فاطمہ مشہد.....فیصل آباد

بارشوں کا موسم

بارشوں کے موسم میں
بارشوں کا ہونا بھی
عام سی روایت ہے
ہنستے کھلتے لبوں میں
درد کو چھپانا بھی
عام سی کہاوت ہے
بارشوں کے موسم میں
یوں تنہا چھوڑ کر جانا
یہ کہاں روایت ہے؟
کون سی کہاوت ہے؟
بارشوں کے موسم میں
ترس مجھ پر کھاؤ نا
بن بتائے ایک دن
تم بھی لوٹ آؤ نا
کہ بارشوں کے موسم میں
دلوں کا ٹوٹنا بھی
عام سی روایت ہے
عام سی کہاوت ہے

شیریں گل.....ٹمن تلہ گنگ

کیوں دسمبر تم اکیلے آئے؟
اف یہ سرد ہوائیں
یہ بل کھاتی گھٹائیں
کیوں دسمبر تم اکیلے آئے؟
ہلکی ہلکی بارش کی یہ پھوار
کتنا کر رہی ہے دیکھو بے قرار
یہ پھولوں کی مہک اور ستائے
کیوں دسمبر تم اکیلے آئے؟
نکھرا ہے آسمان بھیگی بھیگی زمین
دیکھو لگ رہا ہے موسم کتنا حسین
پھر بھی برستی ہیں یہ نگاہیں
کیوں دسمبر تم اکیلے آئے؟
اب آ جاؤ کہ مدت ہو گئی
یادیں بھی تھک کر سو گئیں
اب یہ دوری سہی نہ جائے
کیوں دسمبر تم اکیلے آئے؟
کیوں دسمبر تم اکیلے آئے؟

حرا وارثی.....ملتان

آرمی پبلک اسکول پشاور کے شہیدوں کے نام
ننھے بچوں کی شہادت پر سبھی مغموم ہیں
وحشیوں کو رحم نہ آیا کہ وہ معصوم ہیں
زخم تازہ ہیں ابھی تک میرے پاس کے
کتنے نذرانے دیئے تھے سب نے اپنی جان کے
ماؤں نے بھیجا تھا بچوں کو بڑے ہی شوق سے
امتحان میں تھے مگن سارے ہی بچے ذوق سے

گھس گئے وحشی درندے بچوں کے اسکول میں
بھردیا تھا پھول چہروں کو لہو اور دھول سے
سرخ ہوکر رہ گئیں خون سے سبھی کی وردیاں
جو پہن کر آئے تھے بے داغ ساری جرسیاں
ننھے ننھے پھولوں پر ان کو ترس آیا نہیں
ظالموں کو ان کا کھلنا جانے کیوں بھایا نہیں
مائیں بہنیں اپنوں کی لاشوں پر ہیں ماتم کناں
ظالموں نے کردیئے ویران ان کے سب جہاں
اک جہاں اس سانحے پر ہوا نوحہ خواں
روتے روتے تھک گئے ہیں یہ زمین و آسمان
چار سو اشفاق ہے اک قیامت کا سماں
سانحہ ایسا ہے کہ سب کہہ رہے ہیں الاماں
شاعر: ثوبیہ جواد...... ڈیرہ اسماعیل خان

منافقت

کیوں دیکھتے ہو؟
میرے لبوں کی مسکراہٹوں کو تم
یہی تو ہیں
جو......
مجھے منافق بنا دیتی ہیں
دل کی بحر کی آغوش میں
اذیتوں کے لرزاں خیز طوفاں
آنکھ کی سرخی میں چبھتی
ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں
اس قدر کٹھنائیاں ہیں کہ
روح بھی چھلنی ہوگئی اب
خارزار میں الجھے
قدم......
بھٹک رہے ہیں
تاریک راہ گزار ہیں
جو کبھی کپکپاتے ہاتھ اگر
منزلوں کے قدم چومنا چاہیں تو
بے دست و پا...... بے سائباں رہ جاتے ہیں
اور پھر بھی......
یہ مسکراہٹ لبوں پر رقص کرتی ہے
نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ ڈسکہ

غزل

ایک وہی شخص میرے دل سے نکلتا ہی نہیں
سنگ کی طرح وہ ظالم ہے جو پگھلتا ہی نہیں
کروں فریاد کیے لاکھوں جتن بھی لیکن
اب تیرے ہجر میں دل میرا سنبھلتا ہی نہیں
تیرے جانے کا یہ غم بھول نہیں سکتے ہم
کسی صورت دل ناداں بہلتا ہی نہیں
بھرلوں بانہوں میں اسے دل میں چھپالوں لیکن
کیا ستم ہے کہ مجھے وہ کہیں ملتا ہی نہیں
چاندنی رات پھیلی ہے راتوں میں تیری یادوں کی
اب کے یہ چاند ترے ہجر کا ڈھلتا ہی نہیں
مسز نگہت غفار...... کراچی

دسمبر ٹھہر جاؤ نہ

دسمبر ٹھہر جاؤ نہ
ابھی لمحے نہیں بکھرے
ابھی موسم نہیں بچھڑے
میرے کمرے کی ٹھنڈک میں
ابھی کچھ دھوپ باقی ہے
میرے آنگن کے سب پودے
ابھی بھی گنگناتے ہیں
میرے بے جان ہونٹوں پر
ابھی مسکان ویسی ہے
کسی کے لوٹ آنے کا
ابھی امکان باقی ہے
دسمبر......
اک بات بلوں میں
اگر تم مان جاؤ تو
ٹھہر جاؤ نہ دسمبر...... ٹھہر جاؤ نہ
وقاص عمر...... بنگڑ نو حافظ آباد

نظم

یہ ہوائیں سردی

موسم بہاری
کچھ کہہ رہی ہیں
کچھ سنا رہی ہیں، کچھ گیت ملن کے
لبوں پر سجا رہی ہیں
لب مدھم مدھم لے پر
گنگنا رہے ہیں
تم بن رہ نہ پائیں گے
یہ گرمی کا دکھ ہم سہہ نہ پائیں گے
اب کے آؤ تو......
واپس نہ جانا سردیوں
واپس نہ جانا
مشی خان...... مانسہرہ

شہدائے آرمی پبلک اسکول

میں اک کھلی کتاب ہوں
مجھے چھو کر دیکھو
مجھے پڑھ کر دیکھو
میرا سفر جو تجھ سے شروع ہوا
وہ تجھ سے لے کر تجھ تک رہا
وہ عرصہ چاہے قلیل تھا
پر صدیوں پر محیط ہے
جو موسم بھی اس میں آیا تھا
وہ بہار ہی بہار تھا
اب بہار بھی خزاں ہی ہے
اور خزاں بھی خزاں ہی ہے
تو چلا گیا تو کیا ہوا؟
تو اب بھی مجھ میں موجود ہے
میری سانس میں میری آس میں
میرے کل میں میرے آج میں
اکیلا سفر، تنہا سفر
یہ اس سفر کا اصول ہے
تو میری ذات کا غرور تھا
میرا آج، میرا کل بھی تھا
پر یہ بھی نہ ممکن ہوسکا
جو چلا گیا مجھے چھوڑ کر، تنہا اس موڑ پر
جو چند گھنٹوں کی دوری تھی
وہ صدیوں پر چھا گئی
تو چھپ جاتا کہیں اگر
بچ جاتا میرے لال جگر
تیرا بستہ خوں میں نہا گیا
تُو کتاب کو بچا گیا
تُو اپنا ملک بچا گیا
تیری ماں نے تجھے پالا تھا
مگر تُو وطن پالنا سیکھا گیا
تُو وطن اپنا بچا گیا
تُو کلی تھا اک اور مہکا گیا
سارے وطن اور اس زمین کو
تُو بھوکا تھا اور کچھ کھایا نہ
تجھے سردی میں کچھ بخار تھا
وہ تیرا کھانا بھی گرا گیا
تجھے لہو میں نہا گیا
دیر تھی بہت ہوگئی کچھ مزید ہی تھی ہوگئی
تُو آیا نہ تُو آیا نہ......
تُو آ گیا میرے لال جگر تُو آ گیا
تیرے سینے پر گولی لگی
اور ماتھا بھی زخمی ہی تھا
پر تُو وطن کو بچا گیا
تُو لعل تھا اس قوم کا
تجھے قوم کو بچانا تھا
تُو اٹھ جا، کھانا تیار ہے
میری جان ماں بیمار ہے
نہ تنگ کر اسے تُو اب
یہ بے بس اور لاچار ہے
تیری بہن ہے دیکھ رو رہی
اور بھائی بھی اداس ہے
نہ لے جاؤ میرے لال کو
باہر سردی ہے، بہت ٹھنڈ ہے

رہے گا کیسے رات بھر اس قبر میں زمین پر
میری گود کا تو عادی تھا
عالیان تو میرا عالی تھا
بابا کو دیکھ وہ کیا کرے
کیسے کندھوں پر تجھ کو وداع کرے
کیا یہ بھی کوئی اصول ہے؟ اس سفر کا
وہ چلا گیا...... میری گود کو اجاڑ کر
وہ چلا گیا...... میری گود کو اجاڑ کر
میں آج بھی زندہ ہی ہوں تیرے بغیر
لگتا نہیں تو چلا گیا
میرے خواب میں روز آتا ہے
آغوش میں کب آئے گا؟
یہ دشمن تجھ سے ڈرتا تھا
جان گیا تھا کہ تُو مجاہد ہی ہے
آج ہی تجھے مار گیا
مگر پھر بھی بزدل ہار گیا
تُو زندہ تھا اور زندہ بھی ہے
ہر دل میں ہر امید میں
ہر کتاب میں ہر مراد میں
پہلے تو میرا لعل تھا
اب پوری قوم کا تو لال ہے
وطن کو تو بچا گیا
اس سے پیار کرنا سکھا گیا
اگر ڈر لگے تو ڈرنا نہ
میں تیری لحد پر ہی موجود ہوں
تُو آواز دے کر دیکھ لے
تیرے پاس تیرے قریب ہوں
پورے دو برس گزر گئے
جو صدیوں پر محیط ہیں
جو صدیوں پر محیط ہیں
یہ سفر آغاز ہے
جو صدیوں پر محیط ہیں
یہ سفر کا آغاز ہے

سید تعلیم شاہ...... رحیم یار خان

شہداء کے نام

اداس چہرے اداس آنکھیں
لہو میں ڈوبی اداس شامیں
زخموں سے چُور ہر اک بدن ہے
دکھوں سے چُور یہ اداس شامیں
یہاں ہر طرف لہو لہو ہے
نا کچھ خبر یہاں زندگی کی
یہاں نازک کلیاں کچل رہی ہیں
معصوم سسکیاں ابھر رہی ہیں
یہاں دکھ کسی کا بھی کم نہیں ہے
کسی بھی زخم کا مرہم نہیں ہے
یہاں دل بھی زخمی بدن بھی زخمی
کوئی تو پوچھے یہ کیوں ہوا ہے؟
اپنے دل کی تسکین کی خاطر
یہاں آنگن کتنے ویراں کیے ہیں
اس شہر کی اب اجاڑ شامیں
لہو میں ڈوبی اداس شامیں

اسمارہ ہارون...... جھنگ

غزل

میں نے پوچھا کیسے ہو؟ بدلے ہو یا ویسے ہو؟
روپ وہی انداز وہی یا پھر اس میں کوئی کمی
ہجر کا کوئی احساس تو ہوگا کوئی تمہارے پاس تو ہوگا
میں بچھڑا مجبوری تھی کب منظور مجھ کو دوری تھی
ساتھ ہمارا کب چھوٹا ہے روح کا رشتہ کب ٹوٹا ہے
آنکھ سے جو آنسو بہتے ہیں تم کو خبر ہے کیا کہتے ہیں
میں نے کہا آواز تمہاری آج بھی ہے ہمراز ہماری
پھول وفا کے کھل جائیں گے
ہم دونوں پھر مل جائیں گے

مریم عنایت...... خم کسر

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

آنچل پریوں کے نام

پیاری فائزہ بھٹی آپ اس دفعہ کدھر غائب ہیں؟ ماہ رخ سیال آپ بھی سرگودھا کی رہائش پذیر ہیں۔ سمیرا تعمیر آج کل آپ کہاں ہیں' ڈیئر صائمہ مشتاق کبھی ہم پر بھی نظر ثانی کرلیا کرو۔ گل مینا خان' ارم کمال' نجم انجم' تمنا بلوچ سب کو محبتوں بھرا سلام۔ نگہت نواز کیا آپ بشریٰ کی سسٹر ہیں۔ کرن رفیع آپ کا کیا حال چال ہے' تم نے شاید پہچانا نہیں ہوگا۔ طیبہ رانا پڑھائی کیسی جارہی ہے' طیبہ اگر تمہارے پاس جولائی یا اگست کا شمارہ ہے تو وہ افرا کو ضرور دینا۔ سسٹرز نیرا کیسی ہو' زین العیاسنا ہے آپ بھی آنچل پڑھتی ہیں۔ خدا آپ سب کو کامیاب و کامران کرے' آمین۔ کنجوس افرا ہم کو مشتاق بھی اپنے کالج سے ایک ناول ہی منگوادو۔ پروین افضل شاہین آپ تو آنچل کا چمکتا ستارہ ہیں' اللہ آپ کو اولاد نرینہ عطا فرمائے' آمین۔ دلکش مریم چنیوٹ سے' آپ کے والد کے متعلق پڑھ کر بہت افسوس ہوا' بے شک دنیا ایک عارضی ٹھکانہ ہے' سبھی نے ایک نہ ایک دن لوٹ کر جانا ہے' اللہ آپ کی فیملی کو صبر عطا فرمائے' آمین۔

اقراٗ امتیاز...... سرگودھا

آنچل پریوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب آنچل پریوں' ارے ارے حیران نہ ہوں' اوکے میں اپنا تعارف کرادیتی ہوں میں ہوں آنچل ریاست کی ننھی سی شہزادی (آہم) سعدیہ حورعین! پیار سے مجھے حوری کہتے ہیں (ویسے آپ لوگ بھی کہہ سکتے ہیں) میں آپ سب کیوٹ پرنسز سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' وہ بھی پکی والی۔ حرا قریشی' عنزہ یونس' ملالہ اسلم! آپ کو شادی کی بہت بہت مبارک باد' اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ نجم انجم آپی' فائزہ بھٹی (ہنسانے کے لیے شکریہ' آپ کی اس بات نے بہت ہنسایا تھا جب آپ کا تعارف چار سال بعد شائع ہوا وہ آپ نے آئینہ میں لکھا تھا ''بھلا اب بھی نہ کرتے شائع' کچھ بڑا احسان ہوتا ان گزرے چار سال میں دنیا بدل گئی' ہم بدل گئے'' پرنسز اقوا' عائش کشمالے' صبا زرگر' زکاء زرگر میں آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' اللہ تعالیٰ آپ سب کو ڈھیر ساری خوشیاں اور کامیابیاں عطا فرمائے' آمین۔ حور خان! آپ کا پیغام پڑھا دل نے کہا آپ سے دوستی کرنی چاہیے سو آپ کی دوستی دل و جان سے قبول ہے۔ آپ بھی پٹھان اور ہم بھی خوب بنے گی' وہ کہتے ہیں ناں ''خوب نبھے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو''۔ فریدہ فری آپی! اللہ تعالیٰ آپ کو خوشیوں بھری اور صحت و تندرستی والی زندگی عطا فرمائے' آمین۔ کوثر خالد آنٹی اور ارم کمال آنٹی' آپ دونوں مجھے بہت اچھی لگتی ہیں آپ دونوں بہت سویٹ ہیں۔ بہت خوب صورت دل رکھتی ہیں' اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے' آمین۔ جو کوئی بھی ہم سے دوستی کرنا چاہے تو دوستی کے لیے ہم حاضر ہیں' جواب کی منتظر' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

سعدیہ حورعین حوری...... بنوں' کے پی کے

میری جان سے پیاری ثمینہ حیدر کے نام

جانو جی کافی دن سے سوچ رہی تھی آنچل کے ذریعے اپنی کزن کو یاد کیا جائے گو کہ تم ہر وقت ہر لمحہ میری سانسوں میں دل میں دھڑکن میں رہتی ہو سوچا آنچل کی دوستوں سے بھی آپ کا تعارف ہوجائے کہ آپ میرے لیے کیا ہو۔ بہرحال مجھے تو یہ کہنا ہے کہ آپ میرے لیے میری زندگی سے زیادہ پیاری ہو۔ اچھا تم سناؤ بھیا جانی جسے میں اکثر جیجا جی کہتی ہوں کیسے ہیں۔ اقصیٰ کلیم' وقاص راؤ' الیزا شہزادی' اسماء حیدر' انس سیٹھ کیسے ہیں سب ان سب کو میری طرف سے پیار کرنا آپ کو تو کروڑوں بار سلام' پیار۔

تسنیم سحر راؤ...... اسلام آباد

سویٹ جان کے نام

امید ہے آپ صحت و ایمان کی بہترین حالت میں ہوں گی۔
سنو! ذرا آج کے دن
ہمیں ایک التجا کرنی ہے
بڑا ہی اہم ہے آج کا دن
ہر غم بھلا دینا آج کے دن
بس تھوڑا سا مسکرا دینا آج کے دن
سنو! ذرا آج کے دن
ہمیں اک التجا کرنی ہے
ذرا سا مسکرا دینا آج کے دن
میری جان بہت بہت سالگرہ مبارک ہو

جان پچھلی سالگرہ پر بدقسمتی سے آپ کے ساتھ نہیں تھی' میری دعا ہے کہ اس مرتبہ میں آپ کے ساتھ ہوں' میری دعا ہے اللہ پاک آپ کو بے شمار خوشیاں دیں' صحت و تندرستی والی لمبی زندگی دے' آمین۔ جان آپ کو پتا تو چل گیا کون آپ کو وش کررہا ہے' جی ہاں صحیح سمجھی آپ کی جان اب اجازت' اللہ حافظ۔

کے...... ستیانہ

اپنوں کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں بھئی سب لوگ' امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے اور دسمبر کو کچھ لوگ انجوائے کررہے ہوں گے تو کچھ اداس اداس ہوں گے' ہیں ناں۔ چلو جی دل کا موسم اچھا ہونا چاہیے' سدرہ یار تم بھی انٹری مار ہی لو اور ہاں میرے لیٹر پڑھ کر بھائی شہزاد کو نہ سنایا کرو' سمجھیں۔ بھائی شہزاد آپ نے ہی تو کہا تھا انٹری دو اب مذاق اڑاتے ہو' بری بات۔ استاد حوصلہ دیتے ہیں کم نہیں کرتے۔ وزیہ سحرین 25 دسمبر کو آپ کی سالگرہ

ہے مبارک ہو آپ کو اپنی سالگرہ اللہ تعالیٰ آپ کو ڈھیروں خوشیاں دے اور غم کوئی نہ آئے آپی شاہین اور کوثر خالد آپ لوگ کیسی ہیں؟ سدا خوش رہیں۔ ایک بے حد عزیز ترین دوست جس کا نام میں نہیں لکھ سکتی اجازت نہیں ہے 12 دسمبر کو اس کی سالگرہ ہے۔ میری دعا ہے کہ وہ ہمیشہ خوش رہے غم کبھی بھٹک کر بھی اس کے پاس نہ آئے اور کامیابیاں اس کے قدم چومیں (آمین)۔ آپ بھول گئیں تو کیا ہوا مجھے ہمیشہ یاد رہو گی۔ تمام پاک فوجیوں کو میرا اسلام۔ مجھے آرمی میں جانے کا بہت شوق ہے اللہ نے چاہا تو کہیں نہ کہیں کبھی یہ وش پوری ہوجائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے وطن کو اپنی حفاظت میں رکھے آمین اجازت چاہوں گی ایک بات کے ساتھ اگر تم دکھوں کا دریا عبور کرنا چاہتے ہو تو آنسوؤں کو جذب کرنا سیکھو اللہ حافظ۔

رقیہ ناز...... میلسی وہاڑی

نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! نازیہ جی کیسی ہیں آپ؟ ہمیں یقین ہے کہ آپ ٹھیک ہوں گی نازیہ جی آپ ہمیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ ہمیں مطلب مجھے اور میری دوست عابدہ کو پتا نہیں آپ کی تحریروں میں ایسا کیا ہے جو کسی اور ناول یا کہانی میں نہیں ملتا ہمارا آپ سے ملنے اور دیکھنے کو بہت دل چاہتا ہے۔ نازیہ جی ہم لوگ صرف آپ کو پسند ہی نہیں کرتے بلکہ آپ کی بہت عزت کرتے ہیں آپ کی کہانیوں میں آپ کی ذات شامل ہوتی ہے آپ بہت مخلص ہو کر لکھتی ہیں اگر آپ ہمارے خط کا جواب دیں گی تو ہمیں بہت خوشی ہوگی اور آئندہ لکھنے کی ہمت ہوگی۔ ہم نے پہلی بار لکھا ہے اس لیے کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معافی چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اللہ حافظ۔

سحر اینڈ عابدہ...... فیصل آباد جھپال

ڈیئر آپی ساریہ کے نام

السلام علیکم! ڈیئر آپی ساریہ کیا حال ہے؟ ہمیں آپ کے ناولز بہت پسند ہیں آپ کی شاعری بھی بہت اچھی ہوتی ہے۔ ہم آپ کی بہت بڑی فین ہیں اللہ آپ کو کامیابی عطا فرمائے ہمیں آپ کے ناولز کے ساتھ ساتھ آپ بھی بہت اچھی لگتی ہیں۔

نتاشہ اسلم فاریہ اسلم...... مہسیاں گجرات

ماہ رخ سیال و دوستوں کے نام

السلام علیکم! میری بہت پیاری دوست ماہ رخ سیال کیسی ہو مجھے پتا ہے تم میرے لیے صحت کی دعا کررہی ہوگی۔ صبیرہ اپنی سویٹ خالہ جانی کو ڈیری ملک میں ڈوبا پیار دے رہی ہے اگر ایف بی پہ ہو تو رابطہ کرو ماہ رخ پروین افضل شاہین سمیت جن کی ماؤں کا سایہ ان کے سروں سے اٹھ گیا اللہ پاک ان کو صبر جمیل دے اور جانے والیوں کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس نصیب کرے آمین۔ بہت تکلیف دہ مرحلہ ہے۔ ساریہ چوہدری دعائے سحر نجم انجم اور عنزہ یونس اقرا لیاقت صبا نواز بھٹی ریحانہ راجپوت جاناں ملک دلکش مریم صنم ناز آنسہ شبیر (صوفیہ ملک آئی مس یو) لاڈو ملک کیسی ہو اور کہاں ہو؟ عائشہ ملک عاشو تم سے بات کرکے بہت اچھا لگتا ہے۔ پارسا صحاب چڑیل میرے حصے کی چائے بھی تم ہی پی جاتی ہو ظالمہ شانزے خان کسی گریٹ ہو ارم کمال کیا حال ہیں۔ مسز نازیہ عابد کافی عرصے سے آنچل نگری کا چکر نہیں لگایا آپ نے خیریت ہے ناں۔ فوزیہ سلطانہ انعم برنالی شہناز وشازیہ اقبال کدھر ہیں آپ مدیحہ نورین اور باقی جن دوستوں نے یاد رکھا اپنی دعاؤں میں ان سب کا شکریہ جن کے نام لکھنے سے رہ گئے ان سے معذرت۔

صائمہ سکندر سومرو...... حیدرآباد

اسکول فرینڈز کے نام

السلام علیکم! تمام دوستوں کو مریم قریشی کا سلام قبول ہو۔ کیسے مزاج ہیں تم سب کے۔ عالیہ انجم ناز اور راشدہ نور تم لوگ کس دنیا میں گم ہو کیسے گزر رہے ہیں دن جو دن اسکول میں گزرتے تھے وہ تو پھر کبھی نہ آئیں گے۔ عالیہ تم ہو تو بہت پیاری مگر ہر وقت لڑائی ہوئی تھی ہماری ڈسٹر سے ایک دوسرے کو مارتی تھی ہائے ہمیشہ یاد ہی رہیں گے اور جو اسماء میں نے تمہیں تنگ کیا ہے۔ معاف کرنا مجھے دل سے معافی مانگ رہی ہوں تمہاری وجہ سے بہت رونق تھی کلاس میں راشدہ نور تم بہت اچھی ہو میری بہت کیوٹ دوست ہو۔ اللہ نے تمہیں جتنا خوب صورت بنایا ہے اتنا ہی خوب صورت تمہارا نصیب بھی کرے۔ عالیہ اور راشدہ تم دونوں میری بیسٹ فرینڈز ہو صفہ علی ظفر تم بھی بہت یاد آتی ہو یاد کرو ہم دونوں ایک دوسرے کو جو اپنی کہانیاں سناتے تھے اور وہ دن بھی یاد کرو جب مس نورین نے کام نہ لکھنے کی وجہ سے ساری کلاس کو باہر نکال دیا تھا اور ہم نے میڈم کے آفس کے سامنے جو گانے گائے (چھنو کی آنکھ میں ایک نشہ ہے) اور جو شور مچایا پھر جو مار پڑی تھی اللہ معاف کرے۔ رابعہ حضری (ٹام اینڈ جیری) ہم جو کلاس میں گانے گاتے تھے سب لڑکیاں کتنا پسند کرتی تھیں۔ اب بھی جب گانا گاؤں تو تم دونوں بہت یاد آتی ہو عائشہ تنویر تمہارے بارے میں سن کے بہت دکھ ہوا یار! اللہ تمہیں ہزاروں خوشیاں دے نور بانو تم بھی بہت یاد آتی ہو۔ منیبہ فاریہ زینب خان عذرا سمعیہ پلوشہ ثناء زرقا کائنات جویریہ ناہیدہ ستارہ زینب جاوید زیب تم سب کو سلام۔ دعاؤں میں یاد رکھنا۔

مریم قریشی...... خواجگان مانسہرہ

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل پڑھنے والی بہنوں کیا حال ہے آپ یقیناً ٹھیک ہوں گی (زعیمہ روشن آزاد کشمیر) پیاری بہن میری امی کے لیے دعا کرنے کا بہت شکریہ اللہ آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں دیکھنا نصیب کرے (فائزہ بھٹی پتوکی) اگر زندگی میں آمنے سامنے نہ مل سکے تو کیا ہوا آنچل کے ذریعے تو دوستی ہوسکتی ہے ناں ان شاء اللہ جیسا تم نے سوچا ہے اس سے اچھا پاؤ گی۔

کوثر خالد میری شاعری پسند کرنے کا شکریہ اور میرے معلمہ بننے کی دعا کرنے کا شکریہ میری دعا ہے کہ اللہ آپ کی نیک اور دلی خواہشات پوری کرے اور وقت پر نماز کا پابند بنادے آمین۔ محسن عزیز حلیم بھائی میرا تعارف پسند کرنے کا بہت شکریہ آپ کی طرح میرے بھائی حافظ محمد ساجد بھی بہت شوق سے آنچل پڑھتے ہیں آنچل میں سب سے پہلے میرا نام تلاش کرتے ہیں پھر پڑھنا شروع کرتے ہیں۔ میزاب قصور مجھے آپ کا نام بہت پسند ہے کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی اچھا اللہ حافظ۔

شازیہ اختر شازی...... نور پور

سائرہ نبیلہ کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے سائرہ اینڈ نبیلہ تمہاری شادی کی بہت بہت مبارک ہو اللہ تمہیں ہزاروں خوشیاں دیکھنی نصیب فرمائے آمین۔ باجی شازیہ آپ کیسی ہو میزاب قصور کیا حال ہے آپ قصور میں رہتی ہو یا کھڈیاں میں اور کس جگہ رہتی ہو۔ اسیر بیٹا مبارک ہو سلمیٰ تمہارا کیا حال ہے آخر میں سائرہ نبیلہ کے نام ایک نظم۔

خوشیاں تمہارے آنگن میں محو رقص ہوں
تمہیں سسرال میں محبتوں کے نصاب ملے
چاہتوں کی کتاب ملے
نہ غم قریب آئے
ایسے خوشیوں کے پہرہ دار ملے
ایسے ہنستی کھیلتی مسکراتی رہو
کھلے تمہارے آنگن میں مسکراہٹوں کے گلاب

نور الشال شہزادی...... کھڈیاں قصور

آنچل پرنسز ریڈرز رائٹرز اینڈ کچھ اسپیشل لوگوں کے نام

ڈیئر آنچل پرنسز اینڈ موسٹ فیورٹ آنچل اسٹاف اینڈ دیا جی پیا جی ہاؤ آر یو؟ کیسے ہیں سب یقیناً لش پش ہوں گے میری دعائیں جو آپ سب لوگوں کے ساتھ ہیں آہم۔ دیدی کیسی ہو پھر نہ کہنا مانی میرے نام کچھ نہیں لکھتی او کے ناں اور میری کیوٹ پری (آئرہ) جانو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ایسے ہی ہنسی مسکراتی اور گھر میں مسکراہٹیں بکھیرتی رہو آمین۔ حاعث کیوٹ پرنسز پلیز پڑھائی پر توجہ دو اور ریگولر کالج جایا کرو آئی نا سمجھ۔ ہم سب تمہیں بہت مس کرتی ہیں اور رانی باجی حمیرا سمیرا بشریٰ باجی محسن بھائی سب فٹ ہو ناں اور نمرہ (پتلو) حفصہ (موٹو) اور آپی جی کیسی ہیں آپ لوگ مس یو یار! کیوں نہیں آئیں ہم سے ملنے۔ زعیمہ روشن (آزاد کشمیر) ڈیئر فٹ فاٹ آپ سنائیں کیسی ہیں اور یاد رکھنے کا شکریہ۔ طاہرہ منور جی کرلی دوستی فر بھائی دی پڑے گی یاد رکھنے کا شکریہ۔ اسماء گل جی ویلکم ایک اور بات میں اور عائشہ رحمٰن سسٹرز ہیں مہنگی نہ پڑ جائے دو بہنوں سے دوستی ہاہاہا۔ سمیرا سوالی (آپ بھی نائس ہیں) تھینک یو۔ مارخ سیال آپی بس ہم تو یاد رکھتے ہیں آپ نہیں یاد کرتی ناں ہمیں بہرحال میری دیا عائشہ رحمٰن ہنی کو ریجکٹ کیا مجھے دکھ ہوا۔ میری سس لاکھوں میں ایک ہے آپی جی! والسلام۔ طیبہ خاور آپی لگی ہیں بہت کہ دونوں سس ایک ہی گھر میں واؤ یار ہم دونوں کی بہت خواہش ہے ایسی دعا کریں بس آنٹی کوثر خالد اف آپ تو کمال ریئلی آنٹی جی آپ اتنی لکی ہیں اف یقیناً جنت آپ کا مقدر ہوگی۔ کاجل شاہ کچھ تو ریپلائی کردیں بھئی روشی وفا جی کدی سانوں وی یاد کرلیا کرو۔ صباہ زرگر سید لوبا سجاد صائمہ مشتاق مدیحہ نورین مہک جی ثانیہ مسکان! کیسی ہیں آل۔ آئی لو آل آنچل فرینڈز آپی نازی جی بیٹی کی بے حد مبارک باد کیسے ہیں ہمارے جگو اینڈ بیٹا بھی ٹھیک ہے ناں سمیرا شریف طور (آپی جی) آپ ہیں موڈی سی بٹ پھر بھی اچھی لگتی ہیں عائشہ نور محمد لائبہ میر حرا قریشی دعائے سحر انا احب جازبہ جی ماریہ کنول ماہی اقرا لیاقت فائزہ بھٹی کدھر گم ہیں سب لوگ آئیں ناں سب؟ دیدی (عائشہ رحمٰن ہنی) یار پلیز اب تو مان جاؤ ناں آہم سمجھ گئی ہو ناں جلدی جلدی راستہ خالی کرو شاباش ویسے تمہاری پوئٹری بھی زبردست ہے۔ مذاق نہیں کررہی خولہ (مائی کیوٹی سس) بس پلیز اور کسی نہ ہونا۔ مجھ سے بھی اوکے ہوگئی مائی کیوٹ فرینڈ پیا جی کیسی ہو؟ پتا ہے ناں کتنا لو یو۔ ڈیئر جانو فرینڈز لو یو سو مچ اینڈ مس یو اوہ کبریٰ (سمی) تمہیں تو بھول ہی گئی تھی تو پھر تم دماغ کھاتی (آہم مذاق کررہی ہوں) تم کیا کررہی ہو آج کل میری طرح ویلی ہی ہو؟ تمام ریڈرز رائٹرز میری تمام نیک تمنائیں آپ سب کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ یونہی آنچل وحجاب کی دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے آمین۔

آمنہ رحمٰن مانی...... ریالی مری

آنچل رائٹرز کے نام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کیسے ہیں آپ سب؟ سیدہ غزل زیدی آپ بے پناہ اچھا لکھتی ہیں آپ کے سلسلہ وار ناولز ''کروں سجدہ ایک خدا کو'' اور ''حریم عشق'' ابھی تک یہ دو ناولز ہی پڑھے ہیں مگر یقین مانیں آپ رائٹرز میں سے میرے دل میں اعلیٰ مقام حاصل کرچکی ہیں۔ مجھے آپ کے دونوں سلسلے وار ناولز بے حد اور بے پناہ پسند آئے ہیں آپ کو ''حریم عشق'' ناول کی بے حد اچھا اینڈ کرنے پر بے پناہ مبارک ہو اللہ پاک ایسی ہی مزید کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔ آپ پلیز جلد ہی تشریف لائیے گا اور نازیہ آپی آپ کا سلسلہ وار ناول ''شب ہجر کی پہلی بارش'' آپ کے باقی ناولز کی طرح زبردست ہے میں نے آپ کے ابھی کچھ ناولز ہی پڑھے ہیں (برف کے آنسو بھوک مائیں تی میں کنوں آکھاں پتھروں کی لکیروں پہ) اور سب ہی مجھے پسند آئے ہیں مجھے آپ کے لفظوں کے بہترین چناؤ سے پیار ہے۔ اللہ پاک آپ کے ناول ''شب ہجر کی پہلی بارش'' کو بھی بے پناہ کامیابی عطا فرمائے آمین۔ سمیرا آپی بے شک آپ نامور مصنفہ ہیں میں نے آپ کی کہانیوں ناولز میں فیملی کے گرد گھومتی محبت کو

محسوس کیا ہے آپ کا انداز بیاں لاجواب ہے مجھے آپ کے ناولز بے حد پسند ہیں ابھی تک تو میں نے آپ کے کچھ ہی ناولز پڑھے جو بے حد پسند آئے ہیں اوا آپ کا حالیہ سلسلہ وار ناول (جنوں سے عشق تک) بہت ہی اچھے انداز سے آگے بڑھ رہا ہے اس ناول کا شدت سے انتظار تھا' اللہ پاک (ٹوٹا ہوا تارا' ڈھل گئی ہجر کی رات) اسے بھی بے پناہ کامیابی عطا فرمائے' آمین۔ اقرأ صغیر احمد ہماری نظر میں بہت ہی اچھی رائٹر اور اپنے رشتوں سے بے پناہ محبت کرنے والی خصوصاً ان کو عزت دینے والی رائٹر شمار ہوتی ہیں یہ میں نے آپ کی ہر اسٹوری میں محسوس کیا ہے جن کے نام (تیری زلف کے سر ہونے تک' زیست کی شام سے پہلے' بھیگی پلکوں پر) کی آخری چند اقساط ہی پڑھی ہیں اور ایک ناول جس کا نام ذہن میں نہیں آرہا۔ پتا نہیں احد اور رائمہ والی تھی یا مائدہ اور عمر والی (پلیز قارئین میں سے جس کو یاد ہو وہ ضرور ہمیں بتائے) بے پناہ آپ کے لفظوں سے عقیدت ہوگئی ہے اور آخر میں فاخرہ گل میں نے آپ کے دو سلسلے وار ناولز پڑھے ہیں (ذرا مسکرا امیر [illegible]ے گمشدہ اور دوسرا وہ ''ناجی فیکے' چندا والا ناول) دونوں ہی حقیقت سے قریب تر لگے ہیں' فاخرہ آپی آپ کی ناولز میں سچائی اور گہرائی ہے۔ اللہ پاک آپ کو مزید ایسی ہی اور کامیابیاں عطا فرمائے اور سباس گل میں نے آپ کے دو ناولز ابھی پڑھے ہیں (محبت دل کا سجدہ اور بڑا آدمی) دونوں ہی پسند آئے ہیں میں نے آپ کو بہت کم پڑھا ہے لیکن آپ کو سادہ اور محبت میں بے لوث پایا ہے (قارئین سے محبت میں) کیا میں سچ کہہ رہی ہوں؟ اور جن کے نام رہ گئے ہیں ان سب سے افسانہ نگاروں سے (آئندہ ان شاء اللہ) افسانوں کی رائٹرز کے لیے پیغام بھیجوں گی اور قارئین سے بے حد دلی عقیدت اور پیار ہے اچھا جی اللہ پاک ہمارے پاکستان کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہم سب کو بھی' آمین' فی امان اللہ۔

عائش کشمالے عائشہ دین محمد......رحیم یار خان

آنچل فرینڈز کے نام

دوست کا پیغام آئے میں شامل سب کو میرا اسلام' مجھے شروع سے جب سے یہ آنچل ڈائجسٹ پڑھ رہی ہوں تب سے شوق تھا کہ میں اس محفل میں ضرور شرکت کروں اور اپنی سبھی دوستوں سے مخاطب ہوکر انہیں سرپرائز دوں گی سب سے پہلے تو اپنی نئی بننے والی دوست شبنم کنول حافظ آباد سے کو دل کی گہرائیوں سے ویلکم کرتی ہوں۔ شبنم کنول اپریل کے آنچل میں آپ نے میری دوستی کی طرف بڑھے ہاتھ کو تھاما تو یقین مانو بہت خوشی ہوئی' میں نے رسالہ اٹھا کر اپنی آپی کو دکھایا کہ دیکھو میری نئی دوست کا پیغام پڑھو' میری خوشی سے وہ بھی خوش ہوگئی۔ کیا واقعی آج سے ہم دوست ہوگئی ہیں نا' (یقین نہیں آتا آنچل کی طرف سے مجھے دوست ملی ہے) پھر آپ کی یہ بات کہ میں بھی مہر ہوں' کیا اس سے آپ کا مطلب کہ محبت ہوں' اللہ آپ کو ڈھیروں محبتیں اور اپنوں کی طرف سے خوشیاں عطا کرے اور آپ کو یہ پائے کیوں پسند نہیں' یار پائے کھانے سے روٹیاں بنانے سے جان چھوٹ جاتی ہے' ہاہاہا۔ شبنم کنول کیا میں آپ کو شب کہہ کر مخاطب کرسکتی ہوں' شبو تو آپ کو شاید پسند نہ آئے۔ آپ دعا کیجیے گا کہ میری کہانیاں آنچل کے معیار کو چھو جائیں یہ میری زندگی کی بڑی خواہش ہے' میں اپنی اسکول کی سبھی دوستوں سے مخاطب ہوں یار تم لوگ بہت آگے بڑھ گئی ہوں' کیا آگے بڑھنے کا مطلب ہے کہ پیچھے والوں کو بھول جانا؟ میرا دل کرتا ہے کہ میں ایک دعوت کروں تو تم سب میرے گھر میں مجھ سے ملنے آؤ' کیا تم لوگ' عائشہ شبیر' نوشین اسماعیل' نجمہ محی الدین' آسیہ الرحمٰن' صغریٰ فرید' کلثوم اقبال' ثمرین محمد بخش' ثمینہ عارف' نادیہ اشرف' سعدیہ فرزانہ شبانہ عاشق' کبریٰ فرید' فوزیہ صدیق' جمیلہ شفیع' کبریٰ فرید' کیا آؤ گی' دعوت کرنے پر۔ مجھے تم لوگوں سے مل کر بہت خوشی ہوگی۔ نوشین تم کیسے اسکول میں مجھ پر مرتی تھیں' کیا واقعی اب بھول گئی ہو' عائشہ تم بہت یاد آتی ہو' تم میں سے کوئی مجھ سے رابطہ رکھنا چاہے تو جہاں ہم پڑھتی تھی اس اسکول میں اب میری بہن ٹیچر ہے اس سے ملنا وہ ہمارا رابطہ کرواسکتی ہے۔ کوثر آنٹی آپ تو بہت ہی نیک عورت ہیں' آپ کی سوچ جان کر اندازہ ہوا' پروین آپی اللہ آپ کی گود بھرے' آپ بہت ہی زندہ دل خاتون ہیں آج کے زمانے میں آپ جیسی نایاب ہستی کہاں ملتی ہے' خدا آپ کے دل کی ہر مراد پوری کرے۔ اقرأ مزمل آصفہ داؤد کیا آپ ظاہر پیر کے رہائشی ہیں جہاں پر الشبیر اسکول جیسا مشہور ادارہ ہے اگر ہاں تو آپ میری پڑوسی ہو' آپ سے میں دوستی کرنا چاہتی ہوں' کیا آپ دوستی کریں گی۔ فائزہ بھٹی چتوکی السلام علیکم! آپ سے یہ پوچھنا تھا کہ آپ ریگولر ہر ماہ کیسے ہر رسالے میں انٹری مار لیتی ہیں۔ آپ شعاع' خواتین اور کرن والی ہیں ناں' کرن میں آپ نے اپنے بھائی کی شادی کا احوال بھی دیا تھا۔ اب مجھے دیں اجازت' اللہ سے یہ دعا کہ آنچل پڑھنے والیوں کو ہر غم سے بچائے رکھنا۔

صفیہ مہر......فتح پور کمال

پیاری ماریہ اور جان سے پیارے عزیزوں کے نام

السلام علیکم! ماریہ 7 دسمبر تمہاری سالگرہ کا دن' آنچل کے توسط سے تمہیں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو' سدا خوش رہو' ہنستی مسکراتی رہو اور خوب پڑھ لکھ کر اپنے امی ابو اور وطن کا نام روشن کرو۔ ماریہ کا نام لکھا تو باقی سب کو کیسے بھول سکتی ہوں مانو (میرب) پری (رباب) اور شہزادہ جان عالم (عمر) پھوپو جانی آپ سب کو بہت پیار کرتی ہیں آپ سب پھوپو کی جان ہیں۔ اختر انکل اور رخسانہ آنٹی آپ لوگ دنیا میں سب سے اچھے انکل آنٹی ہیں۔ رخسانہ آنٹی میں نے کبھی آپ سے کہا نہیں پر میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں' آئی لو یو سو مچ۔ زینت بھائی آپ بہت خاص ہیں ہیں کوئی بھی بات آپ سے شیئر کیے بنا نہیں رہ

سکتی آپ نے ہمیشہ میری صحیح راستے کے طرف رہنمائی کی ہے۔ میری کوئی بڑی بہن بھی ہوتی ناں تو وہ آپ سے زیادہ اچھی نہیں ہوسکتی۔ شمع بھابی اور روبینہ بھابی آپ دونوں بہت اچھی بھابی ہیں میں نے آپ دونوں سے بہت ساری باتیں سیکھی ہیں۔ غزل آپی میں آپ کو اور منتہیٰ کو بہت یاد کرتی ہوں (پر لگتا ہے آپ مجھے بھول گئی ہیں) بھائیوں کا نام لے لے کر ان کے بارے میں کہنے لگی تو صفحات کم پڑ جائیں گے' بس اتنا کہوں گی کہ اللہ تعالیٰ میرے سب بھائیوں کے کام میں ترقی عطا فرمائے اور ان کا نام چاند تاروں کے مانند آسمان پر چمکتا رہے' اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ امی آپ میرا دل ہیں تو ابو دھڑکن ہیں' میں آپ دونوں کے بناء اپنی زندگی کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ آپ ہیں تو میں ہوں' آپ دونوں میری زندگی ہیں۔

مصباح عالم......کراچی

خاص دوستوں کے نام

آداب! کیسی ہو گڑیو' بہت دنوں سے سوچ رہی تھی کہ آنچل سے دوبارہ سے دوستی کرلی جائے' دو سال پہلے لکھنا چھوڑا ہے آنچل میں لیکن پڑھنا نہیں۔ وہ تو ہم پیپرز میں بھی پڑھتے رہے ہیں' آنچل کڑیوں میں سے شاید ہی کسی کو ہمارا نام یاد ہو؟ (واقع کسی کو بھی نہیں یاد) چلو کوئی گل نہیں اب ہم مستقل آئیں گے۔ آنچل فرینڈز میں سے جو کوئی ہم سے دوستی کرنا چاہیے ہم دلوں و جان سے راضی بہ راضی ہیں' ارے ہاں یاد آیا 6 دسمبر کو مدیحہ سعدیہ میری پیاری موٹی سہیلی اور 8 ستمبر کو میری پیاری اسمارٹ سہیلی ثمرہ کی سالگرہ ہے میری جانب سے بیسٹ وشز' اللہ پاک تم لوگوں کو ہمیشہ شاد وآباد رکھے۔ حافظہ انعم تم بھی مجھے یاد ہو' اللہ پاک تم پر اور مس آصفہ حسن پر اپنا سایہ رحمت ہمیشہ رکھے' آمین۔ ارے اقصیٰ مبین تم نے کہا تھا کہ تم دوبارہ آنچل میں لکھا کرو تو میں نے تو لکھ دیا اب تم نے پڑھنا نہیں چھوڑنا' اوکے۔ میری ساری آئی کام فیلوز اور پھر بعد میں پنجاب کالج گوجرہ کی بی کام فیلوز کو میرا محبت بھرا اسلام قبول ہو' دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

سائرہ شاہین......ٹکونڈی بھٹیاں

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہیں آپ سب کے کیا ہو رہا ہے آج کل' سب سے پہلے تو جن کی سالگرہ ہے انہیں بہت بہت مبارک باد۔ مدیحہ کنول تمہیں لینے خود آؤں کیا؟ جہاں رہو خوش رہو' اللہ پاک تمام مشکلات حل کرے' آمین۔ صائمہ مشتاق میں بے مروت تو نہیں ہوں مگر کیا کروں باوجود کوشش کے وقت مجھے بے مروت ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اقرأ ممتاز تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے' صائمہ کہاں ہو ایک پیغام دے کر غائب۔ فضہ جٹ' مائرہ جٹ بھول گئیں کیا' میں تمہیں بتا نہیں پائی مگر یقین مانو برابر یاد کررہی ہوں۔ اقرأ جٹ لو آج سے ہم دوست ہوئے۔ شمع مسکان کیا ہوا کہاں ہو' مسکان قصور' تم بتاؤ قصور کیسا ہے؟ غائب ہی ہوگئی ہو' پروین افضل شاہین' ساری دعائیں تمہارے لیے۔ مدیحہ نورین مہک' سیدہ لوبا سجاد' طاہرہ منور' صباء عمر' زرگر' عجم انجم اعوان' دعا ہاشمی (دعائے سحر) انا احب' نادیہ کامران' یاسمین کنول' فریدہ فری' ثانیہ مسکان' عنزہ یونس' دلکش مریم' سمیرا تعبیر' ساریہ چوہدری' امبر گل' شگفتہ خان' اللہ تم سب کے نصیب اچھے کرے' آمین۔ خوش وآباد رہو۔ ارم کمال' کوثر خالد' عائشہ نصیر' اقرأ لیاقت' حرا قریشی' ایس بتول شاہ' صائمہ کشف' جازبہ عباسی' طیبہ نذیر' فوزیہ سلطانہ کہاں ہو' کس نے پکڑ رکھا ہے جو آنے کا نام نہیں لے رہیں۔ حیا عباس' شزا بلوچ' تمنا بلوچ' ماہ رخ سیال' حافظہ سمیرا' عائشہ رحمٰن ہنی' آمنہ رحمٰن' کرن شہزادی' کرن شبیر' عائش کشمالے' روبی خان' انیلا طالب' اقصیٰ کشش' کاجل شاہ' آنسہ شبیر' شازیہ ہاشم' نور الشال' سمیرا سوالی' مسز عطا' میزاب' خوش وآباد رہو۔ تم سب لوگ...... تم سب پر اللہ اپنا کرم فرمائے' رحمتوں کے سائے تلے رکھے۔ مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھنا اور ایک بات اور کروں گی جو بھی پیغام بھیجتا ہے اسے ضرور پڑھتی ہوں اس کی دل سے عزت کرتی ہوں' نام یاد رکھتی ہوں' یار زندہ محبت باقی۔

فائزہ بھٹی......چتوکی

سائنس گروپ اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! میری تمام سوئیٹس سی فرینڈز کو میرا محبتوں' چاہتوں سے بھرا اسلام قبول ہو۔ آپ سب کا کیا حال ہے؟ میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ٹھیک ہوں اور آپ سب کو بہت یاد کرتی ہوں جن آنچل فرینڈز نے مجھے یاد رکھا ان کا تھینکس اور جنہوں نے نہیں رکھا ان کا بنڈل آف تھینکس (ہاہاہا)۔ تمنا بلوچ' ایس شہزادی' اقصیٰ کشش اور آپی پروین افضل ''کالج کی یاد'' پر لکھی غزل پسند کرنے کا شکریہ۔ مجھ پر قرض تھی فورتھ ائیر نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں کالج کی یاد میں کچھ لکھوں تو میں نے وعدہ پورا کیا۔ لاریب انشال' عنبر مجید' نورین انجم' عائشہ رحمٰن' انیلا طالب' آپی کوثر اور آپی ارم کمال آپ سب کو میرا اسلام اور دعا آپ سب کو خوش رکھے۔ سائنس گروپ میں تم سب کو بہت یاد کرتی ہوں ہر پل ہر وقت دوست واقعی ہونٹوں کی ہنسی ہوتے ہیں جو لبوں سے جدا نہیں ہوتے۔ نادیہ تمہارا جانو کہنا (جس سے مجھے چڑ تھی) عائشہ کا سوفٹ کان' سمیرا کا کمیاں کہنا' عابدہ کا ہمیشہ بوتھی پھلا کر رکھنا سب بہت یاد آتا ہے۔ مس عاصمہ روبینہ (فیصل آباد) میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں آپ ایک بار پھر آئیے کالج صرف فائزہ امیر کے کان کھینچ کے لمبے کرنے میں نے ہزار بار اس سے آپ کا نمبر مانگا ہے یہ سڑیل مجھے نہیں دیتی اگر یہ لیٹر آپ پڑھیں تو فائزہ کو ضرور فون کرنا' سنو فائزی! تم دنیا کی سب سے اچھی' پیاری اور میٹھی لڑکی (چاکلیٹ اور کھیر سے بھی زیادہ) ہو' ڈھیر سارا پیار۔ فیضان کو پیار اور آپی صائمہ کو سلام' صائمہ شہادت' شمائلہ اور شاذی کو سلام ہو' خوش رہو' اللہ حافظ۔

ایس گوہر طور...... تاندلیانوالہ' فیصل آباد

آنچل فرینڈز کے نام

کیا حال احوال ہیں امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے' پہلے تو پروین افضل شاہین آپ کے سوالات مجھے بہت پسند ہیں۔ میری دلی خواہش ہے کہ میں آپ کو دیکھوں۔ میری کزن حلیمہ! تمہیں بہت بہت مبارک ہو تم نے نویں جماعت کا امتحان فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا اس لیے سوچا کہ تمہیں مبارک باد بھی اچھے طریقے سے دوں تاکہ تمہیں دگنی خوشی ہو۔ ہم پہلے کراچی رہتے تھے اس لیے مجھے اس شہر سے محبت ہے کیونکہ ہم نے اپنا بچپن وہاں گزارا ہے' اگر بلدیہ ٹاؤن کراچی کی کوئی لڑکی دوستی کی خواہش مند ہو تو مجھے بہت خوشی ہوگی اور میری کزن آپی سمیرا پلیز شیخو چک والوں کی بے عزتی تھوڑی کیا کریں۔ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اور پیاری کزن مہوش گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا کوئی تم سے سیکھے۔ بھائی شہزاد میری خواہش تو آپ پوری کرتے ہیں یعنی خط پوسٹ کرانے والی خواہش' دیکھو لوفواد نے کراہی دیا ہے۔ آخر میں میری پیاری امی! پلیز مجھے تھوڑا ڈانٹا کریں' میری جان ناتواں اتنا بوجھ نہیں سہہ سکتی' پہلے ہی میں اتنی دبلی پتلی ہوگئی ہوں' اجازت چاہوں گی' اللہ حافظ۔

مریم منصر...... شیخو چک' ڈنگہ

نجم انجم اعوان اور آنچل کی تتلیوں کے نام

السلام علیکم فرینڈز! کیسے ہیں آپ سب؟ نجم انجم اعوان آپ کو سالگرہ کی بہت بہت مبارک باد۔ دعا ہے کہ آپ ہمیشہ سلامت رہو عترہ یونس' اقراً لیاقت' سعدیہ نواز آپ سب کہاں غائب ہو؟ نورین انجم اعوان آپ کے بہتر مستقبل کے لیے دعا گو ہوں۔ دلکش مریم آپ کے والد کا بہت دکھ ہوا' اللہ ان کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو صبر جمیل عطا کرے۔ غزالہ جلیل راؤ آپ کی امی جان کو اللہ پاک جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ شزا بلوچ ٹیچر ہونے پر آپ کو مبارک باد' صدف آصف' نورین انجم اعوان اپنی اچھی تحریروں کے ساتھ آتی جاتی رہا کریں۔ لاریب انشال آپ کی تحریریں تو دل موہ لیتی ہیں' فاخرہ ایمان' سعدیہ نواز' رشک حنا آپ سب کیسی ہیں' فی امان اللہ۔

دعا انمول...... حافظ آباد

سویٹ بھائی بلال اجمل کے نام

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو' ہیپی برتھ ڈے ٹو یو! 20 اکتوبر کو ہمارے پیارے بھائی بلال اجمل کا برتھ ڈے تھا' ماما' پاپا' پرنس عثمان علی اور آپ کی پانچ کلیوں' سمیرا' معظمہ' مریم' ماریہ اینڈ عظمیٰ کی طرف سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو' اللہ آپ کو صحت وتندرستی والی لمبی زندگی دے اور ہر قدم پر کامیاب کرے' آمین۔ ہماری پیاری بھابی نیلم ثناء کی طرف سے سالگرہ مبارک ہو' لال بھائی ماما کو ایک ایک دن کا حساب ہے کہ آپ کب اور کس ٹائم کس دن پاکستان سے گئے تھے یو نو واٹ ماما مجھے کہتی ہیں عظمیٰ بلال کے برتھ ڈے میں دن تھوڑے رہ گئے ہیں' آنچل میں ہمیشہ کی طرح اب بھی بھائی کو برتھ ڈے وش کررہی ہوں اسکائپ پر ہمارے سامنے کیک کا شامت بھولے گا' ہم سب کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ وی لو یو آ لاٹ اینڈ مسنگ یو سو مچ۔

سمیرا' معظمہ' مریم' ماریہ اینڈ عظمیٰ...... سمندری

اپنوں کے نام

میری امی کی وفات پر بذریعہ فون فریدہ جاوید فری جو کہ میری نند بھی ہیں' کوثر خالد' جویریہ وکی' صوبیہ فرام وزیر آباد اور بذریعہ آنچل زعیمہ روشن' طاہرہ منور' مدیحہ نورین مہک' صائمہ مشتاق' طیبہ خاور سلطان نے مجھ سے تعزیت کا اظہار کیا۔ میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے ٹوٹنے سے بچایا اور مجھے اقرا جٹ' محسن عزیز حلیم' سلمیٰ عنایت حیا' اقصیٰ کشش' دلکش مریم زعیمہ روشن' انیلا طالب' ایس شہزادی کھرل' زیبا حسن مخدوم نے مجھے حوصلہ دیا میری ہمت بندھائی' اللہ تعالیٰ آپ سب کو بھی اس کا اجر دے' آمین۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

خوب صورت شہزادیوں کے نام

سویٹ شہزادیوں! ہمیشہ خوش رہو' جناب من عزیز از جان! دعا انمول سنا ہے کہ آپ نجم انجم کی دیوانی ہیں واہ کیا کہنے ہم بھی آپ سے بے حد پیار کرتے ہیں آپ بھی مجھے بے حد عزیز ہو' آپ کا پیغام پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔ جاذبہ عباسی آپ ہمیں سال میں ایک مرتبہ بھی یاد کرلو تو بھی چلے گا۔ مدیحہ نورین' اسماء گل' ہم خیریت سے ہیں۔ ماہ رخ سیال جناب ہم دل سے یاد کرتے ہیں' گل مینا اینڈ حسینہ ایچ ایس' تمنا بلوچ یاد کرنے کے لیے شکریہ۔ صائمہ مشتاق' مریم منصر' مشی خان' انیلا طالب' کرن شہزادی' طیبہ خاور پھول' صبا زرگر' زرکا زکر آپ سب سلامت رہو' بہت سارا پیارا۔ میری نگارشات پسند کرنے کا شکریہ۔ فائزہ بھٹی' عائش کشمالے' خوش رہو' فریدہ جاوید فری ہم کو یاد رکھا' بہت بہت شکریہ' سلامت رہو۔ زعیمہ روشن' آپ خوش رہو' آپا کوثر خالد آپ سے بات کرکے دل خوش ہوگیا' شکریہ ہمیں ٹائم دینے کا۔ مدیحہ نورین' ایس شہزادی کھرل' دلکش مریم' ماروی یمین' سمیرا سوانی' شزا بلوچ' روبینہ کوثر' زہرہ فاطمہ' ارم کمال' شہزادہ شبیر ہمیشہ پھولوں کی طرح مسکراتے رہو۔ اقصیٰ کشش' مہوش ظہور مغل' عائشہ رحمٰن ہنی' صائمہ سکندر سومرو (کہاں گم ہو)۔ روبی علی' تمنا بلوچ اللہ پاک بہت جلد آپ کو نیک اولاد سے نوازے گا' ان شاء اللہ۔ لائبہ میر' ایم فاطمہ سیال' ماریہ کنول ماہی (آپ کہاں ہو)۔ جیا عباس' فوزیہ سلطانہ آپ بھی غائب ہیں' کرن ملک آپ تو ایسے گم ہوئی کہ کوئی خبر ہی نہیں آپ فیس بک پر نجم انجم اعوان کی آئی ڈی پر رابطہ کرو پلیز۔ وثیقہ زہرہ' مونا شاہ قریشی' رشک حنا' اذنا گندل' علمہ' شمشاد حسین آپ کی کوئی شاعری ہی نہیں آئی۔ حمیرا نوشین' لیلیٰ رب نواز' بنت راجپوت' منزہ عطا' عمیرا نیلم' بشریٰ کنول' زنیرہ طاہرہ' عائشہ رحمٰن ہنی' صدف وقاص' اسماء آپ نے صرف میسج پر بات کی' فون کال ریسیو کیوں نہ کرسکی' میں ویٹ ہی کرتی رہی۔ آپ سب جہاں بھی رہو ہمیشہ خوش رہو' میرے ساتھ بھی میرے بغیر بھی۔ پیاری نورین مسکان ہمیشہ خوش رہو' فیس بک کے ذریعے آپ کا دیدار ہوا اور فون کال پر بات ہوئی سچ میں بہت ہی اچھا لگا۔ اس فیس بک کے ذریعے آپ جیسی پیاری دوست ملی' جناب وقاص عمر صاحب ہمیشہ خوش رہو۔ آپ کی طرف سے گھر کے ایڈریس پر سالگرہ کارڈ اور پروین شاکر کا شعری مجموعی میں گفٹ پیک پاکر دل باغ باغ ہوگیا آپ نے جو میرے نام سالگرہ کی نظم لکھی بے حد پسند آئی اللہ پاک سے دعا ہے کہ آپ ہمیشہ سلامت رہو اور گڑیا وقاص' آنسہ شبیر' سیدہ رابعہ شاہ' پارس شاہ' اقرا امتیاز' سعدیہ حورعین حوری' مدیحہ کرن عروسہ' پرویز پری وش' عائشہ ملک' طیبہ سعدیہ عطاریہ' سامعہ ملک پرویز' طیبہ یاسین' رقیہ ناز' حبا قریشی' مون قریشی' شائستہ جٹ' ایس این شہزادی' ثناء رسول اور نورین انجم' روشی وفا' فہمیدہ غوری' سیدہ لوباسجاد' زینب دلبر اعوان آپ سب دوستوں کو بہت بہت پیار' سلامت رہو' اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ حافظ۔

نجم انجم اعوان...... کورنگی' کراچی

جان سے پیاروں کے نام ایک پیام

سلام مسنون! تمام آنچل قارئین اینڈ اسٹاف کے لیے ڈھیروں دعائیں' سب سے پہلے جان سے عزیز بہادر علی شاہ آئی رینگی مس یو اللہ آپ سب کو ساتھ خیریت کے واپس لائے ایک ایک پل صدیوں کا لگتا ہے۔ تنہا حویلی میں دم گھٹتا ہے' جو بھی ہو جیسے بھی ہو میری جان ہو' ہمارا ساتھ میری آخری سانس تک باقی رہے' آمین۔ جان سے عزیز بھائی کی 8 نومبر کو برسی تھی دل بہت اداس ہے۔ 26 دسمبر امی جان کی پہلی برسی' اللہ مجھ پر رحم فرما' مرحومین کی مغفرت فرما اور قارئین دعا کریں جو رشتے باقی بچ گئے ہیں میرے پاس وہ سلامت رہیں' آمین اور پلیز خصوصی دعا کہ اللہ مجھے اولاد نرینہ عطا فرمائے' آمین۔ ماہ رخ سیال' فائزہ بھٹی' طیبہ پھول خاور' عائشہ' صائمہ' صاعقہ' شانی' سباس گل' پروین افضل شاہین' نجم انجم' مدیحہ نورین مہک' نازیہ کنول نازی اور جو باقی رہ گئے ہیں سب کو پیار بھرا سلام۔ پیاری ایمان زہرا کی 14 دسمبر کو سالگرہ ہوتی ہے میری آنگن کی بلبل تمہیں برتھ ڈے سالگرہ مبارک ہو' جیو ہزاروں سال' والسلام۔

سیدہ جیا عباس کاظمی...... مرالی تلہ گنگ

پیاری سی کیوٹ سی بہن سدرہ الماہ جبین کے نام

السلام علیکم کیسی ہو سدرہ 14 نومبر کو تمہاری برتھ ڈے تھی لیٹ ہوگئی مگر انداز پرانا نہیں بالکل نیا ہے۔

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو
پھول خوشبو چاند ستارے باد
صبا شفق بہار کے رنگ
سارے دیکھو آج خوش ہیں
سارے طائر بھی چہچہا رہے ہیں
بادل گھر کر آرہے ہیں
سب ہی خوشی سے گنگنا رہے ہیں
ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو
خوشیاں ہوں رقصاں تیرے چارسو
غم کبھی نہ تیرے پاس آئیں
تو جو چاہے تجھے مل جائے کہہ رہی ہے
ماہی کی دھڑکن
ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو

اللہ تمہیں ایسی ہزاروں کامیابی اور خوشیاں دیکھنا نصیب کرے آمین۔ ٹیچر کشور اور ٹیچر شاہین آپ کیسی ہیں میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں' اللہ پاک میرے تمام اساتذہ کرام کی نیک تمناؤں کو پورا کرے' آمین۔

دعا ٹیچر کشور اور ٹیچر شاہین کے نام

ہجوم یوں ہو آپ کی زندگیوں میں خوشیوں کا
کہ غم گزرنا بھی چاہیں تو انہیں راستہ نہ ملے

آمین۔ ٹیچر آپ جہاں رہیں کامیابی آپ کے قدم چومے' ٹیچر کشور میرا آپ سے بات کرنے کا بہت دل کرتا ہے دل کرتا ہے کہ آپ سے بہت سی باتیں کروں پلیز آپ مجھ سے کبھی کبھی بات کرلیا کریں پلیز پلیز۔ نمرہ کیسی ہو اللہ تمہیں صبر عطا دے۔ نادی' عشا' فری' عالیہ' عائشہ! کیسی ہو؟ اللہ آپ سب کو کامیاب کرے' آمین۔ ابوجی' فاطمہ آپ کہاں جابسے ہیں آپ ہمارے پاس تو نہیں مگر ہمارے دلوں میں ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں۔ اللہ فاطمہ اور میرے ابو جان اور سب کو جنت عطا کرے' آمین۔ آخر میں میری سب بہنوں سے گزارش ہے کہ میرے بھائی اور دادی کے لیے اور سر خلیل کے لیے ضرور دعا کیجیے گا کہ اللہ انہیں صحت دے اور لمبی عمر عطا کرے' آمین۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

ماہ جبین کنول ماہی...... خوشاب

السلام علیکم سالگرہ مبارک حنا دے سویٹ کزن

ہمیشہ آباد رہو اور مسکراتی رہو کیسا لگا وش کرنے کا سرپرائز آنچل کے تھرو سوچا تمہیں سرپرائز دوں...... آآآآآآآ کیسا تمہیں کیسے بھول سکتی ہوں میں شادی بہت بہت مبارک ہو میں ناراض ہوں تم سے اکیلے اکیلے ہی شادی کرالی...... اور اور میڈم بختاور آپ بتائے ایسا کیا ہوگیا کے آپ یوں منہ بنا کے پھر رہی ہیں آپ کو تو پتا ہے ناں کے آپ بہت خاص ہیں میرے لیے تو پھر اور نویدہ بعض دفعہ جو جیسا دکھتا ہے ویسا ہوتا نہیں ہے میری جان اللہ خوش رکھے تمہیں لیکن میں غلط نہیں ہوں۔

مہر انساء...... احمد آباد

عزیز دوستوں کے نام

السلام علیکم! عزیز از جان دوستو! سلامت رہو رب کرے تم سدا آمین! دلکش مریم آپ کے والد کی وفات بے شک ایک بہت بڑا صدمہ ہے، میری دوست یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کے بلاان ہمیشہ بیسٹ ہوتے ہیں۔ ہم اللہ رب العزت سے آپ کے عظیم والد کی مغفرت کے لیے دعا گو ہیں اللہ ان کے درجات بلند کرے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ نجم انجم اعون آپی کیسی ہیں آپ فٹ ہیں ناں میری دعا ہے اور اللہ کی رحمت ہے، خوش رہیں آپی، نورین انجم گڑیا اسٹڈی کیسی جارہی ہے آپ کی، دھیان سے پڑھا کرو اور میرے لیے بھی دعا کیا کرو، تمنا بلوچ کی حال آجناب، ماہ رخ سیال، عروسہ پرویز، گل مینہ خان اینڈ حسینہ ایچ ایس، مدیحہ نورین مہک، پارس شاہ، آنسہ شبیر، سیدہ رابعہ شاہ (گجرات) جازبہ عباسی، دعا انمول (حافظ آباد) دریشہ اسحاق، اسماء گل مغل، سعدیہ حورعین، عائشہ پرویز، طیبہ نذیر، ثانیہ مسکان کتھے اوئسی، شبنم کنول، نزہت جبین ضیاء، صائمہ قریشی آپی آپ کا ناول بیسٹ ہے، کوثر خالد، نادیہ احمد، حرا قریشی، مونا شاہ قریشی، سویرا فلک افسانے کم لکھتی ہیں اب آپ، ارم کمال، ثنا رسول، حیا عباس، انیلا طالب اور سباس گل آپ سب کو ڈھیروں دعائیں، اللہ تعالیٰ آپ سب سے ہمیشہ خوش رہیں، ثانیہ، نادیہ، فرح اور گلشن اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا خاص کرم فرمائے آمین دعاؤں میں یاد رکھنا والسلام۔

نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ، ڈسکہ

حنا شریف عرف ہنی حیا خان جگری کے نام

سلام محبت ہم دونوں کے دل کی گہرائیوں سے ہنی' اٹھارہ نومبر کی تاریخ بروز جمعہ مبارک وقت فجر اک حسین پر خلوص محبت کی دیوی نے جنم لیا' جس کی آمد سے ہر طرف ست رنگی خوشیاں اتریں' جس کے بارے میں کہا جائے کہ محبت و خلوص کا پیکر ہے، خوشی اور مسکراہٹ کا احساس ہے تو غلط نہیں ہوگا۔ اس چلبلی انارکلی کا نام حنا شریف ہے جو ہو بہو اپنے نام کی طرح محبت سے ہر طرف مہکاریں پیدا کر دیتی ہے اور اس کی دوستی کا رنگ ایسا چڑھتا ہے کہ سانس بن کر زندگی کے لیے جز لاینفک بن جاتی ہے' اس کی دھیمی سی مسکان اور نٹ کھٹ شرارتیں زندگی سے محبت کرنا سکھاتے ہیں' یہ الہڑ سی لڑکی محبت کرنا اور نبھانا جانتی ہے' اس کی محبت کی مثال اس چھتری جیسی ہے جو خود تو بھیگ رہی ہوتی ہے، مگر دوسرے کو محفوظ رکھتی ہے' اس کا ساتھ بہت انمول ہے' مجھے آج بھی یاد ہے جب پہلی بار مجھے اسے نے فیس بک پہ ٹیکسٹ کیا تھا کہ ''آیت آپ کیوں جارہی ہیں؟ آپ نہ جائیں پلیز...... آپ لکھنا لوگوں کی وجہ سے کبھی مت چھوڑنا' آپ بہت اچھی ہو آیت ان سب کے لیے رک جائیں جو آپ سے محبت کرتے ہیں۔'' اور پھر اس دن مجھے ایک پر خلوص اور نایاب دوست مل گئی جو کہ میری زندگی میں یوں اچانک آئی تھی کہ جیسے پت جھڑ میں اچانک بہار آجائے' وہ دن اور آج کا دن میرے دل میں اس کے لیے محبت روز بروز بڑھتی ہے الحمدللہ' یہ ہے ہی چاہے جانے کے قابل' مجھے ایسے لگتا ہے جیسے میں اسے صدیوں سے جانتی ہوں' میری ان کہی بھی اسے سمجھ آجاتی ہے میرے لفظوں سے میرے موڈ کا پتہ لگانے والے سینسرز اس کے بہت تیز ہیں ماشاء اللہ سے اور مجھے جب ڈانٹتی ہے تو بہت مزہ آتا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پہ مولانا بن کے توبہ کرواتی ہے اور فرح کے معاملے میں تو یہ پوری جنونی ہے' فرح بیچاری تو ''لوٹرائی اینگل'' میں صلح صفائی کرواتی تھک جاتی ہے اور فرح کے لیے حنا ایسے ضروری ہے جیسے آکسیجن سانس لینے کیلئے اور مجھے یہ دونوں اتنی عزیز ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے وقت کا پہیہ جام کرلوں اور ان کے ساتھ بیٹھے دنیا جہان سے بے فکر ہوکر زندگی کو محسوس کروں' پیرس کا ٹور تو پکا ہے ان شاء اللہ۔ اب اپنی تعریفیں پڑھ کہ آنکھیں حیرت سے مت جھپکو...... سیدھی سی بات ہے کہ تکلف برطرف جاناں میں اور یاری تم سے پیار کرتے ہیں دل سے اقرار کرتے ہیں سرعام اظہار کرتے ہیں' اچھا اب تیری سالگرہ بھی وش کرلیں بہت مکھن لگالیا' ہماری بہت چالاک و تیز تلوار جگری دلدار پیاری بہنا پھولوں کا کہنا بہت بہت سالگرہ مبارک ہو سدا خوش رہنا ہماری دعا ہے کہ تمہاری آنکھوں میں خوشیوں کی چمک کبھی ماند نہ پڑے اور صدیوں تک وقت کے تھال میں عمر کے سنہری سکے پھینکو محبتوں کی بارشیں تم پہ ہمیشہ برسیں اور کوئی دکھ تمہیں چھو کر بھی نہ گزرے (آمین ثم آمین) محبت کے گلدستے اور پر خلوص دلی دعائیں قبول کرو اور کیک ہمیں پارسل کرو ہاہاہا...... آنچل کے ذریعے اس لیے وش کیا ہے کہ اب تم ساٹھ روپے خرچ کیا کرو اور ہر ماہ میرا خط پڑھا کرو اور ساتھ مجھے خط بھی لکھا کرو یہاں کیونکہ آنچل سے میرا ساتھ پرانا ہے تو بہت خوشی ہوگی مجھے جب تمہارا پیغام آئے گا۔ تمہاری خوبصورت بہنیں

فرح انیس...... ڈاکٹر صباء اکبر گل المعروف آیت......

کراچی' بہاولپور (سمندر...... نور محل)

✿

dkp@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

اہل ایمان اور رسول اللہ ﷺ سے محبت

اہل ایمان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ایمان کا جز و لازم ہے جس کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں رہتے ہوئے مومن کی سب سے زیادہ محبت تو اللہ تعالیٰ سے ہے کہ اس نے وجود بخشا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا کلام دے کر بھیجا کہ وہ انسانوں کو ہدایت کا راستہ دکھائیں جس کے نتیجے میں وہ موت کے بعد کی زندگی میں سدا بہار نعمتوں میں رہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ سکیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہے کہ ان کی وجہ سے لوگوں کو ایمان نصیب ہوا اور زندگی گزارنے کا وہ انداز ملا جو حقیقی کامیابی کے لیے ابدی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس احسان کا تقاضا ہے کہ ان کے ساتھ محبت رکھی جائے اگر وہ واسطہ نہ بنتے تو لوگ مومن نہ ہوتے چنانچہ قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کو تمام دوسری محبتوں سے فائق رکھا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے......

ترجمہ۔ ''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے) کہہ دیجیے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے ہو اور رہائش گاہیں جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو زیادہ محبوب ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں جہاد سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا حکم (یعنی سزا نافذ کردے) اور اللہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (سورۃ التوبۃ۔ آیت ۲۴)

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ......

گھر سے باہر جانے کے آداب

پیارے ساتھو!

آپ کہیں اپنے امی ابو کے ساتھ باہر جانے کے لیے نکلتے ہیں تو گھر امن و عافیت والی جگہ ہوتی ہے جب آدمی کسی ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر نکلتا ہے تو اس کا واسطہ مختلف قسم کے حالات سے پڑتا ہے ایسی حالت میں ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرنا اور ہر کام میں بھلائی چاہنا بہت ضروری ہوتا ہے۔

ایسے موقع ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو طریقے' اعمال' دعائیں بتائی ہیں وہی ان ساری چیزوں سے حاصل ہونے کا اصل ذریعہ ہے۔

پیارے دوستو!

آیئے میں آپ کو اس اہم موقع کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے بتاتی ہیں تا کہ آپ اس موقع کی سنتوں اور آداب پر عمل کرکے دنیا و آخرت میں خیر و عافیت طلب کرسکیں۔

جب گھر سے نکلنے لگیں تو گھر والوں کو سلام کرکے نکلیں اور یہ دعا پڑھیں۔

بسم اللہ توکلتُ علی اللّٰہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ.

پیاری بہنوں!

اس دعا کا مطلب ہے ''میں نے اپنے سارے کام اللہ کے حوالے کیے اور اللہ پر بھروسہ کرلیا۔ ہر کام کی برائی بھلائی کو اللہ کی طرف سے سمجھتا ہوں'' ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص گھر سے نکلتے ہوئے یہ دعا پڑھتا ہے تو فرشتے اس کو کہتے ہیں تمہارے ہر شہ سے حفاظت کی گئی تمہاری کام بنادیئے گے تمہاری کفایت کی گئی۔

آپ نے دیکھا کتنی انمول دعا ہے جب اللہ کی طرف سے فرشتے کے ذریعے یہ اعلان ہوگیا کہ ہمیں اس دعا کی برکت سے راحت ملے گی اس لیے بچوں اس دعا کو پڑھنے کی عادت بنالیں۔

کے ایم نور الشال...... کھڈیاں قصور

سات گناہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا ”سات تباہ کرنے والے گناہوں سے بچو۔“
لوگوں نے عرض کیا ”یارسول اللہ صلی علیہ وسلم وہ کون سے گناہ ہیں؟“
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، جس جان کو اللہ نے مارنا حرام کیا ہے اس کو ناحق مارنا، سود کھانا، یتیم کا مال اڑا جانا، کافروں سے مقابلہ کے دن بھاگنا، پاک دامن مسلمان بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگانا۔“
(ماخوذ از صحیح بخاری جلد دوم: حدیث نمبر ۴۸)
صباء شریف...... ساہیوال

ذات

کبھی کبھی انسان اتنا تنہا
ہوجاتا ہے کہ اپنا دکھ
بانٹنے کے لیے اسے اپنی
ذات بھی میسر نہیں ہوتی

☆انسان کو اپنے بے بس ہونے کا اندازہ تب ہوتا ہے جب وہ کسی کو دیکھنے کے لیے ترس جاتا ہے۔
فروا قیصر...... شادیوال، گجرت

سات سو علماء کرام

حضرت شفیق بن ادھم روایت کرتے ہیں کہ میں نے سات سو علماء سے پانچ باتوں کے بارے میں پوچھا تو سب نے ایک ہی جواب دیا۔
☆میں نے سوال کیا ”عقل مند کون ہے؟“
جواب دیا کہ ”جو دنیا سے محبت نہیں کرتا وہی عقل مند ہے۔“
☆میں نے دریافت کیا ”دانشمند کون ہے؟“
کہا گیا ”جس کو دنیا دھوکا نہ دے سکے۔“
☆میں نے پوچھا ”غنی کون ہے؟“
کہا گیا ”جو خدا کی تقسیم پر راضی ہے۔“
☆فقیہ کون ہے؟“
کہا گیا ”جو زیادہ کی طلب نہ رکھتا ہو۔“
☆بخیل کون ہے؟“
جواب دیا گیا ”جو اپنے مال سے خدا کا حق ادا نہ کرسکے۔“
ملالہ اسلم...... حاصل پور

خوف

اچھے انسان کے خوف

اللہ تعالیٰ کا خوف کہ وہ اس سے ایمان کی دولت نہ چھین لے۔
فرشتوں کا خوف کہ وہ اس کے گناہ نہ دیکھ لیں۔
شیطان کا خوف کہ وہ اسے اپنے جال میں نہ جکڑ لے۔
مدیحہ نورین مہک...... گجرات

ضروریات اور خواہشات

اپنے آپ کو خواہشات کا اسیر نہ بناؤ
بہت چاہو تو ضروریات کا قیدی بناؤ کیونکہ ضروریات تو فقیروں کی بھی پوری ہوجاتی ہیں جبکہ خواہشات بادشاہوں کی بھی پوری نہیں ہوتیں۔“
اقرا حفیظ...... کے ٹی ایس

مہکتی کلیاں

☆انسان اپنی غلطیوں کا بہترین وکیل اور دوسروں کی غلطیوں کا بہترین جج ہے۔
☆کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سکون کے لیے دوا کی نہیں کسی کے الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے۔
☆ہم زندگی میں ضرور کامیاب ہوں گے اگر ہم ان نصیحتوں پر عمل کرلیں جو دوسروں کو کرتے ہیں۔
☆زندگی کو رمضان جیسا بنالو تو موت عید جیسی ہوگی۔
☆اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو سمجھ لو توبہ کا وقت آ گیا ہے۔
شہزارہ شبیر...... دوکھوا

خوب صورت

☆دنیا کا خوب صورت ترین لفظ ”اللہ“۔
☆دنیا کا میٹھا ترین نام ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم“۔

☆دنیا کی مکمل ترین ورزش ”نماز“۔
☆دنیا کی مکمل کتاب ”قرآن پاک“۔
☆دنیا کا خوب صورت ترین پیغام ”اذان“۔
☆دنیا کے خوش نصیب انسان آپ ہیں کیونکہ الحمدللہ آپ ”مسلمان“ ہیں۔
سیدہ رابعہ شاہ...... گجرات

حوصلہ

مرد کا کام عورت کو سمجھنا نہیں اس کو محسوس کرنا، اس کی حفاظت کرنا، اس سے محبت کرنا اور یہ سب باتیں عورت کو کڑے سے کڑے حالات میں بھی جینے کا حوصلہ دیتی ہیں۔
عظمیٰ بٹ...... سمندری

خوشامد

دو انسانوں کے مابین ایسے الفاظ جو سننے والا سمجھے کہ سچ ہے اور کہنے والا جانتا ہے کہ جھوٹ ہے وہ ”خوشامد“ کہلاتے ہیں۔
وقاص عمر...... بنگرنو حافظ آباد

سنہری باتیں

☆بعض اوقات الفاظ سے زیادہ خاموشی میں وضاحت ہوتی ہے۔
☆زندگی کے دوراہے پر چلتے چلتے بعض دفعہ ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب انسان کو اپنے جذبات کچل کر دوسروں کی جذبات کا احترام کرنا پڑتا ہے۔
☆دولت کی محبت غریبی کا ڈر پیدا کرتی ہے۔
☆زندگی کو سادہ مگر خیالات کو بلند رکھو۔
☆ظاہر پر نہ جاؤ آگ دیکھنے میں سرخ نظر آتی ہے مگر اس کا جلا سیاہ ہوجاتا ہے۔
☆خوش نصیبی ایسا پرندہ ہے جو تکبر کی منڈیر پر کبھی نہیں بیٹھتا۔
☆بری عادت اپنانا آسان نبھانا مشکل اور چھوڑنا مشکل ترین ہوتا ہے۔
☆جو آپ کو سچا سمجھتے ہیں اس سے جھوٹ بولنا سخت ترین خیانت ہے۔
☆ہر مرض کا سر چشمہ ہماری بے جا خواہشات ہوتی ہیں۔
☆ناکامی کامیابی کی طرف پہلا قدم ہے۔
☆سیدھے راستوں کی درازی سے اندیشوں میں نہ پڑو۔
☆جو ٹھوکر لگنے سے پہلے ہوشیار ہوجائے وہ جلدی کامیاب ہوتا ہے۔
☆جب صورت حال خطرناک ہو تو دانا لوگ خاموش رہتے ہیں۔
☆انجام کی خرابی ابتدا کی برائی ہوتی ہے لہٰذا ابتدا کو اچھا بنا۔
☆زندگی میں تین چیزیں نہایت سخت ہیں ”خوف مرگ“، ”شدت مرض“، ”ذلت قرض“۔
نکہت غفار...... کراچی

خصوصی پیشکش

ایک وسیع و عریض دل کرائے کے لیے خالی ہے، جس میں سچی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔
وفا کا عادی اور اچھے دوستوں کا بہترین دوست یہ دل آنے والی ہر خوب صورت اور خوب سیرت ہستی کو خوش آمدید کہتا ہے۔
نفرت کسی سے بھی نہیں کرتا ہاسٹل کی شاندار سہولت دستیاب ہے۔
مستقل رہائش ان دنوں فراہم کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ سابقہ عارضی رہائش پزیروں کی بے پروائی کی وجہ سے اسے اکثر شدید نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے۔
نیک جذبات رکھنے والے اور حقیقی محبت کے عادی لوگ جلد رابطہ کریں، نمبر ہے دل پھولوں کی بستی، دل وفا کی بستی، دل محبتوں کی بستی سرپرست۔
رشک حنا، ماہ رخ سیال...... سرگودھا

ہم ایک خوشی کو لے کر بار بار خوش نہیں ہوسکتے
لیکن ہم ایک دکھ کو اگر خوشی سے سہیں گے ایک تو ہم

اک الگ سی خوشی محسوس کریں گے
دوسرا دکھ بھی محسوس نہ ہوگا
دکھوں کے لیے بھی دل میں جگہ رکھو اور
دکھ کو اپنی زندگی کا حصہ سمجھو گے
تو زندگی بہت آسان ہوجائے گی
ہر دکھ کو مسکرا کے سہو ایسے کہ
دکھ دینے والا آپ کی مسکراہٹ سے
خود ہی جل کے راکھ ہوجائے
زندگی بہت آسان ہے دکھ میں پہلے
خدا کا سہارا لو اور پھر مسکراہٹ کا
زندگی اور بھی آسان ہوجائے گی
Alive and Let Alive

فہمیدہ خالق...... برنالی

سارہ خان کے نام
بچھڑ جائیں گے ہم لیکن
ہماری یاد کے جگنو تمہاری شب کے دامن میں
ستارہ بن کر چمکیں گے
تمہیں بے چین رکھیں گے
بہت مصروف رہنے کے
بہانے تم بناؤ گی
بہت کوشش کرو گی تم
کہ اب موسم جو بدلیں
تو تمہاری یاد نہ آئے
مگر ایسا نہیں ہوگا
کہیں جو سرد موسم میں
دسمبر کی ہواؤں میں
تمہارے دل کے گوشوں میں
جمی وہ برف کی طرح
وہ یاد کیسے پگھلے گی
بچھڑ جاؤ مگر سن لو
ہمارے درمیان
ایسی تو کوئی بات بھی ہوئی ہوگی
جسے تم یاد رکھو گی

ام ہانی خان...... کلورکوٹ

باتیں جو دل کو چھو جائیں

*وہ شخص کبھی محتاج نہیں ہوتا جو میانہ روی اختیار کرتا ہے۔

*جب تم دنیا کی مفلسی سے تنگ آجاؤ اور رزق کا کوئی راستہ نہ نکلے تو صدقہ دے کر اللہ سے تجارت کرو۔

*صرف اسلام ایک ایسا دین ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں مدد دیتا ہے۔

*اس دن پر آنسو بہاؤ جو تیری عمر سے کم ہوگیا اور اس میں نیکی نہ تھی۔

*جس نے ایک مدرسے کا دروازہ کھولا۔ اس نے ایک جیل کا دروازہ بند کردیا۔

انمول موتی

❖ مومن وہ ہے جو خوشحالی میں شکر اور مصیبت پر صبر کرتا ہو۔

❖ کسی تصویر کے اتنا قریب مت جاؤ کہ وہ دھندلی نظر آئے۔

❖ حُسن شکر میں لپٹی زہریلی گولی ہے۔

❖ جب آپ ناکام ہوجائیں تو ناکامی سے ملنے والا سبق نہ بھولیں۔

راحیلہ امین...... بارہ قطعہ

yaadgar@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ! اللہ رب العزت کے بابرکت نام سے ابتدا ہے جو خالق دو جہاں ارض و سماں کا مالک ہے۔ یہ سال بھی خوشی و غم کی سوغات لیے اب رخصت ہوا چاہتا ہے۔ یہ اللہ سبحان وتعالیٰ کا کرم ہے کہ کوئی آفات اس کی طرف سے ہم گناہ گاروں پر نہیں آئی ورنہ حکمرانوں کی صورت تو ہم سب بھگت ہی رہے ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور ہمیں اپنے اعمال بہتر کرنے کی توفیق دے آمین۔ ان شاء اللہ اگلی شمارہ سال نو کے حوالے سے ہوگا۔ اب بڑھتے ہیں بزم آئینہ کی طرف جہاں آپ کے تبصرے ستاروں کی مانند جھلملا رہے ہیں۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی۔ السلام علیکم پاکستان! کیا حال ہیں آپ کے؟ دعا ہے کہ آپ اور آپ کی پوری ٹیم اللہ پاک کے رحم تلے رہے ہمیشہ سرخرو ہو آمین۔ اس دفعہ کا آنچل 27 کو ملا اگر بات کروں سرورق کی تو سادہ سا اچھا لگا۔ اس دفعہ آنچل کی شکل پورے دو ماہ بعد دیکھی ہے وہ بھی اس لیے کہ اکتوبر کا شمارہ مجھے ملا نہیں پہلے تو کوئی شہر نہیں گیا۔ 10 تاریخ کو جب منگوایا تو پتا چلا آنچل ختم ہوچکا ہے اس خبر کے ساتھ کتنی آہیں کتنے الم دل پر سہے یہ الگ کہانی ہے اب اس بات کا بالکل اندازہ نہیں اکتوبر کے شمارے میں کیا ہوا کس کا پیغام آیا کس کا نہیں کیونکہ ابھی تک مجھے اکتوبر کا شمارہ نہیں مل سکا (کیا آپ لوگوں میں سے کوئی ایسا دل گردے والا ہے جو اکتوبر کا شمارہ مجھے بھیج سکے کیونکہ کسی دوسرے کو اپنا ڈائجسٹ دینا بھی بڑے دل گردے کا کام ہے)۔ فہرست سے ہوتے ہوئے حمد ونعت کے بعد آنی جی کی سرگوشیاں اور در جواب آں کا مزہ لیا۔ سلسلہ وار ناولز نازی تو اس بار چھٹی پر تھیں ایک اور ماہ انتظار یعنی دو اقساط مس ہوں گی مجھے ہک ہا۔ ''تیرے زلف کے سر ہونے تک'' پڑھنا شروع کیا تو پہلے کچھ سمجھ نہ آیا ہم سے ایک قسط کیا چھوٹی دنیا کے رنگ ڈھنگ ہی بدل گئے۔ یہ تو اسکول والا معاملہ ہی ہوگیا ایک دن نہ آؤ تو باقی سب سے پیچھے رہ جاؤ۔ اب یہ ہی نہیں پتا انشراح کو ہوا کیا ہے ارے انشراح تمہاری بیماری کا تو پتا نہیں چلا مگر پھر بھی کہے دیتی ہوں ایسے کام نہیں چلے گا۔ دنیا ڈرنے والوں کو اور ڈراتی ہے تم بھی ڈرنے کی بجائے ڈرانے والی بن جاؤ۔ لوگ تمہارے آگے لگ کر دوڑیں گے مگر ایک بار عقل فہم کا دامن نہ چھوٹنے پائے نوفل تم پر بے رحمی تلخی کا خود ساختہ بنایا ہوا خول بالکل سوٹ نہیں کرتا۔ اگر ہمارے دلوں میں جگہ بنانی ہے تو اسے اتار پھینکنے میں دیر نہ لگاؤ سودہ تمہیں بے عزت ہونے کا بڑا شوق ہے بھئی اور زید صاحب کو کرنے کا۔ چلو خوب نبھے گی جب مل بیٹھیں گے...... (آگے تو تمہیں پتا ہی ہوگا)۔ چلو مدثر صاحب تمہاری رام کہانی بھی سن لی ہم نے دکھ ہوا اچھے کی دعا ہے ارے یہ پیارے میاں اپنے گھر میں ہی اچھے لگتے ہیں۔ کیوں کیا خیال ہے اقرا جی! ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' اربش بنا بتائے جانے کی تو حماقت ہی کی تم نے اب اس کا بھگتان بھگتو۔ اتنے کم عقل تو نہ تھے حنین واہ کیا بندہ ڈھونڈ کر محبت کی ہے اس قدر اعلیٰ اقدار کا حامل اُف...... (غزنی تمہیں کہیں طنز کا گمان تو نہیں ہوا اگر ہوا ہے تو ہوا کرے) شرمین بی بی! تمہیں یقین ہے کہ منزل دو قدم کے فاصلے پر ہی ہے اگر ہے بھی تو وہ منزل تمہارا مقدر ٹھہرے گی (خوش گمانی کی بھی حد ہے بھئی)۔ سکندر صاحب میں تو کہتی ہوں کسی بک اسٹال سے ایک کتاب لے کر چاٹ ہی ڈالو تم تو جس پر بڑا بڑا ''اخلاقیات'' لکھا ہوا ہو ویسے بھی فارغ ہی تو ہوتے ہو۔ اجیہ! (اے محبت تیرے انجام پر رونا آیا) ویسے فاخرہ گل 15 اقساط ہوگئی اب اسٹل منٹ بھی کر ہی ڈالیں۔ ''جنون سے عشق تک'' سمیرا ایک بات تو ماننے والی ہے تمہاری ہیروئن غزہ والی ہوتی ہے اور کچھ آئے نہ آئے اپنے شوہروں کو تگنی کا ناچ نچانا ضرور آتا ہے۔ شہرینہ جی ہاتھ ہولا رکھیں بعد میں بھگتنا کس نے ہے آپ نے۔ افگن کہاں کے وکیل ہو اگر اپنی منکوحہ صاحبہ کو رام نہیں کرسکتے۔ افگن تمہارا دل کچھ بدلا بدلا کیوں لگ رہا ہے (خیر ہے ناں)۔ اب

آ جاتے ہیں مستقل سلسلوں پر ''ہمارا آنچل'' آسیہ عروج تم کوکنگ اچھی کرلیتی ہو کچھ ہمیں بھی تو پکا کر کھلاؤ ناں۔ زینب دلبر اعوان لڑکی خوب سارا پڑھو اللہ کرے چلو ہم نے معاف کردیا۔ اس بات پر جو تم نے کی نہیں اور معافی مانگ رہی ہو۔ وزیہ سحرین محبتوں کے معاملے میں خوش قسمت ہو اللہ پاک یہ خوش قسمتی برقرار رکھے آمین اور تنہائی کبھی کبھی نہیں اکثر اچھی لگنے والی چیز ہے آزمائش شرط ہے۔ سیدہ رقیہ اسماعیل شاہ باپ کی خواہش کو ضرور پورا کرنا چاہیے۔ ''بیاض دل'' مدیحہ نورین مہک' روشی وفا' ثناء قریشی' نجم انجم اعوان (قطعہ کا پہلا شعر) مدیحہ کرن' پروین افضل' سیدہ لوبا سجاد' گل مینا اینڈ حسینہ ایچ ایس' فہمیدہ غوری (قطعہ کا دوسرا شعر) وفا آرزو ان سب کے اشعار پسند آئے۔ اس بار شعروں کا انتخاب بڑا زبردست تھا' چناؤ مشکل ثابت ہوا' لگے رہو دوست کا پیغام آئے جس نے یاد کیا شکریہ اب اس دعا کے ساتھ اجازت کے اللہ پاک رحم فرمائے ہم سب پر آمین۔

☆ ڈیئر فائزہ آپ دفتر سے رابطہ کرلیں شاید آپ کو اکتوبر کا آنچل مل جائے۔

انعم زہرہ...... ملتان۔ السلام علیکم! شہلا آنٹی اور آنچل وحجاب اسٹاف اور تمام ریڈرز اور رائٹرز کو میرا عقیدت بھرا سلام۔ شہلا آنی آپ کی زم میں پہلی بار شرکت کا شرف حاصل کررہی ہوں۔ آنچل کا سرورق ہمیشہ کی طرح شاندار تھا۔ سلسلہ وار ناولز میں شب ہجر کی پہلی بارش'' کو نا پاکر دل بہت اداس ہوا پھر دو صفحات کی مسافت پر ''درجواب آں'' میں نازی آپی کی علالت کا جان کر بے حد دکھ ہوا اللہ آپ کو صحت وتندرستی اور سلامتی عطا فرمائے آمین۔ اللہ سے دعا ہے کہ آپ اپنے گھر اور بچوں کو خوب صورتی سے سنبھالتے ہوئے اپنے قلم سے ہم ریڈرز کو بھی سیراب کرتی رہیں' آمین۔ اب آتے ہیں سلسلہ وار ناولز کی طرف اقرا آپی جب میں آنچل پڑھنا اسٹارٹ کیا تھا تب آپ کا ناول ''بھیگی پلکوں پر'' میری نظر سے گزرا پر وہ بہت آگے بڑھ چکا تھا سو میری توجہ حاصل نہ کرسکا پھر آپ کی کہانی ''زیست کی شام سے پہلے پڑھی'' بہت ہی خوب صورت تحریر تھی۔ رائمہ نے اپنی گرفت میں لے لیا اور آج ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' پڑھ رہی ہوں بہت ہی زبردست ہے مجھے نوفل انشراح کا کردار بہت پسند ہے پر اب اس کی جو کیفیت ہے وہ دیکھی نہیں جاتی۔ اسے پھر سے کانفیڈنٹ اور نڈر انشراح بنادیں آپی پلیز نوفل کے دل میں انشراح کے لیے تھوڑا سا رحم ڈال دیں اور سودا کی تو کیا ہی بات ہے' نفیس سی ڈری سہمی سودا کی جھلک کہانی کو اور بھی منفرد بنادیتی ہے اور سودا کے دل میں زید کے لیے ڈر اور فکر کے پیچھے چھپی گہری محبت کے آثار نظر آتے ہیں خیر دیکھو آگے کیا ہوتا ہے۔ اس شمارے میں دو رکنون کی کمی شدت سے محسوس ہوئی' نازی آپی آپ کا یہ ناول بھی آپ کے سب ہی ناولز کی طرح بہت زبردست ہے اگلی قسط کا انتظار رہے گا۔ اب بات ہوجائے سمیرا آپی کی ''ٹوٹا ہوا تارا'' میں انا اور شہوار سے مل کر کافی اچھی دوستی رہی۔ شاہکار ناول کی مبارک باد وصول کیجیے اور غصے اور تمرل سے بھری شہرینہ سے مل کر اچھا لگا۔ کیا خوب چن کر نام رکھا ہے کہانی کا' شہری اور افگن کہانی کے نام کی طرح بہت ہی جنونی واقع ہورہی ہیں دیکھتے ہیں یہ جنوں انہیں کہاں تک لے جاتا ہے۔ ''میرا ڈھول ماہیا'' میں سحرش فاطمہ نے مسکرانے پر مجبور کردیا' ویل ڈن ڈیئر! باقی کہانیاں ابھی زیر مطالعہ ہیں۔ بیاض دل میں مدیحہ نورین مہک' اسماء گل مغل' سیدہ نادیہ حسن اور اپنا شعر پسند آیا' ارے یہ کیا یہاں آخری شعر پر بھی میرا ہی نام نظر آرہا ہے پر یہ شعر میرا نہیں ہے۔ نیرنگ خیال میں سیما غزل' عائشہ اے بی' شہزادی' فریدہ فری اور سباس گل آپ نے بہت ہی خوب صورت لکھا۔ دوست کا پیغام آئے میں دلکش مریم آپ کے والد کی وفات کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا' اللہ ان کے درجات بلند فرمائے' آپ کو اور سب ہی گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ کرن شہزادی اور طیبہ خاور سلطان میری غزل کو پسند کرنے کے لیے آپ دونوں کا بہت بہت شکریہ۔ میں پہلے انعم نصیر کے نام سے لکھتی تھی اب انعم زہرہ یعنی اپنے اصل نام سے لکھتی ہوں' پسندیدگی کے لیے ایک بار پھر شکریہ' اجازت دیجیے' اللہ نگہبان۔

☆ ڈیئر انعم! بیاض دل میں آپ کا ایک شعر شامل ہے۔ دوسرا شعر آپ کا نہیں ہے۔

سلمیٰ عنایت حی...... کھلابٹ ٹائون شپ۔ آنچل قارئین اینڈ شہلا آپی السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ آنچل 25 دسمبر کو میرے ہاتھوں میں تھا' ہم صدا کے بے صبرے جلد ہی اپنا نام تلاش کرنے لگے۔ درجواب آں میں اپنا نام دیکھ کر جھوم اٹھے' تھینکس مجھے اتنی دعاؤں سے نوازنے کا' پھر ہم نے باقی سلسلوں میں خصوصاً دوست کا پیغام آئے میں تلاش جاری رکھی کہ شاید کسی نے یاد رکھا ہو مگر تمنا بلوچ کے علاوہ کوئی نہ تھا ارے کوئی ہم سے بھی تو دوستی کرلے نا' یقین مانیں ہم بہت اچھے ہیں' ہمیشہ کی طرح اس بار بھی آنچل دل موہ لینے والا اور تفریح سے بھرپور رہا۔ بہت کوشش کی کہ جلد از جلد آنچل کو مکمل پڑھ کر تبصرہ کریں مگر مصروفیت ہی بہت ہے' اس لیے جتنا پڑھ سکے' تبصرہ حاضر ہے۔ سرگوشیاں' حمد ونعت' درجواب آں سب کچھ پسند آیا' ہمارا آنچل میں چاروں ستاروں کا تعارف پڑھ کر اچھا لگا' اب بڑھتے ہیں اسٹوریز کی جانب ''عہد وفا'' کھیتی' عشق کا حاصل آنسو کیوں' میرا ڈھول ماہیا'' کو پڑھا' ماشاء اللہ سب نے بہت اچھا لکھا۔ افسانے بھی بے حد اچھے تھے۔ ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' غزنی نے اپنا کام پورا کردیا' اربش کو مشکل میں ڈال دیا' فاخرہ جی آپ سے ریکوئسٹ ہے پلیز شرمین کو نیند کی گولیاں دے کر سلادیں یا شادی کرادیں تاکہ اجیہ کی زندگی آسان ہوجائے اور اربش کی ماں کو شرمین کی اصلیت کا پتا چل جائے۔ ''جنوں سے عشق تک'' ابھی اچھا جارہا ہے' افگن کو شہرینہ سے محبت ہوجائے گی ویسے دونوں کی جوڑی غضب کی ہے' بقول شاعر......

تُو بھی انا پرست ہے' میں بھی انا پرست ہوں
تُو مانے گا نہیں اور میں مناؤں گا نہیں

اور جو شہرینہ کا دل عجیب انداز میں دھڑکا ہے ناں ضرور رنگ لائے گا۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' بھی بیسٹ جارہا ہے' آئینہ میں بھی سب نے اچھے تبصرہ کیے' اب جناب اجازت چاہوں گی' اگر زندگی نے وفا کی تو پھر حاضر ہوں گی' اللہ حافظ۔

اسماء صدیقہ...... عبد الحکیم' خانیوال۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! بندی ناچیز کی طرف سے شہلا آپی اور آنچل کے ریڈرز اور رائٹرز کو محبت بھرا سلام قبول ہو' آپی پہلی بار شرکت کررہی ہوں۔ امید ہے آپ کی محفل میں جگہ ملے گی' ماشاء اللہ آنچل ایک اچھا ادبی رسالہ ہے۔ تمام سلسلے بہت اچھے ہیں' سلسلہ وار ناول میں ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' بہت زبردست جارہا ہے اقرا آپی پلیز نوفل کے دل سے انشراح کی نفرت ختم کردیں زید اور سودہ کی جوڑی بہت پیاری ہے۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' نازی آپی آپ کی شدت سے کمی محسوس ہوئی اللہ آپ کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' فاخرہ آپی نہ جانے اجیہ کی آزمائشیں کب ختم ہوں گی بلآخر ایک نہ ایک دن اجیہ اور اربش سکھ بھری زندگی گزاریں گے اور شرمین کو منہ کی کھانی پڑے گی کیونکہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔ ''جنوں سے عشق تک'' سمیرا آپی شکر ہے شہرینہ کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئی ہیں شیر افگن کو دیکھ کر' باقی سارے افسانے خوب صورت تھے۔ ام ایمان قاضی ہم آپ سے خاصے متاثر ہیں ''عہد وفا'' رافعہ ملک کا کبھی نہ بھولنے والا ناول ہے۔ شاعری میں سائرہ حبیب کی شاعری بہت پسند آئی' ثمینہ مصری پلیز ایک بار تو فون کردو آپ کا بہت انتظار رہے گا۔ تمنا آپ کا بہت شکریہ آپ نے ہمیں یاد رکھا' آئینہ میں حبا قریشی اور مون قریشی کی موجودگی بہت اچھی لگی آئندہ بھی شرکت کیجیے گا۔ حفصہ اور حبیبہ مدرسہ فاطمہ بنت محمد میاں چنوں آپ لوگ کیسی ہیں آپ کے ساتھ گزرے دن بہت یاد آتے ہیں۔ زندگی رہی تو ملازت ہوگی' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر اسما! پہلی بار شرکت کرنے پر خوش آمدید۔ آئندہ بھی بھرپور تبصرے کے ساتھ محفل میں شامل رہیے گا۔

ارم کمال...... فیصل آباد۔ پیاری سی شہلا جی! سدا ایسی ہی رہیں' آمین۔ السلام علیکم! امید ہے فٹ فاٹ ہوں گی' نومبر کا شمارہ بھی حسب روایت 25 تاریخ کو ملا' ٹائٹل پر ماڈل کسی سوچ میں نظر آئیں ویسے زیادہ سوچنا اچھا نہیں ہوتا' کہتے ہیں کہ ''سوچی پیا تے بندہ گیا'' درجواب آں میں پہنچ کر دل خوشی سے پھول سا ہوگیا۔ دانش کدہ بہت سے ذہنوں کو دین کی سمجھ بوجھ عطا کرتا ہے' بلاشبہ یہ صدقہ جاریہ ہے ہمارا آنچل میں زینب دلبر اعوان اور وزیہ سحرین نے دل موہ لیے ویسے وزیہ آپ کے نام کا مطلب کیا ہے' بہت یونیک سا نام ہے۔ سب سے پہلے اپنی بے قراریوں کو قرار دینے کے لیے ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ''

پڑھا' غزنی نے انتہائی پستی کا ثبوت دیا کہ اربش کو پھنسادیا۔ اجیہ کی خوش قسمتی نے اسے حنین اور اپنی امی سے ملادیا' دیکھیں اب ثمرین بی بی اور کیا کیا بے ہودگیاں دکھاتی ہیں اگلی قسط کا انتظار ابھی سے شروع کردیا ہے۔ ڈیڑھ ریال کی نیکی نبیلہ ابرار راجا کی اچھوتی تحریر رہی دل سے بے اختیار دعا نکلی کہ ہم سب کے نامہ اعمال میں کم از کم اتنی نیکی تو ضرور ہو' آمین۔ ''کھیتی'' ام ایمان قاضی کی ایک دلگداز تحریر تھی واقعی جو بویا جائے وہی کاٹنا پڑتا ہے لیکن پھر بھی رخشی کے المناک انجام سے دل کو شدید دکھ پہنچا۔ ''عہد وفا'' محبت کے لازوال رنگوں سے سجی' دھیمی دھیمی آنچ دیتی تحریر رہی جو اپنا عہد پورا کرکے سرخرو رہی۔ بارگراں میں سکندر بخت اپنے محور پر واپس آیا اس سے بڑی اور کوئی خوشی کی بات نہیں۔ ''جنوں سے عشق تک'' میں لگتا ہے افگن نے شہرینہ کو سدھارنے کا کوئی فول پروف طریقہ سوچ لیا ہے کہانی ٹاپ پر جارہی ہے ''اس درد کی دوا'' میں ثابت ہوا ایک در بند ہوتے ہی ستر در کھل جاتے ہیں ان شاء اللہ زہرہ کا بدصورت در بند ہوا تو ارحم کا خوب صورت اور پرخلوص در کھل گیا۔ ''میرا ڈھول ماہیا'' سحرش فاطمہ کی گل وگلزار تحریر نے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی کلیاں بکھیر دیں۔ ''عشق کا حاصل آنسو کیوں'' میں نمانیہ کا حوصلہ انسپائر کرگیا۔ بیاض دل میں پروین افضل شاہین' جاذبہ عباسی' انعم زہرہ اور عائشہ مسکان سرفہرست رہیں۔ نیرنگ خیال میں راؤ سمیرا ایاز' فاطمہ مشہد' طیبہ عنصر مغل اور ثوبیہ بلال کی شاعری نے دل کے تاروں کو چھولیا۔ یادگار لمحے میں مریم عنصر' زعیمہ روشن اور ماریہ کنول ماہی کا بہترین تھا' آئینہ میں سب کے گرم گرم تبصرے پڑھ کر دل شاد ہوا' اب اجازت دیں' اللہ حافظ۔

انیقہ احمد...... کوٹ سا رنگ۔ السلام علیکم! میری آنچل کی مہکتی کلیوں' پریوں اور شہزادیوں کو میری جانب سے پیار بھرا اسلام' امید ہے سب خیریت سے ہوں گے۔ دو ماہ سے تبصرہ نہیں کرپائی پہلے رزلٹ کا انتظار تھا آپ نے تو مجھے مبارک باد ہی نہیں دی' اللہ کے کرم سے میں نے بی اے اچھے نمبروں سے پاس کرلیا ہے اب آپی شہلا آپ مجھے گفٹ بھیجیں (ہاہاہا)۔ دیکھیے ذرا یہ میں اپنی باتیں لے کر بیٹھ گئی پر کیا کروں کئی ماہ بعد مل رہی ہوں ناں۔ ٹائٹل ہمیشہ کی طرح زبردست تھا' سمپل ڈریس میں پیاری لگ رہی تھی' آنٹی قیصر آرا کی سرگوشیاں سنیں' حمد ونعت کو اپنی خوب صورت آواز میں پڑھی (اکیلے بیٹھ کر سب کے سامنے نہیں' ہاہاہا) آنچل میں ٹاپ پر ہے یہ ناول' نازیہ کنول نازی آپ اس ماہ نہیں لکھ پائیں آئی مس یو' اللہ آپ کو صحت دے۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' بھی زبردست جارہا ہے' ام ایمان نے بہت عمدہ ''کھیتی'' ناولٹ لکھا یوں ہی لکھتی رہیں' افسانے سب اچھے تھے' ایک سے بڑھ ایک۔ بیوٹی گائیڈ میں تو میری جان ہے' ہاہاہا۔ اس کو ہمیشہ پڑھتی ہوں' نیرنگ خیال میں راؤ سمیرا ایاز' سیدہ جیا جی اور ثوبیہ بلال نے بہت خوب صورت لکھا۔ یادگار لمحے میں سب بہترین تھا' میرا افسانچہ بھی' ہاہاہا۔ آئینہ میں سب ہی کے تبصرے پڑھے پھر سوچا اس دفعہ تو لازماً تبصرہ لکھوں بھئی اپنی کمی محسوس ہورہی تھی (کیوں ٹھیک کہا ناں)۔ ہم سے پوچھیے میں شمائلہ کاشف کے سوال اور جواب مسکرانے پر مجبور کردیتے ہیں' کام کی باتیں میں بہت زیادہ انفارمیشن ملی۔ چلیے جی بہت لمبا تبصرہ ہو یا بہت سی باتیں شیئر کرنی ہیں پھر کبھی سہی' زندگی رہی تو پھر ملیں گے' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر انیقہ! آپ نے اپنی کامیابی کی خبر دیر سے دی ورنہ ہم تو ابھی تک آپ کی کامیابی کی دعا کررہے تھے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو ہر قدم پر کامیابیاں عطا فرمائے' آمین۔

طیبہ خاور سلطان...... عزیز چك' وزیر آباد۔ السلام علیکم! کیسی ہیں شہلا آپی اور آنچل فرینڈز۔ آنچل مجھے 22 کو مل گیا تھا ٹائٹل بس سو سو تھا' سب سے پہلے آنٹی قیصر آرا کی سرگوشیاں سنیں پھر حمد ونعت سے مستفید ہوتے ہوئے درجواب آں میں جھانکا تو فریدہ فری کا لیٹر آنکھوں سے گزرا تو آپ کے لیے آپ کے بیٹے کے لیے بہت سی دعائیں' اللہ تعالیٰ صحت وتندرستی سے نوازے اور اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانیاں دور فرمائے' آمین۔ اس کے بعد سلسلہ وار ناولز کی طرف جھانکا تو سمیرا شریف آپ کا ناول بہت زبردست جارہا ہے اور نازی آپی کے ناول کی قسط اس بار شامل نہیں' نازی آپی اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی سے جلد نوازے اور آپ کو خوش رکھے۔ ناولٹ کی طرف بڑھے تو ''عشق کا حاصل آنسو کیوں'' سمیرا محمد رفیق بہت اچھی

سٹوری لکھی آپ نے زبردست جی۔ ''جینا مغرب مرنا مشرق'' شبینہ گل بہت اعلیٰ' کیپ اٹ اپ۔ ''میرا ڈھول ماہیا'' سحرش فاطمہ بہت ہلکی پھلکی اسٹوری مزہ دے گئی۔ ''اس درد کی دوا'' نادیہ احمد بہت سبق آموز اسٹوری تھی' جیسی کرنی ویسی بھرنی کاش ہر کوئی سمجھ جائے تو دنیا جنت کا گہوارہ بن جائے لیکن (ناممکن)۔ ''بارگراں'' طیبہ عنصر مغل بہت اچھی اسٹوری تھی' کیپ اٹ اپ۔ ''عہد وفا'' رافعہ ملک بہت مزہ آیا بہت اچھی اسٹوری تھی' بہت اچھے الفاظ کا چناؤ کیا آپ نے۔ ''کھیتی'' ام ایمان قاضی سبق آموز اسٹوری تھی' دوسروں کے تجربات سے سیکھنا چاہیے۔ ''ڈیڑھ ریال کی نیکی'' نبیلہ ابرار راجا جی بہت اصلاحی کہانی تھی سمجھنے والوں کے لیے۔ اس کے بعد کام کی باتیں بہت اچھا سلسلہ معلومات لیے۔ ہم سے پوچھیے میں پروین افضل' نجم انجم' نورین انجم' مدیحہ نورین آپ سب کے سوالات بہت مزے کے تھے اور جوابات اس سے بھی بڑھ کے۔ آئینہ میں کرن شہزادی' ارم کمال آپ بہنوں کا تبصرہ زبردست تھا۔ یادگار لمحے میں غلام سرور' طیبہ سعدیہ' اقرا شاہ' زعیمہ روشن آپ سب نے لمحے یادگار بنادیئے۔ نیرنگ خیال میں راؤ سمیرا' کومل رباب' ایماب علی' فہد علی آپ سب کی تخلیق زبردست تھی۔ ڈش مقابلہ میں سویٹ نوڈلز پروین جی کے پسند آئے۔ بیاض دل میں مدیحہ کرن' ارم کمال' سیدہ لوبا سجاد' روبینہ کوثر آپ کی پسند لاجواب تھی۔ ہر بار کی طرح اس بار بھی آنچل ایک دم پرفیکٹ تھا' او یاد آیا میری چھوٹی بہن ملکیہ نذیر کی 6 دسمبر کو سالگرہ ہے نہ وش کیا تو مار دے گی مجھے (ہاہاہا)۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں بہت خوش رکھے اور تمہاری دلی مرادیں پوری کرے' آمین اور اینڈ پر آنچل سے وابستہ سب لوگوں کے لیے میری طرف سے ڈھیروں ڈھیر پرخلوص دعائیں' اللہ تعالیٰ سب پر خاص کرم فرمائے اور مجھ پر بھی زندگی بہت مختصر سی ہے سو بدگمانیاں دل میں نہ لائیں کسی کے لیے بھی خوش رہیں اور خوش رکھیں' میری دعائیں سب امت مسلمہ کے لیے' اللہ حافظ۔

مدیحہ کرن...... وزیر آباد۔ السلام علیکم! شہلا آپی اینڈ آل ریڈرز اینڈ رائٹرز' پہلی بار آنچل کے سلسلے آئینہ میں شرکت کررہی ہوں خوش آمدید کہیے۔ اس بار آنچل 26 کو ملا ٹائٹل گرل اچھی لگی' ماڈل کے بال کافی پیارے لگے۔ آنچل اس بار مجھ سے پہلے میری چھوٹی بہن نے کھولا اور اس نے دوڑ لگائی دوست کا پیغام آئے کی طرف اور مجھے چیخ کر آواز لگائی کہ کرن تمہارا خط آ گیا اس بار کے آنچل میں...... تو بس پھر میری خوشی دیدنی تھی پورے گھر میں شور مچادیا سب دوستوں کو بتایا کہ میرا خط پڑھو۔ اپنا خط پڑھنے کے بعد الکوثر سے مستفید ہوئی پھر دوڑ لگائی یادگار لمحے کی طرف' آیت کا ترجمہ وتفہیم زبردست تھا۔ بھئی برامت منایئے گا میں ذرا مختلف طریقے سے ڈائجسٹ پڑھتی ہوں' الٹا پڑھنا شروع کرتی ہوں پہلے دیگر سلسلے پڑھنے کے بعد اسٹوریز کی طرف آتی ہوں۔ دوست کا پیغام آئے میں دلکش مریم کے والد کی وفات کا سن کر بہت دکھ ہوا' اللہ پاک انہیں جنت میں جگہ عطا فرمائے' نیرنگ خیال میں بھی اپنا ہی شعر سب سے زیادہ پسند آیا' ہاہاہا۔ باقی کام کی باتیں' ہومیو کارنر' ڈش مقابلہ سب ہی زبردست رہے۔ سب سے پہلے اپنے فیورٹ مکمل ناول ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' کی طرف' اسٹوری زبردست طریقے سے آگے بڑھ رہی ہے بس اربش کو زیادہ مت پھنسایئے گا پلیز اور اجیہ سے جلدی ملوادیں۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' اس بار شائع نہیں ہوئی اللہ پاک نازیہ آپی کو جلد صحت یاب کرے۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' اقرا آپی ویری ویل ڈن اسٹوری کے لیے شکر ہے انشراح کچھ سنبھلی اب عاکفہ کی باتیں سن کر لگتا ہے کہ نوفل صاحب کو بھی کچھ احساس ہوگا اپنے رویے کا۔ سودہ اور زید کو بھی اب ایک راہ پر ڈال ہی دیں کیونکہ زید نے خود تو اظہار کرنا ہی نہیں ہے۔ ناولٹ میں دونوں آسم تھے' سمیرا رفیق کا ناولٹ ''عشق کا حاصل آنسو کیوں'' بہت اداس کرگیا' یکدم آنکھیں بھر آئیں۔ ''کھیتی'' ام ایمان کی سبق آموز کہانی تھی۔ افسانوں میں سب ہی اچھے تھے' ''بارگراں'' بہت اچھے ٹاپک پر تھا۔ سکندر بخت کی ماں کے ڈائیلاگ نے کافی متاثر کیا یہ جملہ بارہا میرے کانوں میں گونجتا رہا' اللہ دی نعمت دا شکر کر اور رحمت نال تسکین پا' ناشکری کہیں آزمائش میں نہ ڈال دے۔ باقی اکتوبر کے شمارے میں ''خواب زادی'' صباء ایشل کی بہترین تحریر تھی' پڑھ کر یوں لگا کہ صباء نے مجھ جیسی لڑکیوں کے خوابوں کا الفاظ کا پیراہن دے دیا ہو' مجھے تو ایک دوست سے ''خواب زادی'' کا ٹائٹل بھی ملا (مذاق نہیں کررہی سیریس ہوں جناب)۔ ''میرا ڈھول ماہیا'' بہت دلچسپ تحریر تھی

ایک بات تو بتائیں مجھے یہ کہانیوں میں تو ہیروئن کو فوجی ہیرو مل جاتے ہیں مگر ہم لڑکیوں کو حقیقت میں کیوں نہیں ملتے؟ ہاہاہا۔ سب آنچل گرلز بتایئے گا ضرور اور میرے پیارے بھانجے فصیح کو خالہ کی طرف سے 9 دسمبر کو ایڈوانس ہیپی برتھ ڈے خوش رہو جانی اور اب خود ہی چلی جاؤں یہ ناں ہو آپ سب مجھے نکال دیں کہ پہلی بار اتنا لمبا تبصرہ' دعاؤں میں ضرور یاد رکھنا میرا تبصرہ کیسا لگا بتایئے گا ضرور میں منتظر رہوں گی سب کو سلام اور ڈھیروں دعائیں' اللہ نگہبان۔

ڈیئر مدیحہ! پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ آئندہ بھی محفل میں شامل رہیے گا۔

سحر بہار ایکس...... ایم ایس ایس ڈنگہ۔ آل آنچل وحجاب ٹیم' السلام علیکم! کیا حال چال ہے؟ خیر خیریت۔ اس دفعہ آنچل خوش قسمتی سے 23 کو مل گیا' جلدی جلدی بیڈ روم میں جا کر ایک بھرپور نظر ڈالی' ٹائٹل بس ٹھیک ٹھاک لگا۔ ماڈل ایک آنکھ پر میک اپ کرنا بھول گئی تھی شاید؟ ایک بھرپور نظر فہرست پر ڈالی یہ کیا؟ نازی آپی غائب کیوں؟ ابھی تو مجھے مزہ آنے لگا تھا خیر سارا رسالہ چھان مارا ''عہد وفا'' پہ جا کے رک گئے اسکیچ پیارا تھا' سو پہلے اسے ہی پڑھا اور پڑھ کر ہی چھوڑا' واہ مزہ آ گیا ویل ڈن رافعہ ملک! رافعہ میری کزن بھی ہے (سٹریل سی) اس کے بعد سحرش آپی الفاظ نہیں ہے تعریف کے لیے سیدھا دل کو چھولیا ہے۔ ''جنوں سے عشق تک'' شہرینہ کو پریشانی کیا ہے افگن کے ساتھ؟ اتنا پیارا تو ہے۔ ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' فاخرہ جی تسی گریٹ ہو' کہانی مزہ دے رہی ہے۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' میری فیورٹ اسٹوری بہت اچھے سے آگے بڑھ رہی ہے' ناولٹ شکر الحمدللہ کے دو نکلے۔ ''عشق کا حاصل آنسو کیوں'' بہت خوب صورت کہانی تھی' واقعی اچھی لگی جبکہ ''کھیتی'' ام ایمان نے بھی اپنا رنگ خوب جمایا۔ افسانے میں نادیہ احمد بازی لے گئی۔ باقی ''نیکی' بار گراں' جینا مغرب مرنا مشرق'' بھی خوب رہے لیکن چار افسانے آنچل کی شان کے خلاف ہے۔ ہمارا آنچل میں سب سے ملاقات خوب رہی' الکوثر کی تو کیا ہی بات ہے سرگوشیاں میں جان کر اچھا لگا کہ دوست کا پیغام حجاب میں بھی شروع ہونے والا ہے آخر حجاب بھی آنچل کے مقام پر دھیرے دھیرے آ رہا ہے۔ درجواب آں میں نازی آپی کی علالت کا جان کر دکھ ہوا پھر دعا کی کہ وہ جلد ٹھیک ہو جائیں' ان شاء اللہ۔ اس کے بعد مستقل سلسلوں میں سب سے پہلے آپ کی صحت پڑھا میری آنٹی کا مسئلہ نہیں شائع کیا آپ لوگوں نے؟ وہ بہت پریشان ہوئی' ایک مہینے کے انتظار کے بعد بھی' نہ دوست کے پیغام میں بھی ہمارا پیغام نہیں تھا نہ شعر شامل کیا؟ ہم سے پوچھیے اس دفعہ روکھا پھیکا لگا۔ آئینہ میں سب کے تبصرے اچھے تھے' خاص کر ون اینڈ اونلی سحر بہار کا واہ واہ مزہ آ گیا (آہم) کوثر آنٹی نہیں تھی' اچھا جی کوئی بات بری لگی تو' سوری اور ہاں اگلے ماہ میں نے خط نہیں لکھنا' ارے ارے آپ تو خوش ہو گئے' ہاں ہونا بھی چاہیے (آخر مصیبت ٹلی) اور آپ تو خط کا جواب بھی نہیں دیتے؟ اچھا جی بہت بور کر لیا اللہ حافظ اور آنچل کو بہت بہت (ہیپی نیو ائیر) آنے والا سال بہت بہت مبارک ثابت ہو آمین۔

☆ پیاری سحر! آئندہ نگارشات پر ٹیپ مت لگایئے گا آپ کی بھیجی گئی کچھ نگارشات متاثر ہوئی ہیں۔

نجم انجم اعوان...... کراچی۔ ڈیئر سسٹر شہلا جی! آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو نجم انجم کی طرف سے محبت بھرا سلام قبول۔

تیری بزم میں آئی ہوں کچھ انتظام کرلینا
جس دم نگاہ ملے' نینوں سے سلام کرلینا

پیاری دوست آنچل کی سالانہ خریدار بننے کا بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس مرتبہ آنچل 20 تاریخ کو ہی مل گیا' واہ کیا بات ہے شاید پہلی بار اتنی جلدی ملا ہے آنچل والوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ سرورق پر ماڈل عظمیٰ خوب صورت کے تاثر کے ساتھ براجمان تھی سمپل سی ماڈل بہت خوب صورت لگتی ہے' حمد ونعت سے فیض یاب ہو کر قیصر آپا تک پہنچے اپنے خط کا جواب پا کر دل خوشی سے رقص کرنے لگا۔ اس سے پہلے کہ رقص دیکھنے کے لیے آس پاس کے لوگ جمع ہوں میں نے دوڑ لگا دی۔ دانش کدہ کی طرف اور

ہمیشہ کی طرح اس میں کئی لمحے کے لیے کھو سی گئی' ہمارا آنچل میں سب دوستوں سے ملاقات بہت ہی اچھی رہی زینب دلبر اعوان کا انٹرویو پسند آیا۔ زینب موسٹ ویلکم ہم بھی آپ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں' ہمیں بھی اپنی فرینڈ لسٹ میں شامل کرلو آپ کے لیے ایک شعر ہے......

دو گھڑی میسر ہو تو آجانا میری مہمان بن کر
اور چند لمحوں کو میرے دل میں قیام کرلینا

سلسلہ وار ناول اپنی جگہ پر ٹھیک جا رہے ہیں' سمیرا احمد رفیق کا ناولٹ ''عشق کا حاصل آنسو'' بے حد خوب صورت تھا۔ اس میں جو نظمیں تھیں سچ میں بہت ہی عمدہ تھیں سمیرا صاحبہ جی یہ نظمیں کیا آپ نے خود لکھی تھیں یا کسی اور شاعر کی لکھی تھیں بہر حال بہت عمدہ ناولٹ برسوں یاد رہے گا۔ سحرش فاطمہ کی ''میرا ڈھول ماہیا'' بھی بہت پسند آئی' پچھلے دنوں اپنی طبیعت سخت ناساز تھی اس لیے سمیرا شریف طور کا ''جنوں سے عشق تک'' ابھی تک پڑھ نہیں پائی اس بار ایک ساتھ پانچ اقساط پڑھ ڈالیں اور اس کا صلہ یہ ملا کر تین دن تک سخت سر درد میں مبتلا رہی' بہر حال آگے چل کر سمیرا کا یہ ناول بہت ترقی کرے گا مگر ایک بات میں سمجھ نہیں آئی' اکثر کہانیاں نفرت سے شروع ہو کر محبت پر اختتام پذیر ہوتی ہیں۔ افگن کے ساتھ شہرینہ کا رشتہ باندھ دیا گیا آج کے دور میں ایسی فیملیز میں اس طرح ہونا کچھ بھایا نہیں۔ ذہنی حالت وہی پرانے زمانے کی سوچ ہی ہے اس طرح زور زبردستی کے رشتے باندھنے کے لیے کم از کم میں تو سخت خلاف ہوں۔ اللہ کا بھی حکم ہے کہ دونوں فریقین کی رضامندی سے ہی شادی ہو یہاں تو دونوں ہی شادی کے لیے تیار نہیں پھر بھی نکاح ہو گیا اب جبکہ مجبوری میں گلے میں ڈھول ڈال ہی دیا ہے تو بجانا ہی پڑے گا ایسے رشتے عموماً کہانیوں' اسٹوریز میں تو محبت میں چینج ہو جاتے ہیں مگر حقیقت کی دنیا میں ایسے رشتے صرف مجبوری میں اور کمپرومائز کے ساتھ ہی نبھائے جاتے ہیں (دھکا اسٹارٹ گاڑی کی مانند) ایسے میں بچے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ رافعہ ملک کی ''عہد وفا'' بھی اچھی رہی' ام ایمان نے اچھا لکھا افسانے ابھی پڑھے نہیں ہیں آگے کی جانب اپنی نگاہوں کا سفر جاری رکھتے ہوئے بیاض دل تک پہنچے وہ سامنے ہی نجم انجم اعوان۔ نورین انجم کے نام جگمگا رہے تھے۔ مدیحہ نورین' روشنی وفا' ارم کمال' انیلا طالب نے اچھا لکھا فریدہ جاوید فری کا شعر سب سے خوب صورت تھا۔ سوری ڈش مقابلہ کو دیکھ کر بیوٹی گائیڈ پر ایک نظر ڈال کے آگے کھسکے۔ نیرنگ خیال میں کول رباب افضل اور حیا عباس کی غزل بہت خوب صورت تھیں۔ دوست کے پیغام آئے میں جن جن دوستوں نے یاد کیا ان کا شکریہ' یادگار لمحے قرآنی آیات بیسٹ رہی ثمر رومیہ ٹاپ پر رہی۔ آئینہ تو سب ہی اچھا تھا بس اس میں کوثر خالد صاحبہ کی کمی محسوس ہو رہی تھی جن جن دوستوں نے میری نگارشات پسند فرمائی ان سب کا بہت بہت شکریہ۔ پورا آنچل ایک طرف ہم سے پوچھیے کی محفل ایک طرف آنچل میں اس محفل میں آ کر تھکن اتر جاتی ہے کاش میں چڑیل ہوتی تو شمائلہ کاشف کو ہڈیوں سمیت کھا جاتی' مریمہ روشن سکون کا کوئی ٹوٹکہ دینا اور نمبر شادی شدہ لوگ بھی بے سکون رہتے ہیں موبائل اور عشق کی وجہ سے۔ شمائلہ جی جس دن آپ سے ملاقات ہوئی اس دن اپنی مونچھوں کا راز ضرور بتاؤں گی۔ دعا انمول یہ سفید جھوٹ ہوتا کیسا ہے مجھے تو بتاؤ کیا واقعی سفید جھوٹ بول کر اپنا مطلب نکالتی ہو۔ سب سوال بے حد اچھے لگے' آنچل میں وقاص عمر کی شاعری کہیں نہیں ملی وقاص صاحب آنچل میں نظمیں ضرور لکھا کریں تھوڑا سا ٹائم نکال کر کام کی باتیں واقعی کام کی تھیں لو جی آنچل ختم ہو گیا تمام دوستو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ حافظ۔

ماہم نور انصاری...... حیدر آباد۔ السلام علیکم! تمام بہنوں اور دوستوں کو سلام نور قبول ہو' نومبر کے حسین آنچل پر تبصرہ حاضر ہے چونکہ پہلی بار آئینہ میں شرکت کر رہی ہوں تو شہلا آپی خوش آمدید ضرور کہیں گی (مسکراتے ہوئے) سب سے پہلے آنچل کو دیکھتے ہی فہرست پر نظریں دوڑائیں مگر اس بار قیصر آپا کی تسلی ہی ملی' خیر انتظار میں لطف بہت ہے۔ فہرست سے آگے بڑھے قیصر آپا کا حکم نوٹ کیا' حمد ونعت پڑھیں تو امجد صابری کی یاد تازہ ہو گئی' ہمارا آنچل میں سب کے تعارف پسند آئے

وزیہ سحرین کا نام بھی۔ فاخرہ گل کہانی ٹرینڈ پاہی گئی لیکن سچ بتاؤں اجیہ پر بہت ترس آرہا ہے خیر اچھا ہے آپ کا یہ ناول بھی ویل ڈن سلسلے وار ناول ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' مجھے زید اور سودہ کا کردار پسند ہے اللہ کرے زید اور سودہ کی شادی ہوجائے ویسے یہ سودہ تو بہت ہی ڈرپوک ہے مجھ سے بھی زیادہ (ہاہاہا)۔ مکمل ناول میں ''عہدوفا'' پسند آیا باقی شمارہ مہینے بھر کے لیے بچا رکھا ہے آہستہ آہستہ کہانیاں پڑھیں گے ورنہ سچ پوچھیے ایک امتحان کے تین گھنٹے دوسرا آنچل کے 290 صفحے پڑھتے وقت اتنی جلدی گزرتا ہے کہ پتا نہیں چلتا۔ بیاض دل میں مدیحہ نورین مہک نے دل کے تار چھیڑ دیئے میری پسندیدہ غزل کا مصرعہ لکھ کر۔

''اسے میری چپ نے رلادیا جسے گفتگو میں کمال تھا''

چونکہ شعروشاعری سے ازحد شغف ہے اسی لیے سارا شمارہ ایک طرف بیاض دل اور نیرنگ خیال ایک طرف بیاض دل میں مدیحہ کرن، ارم کمال، سمیہ غزل، جازبہ عباسی اور انعم زہرہ کے انتخاب پسند آئے جبکہ نیرنگ خیال سحرش مصطفیٰ کی نعت اور فریدہ فری کی غزل ڈائری کی زینت ٹھہری۔ دوست کا پیغام آئے میں شروع جتنی مسکراہٹ تھی آخر میں اتنی ہی آنکھوں میں نمی۔ دلکش مریم اللہ آپ کے بابا کے درجات بلند کرے آمین، اپنا اور اپنے گھر والوں کا خیال رکھیے اللہ آپ کو صبر عطا فرمائے۔ یادگار لمحے میں مدیحہ نورین مہک نے پھر اپنی جانب توجہ مبذول کروادی، ایک لائن مختصر اور جامع مجھے بہت پسند آئی۔ اللہ حافظ۔

شبنم حنیف...... لاھور۔ السلام علیکم! امید ہے خیریت سے ہوں گی آنچل کا شمارہ 25 کو ملا ٹائٹل پیارا تھا، یادگار لمحے دل پر اثر کر گئے۔ حسب معمول سب سے پہلے ناول ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' پڑھا پلیز اجیہ اور اربش کی زندگی میں مزید مشکلات نہ لائیں۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' کی قسط نہیں تھی، بہت افسوس ہوا۔ ناول ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' اچھا ہے پر نوفل کا یوں انشراح کا مذاق اڑانا اچھا نہیں لگتا اور زید سودہ کو پسند کرتا ہے تو بتاتا کیوں نہیں۔ سمیرا شریف طور کا ناول بھی اچھا جارہا ہے۔ نبیلہ ابر راجا کا افسانہ ''ڈیڑھ ریال کی نیکی'' بہت پسند آیا، شزا بلوچ کی ماں کے نام نظم بہت پسند آئی۔ بیوٹی گائیڈ اور ڈش مقابلہ بہت اچھے سلسلے ہیں، اب تک کے لیے اتنا ہی کافی ہے ان شاء اللہ اگلے ماہ حاضر ہوں گی، فی امان اللہ۔

☆ ڈیئر شبنم! آپ کا تبصرہ پسند آیا آئندہ بھی بھرپور تبصرے کے ساتھ محفل میں شامل رہیے گا۔

طیبہ یاسمین...... جھنگ۔ السلام علیکم! اس بار آنچل کا ٹائٹل بہت اچھا لگا اس بار کا آنچل میرے لیے تو ویسے بھی بہت خاص الخاص تھا، سب سے پہلے جمپ ''آئینہ'' میں لگایا اور مجھے تو یہ دیکھ کر بہت شاک لگا جب میں نے اپنا نام آنچل میں دیکھا۔ ''عہدوفا'' رافعہ ملک آپ نے تو کمال کردیا، اسٹوری بہت اچھی لگی کیونکہ ویسے ہی سید بہت پسند ہیں اور دوبار میں اس اسٹوری کو پڑھ چکی ہوں پلیز پلیز اجیہ اور اربش کے بارے میں کچھ کریں، اتنے مزے کی اسٹوری بہت خراب ہورہی ہے اور ہاں آپی نازیہ کنول اللہ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین، میری تمام نیک خواہشات آنچل بہنوں کے ساتھ ہیں۔

وقاص عمر...... بنگڑنو، حافظ آباد۔ السلام علیکم! پیاری بہن شہلا عامر صاحبہ! آنچل اسٹاف اور قارئین کو ہماری طرف سے محبت بھرا اسلام اس دفعہ آنچل جلد ہی مل گیا۔ سب سے پہلے مدیرہ جی کی سرگوشیاں پڑھیں پھر حمد ونعت سے مستفید ہوئے۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' نوفل اور انشراح کا آپس میں کوئی گہرا تعلق ہے۔ درجواب آں میں سب کے جواب پڑھے، دانش کدہ میں مشتاق انکل ہمیشہ کی طرح چھائے رہے، ہمارا آنچل میں فصیحہ الاسلام، روبینہ کوثر کا تعارف بہت اچھا لگا۔ سلسلے وار ناول کی بات ہوجائے تو ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' اور ''شب ہجر کی پہلی بارش'' یہ دونوں ناولز بہت ہی اچھے طریقے سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ مکمل ناولز میں ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' فاخرہ آپا کیا ہی بات ہے۔ ہم سے پوچھیے میں نجم انجم اعوان، ارم کمال اور رقیہ ناز آپ سب کے سوالات دلچسپ تھے اور جواب کی کیا ہی بات تھی آئینہ میں کوثر خالد، لیلیٰ رب نواز اور ثناء قریشی آپ سب کا تبصرہ بہت زبردست تھا۔ یادگار لمحے میں نورین انجم اعوان، اسامعہ ملک پرویز اور اقصیٰ آزاد آپ سب نے لمحوں کو یادگار بنادیا۔ نجم انجم اعوان، فائزہ بھٹی میری نگارشات پسند فرمانے پر شکریہ آنچل ایک دم پرفیکٹ میگزین ہے آنچل کے

لیے ڈھیر ساری دعائیں اب اجازت زندگی رہی تو دوبارہ حاضری ممکن بنائیں گے، اللہ حافظ۔

صائمہ مشتاق...... سرگودھا۔ شہلا آپی آنچل ریڈرز، رائٹرز کو محبتوں بھرا اسلام قبول۔ اس دفعہ آنچل 25 کو ملا، ٹائٹل گرلز کانوں کو ہاتھ لگاتی ایسی لگی جیسے معافی مانگ رہی ہو ہاہاہا۔ نہیں جی مذاق کررہی ہوں، اچھی لگ رہی تھی۔ اس کے بعد مدیرہ جی کی سرگوشیاں سنیں اس کے بعد حمد ونعت پڑھی اور دل میں خواہش اٹھی کہ کاش اللہ مجھے بھی نعت اور حمد لکھنے کی ہمت عطا کرے، درجواب آں میں آنی جی مجھے تو مس کرتی ہوں گی تو اس دفعہ آرہی ہوں، ویلکم کیجیے گا۔ الکوثر مشتاق احمد قریشی ہمیشہ کی طرح علم میں اضافہ کرتے اچھے لگے۔ ہمارا آنچل میں آسیہ عروج اور وزیہ سحرین سے ملاقات اچھی لگی، اب آتی ہوں اپنی پسندیدہ اسٹوری کی جانب تو جناب فاخرہ گل کا مکمل ناول ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' فاخرہ جی کیا کہنے آپ کے، اسٹوری اچھی جارہی ہے۔ آپی جی اجیہ اور اربش کے لیے پریشانیوں کی بجائے آسانیاں کردیں، یہ شرمین اور غزنی دونوں مجھے بہت برے لگ رہے ہیں۔ دوسری جانب اب سکندر کو کہیں کہ وہ اب اللہ اللہ کرے نہ کہ شادی۔ سمیرا شریف طور ''جنون سے عشق تک'' واقعی سمیرا جی آپ کی اسٹوری پڑھ کر مزہ آجاتا ہے۔ آپی شہرینہ کے دل میں افگن کے لیے کچھ تو گنجائش پیدا کریں اس ماہ بھی اسٹوری اچھی لگی، سمیرا جی بیسٹ آف لک۔ رافعہ ملک کا مکمل ناول ''عہدوفا'' رافعہ جی اتنی اچھی اسٹوری لے کر آئیں قسم سے اسٹوری نے رلادیا، کھانا تک نہیں کھایا گیا، اسٹوری اس ماہ نمبرون رہی۔ آپی ہم آپ کو اور پڑھنا چاہتے ہیں، پلیز جلدی سے اور زیادہ اسٹوریز لے کر آئیں۔ نادیہ احمد کا ''اس درد کی دوا'' سبق آموز کہانی تھی اچھی لگی۔ باقی شمارہ ابھی پڑھا نہیں، ماہ رخ سیال سرگودھا دعاؤں کے لیے جزاک اللہ، تمہارے شہر میں 20 اکتوبر کو میں آئی ہوئی تھیں، اب اجازت چاہوں گی اگلے ماہ تک کے لیے اللہ نگہبان۔

ماھا بشیر ماھی...... نامعلوم۔ اس دفعہ کا آنچل میں میری بہن تبسم بشیر عروسی خط نہیں لکھ سکتی اس لیے سوچا کہ کیوں ناں میں لکھ دو ویسے تو اکثر دل کرتا ہے لیکن لکھنے کا فائدہ جب شہلا نے جواب ہی نہیں دینا ویسے اس بار اپنی بہن کے اصرار پر لکھ رہی ہوں۔ اس دفعہ کا آنچل 23 کی شام کو ملا ٹائٹل بس ایوے ہی تھا اور پوز (بورنگ) خیر ایک نظر فہرست پر ڈالی سب سے پہلے سوچا افسانے پڑھوں سب سے زیادہ شبینہ کا افسانہ نمبرون پر رہا ویری گڈ۔ نادیہ کا افسانہ کچھ متاثر نہ کرسکا طیبہ اور نبیلہ کے افسانے بس ٹھیک ہی لگے۔ ناولٹ ''آتسم'' سمیرا آپی ویل ڈن! ایسا ناولٹ لکھنے کے لیے سچی مزہ آگیا۔ ''کھیتی'' ایمان آپی کا ناولٹ بھی دل کو چھو گیا۔ سحرش نے تو محفل لوٹ لی، بہت بہت اچھا لگا کاش ام مریم کا بھی ناولٹ ہوتا، خیر اگلے ماہ ضرور دینا۔ ''جنون سے عشق تک'' اچھا لگتا ہے۔ ''عہدوفا'' اسٹوری آف دی منتھ۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' ایک اس ناول کا ہی شدت سے انتظار ہوتا ہے، انشراح مائی فیورٹ۔ ہمارا آنچل میں، میں سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں، کیا آپ......؟ مستقل سلسلہ ہم سے پوچھیے میں شمائلہ آپ ہمیشہ سسرال کو کیوں لے آتی ہیں؟ بیاض دل میں اس دفعہ کچھ مزہ نہیں آیا، آئینہ میں مائی فرینڈ سحر کا تبصرہ پسند آیا اور سحر شاعری بہت خوب کرتی ہو ایک شعر میرے لیے بھی لکھ دو۔ نیرنگ خیال میں غزلیں پسند آئیں۔ حجاب کو سالگرہ مبارک، ڈش مقابلہ پلیز اگلے ماہ میکرونی بغیر اوون کی ریسپی دیں، او کے جی اللہ حافظ۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ پاک ہم پر رحم فرمائے اور ملک پاکستان کو مزید ترقی کی طرف گامزن کرے، آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

ارم کمال......فیصل آباد

س: شمائلہ جی آپ کو میری طرف سے آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو بتائیں کیا کھلا رہی ہیں یا پچھلی دفعہ کی طرح......؟

ج: آنچل نہیں حجاب کی' لگتا ہے عمر کے ساتھ وزن بھی بڑھ گیا ہے جب ہی یادداشت کمزور ہوگئی ہے۔

س: انسان کب اپنی بے وقوفی پر خوشی محسوس کرتا ہے؟

ج: اپنی شادی کے موقع پر اور وہ بھی وقتی ہوتی ہے۔

س: آپ کا امتحان ہے بتایئے عقل بڑی یا بھینس' پھنس گئی ناں؟

ج: تم تو بھینس ہی کہوگی کیونکہ تم خود جو اس کی کاپی ہو۔

س: جلدی سے بتادیں خوب صورت اور خوف صورت میں کیا فرق ہے؟

ج: وہی جو مجھ میں ہے خوب صورتی اور خوف صورتی جو تم میں ہے۔

س: دنیا کی سیر کرنا چاہتی ہوں کوئی آسان سا طریقہ بتائیں؟

ج: آنکھیں بند کرو اور کھڑی گھومتی رہو۔

س: بے وفائی کس حد تک برداشت کی جاسکتی ہے سوچ کر بتادیں؟

ج: کیوں کمال صاحب بے وفائی پر اتر آئے ہیں کیا۔

س: بکھری ہوئی چیز کو جھاڑو سے اکٹھا کیا جاتا ہے اور محبوب بکھر جائے تو......؟

ج: الجھی لٹ کو سلجھا کر۔

زمین سرھیو......حیدرآباد

س: آپی آپ نے سلسلے کا نام ہم سے پوچھیے کیوں رکھا ہے؟

ج: تو پھر آپ سے پوچھیے ہوتا۔

س: آپی جس کی لکھائی اچھی نہیں ہوتی وہ عقل مند ہوتے ہیں ناں؟

ج: نہیں ڈاکٹر ہوتے ہیں۔

س: لوگ کہتے ہیں دل بلا سبب نہیں دھڑکتا' میں کہتی ہوں دھڑکے گا نہیں تو زندہ کیسے رہو گے اور آپ کیا کہتی ہیں؟

ج: جو میری خالہ (یعنی تم) کہتی ہو ٹھیک کہتی ہو۔

س: انسان کے دل کا حال کیسے پتا چلتا ہے؟

ج: دو کان کے نیچے لگاؤ دل کا کیا اپنے دماغ کا حال بھی فر فر بتائے گا۔

س: انسانی فطرت کا انسان کو دیکھ کر کیسے پتا لگایا جاسکتا ہے؟ مثلاً بالوں' گالوں' ناک یا زباں سے؟

ج: تم کیا مجھ سے نفسیات پڑھنے آئی ہو؟

س: آپی حاضر جوابی کہاں سے سیکھی ہے؟

ج: تمہیں کیوں بتاؤں۔

س: کم تری میں مبتلا لڑکیوں کا علاج؟

ج: وہ تمہاری طرح لاعلاج ہیں۔

س: یہ بیویاں شوہروں کو کیسے قابو میں رکھتی ہیں؟

ج: جب تم کو پتا چل جائے تو مجھے بھی بتادینا۔

کرن شہزادی......مانسہرہ

س: آپی' کیسی ہیں آپ؟ ارے میں تو بہت حسین اور اسمارٹ ہوں نظر مت لگایئے گا' اب جلدی سے ماشاء اللہ کہیں۔

ج: تم جو اپنے ساتھ لینے ان کو نظر بٹو کے طور پر لائی ہو' میری تو کیا کسی کی بھی نظر نہیں لگے گی۔

س: آپی یہ سمیہ کنول اپنے موٹے موٹے چشمہ کے اوپر سے مجھے کیوں گھور رہی ہے؟

ج: تم اس کے سوٹ و سینڈل پہن کر جو آ گئی ہو شومارنے۔

س: آپی میری ای محفل میں میری تعریف کیوں نہیں کرتیں اگر کہوں تو کہتی ہیں تعریف تو وہ ہوتی ہے جو دوسرے کرتے ہیں؟

ج: ٹھیک کہتی ہیں اس لیے تو وہ صرف تمہاری بے عزتی کرتی ہیں وہ بھی رج کے۔

س: آپی آج کل ٹماٹر پیاز کی قیمتیں آسمان سے باتیں کررہی ہیں ایسے میں ہم بے چاری عوام کریں بھی تو کیا کریں؟

ج: دال پر گزارہ وہ بھی بغیر تڑکے والی۔

س: آپی آپ لڑکیوں کے سوالات کھا کھا کر اپنا جسم بڑھاتی جارہی ہیں؟

ج: وہ تو میری ردی کی ٹوکری پیٹ پوجا کرتی ہیں۔

س: آپی اپنی ڈوربیل تو ٹھیک کروادیں' کتنی ہی لڑکیوں کو کرنٹ لگ چکا ہے جبکہ......؟

ج: تمہارا دماغ تو پھر بھی ٹھیک نہیں ہوا۔

روشی وفا......ماچھیوال

س: ہیلو مس ینگ اینڈ فریش' کیسی ہو؟ یقیناً مجھ سے تو کم ہی خوب صورت ہوگی' ہے ناں؟

ج: ہاں کیونکہ تمہارا میک اپ تو اس وقت بالکل پیسٹری جیسا ہے۔

س: جب بجلی چمکتی ہے تو ہم کو روشنی پہلے اور آواز بعد میں کیوں آتی ہے؟

ج: کیونکہ آنکھوں کے پیچھے کان ہیں اس لیے بے وقوف۔

س: جس آدمی کو سنائی نہیں دے اسے انگلش میں کیا کہیں گے بھلا؟

ج: انگلش میں کیا پشتو میں بھی جو مرضی کہہ لو اس نے کون سا سننا ہے۔

س: نہ کھاؤ تو اچھا ہے' کھاؤ تو کوئی بات نہیں' توڑ دو اس کو تو بہت برا بوجھو وہ کیا شے ہے؟

ج: تمہارا دماغ اور کیا بھلا۔

مہوش ظہور مغل......گوپی پور

س: دنیا گول کیوں ہے' سوچ کے بتاؤ؟

ج: تکون ہوتی تو تم گر جاتی ناں اس لیے۔

س: عمران خان کی عقل کہاں ہے؟

ج: یہ بہت لمبی کہانی ہے کبھی فرصت سے سناؤں گی۔

س: آپ کی عمر مبارک کتنی ہے؟

ج: میری چھوڑو اپنی فکر کرو' سوا دو سو سال سے اوپر کی ہوگئی ہو۔

س: یہ ٹی وی میں آج کل دوپٹہ ناپید کیوں ہوچکا ہے' کیا پاکستان میں کپڑا کم ہوگیا ہے؟

ج: نہیں بلکہ تمام پروڈیوسرز اس میں اپنا منہ چھپاتے پھرتے ہیں۔

عائشہ رحمٰن ہنی......ریالی' مری

س: آپی میں چلتی ہوں تو میرا ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے آگے آجاتا ہے کیوں؟

ج: تم ایک پیر اٹھا کر چلو پھر ایسا نہیں ہوگا۔

س: آپی یہ انڈے سے جو چوزہ نکلتا ہے وہ اس میں گھستا کیسے ہے؟

ج: انڈے میں باجرہ ڈالو پھر دیکھنا کیسے اس میں چوزہ گھس جائے گا۔

س: آپی سنا ہے آپ کا قد مینار پاکستان سے کچھ ہی کم ہے؟

ج: تم مینار پاکستان پر چڑھ کر پھر بتانا۔

انیلا طالب......گوجرانوالہ

س: پیاری آپی' میں بھلا کیوں خوش ہوں؟

ج: بات پکی ہوجانے کی خوشی میں' اب سکھ کی بانسری بجاؤ۔

س: آپ کہیں مجھ سے تنگ تو نہیں پڑ جاتیں؟

ج: ہاں تو پڑ جاتی ہوں لیکن کیا کریں مجبوری ہے۔

س: کوئی ایسا فارمولا بتادیں جس سے میرے برتن خود بخود صاف ہوجائیں؟

ج: سگھڑ سی سلیقہ شعار نند ڈھونڈ لو۔

س: دسمبر میں میری سالگرہ ہے بھلا میں کتنے سال کی ہوجاؤں گی؟

ج: تمہاری عمر تمہاری ساس کے کان میں بتاؤں گی۔

س: کاش بروسٹ چکن ہو اور میں آپ کے ساتھ مل کے کھاؤں؟

ج: ہاں تو جلدی سے بھیج دوں میں کھالوں گی اور تم میرا منہ دیکھتی رہنا۔

س: آپی جان وہ دن آئے گا ناں جب آپ کو میں مل سکوں گی؟

ج: ایمان سے کبھی نہیں۔

شز ابلوچ......جھنگ صدر

س: میں ہمیشہ دیر کردیتی ہوں......؟

ج: کوئی نئی بات کرو۔

س: آپ سے ایک بار کہا تھا دعا کے لیے وہ پوری ہوگئی ایک زبردست سی ٹریٹ' ویٹنگ یو؟

ج: میری جگہ اپنی نند کو دے دینا' بے چاری خوش ہوجائے گی۔

س: کوئی ایسا فارمولا جس سے لوگوں کی نیتوں کا اثر چہروں پر نظر آنے لگے؟

ج: سوچ لو پھر تمہارا چہرہ کسی بھوتنی سے کم نہیں لگے گا۔
س: وزن کی ٹینشن بالکل نہ لینا بھی' کھاؤ پیو دفناؤ تو آپ کے رشتہ داروں نے ہے؟
ج: یہ بات تم نے اپنے لیے کی ہے ناں۔
س: زندگی تو بہت مصروف ہوگئی ہے ابھی سے' آگے چل کر کیسے سنبھالیں گے؟
ج: کیوں ابھی کس کے بچے پال رہی ہو۔
س: آخر میں یہ بتائیں کیوں نکالا گیا مجھے (ہی ہی)؟
ج: تمہارے فضول اور بے تکے سوالوں کو ہماری نوکری نے جو پکڑ لیا تھا اس لیے۔

طیبہ خاور سلطان...... عزیز چک' وزیر آباد

س: جب انسان کو پتا ہے کہ دنیا فانی ہے پھر کیوں انسان برے کاموں سے باز نہیں آتا؟
ج: شیطان پر بھی تو الزام لگانا ہے ناں۔
س: کہتے ہیں عورتیں اپنی دل کی بات کہہ کے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی ہیں لیکن مرد بے چارے خود میں ہی جلتے کڑھتے رہتے ہیں' رئیلی؟
ج: جب ہی تو بہت کم مرد خوب صورت ہوتے ہیں ورنہ زیادہ تر کالے سیاہ۔
س: دن میں بیس دفعہ موت کو یاد کرنا 70 سال کی عبادت سے بہتر ہے پتا نہیں کیوں انسان بھولا بیٹھا ہے؟
ج: تم یاد کرو لیکن صرف اپنی اپنی ساس نند کی نہیں یہ کام وہ خود کریں گی۔
س: میری شادی کو بھی ایک سال ہوگیا 19 ستمبر کو شادی ہوئی تھی یہ وقت بہت تیزی سے گزرا ہے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔
ج: اور اپنے ان سے بھی تو پوچھ کر دیکھو کہ وقت کیسے گزرا جوں کی رفتار کی مانند ہے ناں؟

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین منگنی سے پہلے قصداً مسکراتے تھے منگنی کے بعد وہ وقتاً فوقتاً مسکراتے تھے مگر اب شادی کے بعد جبراً مسکراتے ہیں' کیوں؟
ج: شکر کرو کہ مسکراتے ہیں ورنہ شادی کے بعد تو مرد صرف بغلیں ہی جھانکتے ہیں۔
س: تارون کا تو سنا ہے یہ دن میں چاند کیسے دکھائی دیتا ہے؟
ج: جب مہینہ کی آخری تاریخ میں کوئی بن بلائے آجائے۔
س: تعریفوں کے پل کون سے دریا پر باندھے جاتے ہیں؟
ج: اپنے مطلب کے دریا پر جب مطلب پورا دریا بھی خشک۔

نورین انجم اعوان...... کراچی

س: گدھے کے سر سے سینگ کب غائب ہوئے تھے؟
ج: جب سے تم نے بولنا شروع کیا۔
س: پاکستان سے مہنگائی اور لوڈشیڈنگ کب ختم ہوگی؟
ج: ابھی تم چھوٹی ہو اس لیے اتنی بڑی باتیں مت کرو اس کے لیے تمہاری...... آگے تم سمجھ دار ہو۔
س: آپ ہر ماہ مجھے اپنی محفل میں کیوں نہیں آنے دیتیں؟
ج: اگر میری محفل میں آؤ گی تو اسکول کب جاؤ گی۔
س: آج میں بہت اداس ہوں بتایئے تو بھلا کیوں؟
ج: امتحان سر پر ہیں اس لیے۔
س: اگر آپ کو صرف ایک چیز مانگنے کی اجازت ہو تو آپ مجھ سے کیا مانگیں گی؟
ج: تمہاری خاموشی۔

اسماء گل...... کوٹ مبارک

س: شائلہ آپی پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کی ہے ارے ویلکم تو کہیے؟
ج: اچھا جی ہم آپ کو بھی ویل کم کرتے ہیں۔
س: ایک بار دیکھا ہے بار بار دیکھنے کی تمنا ہے بتائیں کہ میں کس کی بات کر رہی ہوں؟
ج: اپنی ساس کی اور کس کی۔
س: آپی حسین لوگوں کے دل حسین کیوں نہیں ہوتے؟
ج: میرا تو بہت ہی حسین ہے' تم اپنی ساس کی بات کر رہی ہو تو ان کی عمر بھی تو ہوگئی ہے ناں۔

آپ کی صحت

سونیا خان، مانسہرہ سے لکھتی ہیں کہ میرے 2 بچے ہیں، ایک بیٹی جس کی عمر 8 سال ہے اور بیٹا جس کی عمر 7 سال ہے، دونوں بہت کمزور ہیں، کھانا بہت کم کھاتے ہیں، اگر زبردستی زیادہ کھلا دو تو سفید پھٹے پھٹے دست لگ جاتے ہیں، غذا صحیح طور پر ہضم نہیں کر پاتے۔ کوئی دوائی تجویز کردیں اور دوسرا مسئلہ میرا یہ ہے کہ میرے ہاتھوں کے ناخن بہت کمزور ہوگئے ہیں اکثر ٹوٹ جاتے ہیں، ناخنوں پر سفید دھبے بھی پڑ گئے ہیں جس کی وجہ سے ناخن بدنما لگتے ہیں، اس کیلئے بھی کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ اپنے دونوں بچوں کو Calcarea Carb 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں اور اپنے ناخنوں کیلئے Silicea 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

حمیرا، چکوال سے لکھتی ہیں کہ میری ایک سہیلی کے ساتھ ناخوشگوار حادثہ ہوگیا تھا، کچھ مہینے بعد اس کی شادی ہے، اس وجہ سے وہ کافی پریشان ہے۔

محترمہ آپ اپنی سہیلی کے مسئلے کیلئے 1600 کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام "خاص دوا" ضرور لکھیں، ایک ہفتے میں دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی، ترکیب استعمال کے مطابق دوا استعمال کرنے سے ان شاء اللہ آپ کی سہیلی کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

کنول ناز، خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 45 سال ہے، میری کمر سے لے کر پاؤں تک انتہائی تیز درد ہوتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ پاؤں کسی کے شکنجے میں ہو، درد زیادہ تر سیدھے پاؤں میں محسوس ہوتا ہے، کولہے کے قریب رگوں اور پاؤں کی نسوں میں شدید درد ہوتا ہے، پاؤں ہلانے سے تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے، دبانے اور سیکائی کرنے سے درد میں کمی آجاتی ہے۔ کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Colocynthis 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں اس کے علاوہ درد کیلئے ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ 700/ روپے کا منی آرڈر بھیج دیں، ایک بوتل Pain Killer Apherodite آپ کے گھر پہنچ جائے گا، دونوں دواؤں کے استعمال سے ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

دریشاہ خان، ایبٹ آباد سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 18 سال ہے، کچھ مہینے بعد میری شادی ہے، میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب ضرور دیں۔

محترمہ آپ Sabal Serrulatum Q کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور جہاں تک بریسٹ بیوٹی کا تعلق ہے آپ وہ استعمال کرسکتی ہیں۔

مہوش سلیم، میرپور خاص سے لکھتی ہیں کہ میری ڈھائی سال کی بچی ہے، جو چڑچڑی ہے، ضدی ہے، ہر وقت گود میں رہنا پسند کرتی ہے۔ رات کو سوتے میں چونکتی ہے، خوفزدہ ہوکر رونا، چلانا شروع کردیتی ہے۔ اس کیلئے کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ اپنی بیٹی کو Cina 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔

بلقیس، نارووال سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی کی عمر 17 سال ہے، اس کا قد 4 فٹ 10 انچ ہے، ہمارے یہاں سب کے قد ساڑھے پانچ فٹ سے بھی زیادہ ہیں، کیا اس کے قد بڑھنے کی کوئی امید ہے تو پلیز کوئی اچھی سی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ اپنی بیٹی کو Calcium Phos-6X کی 2 گولیاں دن میں تین بار کھلائیں اور Barium Carb-200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پلائیں۔ یہ دوائیں 3 ماہ تک استعمال کریں ان شاء اللہ قد بڑھنا شروع ہوجائے گا۔

شکیلہ ایوب، ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 41 سال ہے، مجھے گزشتہ 5 سال سے ذیابطیس ہے، میرے ہاتھوں اور پیروں کی جلد بہت حساس ہے جو انتہائی خشک رہتی ہے جس کی وجہ سے جلد پھٹ جاتی ہے۔ میری زبان اور حلق بھی خشک رہتا ہے، شدید پیاس بھی لگتی ہے۔ دوسرا مسئلہ میرے شوہر کا ہے، آفس میں دماغی کام کی وجہ سے

اکثر سر میں درد رہتا ہے، سر درد، پیشانی اور گدی میں ہوتا ہے، درد کی وجہ سے مزاج بھی خراب رہتا ہے، چڑچڑاپن اور غصہ بھی زیادہ آتا ہے۔ میرے دونوں مسئلوں کیلئے کوئی مناسب دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Arsenik Album 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں اور اپنے شوہر کو Anacardium 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔

محسن ملک، فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 43 سال ہے اور میں اسٹور کیپر ہوں 12 سے 14 گھنٹے کھڑے رہنے کا کام ہے، جس کی وجہ سے اکثر میرے گھٹنوں میں درد رہتا ہے، سکائی کرنے سے یا دبانے سے تھوڑا آرام محسوس ہوتا ہے برائے مہربانی میرے لئے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ Bryonia 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ اس کے علاوہ جوڑوں کے درد کیلئے ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ =/700 روپے کا منی آرڈر بھیج دیں، ایک بوتل Pain ApheroditeKiller آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

نادیہ خان، بھاولنگر سے لکھتی ہیں کہ میرے والد کی عمر 48 سال ہے، ان کا سیدھا ہاتھ اور الٹے پاؤں میں معمولی سا رعشہ ہے، کبھی کبھی آنکھوں کے ڈھیلے اور پلکیں پھڑکتی ہیں اور دوسرا مسئلہ میری والدہ کا ہے، جو بہت زیادہ پریشان اور فکرمند رہتی ہے، سینے میں بائیں جانب درد محسوس کرتی ہے، دل کی دھڑکن تیز رہتی ہے، کبھی ہاتھ کی انگلیاں بھی سن ہوجاتی ہیں، میرے والدین کیلئے مناسب دوائیاں تجویز کردیں۔

محترمہ آپ اپنے والد کو Agaricus 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں اور والدہ کو Aconite 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔

گل ستارہ، شجاع آباد، ملتان سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 21 سال ہے، غیر شادی شدہ ہوں، میرا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر دانے نکلتے ہیں جو ختم ہونے کے بعد نشان چھوڑ جاتے ہیں اور چہرے پر چھائیاں بھی ہیں، پہلے میرا رنگ گورا تھا اب کالا ہوگیا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں کپڑے سلائی کرتی ہوں، مستقل بیٹھنے کی وجہ سے میرا وزن بھی بڑھ گیا ہے، دونوں مسئلوں کے لیے کوئی دوائی تجویز کردیں اور یہ بھی بتادیں کہ دوائی کتنے عرصے استعمال کرنی ہے، اس کے علاوہ مجھے ڈاکٹر خون کی کمی بتاتے ہیں۔

محترمہ آپ وزن کم کرنے کے لئے Phytolaccabarry Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں کھانے سے پہلے دن میں تین مرتبہ اور خون کی کمی کے لیے China 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ کھانے کے بعد پئیں، جب وزن کم ہوجائے گا۔ تو چہرے کی چھائیاں بھی ختم ہوجائے گی۔

فضہ نذر، نوشہرہ ورکاں سے لکھتی ہیں کہ میری 3 سال کی بچی ہے جو آپریشن سے ہوئی تھی، جس کی پیدائش کے بعد سے میرا پیٹ بڑھ گیا ہے، اس مسئلے کے لیے دوائی تجویز کردیں دوائی کی مدت اور استعمال کا طریقہ بھی بتادیں۔ Calcium اور Calc Flour 6x Flouratum 6x میں کیا فرق ہے؟

محترمہ یہ ایک ہی دوا ہے اس کے استعمال سے پیٹ نارمل حالت میں آجائیگا۔ 2 گولیاں دن میں تین مرتبہ کھائیں۔ 6 ماہ ریگولر استعمال کریں۔

فرح کنول، وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کئے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Nux Vomica 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

شزاء، مظفر آباد، سے لکھتی ہیں کہ میرا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر وائٹ ہیڈز بہت ہوگئے ہیں اور رنگ بھی کالا ہوگیا ہے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھے تقریباً چھ ماہ سے پیریڈز نہیں ہوئے ہیں، میری عمر 26 سال ہے، میں بہت پریشان ہوں اور میرے چہرے پر بال نکل آئے ہیں اور آہستہ آہستہ بڑھ رہے ہیں۔ میں نے رنگ گورا کرنے کے لیے گافی کریم اور گھریلو ٹوٹکے استعمال کئے ہیں مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، اس کے لیے بھی کچھ بتادیں۔ میرا خط ضرور شائع کردیجئے گا۔

محترمہ آپ چہرے کی رنگت ٹھیک کرنے کے لیے

Barberis Aquiforlium Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ کھانے سے پہلے پئیں اور پیریڈز کے لیے Pelvis کے الٹرا ساؤنڈ کروا کر رپورٹ بھیجیں۔

دُرنجف امشال، نامعلوم مقام سے لکھتی ہیں کہ میں نے کچھ عرصے پہلے آپ کو خط لکھا تھا، جس میں آپ کو اپنا مسئلہ بتایا تھا کہ میرے جسم پر بہت زیادہ بال ہیں، خاص کر ٹانگوں پر جو کافی بُرے لگتے ہیں، آپ نے مجھے ایفروڈائٹ ہیئر انہیبٹر تجویز کیا تھا، جس کی میں 2 سے 3 بوتل استعمال کرچکی ہوں کافی فرق پڑا ہے، لیکن مکمل ختم نہیں ہوئے، اپریل میں میری شادی ہے پلیز آپ مجھے کوئی اچھی میڈیسن بتائیں جس کے استعمال سے ٹانگوں کے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں۔ میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا جسم بالکل نارمل ہے لیکن چہرہ بہت کمزور ہے، چہرے کی ہڈیاں نمایاں دیکھتی ہے، کسی نے ایک دوائی بتائی تھی جس کے استعمال سے جسم موٹا ہوگیا لیکن چہرہ صحت مند نہیں ہوا، کوئی ایسی دوائی بتائیں جس سے جسم نہیں صرف چہرہ صحتمند ہوجائے۔ میرے دونوں مسئلوں کا حل بتادیں اور میرا خط ضرور شائع کریں۔

محترمہ ٹانگوں کے بال قدرتی ہوتے ہیں، جو مشکل سے ختم ہوتے ہیں، انہیں ہمیشہ کے لیے ختم کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ بالوں کو ختم کرنے کے لیے Orantic Olium Jec 3X کی ایک ایک گولی دن میں تین مرتبہ کھائیں۔ صرف چہرے کو صحت مند یا موٹا کرنے کے لیے کوئی دوا نہیں ہوتی۔

ردابشیر، راولاکوٹ، آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 18 سال ہے، میرا مسئلہ نسوانی حسن کی کمی کا ہے جس کی وجہ سے میں کافی پریشان ہوں کچھ ماہ بعد میری شادی ہے، کوئی علاج بتادیں۔

محترمہ نسوانی حسن میں اضافے کے لیے آپ ہمارے کلینک کے ایڈریس پر =/600 روپے کا منی آرڈر کرکے بریسٹ بیوٹی منگواسکتی ہیں، اس کے علاوہ Sabal Serrulatum Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور دونوں دواؤں کے استعمال سے آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

فرحانہ عمران، ٹنڈو آدم سے لکھتی ہیں کہ میری دو بیٹیاں ہیں، ایک کی عمر 18 اور دوسری کی 22 سال ہے، جو ذہنی و دماغی طور پر چھوٹی ہے۔ اس عمر میں بھی بچوں والی حرکتیں کرتی ہیں، گڑیوں سے کھیلنا، بیوقوفانہ باتیں کرنا، گھر کے کام اگر کرتی بھی ہے تو کوئی نہ کوئی کمی رہ جاتی ہے۔ اعتماد کی کمی اور مہمانوں کو دیکھ کر شرمانا اور ان سے چھپ جانا۔ ان دونوں کے لیے دوائی تجویز کردیں۔ اس کے علاوہ بھی کوئی حل ہو تو وہ بھی بتادیں۔

محترمہ آپ دونوں بیٹیوں کو Bryta Carb 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔ دونوں بیٹیوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کریں زیادہ سختی نہ کریں، زیادہ توجہ دیں۔ ان شاء اللہ بہتری آئے گی۔

ماہین علی، فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میں 26 سال کی ہوں اور میرا قد 4 فٹ 10 انچ ہے، میں اپنے قد میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں، میں کئی میڈیسن استعمال کرچکی ہوں جن سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، کیا میرے قد میں اضافہ ممکن ہے؟

محترمہ آپ Calcium phos 6x کی 2 گولیاں دن میں تین بار کھائیں اور Barium Carb 200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔ 20 سال کی عمر کے بعد قد بڑھنا مشکل ہوتا ہے، لیکن ان دواؤں سے امید کی جاسکتی ہے باقی اللہ بہتر کرے گا۔

منی آرڈر کرنے کا پتا:

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: دکان نمبر C-5، کے ڈی اے فلیٹس، فیز 4، شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B - 14، نارتھ کراچی۔ 75850 فون نمبر: 021-36997059

صبح 10 تا 1 بجے، شام 6 تا 9 بجے۔

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر: 03494900800

خط لکھنے کا پتا:

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

کریلے کے خواص اور افادیت

کریلا ایک مشہور و معروف سبزی ہے اس کی نازک اور پتلی بیل ہوتی ہے اور اس بیل کا پھل مقوی اور سرا نوک دار ہوتا ہے اس کے اوپر ابھری ہوئی قطاریں ہوتی ہیں۔ کریلا دو طرح کا ہوتا ہے کاشت شدہ اور جنگلی اسے گوشت یا قیمہ کے ساتھ پکایا جاتا ہے چنے کی دال کے ہمراہ بھی مزے دار بنتا ہے۔

اس کے اجزاء میں فولاد کیلشیم فاسفورس پروٹین وٹامن بی اور سی شامل ہوتے ہیں۔ اس کا مزاج گرم خشک ہے کریلے کے افعال و استعمال حسب ذیل ہے۔

1۔ یہ مقوی معدہ اور قاتل کرم شکم ہے۔

2۔ کریلا صفرا اور بلغم کا مسہل ہے۔

3۔ اعصابی طاقت دیتا ہے۔

4۔ ذیابیطس کے مریضوں کے لیے بے حد مفید ہے کریلے کا سفوف روزانہ ایک چمچہ بڑا صبح نہار منہ ہمراہ پانی کے متواتر استعمال سے اس مرض سے نجات ملتی ہے۔ اگر مرض پرانا ہو تو اس پر کنٹرول ہوجاتا ہے مگر پرہیز شکری ضروری ہے۔

5۔ جوڑوں کے درد اور گٹھیا کو نفع دیتا ہے۔

6۔ سرد مزاج اور بلغمی مزاج والے لوگوں کے لیے یہ بے حد مفید غذا ہے۔

7۔ قوت باہ کو مضبوط کرتا ہے اور اندرونی ورموں کو تحلیل کرنے میں لاثانی ہے۔

8۔ لقوہ اور فالج میں کریلا انتہائی مفید ہے۔

9۔ ذیابیطس کے مریض اگر تین ماشہ روزانہ کریلے کا پانی پئیں تو تین ہفتے میں یہ مرض ختم ہوجاتا ہے۔

10۔ بچوں کو مختلف امراض سے محفوظ رکھنے کے لیے کریلے کا پانی پلانا چاہیے کوئی مرض قریب نہیں آتا۔

11۔ کریلے کے پانی میں نمک ملا کر ہیضہ کے مریض کو پلانے سے قے اور دست فوراً بند ہوجاتے ہیں اور مرض میں افاقہ ہوجاتا ہے۔

12۔ خونی و بادی بواسیر میں کریلا کھانا بے حد مفید ہوتا ہے۔

13۔ دمہ کے مریضوں کے لیے کریلا بے حد مفید ہے۔

14۔ کریلا بھوک لگاتا ہے اور ہاضمہ کو تیز کرتا ہے۔

15۔ معدہ کی ریاح کو خارج کرتا ہے۔

16۔ کریلا ورم طحال یرقان اور جلدی امراض میں مفید ہے۔

17۔ موٹاپے کو دور کرنے کی بہترین دوا ہے اس کے لیے دو ماشہ سفوف کریلا ہمراہ پانی روزانہ صبح نہار منہ استعمال کرنا چاہیے۔

18۔ مرادہ کی پتھری میں کریلا کا پانی دو دو تولہ صبح و شام اور روغن زیتون دو تولہ ہمراہ دودھ سوتے وقت پلانا بہت مفید ہے۔

19۔ خونی بواسیر میں کریلے کے پتوں کا رس ایک تولہ صبح و شام پینے سے بواسیر کا خون بند ہوجاتا ہے چند دن کے استعمال سے برسوں کی بواسیر کو مکمل آرام ہوجاتا ہے یہ مرض ختم ہوجاتا ہے۔

20۔ کریلے کے پتوں کا پانی پانچ تولہ گائے کے ایک پاؤ گھی میں ملا کر پکایا جائے جب پانی جل جائے تو باقی ماندہ گھی بواسیر خونی بادی کے مسوں پر لگانے سے چند دنوں میں مسے غائب ہوجاتے ہیں اور جلن تو ایک ہی دفعہ لگانے سے دور ہوجاتی ہے۔

پینے کا پانی صاف کرنے کے طریقے

بہت ضروری ہے کہ ہمارے گھروں میں ایک دفعہ پھر اس آلودہ پانی کو صاف کیا جائے اور اس میں موجود مہلک جراثیم کو تلف کیا جائے۔ گھروں کی سطح پر پانی کو صاف کرکے استعمال کے قابل بنانے کے طریقوں کو عام کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ہمیں یہ بھی خیال رکھنا ہوگا کہ یہ

طریقے آسان اور کم خرچ ہوں تاکہ ہماری آبادی کے غریب سے غریب طبقات ان پر عمل کرکے اپنی صحت کو محفوظ کرسکیں۔

سب سے زیادہ عام طریقہ پانی کو دس منٹ ابالنا اور پھر اس کو باریک کپڑے سے چھاننا ہے۔ ابالنے سے پانی میں موجود مہلک جراثیم تلف ہوجاتے ہیں اور چھاننے کے عمل سے غیر حل شدہ کثافتیں پانی سے الگ ہوجاتی ہیں لیکن اس طریقہ کار میں ایک تو ایندھن کا خرچ زیادہ ہے پھر یہ کہ ابالنے کے بعد پانی کا مزا بدل جاتا ہے اور خوشگوار نہیں رہتا۔ ایک اور بات یہ ہے کہ اگر ابلا ہوا پانی کسی ایسے برتن میں اسٹور کیا جائے جس میں پہلے سے پیتھوجن موجود ہوں تو ابلا ہوا پانی ایک بار پھر آلودہ ہوجاتا ہے اور اس میں مہلک جراثیم تیزی سے پرورش پانے لگتے ہیں۔

گھروں میں استعمال کرنے کا ایک اور سسٹم الٹرا وائلٹ فلٹر کا ہے جو کہ نلکوں پر فٹ ہوجاتے ہیں اس میں پہلے نہایت باریک فلٹروں میں سے فلٹریشن کے عمل سے پانی میں سے تمام غیر حل شدہ کثافتوں کو دور کرلیا جاتا ہے اور پھر پانی میں سے الٹراوائلٹ شعاعیں گزار کر اس میں موجود تمام مہلک جراثیم کا خاتمہ کیا جاتا ہے لیکن اس انتظام میں بھی کئی قسم کی قباحتیں ہیں' یہ سسٹم کافی مہنگا ہوتا ہے اس کے فلٹر بار بار بند ہوجاتے ہیں اور بدلنے پڑتے ہیں جو کہ اضافی خرچ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بات ہے کہ اگر نلکے کا پانی براہ راست استعمال نہ کیا جائے اور تھوڑی دیر کے لیے بھی کسی ایسے برتن میں رہے جس میں جراثیم موجود ہیں تو تمام صاف شدہ پانی ایک بار پھر آلودہ ہوجاتا ہے۔ پھر یہ بات ہے کہ یہ سسٹم ان مقامات پر چلایا ہی نہیں جاسکتا جہاں پانی نلکوں کے ذریعے سپلائی نہیں ہورہا یا جہاں بجلی کی سپلائی ابھی تک نہیں پہنچی ہے۔

ہم اپنے گھریلو پانی کو استعمال کے قابل بنانے کے لیے بلیچنگ پاؤڈر' کلورین سلوشن پوٹاشیم پرمیگنیٹ یا آیوڈین بھی استعمال کرسکتے ہیں لیکن بلیچنگ پاؤڈر اور کلورین میں ان کی محفوظ اسٹوریج کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے کیونکہ ان کو ایسی جگہ اسٹور کرنا ضروری ہوتا ہے جہاں نمی یا سورج کی روشنی نہ پہنچے کیونکہ دونوں کی موجودگی میں یہ تیزی کے ساتھ اپنی اثر انگیزی کھودیتے ہیں۔ پوٹاشیم پرمیگنیٹ اور آیوڈین کام تو کرتے ہیں لیکن ان دونوں کی قیمت عام آدمی کی گنجائش سے زیادہ ہے۔

گھروں میں پانی صاف کرنے کے لیے کلورین کی گولیاں سب سے موزوں پائی گئی ہیں۔ 0.5 گرام کی ایک گولی ہیں لیٹر پانی صاف کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ یہ روشنی یا نمی سے اپنا اثر زائل نہیں کرتیں اور یہ قیمت میں بہت ہی سستی ہیں۔ دیہی علاقوں میں یہ آرام سے پانی کے مٹکوں اور گھروں میں پانی اسٹور کرنے کے دوسرے برتنوں میں ڈال کر ہم پانی میں پائے جانے والے جراثیم سے موثر حفاظت پاسکتے ہیں یا پھر ان کی زیادہ مقدار ہم پانی کے کنوؤں یا دوسرے پانی کے بڑے ذخیروں میں ڈال کر پانی میں موجود مہلک جراثیم کو ختم کرسکتے ہیں جبکہ شہری علاقوں میں ہم ان کو بڑے آرام سے زیر زمین ٹنکیوں' چھت پر بنی ہوئی ٹنکیوں اور پانی اسٹور کرنے کے برتن میں ڈال کر ہم اس بات سے بے فکر ہوسکتے ہیں کہ ہمارے گھر کے پانی کی تمام سپلائی پیتھوجن سے پاک ہوچکی ہے اور ہم گھر کے کسی بھی برتن میں رکھے ہوئے پانی کو بلاخوف وخطر استعمال کرسکتے ہیں۔

صباحمید......لاہور

Pakistanipoint Waqar Azeem